از زمین تا به آسمان سخن است

کاشف الحقایق

جلد دوم

معروف به

بہارستان سخن

مشتمل بر شاعری ہاے مختلف اقوام جہان

از تصانیف

عالیجناب نواب سید امداد امام صاحب بیرسٹری متخلص بہ اثر و مخاطب بہ نواب شمس العلما بحکم گورنمنٹ ہند
متوطن نیورہ ضلع پٹنہ صوبہ بہار و مصنف کتاب مراۃ الحکما و کتاب الآثار و مصباح الظلم
و کتاب الزراعت قیصریہ و معیار الحق و رسالہ طاعون و دیوان اثر و غیرہ وغیرہ

کارونیشن پریس لکھنؤ میں باہتمام منشی محمد تسنیم مالک مطبع چھپکر شائع ہوئے

از زمین تا بہ آسمان سخن است

کاشف الحقایق

جلد دوم

معروف بہ

بہارستان سخن

مشتمل بر شاعری ہائے مختلف اقوام جہان

از تصانیف

عالیجناب نواب سید امداد امام صاحب زیدی واسطی متخلص بہ اثر و مخاطب نواب شمس العلما بحکم گورنمنٹ ہند

متوطن نیورہ ضلع پٹنہ صوبہ بہار و مصنف کتاب مرآۃ الحکما و کتاب الاثمار و مصباح الظلم

و کتاب الزراعت و ہدیہ قیصریہ و معیار الحق و رسالہ طاعون و دیوان اثر وغیرہ وغیرہ

کار نیشنل پریس لکھنؤ میں باہتمام منشی محمد تسنیم مالک مطبع چھپکر شائع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاشف الحقائق

جلد دوم

جسمین فارسی اور اُردو کی شاعری کا بیان حوالہ قلم ہوا ہے

حامداً و مصلیاً

فارسی اور اُردو شاعریان واحد المذاق

چونکہ دونون زبانون کی شاعریون کا ایک ہی انداز ہے اس لیے ان دونون کا ذکر اجمالی طور پر کیا جاتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اُردو کی موجودہ شاعری فارسی کی شاعری کے ساتھ بڑی مشابہت رکھتی ہے۔ دونون زبانون کی شاعریان اصناف کے اعتبار سے برابر ہین اور خیالات کا رنگ تمام تر ایک ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ اُردو کے شعرا فارسی کے شعرا کے ہمیشہ متتبع رہے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو کی شاعری باوجود اسکے کہ اسکو فروغ ہندوستان مین ہوا ہے سنسکرت کی شاعری سے کوئی مناسبت

نہین رکھتی ہے - حالانکہ تقاضاے ملکی یہی تھا کہ اُردو کی شاعری سنسکرت کی شاعری کا انداز پیدا کرتی - لاریب اگر اُردو کے شعرا شعراے سنسکرت کا تتبع اختیار فرماتے تو اُردو کی شاعری کا دائرہ وسیع ہو جاتا - ایسی حالت مین اُردو کی شاعری ممتاز تر صورت پیدا کرتی - مگر اس عدم تتبع کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اُردو کے شعرا زبان سنسکرت سے واقفیت نہین رکھتے تھے اور چونکہ عموماً صرف فارسی مین مہارت رکھتے تھے شعراے فارسی کے سوا نہین اور کسی دوسری زبان کے شعرا کے تتبع کا موقع حاصل نہ تھا - کاش شعراے اُردو شعراے سنسکرت سے مطلع رہ کر اُنکے متتبع ہوتے تو اُردو مین اصناف شاعری کا عدد بڑھ جاتا - مثلاً ڈرامانگاری اُردو شاعری مین داخل ہو جاتی اور اس جدت سے اُردو شاعری کا وزن یقیناً اہل یورپ کے نزدیک ترقی کر جاتا اور اِس ترقی سے زبان اُردو کا شمار اعلیٰ درجہ کی زبانون کے ساتھ کیا جاتا - ڈرامانگاری کے داخل ہو جانے سے اُردو کی شاعری بلاشبہہ ممتاز تر ہو جاتی - ظاہر ہے کہ ڈرامانگاری فارسی مین نہین ہے - اور اگر ہے تو ابھی ابتدائی حالت مین ہے پس اگر ڈرامانگاری اُردو مین آجاتی تو فارسی کی شاعری کو اُردو کی شاعری کے ساتھ کوئی صورت مقابلہ کی نہین رہتی - ڈرامانگاری کے علاوہ سنسکرت مین ایک بہت اعلیٰ درجہ کی رزمی شاعری دیکھی جاتی ہے - جن لوگون نے رامائن اور مہابھارت پڑھی ہین اقم کے ساتھ اِس امر مین ضرور اتفاق راے فرمائینگے کہ ان دونون تصنیفون کا جواب فارسی مین نہین ہے - عربی تو اس صنف شاعری کے اعتبار سے خارج از بحث ہے اِس لیے کہ عربی مین جب مثنوی نگاری نہین ہے تو ایسی مبسوط کتابون کا موجود رہنا ہی خلاف توقع ہے - فارسی مین جو مشہور کتاب شاہنامہ ہے بھی تو اسکی شکل تاریخ نما ہے

خاص کسی واقعہ کا بیان رزمی شاعری کے پیرایہ مین نہین کیا گیا ہے۔ علاوہ اسکے
خود فردوسی کی شاعری بالمکی اور بیاس کی شاعریون کو نہین پہونچتی ہے۔ جیسا کہ آئندہ
واضح ہوگا۔ بالمختصر اگر اُردو کے شعرا نے سنسکرت کے شعرا کا تتبع فرمایا ہوتا تو اسوقت
تک اُردو کی شاعری نے بہت کچھ ممتاز صورت پیدا کی ہوتی شاید ایسی حالت مین اُردو
کی شاعری کا جواب دُنیا مین کمتر ملتا۔ لاریب اُردو کی شاعری فارسی کی شاعری پر من
جمیع الوجوہ بہت غالب آجاتی۔ کس واسطے کہ فارسی کی شاعری سنسکرت کی شاعری
کے برابر نہ رفیع ہے اور نہ وسیع ہے۔ بلا گفتگو سنسکرت کی وہ رفیع شاعری ہے کہ جسکی
رفعت کو شعرائے عالم مین صرف شکسپیر پہونچتا ہے ہومرس ورجل اور ملٹن بہت
پیچھے رہ جاتے ہین۔ بہرحال اُردو کی موجودہ شاعری کی حالت یہ ہے کہ اگر میر انیس
صاحب کو شعرائے اُردو کے زمرہ سے نکال لیجیے تو اُردو کی شاعری فارسی کی
شاعری سے بہت پیچھے پڑجاتی ہے یہ صرف جناب غفران مآب کا کمال ہے کہ جسکی
بدولت اُردو کی رزمی شاعری کا پایہ بہت بلند نظر آتا ہے اور اس اعتبار سے اردو
کی شاعری نہ صرف فارسی کی رزمی شاعری سے اعلیٰ دکھلائی دیتی ہے بلکہ یونانی لاطینی
اور انگریزی شاعریون سے بھی یہ اعتبار بالا ارفع پائی جاتی ہے۔ لاریب حضرت کی
مرثیہ نگاری نے رزمی شاعری کا وہ عالم دکھلایا ہے کہ جسکے مشاہدہ سے عقل
دنگ ہوجاتی ہے۔ گو حضرت نے کوئی کتاب رامائن مہابھارت ایلیڈ اینیڈ شاہنامہ
یا پیرڈائیز لاسٹ کے طور کی منظوم نہین فرمائی ہے تو بھی رزمی شاعری کا خاتمہ کر
دکھایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے رزمی شاعری کا جواب دنیا مین بالمکی
اور بیاس کی تصنیفات کے سوا کہین نہین پایا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میر انیس صاحب

کی شاعری کی بحث آیندہ آئیگی جس سے حقیقت حال ظاہر ہوگی۔

برِ اعظم ایشیا کے ملکون سے فارس بھی ایک نامی ملک ہے اسکے غرب مین ملک شام اور شمال مین ملک قاف و بحر کیسپین اور شرق مین افغانستان و بلوچستان اور جنوب مین بحیرۂ فارس و بحر عرب واقع ہین۔

ہندوستان سے پچھم فارس کے اعتبار سے کوئی ملک ایشیا مین متمول نہین ہے، یہ ملک بارہ حصون مین تقسیم ہے یعنی آذربیجان[1] - عراق عجم[2] - لورستان[3] - خورستان[4] - فارس[5] - لارستان[6] - کرمان[7] - گیلان[8] - مازندران[9] - استراباد[10] - قردستان[11] - خراسان[12] - اسکا رقبہ ۵ لاکھ میل کا ہے اور قریب دس کروڑ کے اسکے سکنا کا عدد ہے - کوہستان کی کثرت ہے - کوہ قاف کی شاخین اس ملک مین نکل آئی ہین اور شمال کی جانب کوہ البرز بھی واقع ہے - یہ وہی پہاڑ ہے جسکا ذکر علاوہ قاف کے شعراے فارس اکثر کرتے گئے ہین - علاوہ کوہستان کے بڑے بڑے صحرا بھی ہین جنکی زمینین محض شور ہین - کوہستان و صحرا و دشت کی اراضی تمام ملک فارس کے تیسرے حصہ سے کم نہین معلوم ہوتی ہے - خاص ملک فارس مین کوئی بڑا دریا اٹک یا گنگا کے انداز کا نہین نظر آتا ہے گو چھوٹے دریا - ندی - چشمے - جھیل کی کمی نہین دکھائی دیتی ہے - اسی لیے ملک کی شادابی مین کوئی فتور نہین پڑتا ہے - پروردہ جانور اس ملک کے وہی ہین جو اور اقالیم مین ہوا کرتے ہین - لیکن یہان کے خچر اونٹ اور گدھے بہت ممتاز صورت ہوتے ہین علاوہ انکے بکریان اسقدر عمدہ پشم پیدا کرتی ہین کہ تبت کی بکریون سے برابری کرتی ہین صحرائی جانور از قسم آہو وغیرہ کثیر الوجود ہین - اور درندون سے قابل ذکر شیر خرس ببر پلنگ یوز گرگ شغال روباہ اور کفتار ہین - پیداوار ملک میوہ جات کے اعتبا

سے بہت اچھا ہے - انگور بکثرت ہوتا ہے اور چونکہ توت کی کھیتی آسانی کے ساتھ ہوتی ہے - ریشم کے کیڑے بکثرت پرورده کیے جاتے ہین - ریشم کی تجارت ایران مین بڑی فراغت کے ساتھ کیجاتی ہے - نیشکر کی کاشت بھی بعض حصون مین حسب مراد ہوتی ہے اور افیون کے پیدا کرنے کی نظر سے لالے کی کاشت بڑی مستعدی کے ساتھ کیجاتی ہے - ایران کی تجارت افیون کی اسی لیے قابل امتیاز معلوم ہوتی ہے پھولون مین گلاب کی کاشت تجارت کی نظر سے بکثرت کیجاتی ہے حتی کہ ایران کے عطر گلاب کی شہرت ہند تک پھیلی ہوئی ہے اہل عجم گلاب کو اپنی زبان مین گل کہتے ہین اور گلاب اُس عرق کو کہتے ہین جو اُس سے تیار کیا جاتا ہے اُردو کے شعرا بھی گلاب کو گل کہتے ہین مگر عموماً زیادہ گلاب ہی بولا جاتا ہے ایران کی معدنی پیداوار مختصر معلوم ہوتی ہے - سنگی نمک کی کثرت دیکھی جاتی ہے - قیمتی پتھرون کی بھی کانین ہین - مگر فیروزہ جسقدر ملک ایران مین اچھا اور بڑا دستیاب ہوتا ہے کسی ملک مین نہین ہوتا - دستکاری کے اعتبار سے اہل ایران ایک ممتاز قوم ہین - یہان عمدہ اقسام کے ریشمی اور پشمی کپڑے خوب بُنے جاتے ہین آلات حرب اچھے بنتے ہین شال دوشالے دری قالین نفیس سے نفیس تیار ہوتے ہین - ظروف چینی یہان کے چین کے ظروف کا جواب دیتے ہین - اِس ملک کی تعلیم یافتگی اہل یورپ کی تحریر کے روسے تمام ایشیائی ملکون کی تعلیم یافتگی پر غلبہ رکھتی ہے الا زمانۂ حال مین جاپان کہ جس نے ایک عرصۂ قلیل مین ایک حیرت انگیز ترقی کا عالم دکھلایا ہے اہل ایران بالطبع خوش پسند خوش طبع اور خوش خلق ہوتے ہین - درس و تدریس سے شوق رکھتے ہین اور اقسام علوم کی طرف اُنکی طبیعت مین ایک خلقی میلان پایا جاتا ہے - اسوقت کے اہل ایران کا مذہب دین محمدی ہے اہلسنت کے

اعتبار سے امامیہ مذہب والے زیادہ اِس ملک مین پائے جاتے ہین بلکہ شاہی مذہب
اِس ملک کا بزمان حال امامیہ ہے سلطنت شخصی انداز رکھتی تھی یعنی شاہ کو ہر امر
مین اختیار کامل رہتا تھا۔ مگر حال مین پارلیمنٹ وغیرہ کی پابندی کا رنگ کھلائی دیتا ہے
واضح ہو کہ ملک ایران صدہا صدیون سے مشہور دیار و امصار رہا ہے کیانیون کی
سلطنت ایک وقت مین منتہائے عروج کو پہونچی تھی۔ پھر عہد دارا مین سکندر اعظم نے
اِس ملک کو فتح کیا پھر ساسانیون نے اپنا سلسلۂ حکومت قائم کیا۔ اسکے بعد اہل عرب نے
اسے اپنا کرلیا۔ پھر اس پر چنگیز اور تیمور حملہ آور ہو کر مالک ملک ہوتے گئے۔ ترکون نے
بھی اُسکے مغربی حصہ پر یورشین کرکے اسکی حالت بدل ڈالی۔ آخرکار ۱۵۰۱ء مین
اسمعیل صفوی نے اپنی سلطنت قائم کی خاندان صفوی ایک عرصہ تک حکمران رہا
مگر جب شاہان صفوی مین ضعف لاحق ہو گیا تو اٹھارھوین صدی عیسوی کی ابتدا
مین افغانون نے ملک ایران پر سخت حملہ کیا اور بہت کشت وخون کے بعد قابض ملک
ہو گئے اِس ہنگامہ کا ذکر شیخ محمد علی حزین اپنے سوانح عمری مین فرماتے ہین۔ افغانون کا
قبضہ ایران پر بہت مختصر رہا تھوڑے سے ہی عرصہ کے بعد نادر شاہ نے افغانون سے
خوب بدلا لیا۔ نادر کے انتقال کے بعد ملک مین سخت خانہ جنگیان شروع ہوئین آخرکار
بہت رگڑے جھگڑے کے بعد آغا محمد خواجہ سرا بڑی بڑی حکمت عملیون سے
اس ملک پر مستولی ہو گیا۔ اُسکے مرنے کے بعد اسکا بھتیجا اُسکا جانشین ہوا یہ بھتیجا
وہی نامی گرامی فتح علی شاہ تھا جسکے خاندان مین اسوقت ایران کی سلطنت ہے

اہل ایران کا فطری میلان

اگر کسی قوم کو شاعری کی طرف میلان نہین ہے تو اُسکی نسبت یہ بات تمام تر
صحت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اُس قوم کی فطری تقاضون مین ضرور کسی نہ کسی

قسم کا نقصان لاحق ہے لاریب روح کو سچی خوشی بخشنے والی اور اسفل سے اعلی کیطرف لیجانے والی کوئی شے شاعری سے بڑھکر نہین ہے جتنی ممتاز قومین دنیا مین گزری ہین یا اسوقت موجود ہین شاعری کے میلان سے خالی نہین ہین ایسی صورت مین اہل ایران کا شاعری کی طرف مائل ہونا کوئی امر خلاف توقع نہین ہے کوئی شک نہین کہ اہل ایران کو شاعری کی طرف بہت بڑا میلان ہے۔ کم ہی کوئی ایسا تعلیم یافتہ ایرانی ہوگا جو کچھ نہ کچھ کہنہ لیتا ہوگا یا اُستادون کے کلام سے لذت یاب نہوتا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ ملک ایران شاعری کا ملک ہے فطرت نے اُسے ایسی خوبیان بخشی ہین کہ وہان شاعرون کی کثرت خلاف فطرت نہین سمجھی جاسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ منظوم کتابین زبان فارسی مین بیحساب ہین تذکرون مین معروف شعرا کے نامون کے علاوہ غیر معروف شعرا کے اسقدر نام دیکھے جاتے ہین کہ اُنکا یاد رکھنا دشوار ہے اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایران کو شاعری کی طرف میلان عظیم رہا ہے اُنکی مضمون نگاریان بھی ایسی ہین کہ علماے اہل یورپ لکھتے ہین کہ ابھی تک ہم لوگون کو مشرقی شاعرون کی نازک خیالیون سے کماحقہ آشنائی نہین پیدا ہوئی ہے اور خیالات کے ایسے ایسے میدان پڑے رہ گئے ہین کہ جہان ہم لوگون کا ابھی گزر نہین ہوا ہے۔ کوئی شک نہین کہ اصناف شاعری سے بعض ایسی ہی ہین کہ اُنکی ہوا بھی اہل یورپ کو نہین لگی ہے مگر فارسی شاعری کے نقصانات بھی اُسی درجہ کے ہین کہ اُنکی اصلاح کی بڑی حاجت ہے۔ مثلاً اصناف شاعری سے ڈراما نگاری ہے جو فارسی مین کبھی موجود نہ تھی۔ البتہ اسوقت کچھ حضرات اہل زبان نے اِس صنف شاعری کی طرف توجہ شروع کی ہے اسی طرح منجملہ دیگر نقصانات کے فارسی شاعری پر کثرت مبالغہ

پردازی کا الزام سخت عائد ہوتا ہے مولف کی دانست مین مبالغہ پردازی راستی کی قوت اور لطافت کو زائل کرنے والی شئے ہے اس سے جسقدر شاعر اجتناب کرے انسب و اولی ہے - اسی مبالغہ پردازی کی بدولت بیشتر فارسی کی شاعری معیوب معلوم ہوتی ہے سوائے سعدی اور حافظ کے کمتر ایسے شعرا نظر آتے ہین کہ جن کی شاعری کثرت مبالغہ پردازی سے پاک ہے - ان دونون شاعرون کے مقبول ہونے کی زیادہ وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اکثر اُنکے مضامین عدم مبالغہ پردازی سے فطری رنگ رکھتے ہین علاوہ اسکے عموماً فارسی شاعری مین ایک بڑا نقصان یہ پایا جاتا ہے کہ فطری خوبیون سے بیشتر معرا ہے فارسی کے اکثر شعرا یہ جانتے ہی نہین کہ نیچرل بیانات کیا کیا دل آویز تاثیرات پیدا کر سکتے ہین - مولف کی دانست مین کوئی مثنوی زبان فارسی مین ایسی نہین ہے کہ سر والٹر اسکاٹ کی لیڈی آف دی لیک کی دلکش فطرت نگاری کا جواب دیسکے نظم تو نظم فارسی کی نثرون کی بھی وہی حالت دیکھی جاتی ہے مثلاً سہ نثر ظہوری کہ ایک مشہور کتاب ہے اور اُسکی نثر بہت تعجب خیز سمجھی جاتی ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ با مذاق تعلیم یافتہ آدمی کے لیے ایک ایک جملہ اُسکا سوہان روح متصور ہے بالمختصر یہ بات نہایت صحت کے ساتھ حوالۂ قلم کیجا سکتی ہے کہ اہل ایران شاعری کی طرف ایک میلان عظیم رکھتے ہین اور اُنکی شاعریان قابل توجہ بھی ہین - مگر اُنکی شاعری کا مذاق مختلف پہلوؤن کو ملحوظ رکھکر بہت کچھ اصلاح طلب ہو اگر حضرات اہل زبان اس امر کی طرف کوشان ہون تو اس توجہ فرمائی سے نہ صرف فارسی کی شاعری ترقی کر جائیگی بلکہ قومی معاملات اخلاق و تمدن مین بھی حسب مراد انقلابات ظہور مین آئینگے -

حالات ہندوستان کا بیان

برِ اعظم ایشیا کے ملکون سے ہندوستان بھی ایک ملک ہے مگر یہ ایسا ملک ہے
کہ خود برِ اعظم کا حکم رکھتا ہے آب و ہوا فصل موسم جبال بحور دشت صحرا جنگل آبادی قوم
علم فضل پیشہ حرفہ تجارت زراعت صناعی تمدن نباتات حیوانات معدنیات وغیرہ وغیرہ
کے اعتبار سے یہ ملک تمام دنیا کا خلاصہ کہے جانے کا استحقاق رکھتا ہے تمام دنیا کی
بوقلمونیان اسکے احاطہ کے اندر پائی جاتی ہین اگر ہر مد کی تفصیل کیجائے تو راقم کی عمر
اسکی تحریر کو اکتفا نہین کر سکتی - بہرحال جاننا چاہیے کہ ہندوستان جو برٹش انڈیا کہلاتا
ہے اُسمین چند ملک و جزائر وغیرہ بھی شامل ہین مگر ہندوستان خاص کے حدود اربعہ
اس طرح پر قرار دئے جا سکتے ہین کہ اُسکے مغرب مین ملک کابل بلوچستان اور بحر عرب واقع
شمال مین کوہ ہمالیہ اور شرق مین ملک برما اور جنوب مین خلیج بنگالہ اور بحر ہند واقع ہین ملک
ہندوستان جزیرہ نما ہے اسکے دو جانب مین سمندر پایا جاتا ہے اس ملک وسیع کا
طول شمالاً و جنوباً دو ہزار میل ہے اور عرض شرقاً و غرباً اٹھارہ سو میل - مربع اس کا
چودہ لاکھ میل یعنی ملک فارس سے نو لاکھ میل زیادہ ہے انتظام سلطنت کے خیال
سے یہ ملک تین پریسیڈنسیون مین تقسیم ہوا ہے یعنی پریسیڈنسی بمبئی و پریسیڈنسی مدراس
و پریسیڈنسی بنگال - پریسیڈنسی سے مراد احاطہ ہے - علاوہ ان پریسیڈنسیون کے کچھ
صوبے ہین جو چیف کمشنرون کے زیر حکومت رہتے ہین علاوہ ان پریسیڈنسیون
اور چیف کمشنریون کے جو حصہ ہائے ملک باقی رہ جاتے ہین اُنمین خود مختار
راجگان و نوابان زیر نگرانی سرکار انگلشیہ ابھی تک حکمران ہین - اِس ملک وسیع مین سیکڑون
زبانین بولی جاتی ہین - معروف زبانون سے بنگلہ اوڑیا اُردو پنجابی گجراتی سندھی -
مرہٹی - مارواری - تلنگانی وغیرہ وغیرہ ہین مگر ہندوستان کے زیادہ حصون مین

اُردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ہندوستان مین اُردو زبان فرانس کا حکم رکھتی ہے جو یورپ کے اکثر ملکون مین ذریعہ ہمکلامی ہوا کرتی ہے اُردو زبان کی حقیقت آئندہ عرض ہوگی مگر یہان پر اس امر کا ذکر کردینا ضرور ہے کہ ہرچند یہ زبان ہندوستان کے اکثر حصون مین بولی جاتی ہے مگر اسکے صحیح بولے جانے کی نسبت صرف دہلی اور لکھنو کی طرف کیجاتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ دہلی پریسیڈنسی مین بنگال واقع ہے اور لکھنوٴ اودھ کی چیف کمشنری کا صدر تھا۔ اور اب اضلاع متحدہ مین داخل ہے۔ پریسیڈنسی بنگال تین حصہ مین منقسم ہے۔ ہر حصہ ایک لفٹننٹ گورنر کے زیر حکومت رہتا ہے۔ پہلے حصہ کو لفٹننٹی بنگال دوسرے کو لفٹننٹی اضلاع متحدہ اور تیسرے کو لفٹننٹی پنجاب کہتے ہین۔ دہلی لفٹننٹی پنجاب مین واقع ہے ان دونون شہرون کے علاوہ اور جگہون کے اُردو بولنے والے اہل زبان کہے جانے کا حق نہین رکھتے ہین۔ مثلاً ساکنین صوبہ بہار کہ ہرچند زبان اُردو ہی بولتے اور لکھتے ہین۔ مگر اہل زبان اُنکی زبان کو کسی طرح سند نہین مانتے حقیقت حال بھی یہی ہے کہ ہم بہاریون کی زبان اہل لکھنوٴ یا اہل دہلی کو پسند نہین ہوسکتی۔ ہم لوگون کا بڑا کمال یہی ہے کہ زباندان کہلائین۔ اہل زبان ہونا تو تمام تر خارج از امکان ہے۔ واضح ہو کہ عموماً شرفاے بہار کی اُردو یہی ہے کہ جسمین فقیر یہ کتاب لکھ رہا ہے۔ مگر ہمارے وہ اہل وطن جو حضرات اہل زبان کے فیضان صحبت سے مدت مدید تک بہرہ مند رہے ہین وہ البتہ راقم کی زبان سے کوئی علیحدہ زبان بولتے اور لکھتے ہین۔ بہرحال جاننا چاہیے کہ صرف لکھنوٴ اور دہلی ہی مین سندی اُردو بولی جاتی ہے اور انھین دونون شہرون مین اُردو کے وہ بڑے بڑے شعرا گذرے ہین کہ جنکے نام نہایت فخر و امتیاز کے ساتھ لیے جاتے ہین۔ واضح ہو

کہ علاوہ اُردو کے اور جتنی زبانین ہندوستان مین مروج ہین اُنکو اس صدی مین بڑی ترقی نصیب ہوتی گئی ہے چنانچہ بنگلہ زبان کو وہ اوج نصیب ہوا ہے کہ اب یہ زبان جو سو برس پہلے کچھ نہ تھی دنیا کی ممتاز زبانون مین شمار کی جانے لگی - الآن کوئی علم یورپ کا نہین ہے کہ اس زبان مین کم و بیش طور پر منتقل نہین ہوا ہے - شاعری اور ناول نگاری نے تو بہت ترقی پائی ہے - ترقی کے اعتبار سے اُردو نے زبان بنگلہ کے مقابل مین گویا کچھ بھی ترقی نہین کی ہے اُردو نے ابھی تک جو کچھ ترقی کی ہے وہ اُسیقدر ہے کہ جتنا فارسی کے متتبع ہونے سے حاصل کر سکی ہے حقیقت یہ ہے کہ یورپین علوم سے خاصکر فن شاعری کے لگاؤ مین ترقی اُردو کے لیے گویا کچھ بھی مدد نہین لی گئی ہے - برخلاف اسکے اہل بنگالہ نہ صرف سنسکرت سے اقتباس مضامین کرتے گئے ہین بلکہ یورپین شعرا کے تتبع سے دائرۂ شاعری کو وسیع کر ڈالا ہے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان کی مروج زبانون مین صرف اُردو ہی ایک ایسی جامد زبان ہے کہ جسکی شاعری نے سنسکرت اور انگریزی سے کوئی صورت استفادہ کی پیدا نہین کی - ورنہ جتنی اور زبانین ہین سب کی سب ان دونون زبانون سے مستفید نظر آتی ہین جیسا کہ اُنکی شاعریون کا رنگ قول راقم کی صحت پر گواہی دیتا ہے -

واضح ہو کہ ملک ہندوستان پر اوقات مختلفہ مین بیرونی اُولوالعزم قومین یکے بعد دیگرے حکمران ہوتی آئی ہین اور جب ایک قوم کی سلطنت ضعیف ہوتی گئی ہے تب دوسری قوم زور آور اُسپر قابض اور مالک ہو بیٹھی ہے ہنود کے مختلف اقوام جو اسوقت ہندوستان مین موجود ہین اُنکے بزرگ بھی مسلمانون کی طرح اس ملک کے

فاتح تھے اور اُنکی اولاد و احفاد نے یہان بود و باش اختیار کر کے صدہا سال ہندوستان کے مختلف حصوں مین سلطنت رانی کی ہے۔ بہت سے شاہان ہنود کے نام مثلاً راجہ دسرتھ۔ مہاراجہ رام چندر۔ راجہ چندر گپت۔ راجہ بکرماجیت۔ راجہ پتھورا وغیرہ وغیرہ السنۂ خلائق پر جاری ہین اور اُنکی علوم پروری اور عدل گستری کے حالات کتب تواریخ مین موجود ہین بہرحال جب ہندوؤن کی سلطنتون مین ضعف آیا تو مسلمان اُن پر غالب آئے اور چند صدیان اِس ملک مین حکمران رہے مسلمانون مین بھی ہنود کی طرح چند قومین یکے بعد دیگرے فرمان روا ے ملک ہندوستان ہوتی گئین آخر مین خاندان تیمور کو عروج ہوا اور اسی خاندان کے ساتھ اس ملک کی سلطنت اسلامیہ بھی معدوم ہو گئی۔ بلا شبہہ دولت تیموریہ ہندوستان مین مسلمانون کی بڑی ثروت سے خبر دیتی ہے مسلمان شاہان ہند مین کسی کو وہ ترقی نصیب نہین ہوئی۔ جو دولت تیموریہ نے حاصل کی۔ اکبر کے وقت مین سلطنت اسلامیہ کو آئینی استحکام نصیب ہوا اور جہانگیر کا زمانہ اکبر کے حُسن جہانبانی کا نتیجہ معقول تھا۔ شاہجہان کی خوبیون نے سلطنت کو رونق بخشی۔ اورنگ زیب کی حوصلہ مندی نے اُسے بہت وسیع کر دیا۔ مگر اس بادشاہ کی غیر مدبرانہ کارروائیون سے ہندو رعایا دل شکستہ ہو گئی چنانچہ اورنگ زیب کے مرتے ہی سلطنت مین زوال بھی شروع ہو گیا۔ آخرکار یہ کیفیت ہو گئی کہ ہندو اقوام نے دہلی کو بھی لے لیا اور بادشاہان دہلی کو محض بے اختیار و بیکار بنا ڈالا۔ دولت تیموریہ کے زوال سے ہندوؤن کو ایسا زور ہو گیا تھا کہ اگر احمد ابدالی ہندوستان پر حملہ آور نہوتا تو پھر ہندوؤن کی عملداری ہو جاتی۔ اس قوی حملہ آور نے مرہٹون کو ایسی شکست دی کہ مرہٹے نہایت ضعیف ہو گئے اسپر بھی شاہان دہلی کی

مزاج پرسی کے واسطے کافی تھے اگر حکام انگلشیہ شاہان دہلی کی حفاظت نکرتے رہتے
تو مرہٹے کب نہ دہلی کو غارت کر چکے تھے۔ بالمختصر جب عنان سلطنت ہندوستان کی حکام
انگلشیہ کو منتقل ہوئی اُسوقت ہنود کی چند قومین اس ملک مین بر سر غلبہ تھین اسی
باعث ایک مورخ انگریزی نے لکھا ہے کہ ہم لوگون نے یعنی انگریزون نے ہندوستان
کی سلطنت ہندوون سے نہ کہ مسلمانون سے پائی ہے یہ قول بدانست مولف
پورا صحیح تو نہین ہے مگر اسمین شک نہین کہ سلطنت تیموریہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی
اور ہر مسلمان صوبہ دار بادشاہ بن بیٹھا تھا اور بہت سے اعضاے سلطنت اولعزم
اقوام ہنود کے ہاتھ آ گئے تھے اور اسیوجہ سے ہنود زور آور ہو رہے تھے۔ ایسا قیاس
ہوتا ہے کہ اگر حکام انگلشیہ سلطنت ہندوستان کی طرف التفات نہ فرماتے تو آخرکار
ہنود ہی فرمان روائے ہندوستان ہو جاتے۔ مالک ہندوستان ہو کر کس طور پر سلطنت
کرتے۔ یہ خدا کو معلوم۔ لیکن اگر وہی مرہٹیا طور قائم رہتا تو رعایاے ہند کو عافیت
کا نصیب ہونا ایک امر محال ہوتا۔ خداے تعالی نہایت رحیم ہے کسی حالت مین
اپنے بندے کو بے معین و مددگار نہین چھوڑ دیتا ہے چنانچہ جب ملکی قومون مین
جہانبانی کی صلاحیت مفقود پائی تو دور دراز ملک سے ایک ایسی قوم کو عدل پروری
اور دادگستری کے واسطے معین کیا کہ جس نے بار جہانداری کو آسانی کے ساتھ اُٹھا
لیا۔ اور فرض منصبی کی بجا آوری مین کوئی کوشش دریغ نہین رکھی۔ یہان تک کہ از
کوگ تا سنگ تمامی ہندوستان مرآت امن وامان بن گیا۔ جان ومال وآبرو کے
استحفاظ کی شکل پیدا ہوئی۔ ارباب واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ اورنگ زیب کے
مرتے ہی اُنکے بیٹون کی خانہ جنگیون سے سلطنت مغولیہ کا زور جاتا رہا اور حقیقت

محمد شاہ کے زمانے مین نادر نے حملہ کیا۔ اُسوقت یہ سلطنت ضعیف ہو چکی تھی۔ اس حملہ سے جو کچھ سلطنت کی وجاہت باقی رہی تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اس حملہ کے بعد ہندوستان مین طوائف الملوکی کی صورت نظر آنے لگی یعنی صوبہ داران اودھ و بنگالہ وغیرہ خود مختار بن بیٹھے۔ سکھون نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ جاٹون نے دہلی اور اطراف دہلی مین ہنگامے مچائے۔ مرہٹون نے ہندوستان کے ایک جزو اعظم کو زیر حکومت کر لیا۔ اسی طرح بہت سے سردارون و قلعہ دارون نے جنکو جس طرح موقع ملا۔ اپنے کو خود سر کر ڈالا۔ اس طوائف الملوکی کے زمانہ مین ہندوستان کو امن و امان سے کچھ علاقہ نہ تھا۔ صوبے دارون کے آپس کے خون ریز جھگڑے جاٹون کی یورشین سکھون کی طغیانیان روہیلون کی فساد انگیزیان راجاؤن کی سرکشیان نوابون کی بے عنوانیان فرانسیسیون کی دست اندازیان تمامی ہندوستان مین قیامت مچائے ہوئی تھین کیسی سیاست کیسا انتظام ہر کسی کے جان پر آبنی تھی۔ نہ دادرسی کا کوئی طریقہ باقی رہا تھا۔ نہ فریاد سے کچھ کام نکلتا تھا۔ جس سے جو بن آتی تھی کر گذرتا تھا۔ شہرون مین ایسے ایسے ڈاکو رہتے تھے کہ جو دن دوپہر دولتمند اشخاص کے مکانات مین گھسکر جسکو پاتے تھے تہ تیغ کر دیتے تھے۔ قصبہ قصبہ۔ گانوٗن گانوٗن مفسدان سرکش عافیت خلائق مین رخنہ ڈالے ہوئے تھے۔ شاہراہون پر راہزنون کا پورا قبضہ ہو گیا تھا جنگل اور ویرانے ٹھگون کے دم سے آباد تھے۔ دریاؤن کو دریائی ڈاکوؤن نے سراسر پر خطر بنا رکھا تھا۔ پہاڑون مین کوہی اقوام خرس و کفتار کو بھی خون خواری مین شرمندہ کیے ہوئے تھے۔ کیسا تھانہ کیسی فوجداری کیسی نالش کیسی فریاد۔ نہ زاہن پر پناہ نہ پانی پر امن۔ آئین و قانون کا کیا ذکر۔ زبردست کا جوتہ

سر پر اور جسکی لاٹھی اُسکی بھینس کا مضمون پیش نظر تھا۔ اُسوقت کے اہل حکومت بھی کچھ ڈاکوؤں اور قزاقون سے کم نہ تھے۔ اگر کسی رعیت کے پاس دولت پاتے حسب خواہش اپنے گھر اُٹھا لاتے۔ عورتون کی عزت بھی خدا ہی کے ہاتھ مین تھی۔ اہل قدرت کے لیے جورووُن کو شوہر سے یا بیٹیون کو باپ سے چھین لینا کوئی تردد طلب امر نہ تھا۔ اسوقت مین بہت سے گیت سنے جاتے ہین جو اُسوقت کے جبّارون کے ظالمانہ فعل سے خبر دیتے ہین۔ پس ایسے زمانہ مین کہ اہل حکومت ہی اِس وضع کی بداخلاقی مین مبتلا تھے۔ راہ زنون و بدمعاشون کا کیا ذکر ہے مختصر یہ ہے کہ ملک ہندوستان اِس طور پر دار الفساد ہو رہا تھا کہ اُسکی اصلاح دیسی منتظمان سے ممکن نہ تھی لیکن رحمت عامہ الٓہی اپنے کرورون بندون کو کب اس طرح پر گرفتار آلام پریشانی رکھنا قبول کر سکتی تھی۔ اسواسطے اس ملک وسیع کو ایک ایسی قوم کو سپرد کر دیا کہ جو پورے طور پر داد جہانبانی دینے لگی۔ قوم انگلیشیہ کے ہندوستان مین آنے کی سرگذشت یہ ہے کہ عہد ملکہ ایلزبیتھ مین جو انگلستان کی فرمان روا اور سلطان جہانگیر ابن اکبر شاہ کی ہمعصر تھین۔ ایک کمپنی اِس غرض سے قائم ہوئی کہ درمیان انگلستان اور ہندوستان کے سلسلہ تجارت جاری کرے۔ یہ مجمع تجارتی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے قائم ہوا اور اجازت تجارت دربار ملکہ ممدوحہ سے اِس کمپنی کو سنہ ۱۶۰۰ء مین ملی۔ ایک سفیر بھی سر طامس رو نامی شاہ انگلستان کی طرف سے دربار جہانگیر مین بھیجا گیا مختصر یہ کہ کمپنی مذکور پہلے تو اپنے تجارتی کاروبار کو نہایت شعورمندی کے ساتھ ایک عرصہ تک انجام کرتی رہی اور جب دیسی فرمانرواؤن مین سلطنت کی صلاحیت باقی نہین رہی تب باگ حکومت کو

اپنے کاندھے پر لے لیا۔ ۱۸۵۷ء تک یہ کمپنی بہ نیابت شاہ انگلستان فرمانروائے ممالک
ہندوستان رہی۔ بعد بغاوت کے ۱۸۵۸ء مین حضرت علیا ملکہ وکٹوریہ
آنجہانی نے سلطنت ہندوستان کو زیر حکومت خاص فرمالیا اور اُسوقت سے
اسوقت تک اسی طور پر یہ ملک زیر انتظام شاہی ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانۂ
حکومت مین گورنر جنرل کو صرف کورٹ آف ڈائرکٹرس کی ماتحتی تھی۔ اس افسر
اعلی کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا اور کسی قسم کی جوابدہی کا تعلق سلطنت انگلشیہ سے
یہ عہدہ دار نہ رکھتا تھا۔ البتہ ڈائرکٹران کو اپنی کارروائی کی جواب دہی یا شرکا کمپنی کو
یا بذریعۂ بورڈ آف کنٹرول کے شاہ انگلستان اور پارلیمنٹ انگلشیہ کو تھی۔ لیکن جب
۱۸۵۸ء مین حضرت علیا ملکہ معظمہ نے ممالک ہندوستان کو کمپنی کی حکومت سے
منتزع فرمالیا تب سے لقب گورنر جنرل کے ساتھ خطاب وائسرائے یعنی نائب سلطان کا
بھی ضم کیا گیا۔ بہرحال طوائف الملوکی کے زمانہ کے بعد جب رفتہ رفتہ صوبجات
ہندوستان احاطۂ حکومت انگلشیہ مین داخل ہوتے گئے تو ہر طرح کی بُرائیان بھی
دور ہوتی گئین۔ حفظ و امان خلائق کے لیے قوانین ایسے نفاذ پائے کہ جن سے
جان و مال و آبرو سب کی حفاظت کی شکل پیدا ہوئی۔ والیان ملک کے باخود ہا
جدال و قتال کا انسداد پورا کیا گیا۔ ڈاکو۔ راہزن۔ قزاق۔ وزدان برّی و بحری
سب نیست و نابود ہو گئے۔ غریب و امیر سب کو امن نصیب ہوا۔ مظلومون کی فریادرسی
کے قواعد مقرر کیے گئے۔ زمینداران و رعایا کے حقوق کی نگہداشت کیواسطے
قاعدے اجرا پائے۔ تجارت اور مہاجنی کے کاروبار کے لیے آئین نفاذ پائے
مختلف اقسام کے دعاوی کے ارجاع کے لیے مختلف محکمات قائم ہوتے گئے

نابالغون کے استحفاظ جان ومال کے واسطے قانونی انتظامات عمل مین آئے کاشتکاری
کی ترقی کی طرف توجہ شاہی جو مبذول ہوئی تو ہزارہا بیگہ اراضی جو جھاڑ جنگل سے بھری
ہوئی تھین کاشتکاری کے اغراض کے لیے آباد کی گئین - سیرابی زراعت کے
لیے ایسے سامان فراہم کیے گئے کہ ہزارون بیگہ افتادہ اراضی حسب مراد زرخیز ہو گئین
نئے نئے اقسام کے غلے اور اثمار کی کاشت ہندوستان مین مروج کی گئی - صدہا
ندی نالون مین پل تیار کیے گئے - نئی نئی سڑکین اور راہین نکالی گئین - مسافرون
کے واسطے سراون کا انتظام ہوگیا - کثرت سے تالاب وچاہ کی تعمیر ہوتی گئی - اقسام
ڈاک کے سامان ظہور مین آئے - مریضون کے واسطے شفاخانے تیار کیے گئے -
شہرون اور قریون کی صفائی مین کد وکوشش کو راہ دی گئی نامطبوع رسوم کے
انسداد کا سامان کیا گیا چنانچہ ستی اور بردہ فروشی کا نام تک باقی نہ رہا - قحط اور
وبائی عارضون کے دفع کرنے کے اسباب مہیا کیے گئے - سیر وسفر کے واسطے
عمدہ شکلین پیدا کی گئین - مراسلات اور جلد خبر رسانی کے طریقے ایجاد کیے - ممتاز
مقامات مین آب مصفا کے بہم پہونچانے کے لیے کارخانے قائم کیے گئے - تفریح
طبع خلائق کے لیے نادر نادر تفرج گاہین آراستہ کی گئین - اور اسیطرح عیش وآرام
کے بے انتہا سامان بہم پہونچائے گئے - اور سب سے بڑا کام سرکار انگلشیہ کے
عہد مین یہ ہوا کہ علوم یورپ کی اشاعت اس وسعت کے ساتھ تمامی ہندوستان مین
کی گئی کہ ہزارہا رعایا نے سرکاری اعلی درجے کی تعلیم یافتہ ہوکر اپنے خانگی اور ملکی حقوق
کو خوب سمجھنے لگی - اور اپنی مالی اور ملکی خرابیون کی اصلاح مین کوشان ہونے لگی - یہ
اسی اعلی درجہ کی تعلیم یافتگی کا نتیجہ ہے جو ہندوستان کے اقوام مختلفہ مین مرابطت

اور یک جہتی کی صورت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اہل بنگالہ و اہل مدراس و اہل بمبئی مین مواصلت و یک دلی کا سلسلہ قائم ہوتا جاتا ہے اور سبھون کو ملک کی بہتری و بہبودی کا خیال مرکوز خاطر ہو رہا ہے تعلیم یافتہ سکنائے ہندوستان طرح طرح کی تمدنی کمیٹیان اور جلسے منعقد کرتے جاتے ہین۔ اخبارون کے ذریعے سے بڑے بڑے مدبرانہ کام لیے جاتے ہین۔ معقول تصنیفات سے ہندوستان کی مختلف زبانین ترقی کرتی جاتی ہین اور اجرائے شاہی زبان کی بدولت تمام ممالک ہندوستان مین ہم خیالی زور پکڑتی جاتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اشاعت علوم یورپ نے ہندوستان کو ترقی کی ایسی راہ دکھلائی ہے کہ یوماً فیوماً اُسکی تمدنی خوبیان بڑھتے ہی نظر آتی ہین۔ اسوقت تک جو کچھ ترقیان اس ملک کو مراحم خسروانی کی بدولت نصیب ہو چکی ہین وہ کم حیرت انگیز نہین ہین۔

فارسی کی نظم و نثر کے تاریخی حالات

فارسی کی نظم کی ابتدا کی نسبت بعض کا قول ہے کہ پانچوین صدی مسیحی مین بہرام گور نے وزن اور قافیہ کو ایجاد کیا مگر بعض یہ بھی کہتے ہین کہ ابوالحفص سمرقندی نظم کا موجد گذرا ہے۔ بہرحال یہ بات ظاہر ہے کہ آخر کے شاہان ساسانی کو فارسی کی انشا کی طرف میلان تھا۔ لیکن جب ملک فارس پر قوم عرب کا قبضہ ہو گیا۔ تو کچھ عرصہ تک اہل فارس کا یہ میلان دبا رہا۔ آخر کار جب سلطنت خلفاے عباسیہ کو ضعف لاحق ہوا اور فارس نے رفتہ رفتہ سر نو سے قومی آزادی حاصل کر لی۔ تب پھر اہل فارس قومی لٹریچر کی ترقی کی طرف توجہ کرنے لگے خراسان مین اسکی ترقی کا سلسلہ قائم ہوا۔ مرو مین ایک شخص مسمّی بہ عباس نے سنہ ۱۹۳ ہجری صلعم مطابق

سنہ ۹۰۰ عیسوی مین نظم نگاری شروع کی - اسکے بعد خلیفہ ماموں ابن ہارون الرشید کی تعریف مین محمد عوفی نے اشعار لکھے پھر حنظلہ حکیم فیروزا ور ابو سالک نے رباعی غزل اور قصائد لکھے - اسکے بعد ابو شکور بلخی مثنوی کا موجد ہوا - یہ صنف شاعری اہل عرب مین نہ تھی - اسکے ایجاد سے فارسی شاعری کو ادائے خیالات مسلسل کا ایک بڑا میدان ہاتھ آیا جسکے سبب سے شاہنامہ وغیرہ کیسی مبسوط کتابین فارسی مین لکھی جاسکین - امیر نصیر دوم کے عہد مین از سنہ ۹۱۳ع تا سنہ ۹۴۲ع مطابق از سنہ ۳۰۱ھ تا سنہ ۳۳۱ھ صلعم سلطنت ایران کو استحکام حاصل ہوا - اس عہد کے نامی شعرا عباس بخارائی[1] - ابو المظفر[2] نصر نیشاپوری - ابو عبداللہ[3] محمد جنیدی - معنوی[4] خسروانی[5] - ابو الحسن[6] شاہد بلخی - اور رودکی تھے - اول اول حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق جس شاعر نے اپنی غزلون کو مدون کیا - ابو الحسن شاہد بلخی تھا رودکی کی روش کلام حکیم خباز نے اختیار کی پھر ابو شعیب ہراتی رونقی بخارائی ابو الفتح بسطی امیر ابو الحسن علی الخاص عمر مروی اور کسائی اوسی دسوین صدی مسیحی مین شعراے نامآور ہوتے گئے اسی خاندان سمانی کے نوح دوم کے عہد مین دقیقی نے بھی شاعری کی شہرت پیدا کی - اسکے بعد خاندان سبکتگین کو عروج ہوا محمود غزنوی کے عہد مین فردوسی نے کتاب شاہنامہ لکھی سنہ ۱۱۰۱ع مین یہ کتاب اختتام کو پہونچی - فردوسی کے ہمعصر شعرا عنصری عسجدی تھے - ہرچند یہ سب بڑے درجہ کے شاعر تھے مگر فردوسی کی طباعی کے سامنے دربار محمود مین پھیکے پڑ گئے - شاہنامہ کی تصنیف سے ہر شاعر کے دل مین رزمی شاعری کا جوش پیدا ہوا شعرا عام طور پر فردوسی کا تتبع کرنے لگے بلکہ یہ کوشش ہونے لگین کہ فردوسی پر بھی سبقت لیجائے علی بن احمد الاسدی نے

گرساسپ نامہ لکھا۔ پھر سام نامہ۔ جہانگیر نامہ فرامرز نامہ برزو نامہ شہریار نامہ وغیرہ تصنیف ہوتے گئے۔ ان سب کتابون مین شاہنامہ کیطرح کے مضامین منظوم ہین اور یہ مضامین تمام تر ایران قدیم کے قصص و حکایات پر مشتمل ہین جب ایران کے خیالی معاملات لکھتے لکھتے شعرائے فارس تھک گئے تب یونانی حالات تاریخی و غیر تاریخی کیطرف متوجہ ہوے اکثر شعرا نے سکندر کے حالات منظوم کیے اسی لیے فارسی مین بہت سے سکندر نامے دیکھے جاتے ہین۔ ان سکندر نامون مین سب سے ممتاز تصنیف نظامی کا سکندر نامہ ہے یہ کتاب ۱۲۰۲ء مطابق ۵۹۹ ہجری صلعم مین اختتام کو پہونچی جب سکندر کے حالات نگاری کا خاتمہ کر چکے تب شعرا نے رزمی شاعری کے دھارے کو فن سیر کی طرف پھیرا۔ حسن شستری نے انبیا نامہ لکھا ابن ہشام نے خاور نامہ مین امیر المومنین علیہ السلام کے معاملات جنگ حوالۂ قلم کیے باذل نے حملۂ حیدری تصنیف کیا اور کاظم نے قرخنامہ۔ جب حالات سیر منظوم ہونے سے باقی نہ رہے تب شاہان وقت کے حالات منظوم کیے جانے لگے۔ ہاتفی نے تیمور نامہ لکھا۔ قاسمی نے شاہ اسمعیل اور شاہ طہماسپ کے وقائع منظوم کیے کمال سبزداری نے شاہ عباس اعظم کا شاہنامہ تصنیف کیا اور عشرتی نے شاہنامہ نادری۔ اسی طرح عہد فتح علی شاہ قاچار مین شاہنشاہ نامہ لکھا گیا ہندوستان مین بھی شاہنامہ کے رنگ کی چند تصنیفین ظہور مین آئی گئین عہد ہمایون مین یعنی درمیان ۱۵۳۰ء و ۱۵۵۶ء کے اس قسم کی شاعری نے اس ملک مین رواج پکڑا۔ اسکے بعد ہر عہد مین کچھ نہ کچھ اس رنگ کی کتابین لکھی گئین۔ چنانچہ عہد شاہجہان مین قدسی نے ظفر نامہ شاہجہانی اور طالب کلیم شاہنشاہنامہ لکھتے گئے بیجاپور مین آتشی نے عادل نامہ لکھا۔ عہد عادل شاہ کی ابتدا ۱۶۲۹ء سے ہے پھر ایک منظوم

تاریخ موسوم بہ تواریخ قلی قطب شاہ لکھی گئی یہانتک کہ آخرکار ۱۲۸۴ھ مین غلام حسن نے فتح نامہ ٹیپو سلطان لکھا۔

واضح ہو کہ فردوسی کی رزمی شاعری نے نہ صرف اہل ایران کو اِس رنگ کی شاعری کے برتنے کی راہ بتلائی۔ بلکہ بزمی شاعری کیطرف بھی شعرا کے دلون مین میلان پیدا کردیا۔ کتاب شاہنامہ ایسی مبسوط کتاب ہے کہ اُسمین بزمی شاعری کے تخم بہ کثرت موجود ہین چنانچہ فردوسی کے بعد عمعاق بخارائی جامی موجی قاسم خان ناظم ہروی شوکت حاکم شیرازی بزمی مثنویان حضرت یوسف و زلیخا کے حالات مین لکھتے گئے۔ یہ سب تصنیفات یوسف و زلیخا نام رکھتی ہین۔ جاننا چاہیے کہ اسکے علاوہ وہ یوسف زلیخا ہے جو خود فردوسی کی تصانیف سے ہے۔ بہرحال ان شعرا کے علاوہ فصیحی جرجانی۔ دمیری۔ نامی وغیرہ نے اپنے اپنے زمانے مین وامق و عذرا کے عشق کی کہانیان بشکل مثنوی منظوم کین المختصر ہر قسم کی مثنوی نگاری کے مذاق کے پیدا ہونے کا باعث فردوسی کا شاہنامہ ہوا ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ صرف عاشقانہ مثنویون کے مروج ہونے کی صورت فردوسی کی شاعری نہین ہوئی ہے بلکہ اُسنے پند و موعظت کے رستے بھی شعرائے مابعد کو دکھائے ہین۔ شاہنامہ مین بہت مقامات ایسے ہین کہ بہترین واعظ اُن سے بہت کچھ پند لے سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ انھین مقامات کے تتبع سے فارسی کے بہت سے شعرا نام آور ہوتے گئے ہین سعدی مولانائے روم فریدالدین عطار وغیرہ سب کے سب اِس خدائے سخن کے پوجنے والے نظر آتے ہین۔ المختصر تمام اقسام مثنوی نگاری کو اسی کتاب شاہنامہ سے ہدایت ملی ہے اور واقعی فردوسی وہ بڑا شاعر ہے کہ شعرائے فارس اُسے جس قدر

عظمت کی نگاہ سے دیکھین عین انصاف ہے۔ درحقیقت فارسی مین فردوسی کا جواب کوئی شاعر نہین ہے۔ اس شاعر گرامی سے بہتر شاعر ڈھونڈھنے کے لیے تلاش کنندہ کو سرزمین ایران سے باہر جانے کی حاجت ہے۔ بزمی اور رزمی شاعرون کے علاوہ قصیدہ گوئی بھی زور وشور کے ساتھ ہر طبقہ شاہان اسلام مین مروج رہی ہے ذیل مین بعض ممتاز شعرائے قصیدہ گو کے نام اور اُنکے زمانے درج کیے جاتے ہین۔

نمبر ۱۔ فخرالدین اسعد جرجانی بعض شاہان سلجوق کا مداح تھا یہ قصیدہ گو گیارہوین صدی مسیحی مین زندہ تھا۔

نمبر ۲۔ ابوالفرج لاہوری و مسعود بن سعد بن سلمان عہد سلطان ابراہیم غزنوی مین تھے۔ اس بادشاہ کا عہد حکومت از سنہ ۱۰۵۹ء تا سنہ ۱۰۸۸ء ہے۔

نمبر ۳۔ ادیب صابر عہد سلطان سنجر مین تھا اس بادشاہ کے حکم سے سنہ ۱۱۴۵ء مطابق سنہ ۵۴۰ ہجری مین پانی مین ڈوبا دیا گیا۔

نمبر ۴۔ جوہری امیر مغربی سنہ ممات ۱۱۴۷ء رشید وطواط سنہ ممات ۱۱۷۲ء عبدالواسع سنہ ممات ۱۱۶۹ء اوحدالدین انوری سنہ ممات قریب ۱۱۶۹ء یہ سب کے سب عہد سلطان سنجر کے شعرا ہین۔

نمبر ۵۔ خاقانی سنہ ممات ۱۱۹۹ء انوری کا ہمعصر تھا۔

نمبر ۶۔ بیلقانی خاقانی کا ہمعصر تھا۔

نمبر ۷۔ ظہیر فاریابی ایضاً۔

نمبر ۸۔ کمال الدین سنہ ممات ۱۲۳۷ء۔

نمبر ۹ - سیف الدین سنہ ممات ۱۲۶۰ع۔

علاوہ ان شعرائے قصیدہ گو کے اور بھی ہزارون شعرا گزرے ہین جن کے نامون کی فہرست طولانی ہے ان تمام شعرا کے کلام کم وبیش طور پر جادۂ فطرت سے انحراف پذیر معلوم ہوتے ہین اور اس انحراف ورزی کا سبب یہی ہوا ہے کہ انھین مدح بادشاہان وقت مین طرح طرح کے مضامین گھڑنے پڑے ہین۔ ہر طرح کے استعارون کو اختیار کرنا پڑا ہے اور مبالغہ پردازی کی اُن راہون مین چلنا پڑا ہے جن کو فطرت کی راہ سے کوئی علاقہ نہین ہے۔ راقم کی دانست مین ایسی شاعریان کسی صاحب مذاق صحیح کو پسند نہین آسکتی ہین اور درحقیقت یہ وہ شاعریان ہین جن سے نفس شاعری کو ضرر عظیم مترتب ہوتا گیا ہے۔

رزمی اور بزمی شاعریون اور قصیدہ نگاریون کے ساتھ ساتھ تصوف آمیز شاعری بھی زور پکڑتی گئی تصوف کا مذاق اہل اسلام مین اول اول ملک فارس کی طرف سے داخل ہوا مگر اس مذاق کے پیدا ہونے کا سبب بھی وہی شاہنامہ ہوا ہے، فردوسی نے بہت مقامون پر اخلاقی اور متصوفانہ مضامین حوالۂ قلم کیے ہین۔ چنانچہ کیخسرو کی نسبت اُسکا یہ بیان دیکھا جاتا ہے کہ جب اُس بادشاہ کو ہر طرح کی ثروت دنیاوی حاصل ہو چکی۔ تب دنیاوی بےحقیقتی پر لحاظ کر کے اُسنے دفعۃً ترک دنیا کیا اور تمنائے آرام ابدی مین وہ ایک سرچشمہ پر پہونچکر چشم عالمیان سے نہان ہو گیا اسلام مین تصوف کا مادہ تمام تر زردشتیون سے پہونچا ہے جب اہل عرب اہل فارس سے میل جول کرنے لگے تو ناچار فارسیون کے مذہبی خیالات اُنکے دلون مین اثر کرنے لگے۔ یہ تو نہ ہوا کہ عقیدہ توحید اسلامیون کا زوال پذیر ہو سکا۔ مگر انداز توحید ضرور

بدل گیا۔ بہت سے جدید خیالات از قسم وحدت وجود وحدت شہود وہمہ اوست وغیرہ پیدا ہوتے گئے۔ شعرا نے اپنی طباعیون سے ان عقائد کو بہت کچھ زور بخشا حتیٰ کہ ہزارون منظوم وغیر منظوم کتابین اس رنگ کی احاطۂ تصنیف مین در آئین۔

بہرحال پہلا شاعر جس نے تصوف کے اصول منظوم کیے فردوسی کا ہم عصر ابوسعید بن ابوالخیر مہانی تھا (۳۵۷-۴۴۰ ہجری نبوی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) اسنے متصوفانہ مذاق کی رباعیان لکھین۔ پھر ناصر بن خسرو نے مثنوی موسوم بہ روشنائی نامہ تصوف مین لکھی۔ پھر علی بن عثمان نے کشف المحجوب لکھی۔ عمر خیام نے سیکڑون رباعیان لکھین۔

افضل الدین کاشی نے بھی اس مذاق مین کتابین تصنیف کین۔ حکیم سنائی نے حدیقہ تصنیف کیا اور جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی مبسوط لکھی (۱۲۰۷-۱۲۷۳ء مطابق ۶۰۴-۶۷۲ ہجری) اسکے پہلے فریدالدین عطار منظوم وغیر منظوم کتابین لکھ چکے تھے۔ عطار نے عمر طویل پائی تھی۔ ۱۱۴ برس زندہ رہ چکے تھے کہ قوم مغولیہ نے اُنھین قتل کیا۔ پھر سعدی نے متصوفانہ مذاق کی کتابین لکھین۔ معلوم ہوتا ہے کہ سعدی نے ۱۱۰ برس عمر پائی تھی۔ اُنکے انتقال کا سنہ ۱۲۹۲ء مطابق ۶۹۱ھ ہے۔ سعدی نے خاصکر علم تصوف مین کوئی کتاب نہین لکھی ہے اُنکا اصل مذاق اخلاق آموزی سے خبر دیتا ہے مگر اس مذاق کو چونکہ تصوف کے مذاق سے مشابہت ہے اس لیے اُنکی تحریر تصوف نما معلوم ہوتی ہے۔ شیخ کی مشہور کتابین گلستان اور بوستان کریما اور دیوان ہین گلستان اور بوستان کی تتبع مین اکثر کتابین لکھی گئی ہین مگر کوئی بھی نقل مطابق اصل کا حکم نہین رکھتی ہے۔ متبعان سعدی سے بعض مصنفین ذیل ہین۔

نمبر ۱ - ہزاری کوہستانی نے کتاب دستورنامہ تتبع بوستان مین لکھی - یہ شاعر سنہ ۱۲۳۰ع مطابق سنہ ۶۳۰ ہجری راہی ملک بقا ہوا -

نمبر ۲ - کاتبی نے کتاب دہ باب بوستان کے جواب مین لکھی اس شاعر کا سال وفات سنہ ۱۳۳۴ع مطابق سنہ ۷۳۴ ہجری کے ہے -

نمبر ۳ - حیرتی نے بھی تتبع بوستان مین کتاب گلزار لکھی - یہ شاعر سنہ ۱۵۵۴ع مطابق سنہ ۹۶۱ ہجری مین مقتول ہوا -

نمبر ۴ - معین الدین نے گلستان کے تتبع مین کتاب نگارستان لکھی - سال وفات اس شاعر کا سنہ ۱۳۳۵ع مطابق سنہ ۷۳۵ ہجری کے ہے -

نمبر ۵ - جامی نے بہ تتبع ایضاً بہارستان لکھی - سال تصنیف اس کتاب کا سنہ ۱۴۸۷ع مطابق سنہ ۸۹۲ ہجری ہے - متاخرین شعرا و نثار سے بعض اشخاص نے بوستان اور گلستان کے تتبع مین کتابین لکھی ہین مگر کسی کی تصنیف سعدی کی تصنیفون کو نہین پہونچتی ہے - بہرحال متصوفانہ مذاق کو ہمیشہ ترقی ہی رہی اور آجتک بھی یہ مذاق محمود سمجھا جاتا ہے - ذیل مین بعض متصوفانہ مذاق کے مصنفون کے نام درج کیے جاتے ہین -

نمبر ۱ - عراقی نے لمعات لکھی - سال وفات عراقی کا درمیان سنہ ۱۲۸۶ع اور سنہ ۱۳۰۹ع مطابق سنہ ۶۸۶ اور سنہ ۷۰۹ ہجری کے ہے -

نمبر ۲ - حسینی نے زاد المسافرین لکھی - سال وفات اس مصنف کا سنہ ۱۳۱۸ع مطابق سنہ ۷۱۸ ہجری کے ہے -

نمبر ۳ - محمود شبستری نے گلشن راز لکھی - سال وفات مصنف سنہ ۱۳۲۰ع

مطابق سنہ ۷۲۰ ہجری کے ہے

نمبر ۴ - اوحدی نے کتاب جام جمشید لکھی - سال وفات مصنف سنہ ۱۳۳۸ع مطابق سنہ ۷۳۸ ہجری کے ہے -

نمبر ۵ - قاسم انوار نے انیس العارفین لکھی - سال وفات مصنف سنہ ۱۴۳۴ع مطابق سنہ ۸۳۷ ہجری کے ہے -

نمبر ۶ - عارفی نے گوئی و چوگان لکھی سال تصنیف کتاب سنہ ۱۴۳۸ع مطابق سنہ ۸۴۲ ہجری کے ہے -

نمبر ۷ - فتاحی نیشاپوری نے حُسن و دل لکھی - مصنف کا سال وفات سنہ ۱۴۴۸ع مطابق سنہ ۸۵۲ ہجری کے ہے -

نمبر ۸ - اہلی شیرازی نے شمع و پروانہ لکھی سال تصنیف کتاب سنہ ۱۴۸۹ع مطابق سنہ ۸۹۴ ہجری کے ہے -

نمبر ۹ - ہلالی نے شاہ و گدا لکھی - اِس شاعر کے مقتول ہونیکا سال سنہ ۱۵۳۲ع مطابق سنہ ۹۳۹ ہجری کے ہے -

نمبر ۱۰ - بہاءالدین آملی نے نان و حلوا شیر و شکر وغیرہ لکھی وفات مصنف کا سن سنہ ۱۶۲۱ع مطابق سنہ ۱۰۲۰ ہجری صلعم کے ہے -

شاعری ہاے اصناف بالا کے علاوہ غزل سرائی بھی ہر وقت مین مروج رہی - رودکی کے زمانے سے آج تک اس صنف شاعری کو شعرا برتتے رہے ہین - ذیل مین کچھ غزل گو شعراے معروف کے نام و سال وفات اندراج پاتے ہین -

نام متغزلین	سنہ وفات عیسوی	سنہ وفات ہجری
سعدی شیرازی	۱۲۹۲	۶۹۱
حافظ شیرازی	۱۳۸۹	۷۹۱
سلمان ساوجی	۱۳۷۷	۷۷۹
کمال خجندی	....	۷۸۴
محمد شیرین مغربی	۱۴۰۶	۸۰۹
نعمت اللہ ولی	۱۴۳۱	۸۳۴
امیر شاہی	۱۴۵۳	۸۵۷
بابا فغانی شیرازی	۱۵۱۹	۹۲۵
نرگسی	۱۵۳۱	۹۳۸
لسانی	۱۵۳۴	۹۴۱
دمیری اصفہانی ملا محتشم کاشی وحشی	ان تینون شاعرون نے دسوین صدی ہجری کے اخیر مین رحلت فرمائی۔	
اہلی شیرازی	۱۵۳۵	۹۴۲
امیر حسن (شعرائے دہلی سے تھے)	۱۳۲۷	۷۲۷
امیر خسرو (شعرائے دہلی سے تھے)	۱۳۲۵	۷۲۵
خواجہ کرمانی	۱۳۵۲	۷۳۵
عبدالرحمن جامی	۱۴۹۲	۸۹۸

نام متغزلین	سنہ وفات عیسوی
غزالی مشہدی	۱۵۶۲
عرفی شیرازی	۱۵۹۱
فیضی	۱۵۹۵
زلالی	۱۵۹۲
صائب تبریزی	۱۶۶۶
ہاتف صفہانی	۱۶۸۵

واضح ہو کہ ہر چند اقسام بالا کی شاعریون کو ہر عہد مین فروغ رہا مگر کسی شاعر نے ڈراما نگاری کی طرف توجہ نہ کی۔ اِس صنف شاعری کے عدم موجودگی سے فارسی کی شاعری ذلیل اور حقیر معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس صدی کی ابتدا مین اس صنف شاعری کی طرف بھی حال کے شعراے ایران نے توجہ شروع کی ہے عجب کیا کہ اپنے وقت پر ڈراما نگاری مروج ملک ایران مین ہو جائے اُسوقت اِس زبان کی شاعری کو یونانی لاطینی سنسکرت انگریزی وغیرہ وغیرہ کی شاعریون کے ساتھ ساتھ مقابلہ کی صورت پیدا ہو سکیگی اسوقت ڈراما نگاری جو ملک ایران مین مروج ہو چکی ہے وہ معاملات کربلا سے تعلق رکھتی ہے اور اسیطرح کچھ تورات کے قصے بشکل ڈراما موزون ہوتے گئے ہین۔ ظاہر ہے کہ جب ڈراما نگاری حسب مراد اس طور پر مروج ایران ہو جائیگی تو فطری شاعری کے رواج پانے کے باعث امید کیجاتی ہے کہ ایرانی شعرا کے حال کا غیر فطری مذاق زوال پذیر ہو جائیگا۔

جاننا چاہیے کہ زبان فارسی مین بہت سی کتابین علوم مختلفہ کی موجود ہین۔

منطق طبیعیات فلکیات ہندسہ اخلاق سیر و تاریخ وغیرہ وغیرہ کی کتابین نہایت علمی
تقاضون کے ساتھ تصنیف پائی ہین مگر لٹریچر یعنی انشا کی کتابین کم تر مذاق صحیح سے
خبر دیتی ہین وہی مبالغہ پردازیان وغیرہ جنسے فارسی کی شاعری معیوب ہو رہی ہے
فارسی کی نثرون مین بکثرت پائی جاتی ہین ۔ سواے گلستان سعدی کے بیشتر فارسی
کی کتب ادبیہ فطری مذاق تحریر سے بے بہرہ نظر آتی ہین ۔ مثلاً سہ نثر ظہوری کہ بلاشبہہ
طومار بد مزاقی ہے ۔ یہی حال مینا بازار وغیرہ وغیرہ کا ہے تعلیم یافتہ اشخاص کو ایسی
کتابون سے تمام تر وحشت پیدا ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انشا پردازان فارس
مطلق مذاق صحیح سے بہرہ مند نہ تھے ۔ اُنکے قصہ اور کہانی کی تصنیفین بھی نیچرل رنگ
سے علیحدہ معلوم ہوتی ہین ۔ حتی کہ انوار سہیلی ایسی کتاب بھی بہت مقامون مین خوش
مذاقی سے مبّرا معلوم ہوتی ہے ۔

چونکہ فارسی اور اُردو کی شاعریان واحد المذاق ہین تو اُنکے اصناف مین بھی
کوئی اختلاف نہین پایا جاتا ہے چنانچہ دونون کی معروف صنفین ذیل مین درج ہوتی ہین
غزل ۔ قصیدہ ۔ قطعہ ۔ رباعی ۔ مخمس ۔ مسدس ۔ مثنوی ۔ واضح ہو کہ
تقسیم بالا عروضی ترکیب پر مبنی ہے مگر مضامین کی رو سے شاعری کی حقیقت ہر صنف
کے بیان سے ظاہر ہوگی ۔ اصناف مختلفہ کے وضع کیے جانے کی وجہ پر جب غور
کیا جاتا ہے تو یہ سوال ہوتا ہے کہ اتنے اصناف کے ایجاد کیے جانے کا باعث
کون سا امر ہوا ۔ اگر سب اصناف کا تقاضا ایک ہی تھا تو اتنی صنفون کے وضع کرنے
کی حاجت کیا تھی ۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صنف کا ایک تقاضاے خاص ہے
ضرور کوئی امر ایسا ہے کہ ہر صنف کے برتنے مین شاعر کو اسکا ملحوظ رکھنا واجبا

سے ہے - ورنہ اصناف شاعری کا مضمون باطل ہوجائیگا - اب ذیل مین ہر صنف سے بحث کیجاتی ہے حضرات ناظرین سے توجہ فرمانے کی خواستگاری ہے -

غزل

غزل - یہ وہ صنف شاعری ہے کہ فارسی اور اُردو کے سوا کسی اور زبان مین موجود نہین ہے حقیقت یہ ہے کہ ان دونون زبانون کے علاوہ کسی زبان کی ایسی ترکیب بھی نہین واقع ہوئی ہے جو اس صنف شاعری کے حقوق کو پورے طور پر ادا کرسکے عربی مین غزل گوئی شکل امکان رکھتی ہے - مگر کسی اہل زبان نے غزلگوئی نہین کی - عجمی شاعرون نے جو زبان عربی مین کچھ غزلین لکھی ہین وہ صرف اُنکا ایجاد ہی ایجاد ہے - حقیقت یہ ہے کہ عربی کو غزلگوئی کے ساتھ پوری مناسبت بھی نہین ہے - اِس صنف شاعری کے ساتھ فارسی ایک خصوصیت رکھتی ہے اور چونکہ اُردو کو فارسی کے ساتھ ترکیب زبان وسلسلہ خیال کے اعتبار سے مشارکت حاصل ہے اس زبان مین بھی غزلگوئی کا لطف بخوبی اُٹھتا ہے زبان انگریزی مین شاعری ایک صنف ہے جسے سانٹ (SONNET) کہتے ہین - یہ صنف غزلگوئی سے مشابہت رکھتی ہے - مگر اسپر غزلگوئی کا اطلاق نہین کیا جاسکتا ہے - کس واسطے کہ سانٹ کو جو کچھ مشابہت غزل کے ساتھ ہے وہ اُسی قدر ہے کہ مضامین ذہنیہ از قسم واردات قلبیہ وغیرہ اُسمین قلمبند کیے جاتے ہین - مگر اُسکا پیرایہ غزل سے علیحدہ ہوا کرتا ہے - سانٹ کی ترکیب کچھ عشقیہ مثنوی کی ہوجاتی ہے کسواسطے کہ التزام قطعہ بندی غزلیت کی ترکیب ظاہری قائم رہنے نہین دیتی - خیر اب دیکھنا چاہیے کہ خود غزلگوئی کیا شے ہے اور اس صنف شاعری کے کیا کیا تقاضے ہین -

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے کلام کرنا ہے مگر اصطلاح مین اس سے وہ صنف شاعری مراد ہے کہ جسمین ایسے مضامین جو اعلیٰ درجہ کے واردات قلبیہ اور ارفع درجہ کے امور ذہنیہ سے خبر دیتے ہین۔ حوالۂ قلم کیے جاتے ہین یہ صنف شاعری تمام تر داخلی پہلو (SUBJECTIVE) رکھتی ہے۔ اسی لیے اسکا احاطہ بہت محدود ہوتا ہے چونکہ اس صنف کا یہی تقاضا ہے کہ امور داخلی کے سوا امور خارجی قلمبند نہ ہون اور اگر ہون بھی تو داخلی پہلو کی آمیزش سے خالی نہ ہون۔ اس لیے یہ صنف شاعری نہایت دشوار رنگ رکھتی ہے۔ ذراسی لغزش سے غزلیت کا رنگ جاتا رہتا ہے۔ کلام قصیدہ نما ہوجاتا ہے۔ یا مبتلاے پست خیالی ہوکر احاطۂ شاعری سے نکل جاتا ہے۔ غزلگو کی شان سے ہے کہ وہ اعلیٰ قسم کا دل ودماغ رکھتا ہو۔ اور خلقت کی رو سے آزاد طبیعت پاک طینت شوخ مزاج نازک خیال گداختہ دل اور برشتہ جگر ہو۔ امور ذیل غزلگوئی کے لیے ہدایت نامہ متصور ہین۔

نمبر ۱۔ اداے مطلب کے لیے غزلگو کی زبان کو سلیس ہونا چاہیے کس واسطے کہ واردات قلبیہ کے بیانات مغلقات سے بے تاثیر ہوجاتے ہین۔

نمبر ۲۔ جسقدر ممکن ہو زبان کی سادگی ملحوظ رہے۔ غزلگوئی کو صنائع بدائع کی حاجت نہین ہوتی۔

نمبر ۳۔ حتی الامکان تشبیہ استعارہ دخل نہ پائین یہ چیزین شاعر کی عجز طبیعت سے خبر دیتی ہین۔

نمبر ۴۔ مبالغہ پردازی سے جسقدر اجتناب ممکن ہو عمل مین لایا جائے۔

اسی مبالغہ پردازی سے فارسی اور اُردو کی شاعری حقیر اور ذلیل ہوگئی ہے۔

نمبر ۵۔ اگر تشبیہ استعارہ اور مبالغہ سے بھی کام لیا جائے تو اُنکا استعمال فطری خوبیوں کا مخل واقع نہو۔

نمبر ۶۔ پھبتی ضلع جگت وغیرہ سے اجتناب واجبات سے ہے۔

نمبر ۷۔ رعایت لفظی یا تو ادر ہو یا محض طبعی انداز رکھتی ہو۔ ایسا نہ معلوم ہو کہ رعایت لفظی کا کوئی التزام کیا گیا ہے۔ اگر فطری انداز بیان کے ساتھ بلا آورد رعایت لفظی کی شکل پیدا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

نمبر ۸۔ غزل کے جتنے مضامین ہوں داخلی ہوں۔ مگر ایسے رفیع درجہ کے ہوں کہ جس سے انسان کے عالم باطنی کا شرف ظاہر ہو سکے۔ جن سے انسان کی بزرگی اور عظمت ہویدا ہو سکے جن سے انسان کا دل عرش اللہ تعالیٰ ثابت ہو سکے جن سے انسان نمونہ قدرت خداوندی سمجھا جائے۔ جن سے انسان کے قوائے اخلاقیہ کی خوبیوں کا انکشاف مقصود ہو۔ جن سے انسان کی وسعت ادراک کا پتہ مل سکے۔ جن سے عرفان حق کی راہ سوجھائی دے سکے۔ جن سے عالم روحانی کا اندازہ حسب قوت بشریہ کیا جا سکے۔

نمبر ۹۔ مضامین عشقیہ ایسے نہ ہوں کہ معشوقان بازاری کی طرف محمول کیے جا سکیں۔ فسق و فجور سے تمام تر بے لگاؤ ہوں۔ عشق پیرایۂ فسق میں نہ دکھایا جائے۔ بلکہ اُس عظمت اور بزرگی کی شان سے بندش پائے کہ جو اسکی شان ہے تعالیٰ العشق عن فہم الرجال۔ اسی طرح وہ مضامین جو حسن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُنکے انداز ایسے عالی ہوں کہ فوراً خیال سامع معشوق حقیقی کی طرف کھنچ جائے۔

جاننا چاہیے کہ حسن و عشق بہ تغیر الفاظ صفات خداوندی سے ہین - اس لیے کہ حسن و جمال شے واحد ہے اور عشق و محبت بھی متحد ہین جمال کی نسبت سے حدیث مین وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اور محبت کے متعلق متعدد آیات قرآن مجید مین پائے جاتے ہین مثل یُحِبُّہُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ المختصر جو کچھ حسن و عشق کے مفہوم ہون - اس مین شک نہین کہ دونون اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی چیزین ہین - لاریب وہ بڑا پوچ شاعر ہے جو مضامین حسن و عشق کو اُنکے تقاضے کے مطابق نہ باندھے - اور اپنی ترکیب بندش سے انھین ایسے درجۂ ابتذال کو پہونچادے کہ سامع کا ذہن معشوقان بازاری کی طرف منتقل ہو جائے - اس عہد مین ایسے غزلگویون کی کمی نہین ہے - کمتر ایسے طبیعت وار ہین جو مضامین حسن و عشق کو اُنکے تقاضون کے مطابق باندھتے ہین - بلکہ بعض تو ایسے بدمذاق غزلگو ہین کہ اُنکی دماغی اور دلی بدترکیبی پورے طور پر اُنکی کم بینی - خیرہ چشمی بیحیائی بدخلقی بدنفسی اور فرومائگی کا اظہار کرتی ہے -

نمبر ۱۰ - وصال و فراق کے مضامین فطرت کے احاطہ سے باہر جائین - وصال و فراق کی فطری کیفیتین کیا کم لذت خیز ہین - جو غیر فطری اعانتون کی محتاج قیاس کی جاسکتی ہین -

نمبر ۱۱ - وصال و فراق کے بیانات بیحیائی کے ساتھ رقم ہون کہ جس سے طبیعت کو اکراہ لاحق ہو -

نمبر ۱۲ - ہوا - ہوس - حسرت - رنج - ملال - عداوت - رشک - جنون - وحشت

رغبت۔ نفرت۔ حسد۔ غرور۔ وغیرہ کی بندشین ایسی نہون کہ مذاق صحیح سے خارج پائی جائین (مذاق صحیح عبارت ہے تبعیت فطرت سے)

نمبر ۱۳۔ کوئی خیال پستی کی طرف مائل نہو۔ غزل گو کو لازم ہے کہ ہمیشہ عالی مضامین پر نظر رکھے اور جسقدر بلند پروازی احاطۂ امکان مین ہو اُسے اپنا شیوہ جانے

نمبر ۱۴۔ شوخی ضروریات کلام سے ہے۔ مگر شوخی سے مراد بیحیائی نہین ہے دیوان حافظ شوخی کلام سے بھرا ہوا ہے۔ مگر حافظ کی شوخی کلام ایسی نہین ہے جو مرکوز عوام ہو رہی ہے بعض شعرا نے شوخی اور بیحیائی کو امر واحد سمجھ لیا ہے۔ اور بے تکلف بیحیائی کے مضامین منظوم فرما گئے ہین۔ اور طرہ یہ ہے کہ اُنکے مداحین اُنکی بیحیائیون کو شوخی سے تعبیر کیا کرتے ہین۔ اور واہ واہ کی صدا بلند رکھتے ہین حقیقت یہ ہے کہ جس کلام مین شوخی نہین ہوتی ہے وہ کلام تمامتر بے لطف ہوتا ہے مگر شوخی چیزے دیگر و بیحیائی چیزے دیگر۔ سعدی کے مقطع ذیل مین شوخی ہے بیحیائی نہین ہے۔ ؎

سعدیا نوبت امشب دہل صبح نکوفت | یا مگر صبح نباشد شب تنہائی را

اسی طرح اُستادون کے کلامون مین کم وبیش طور پر شوخیان دیکھی جاتی ہین۔ لیکن ایسی شوخیان فحش و بیحیائی سے کوئی مناسبت نہین رکھتین۔ فحش و بیحیائی کی مثالین ایسے ایسے مضامین ہین۔ جیسا کہ ایک شاعر اپنے معشوق سے کہتا ہے۔ ؎

رات کا خواب الٰہی توبہ | گر کہون آپ سے شرمایئے گا

خدا را یہ کیسی شوخی ہے۔ اگر یہ بیحیائی نہین ہے تو پھر بیحیائی اور کیسی ہوتی ہے اسپر طرفہ یہ ہے کہ فقیر نے بعض دعویداران سخن کو اس نامراد شعر پر وجد کرتے دیکھا ہے

لاحول ثم لاحول - اسی طرح اور بھی بہت شعر ہین جو فحش و بیحیائی کے نمونے ہین مثلاً ایک اور شعر کا مضمون یہان پر ذکر کردیا جاتا ہے - وہ یہ ہے کہ یار ہم سے اسقدر بدگمان ہے کہ اسنے ہمین اپنی پوری تصویر نہین کھیچی جو تصویر کھیچی ہو وہ صرف اوپر کے دھڑ کی ہو استغفر اللہ کسقدر بدمذاقی نے ترقی کی ہے کہ مذاق صحیح معرض خطر مین جا پڑا ہے لیکن شوخی کو شوخی کی حد مین رہنا چاہیے - اگر شوخی درجۂ اعتدال سے گذر جائے تو پھر شوخی نہین رہتی بیحیائی ہوجاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اکثر عوام جسے شوخی سمجھتے ہین - وہ اقسام بیحیائی سے ہوتی ہے - بلاشبہ مرزا غالب مین بڑی شوخی ہے مگر انکی شوخی کو بازاری شوخی سے کیا علاقہ - بعض شعرا کے کلام ایسے بھی ہوتے ہین کہ سرسری طور پر دیکھنے مین شوخ نظر آتے ہین - مگر انپر جب نظر ڈالیے تو صاف عیان ہوجاتا ہے کہ اُنمین صرف نمائشی شوخی ہے سچی شوخی جو لوازم خوشخیالی سے ہے - اسکا نام و نشان بھی اُنکے کلام مین نہین پایا جاتا ہے ایسے شعرا زمرۂ عوام الناس سے ہوتے ہین - محصّل شخص اُنھین نہ شاعر نہ حکیم مان سکتا ہے - البتہ بازاری اشخاص اُنھین شاعر جانتے ہین اور اُنکے جاہلانہ کلام سے حظ اُٹھاتے ہین -

نمبر ۱۵ - مکروہ مضامین سے اجتناب واجبات سے ہے - اسی طرح اُن الفاظ سے بھی احتیاط درکار ہے - جو مکروہ مفہومات کے لیے موضوع کیے گئے ہین

نمبر ۱۶ - غزلگوئی کی سرسبزی کے لیے اسکی حاجت ہے کہ جو واردات قلبیہ قلمبند ہون - اُنھین مجرد شاعر ہی کی زبان سے تعلق نہو - ضرور ہے کہ وہ مضامین فی الواقع دلی انداز بھی رکھتے ہون - تاکہ سامعین کے دلون مین جگہ کرسکین -

جاننا چاہیے کہ جسقدر واردات قلبیہ کی بندش شاعر کے قلبی تقاضے کے

ساتھ ہوگی اُسیقدر سامع کے دل مین اُسکا اثر پیدا ہوگا - اپخہ از دل خیزد - بر دل ریزد
ایک نہایت منقح اور راست قول ہے اگر کسی شاعر مین سوز وگداز درد خستگی کی
کیفیتین موجود نہین ہین تو مجرد اُسکی مضمون بندی حسب مراد تاثیر نہین پیدا کر سکتی
اُستاد غالب نے خوب فرمایا ہے ؎

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد ۔ پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

نمبر ۱۷ - جسقدر ممکن ہو غزلگو کو چاہیے کہ تبعیت فطرت کو ہمیشہ ملحوظ رکھے - بعض غزلگو حضرات ایسے دیکھے جاتے ہین کہ خلاق سخن تو ہین مگر سخن سنجی مین فطرت کی پیروی کمتر کرتے ہین تبعیت فطرت کی ضرورت صرف غزلگوئی ہی مین نہین ہے بلکہ جمیع اصناف شاعری کو اسکی ضرورت ہے - اہل یورپ کی شاعری نے اسی تبعیت فطرت کی بدولت فروغ عظیم پکڑا ہے -

نمبر ۱۸ - غزلگوئی کی شان سے ہے کہ مضامین حکمت آگین شاعری کے پردے مین قلمبند کیے جائین - اگر کوئی غزلگو حکیم طبیعت نہین ہے تو اُسکی غزلین محض عوام پسند ہون گی اور اہل مذاق کو زینہار پسند نہ آئینگی - حافظ علیہ الرحمہ کا دیوان کا دیوان اخلاقی فلسفہ سے ہے - اسی لیے کسی کی تاب نہین ہے کہ خواجہ کے کمالات کا منکر ہو - تمام دنیا مین خواجہ کی خوش کلامی کی شہرت ہے - خواجہ کو لندن اور پیرس کے علما اُسی طرح جانتے ہین - جتنا کہ شیراز و اصفہان کے اہل علم اُنسے واقفیت رکھتے ہین -

نمبر ۱۹ - غزلگو کو عاشق مزاج ہونا واجبات سے ہے - عاشق مزاجی سے یہ مراد نہین ہے کہ کسی زن بازاری پر فریفتہ ہوکر کوچہ گردی کرنا اور اُسکے وصال و فراق کے مضامین سے اپنے دفتر شاعری کو سیاہ کرنا - اکثر غزلگوی کے دعویدار شامت اعمال سے

اس طرح کی بوالہوسی مین مبتلا دیکھے گئے ہین - عاشق مزاجی اسے نہین کہتے کہ چینی گنی - لڈن وڈن کی صحبتون مین اوقات ضائع کیجائے - یہ سب فسق و فجور کی باتین ہین انکو شاعری سے کیا علاقہ - جو غزلگو اس طرح کی بد اوقاتی مین مبتلا رہیگا - وہ اعلی درجہ کے مضامین عشقیہ کیونکر موزون کرسکیگا - پست خیال سے عالی مذاقی کی امید نہین کیجا سکتی جاننا چاہیے کہ عاشق مزاجی سے مراد ہے عالم فطرت کے حسن پر محویت کا پیدا ہونا - یہ محویت عشق مجازی ہے لیکن جب وہی محویت حسن فطرت سے منتقل ہوکر خالق حسن فطرت کی طرف رجوع کرجاتی ہے - تو درجہ عشق حقیقی کو پہونچ جاتی ہے - واضح ہو کہ حسن فطرت کے احاطۂ وسیع مین حسن انسانی بھی ہے - انسان کا عشق انسان کے ساتھ خلاف فطرت امر نہین ہے - بخوبی مرد کو عورت کے ساتھ اور عورت کو مرد کے ساتھ عشق پیدا ہوسکتا ہے - انسان کا عشق صادق معائب مین شمار ہونیکے عوض بڑے حسن و اخلاق سے خبر دیتا ہے سیپفو (SAPPHO) جو ملک یونان کی ایک مشہور شاعرہ ہے کسی جوان رعنا سے عشق صادق رکھتی تھی - عالم عشق مین غزل سرائیان کیا کرتی تھی - تمام شعرائے یونان مین کوئی شاعر ایسا نہین ہے کہ سوز و گداز درد خستگی اور نشتریت مین اسکا جواب سمجھا جائے - اسکے مضامین عشقیہ ایسے ہین کہ جنھین پڑھکر کلیجا منھ کو آتا ہے - ظاہر ہے کہ اس شاعرہ کے کلام مین اسقدر دلبری کا سبب اسکا عشق صادق تھا - ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما | اے طبیب جملہ علتہائے ما

نمبر ۲۰ - غزلگو کا فرض منصبی ہے کہ قرب سلطانی سے تا حد امکان کنارہ کش رہے - کسی صنف شاعری کو قرب سلاطین اور امراسے اسقدر ضرر

نہین پہونچتا جسقدر غزلگوئی کو۔ حافظ اور میر تا حدامکان سلاطین و اُمرا سے کنارہ کش رہے۔ اور اگر ملے بھی تو محض واجبی طور پر خواجہ حافظ کے پاس شاہزادے اور امیرزادے آتے تھے مگر اُنکے ساتھ خواجہ اُس طور پر برتاؤ نہین فرماتے تھے جیسا کہ درباری شعرا کا شیدہ ہوا کرتا ہے۔ ایکبار خواجہ کو شاہ دکن نے ہندوستان مین مدعو کیا تھا۔ خواجہ نہ آئے اور شاعرانہ عذر شاہ کو شعر ذیل کے ذریعہ سے لکھ بھیجا ؎

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر نسیم خاک مصلے و آب رکنا باد

اگر زراندوزی کی ہوس خواجہ کو ہوتی تو سفر کی تکلیفون کو گوارا کر کے داخل دکن ہو جاتے بالمختصر یہ کہ خواجہ کی قناعت ورزی گوشہ گیری عزلت پسندی آزاد مزاجی بیچشمی بیغرضی بے پروائی کا نتیجہ ہے۔ کہ اُنکی غزلگوئی کا نظیر دنیا مین نہین پایا جاتا ہے۔ اگر خواجہ کو قرب سلطانی کی ہوس ہوتی تو بلاشبہہ اپنے حیرت انگیز کمالات سے محروم رہتے۔ اور اُنکی غزلگوئی بھی عرفی ظہوری نعمت خان قاآنی کی غزلگوئیون کیطرح بے تاثیر ہو جاتی میر صاحب بھی سلاطین اور اُمرا کی صحبتون کے طالب دل سے نہ تھے چنانچہ جب بحالت مجبوری دہلی سے لکھنو آئے۔ تو نواب آصف الدولہ کی دربار داری نہ کر سکے۔ ایکبار کا ذکر ہے کہ میر صاحب نواب وقت سے ناخوش ہو کر اپنے مسکن پر چلے آئے۔ اور کثرت ملال سے محموم ہو گئے۔ جب اُنکی بدمزگی کی خبر نواب کو ہوئی۔ نواب عیادت کے لیے آئے۔ اور ساتھ ایک مرصع بیش کی نادعلی بھی لائے۔ جس پلنگ پر میر صاحب پڑے ہوے تھے نواب بھی اُسکے ایک کنارے پر بیٹھ گئے میر صاحب بخار سے آنکھ بند کیے پڑے تھے۔ جب آنکھین کھولین تو دیکھا کہ نواب سامنے بیٹھے ہین۔ مزاج پرسی کے بعد نواب نے اُس نادعلی کو میر صاحب کے گلے مین ڈالدیا

میر صاحب نے برجستہ یہ مطلع فرمایا ؎

دیوانہ پن ہمارا آخر کو رنگ لایا | جو دیکھنے کو آیا ہاتھی مین سنگ لایا

حضرات اہل دانش پر ہویدا ہے کہ دل کی عمدگی کو انسان کے اقوال و افعال سے بڑا تعلق ہے۔ غزلگوئی خستہ جگر گداختہ دل آزاد مزاج عزلت نشین قناعت پیشہ الم کش اشخاص کا شیوہ ہے۔ ہوسناکی۔ جاہ طلبی۔ زراندوزی وغیرہ سے اس شیوہ کو کیا علاقہ۔ پس تقرب سلطانی اور غزلگوئی کا انجام ساتھ ساتھ نہین ہوسکتا۔ چنانچہ فارس کے درباری شعرا کا حال ایسا ہی دیکھا جاتا ہے کہ انہین سے ایک شاعر بھی اس صنعت شاعری مین حافظ یا سعدی کا جواب نظر نہین آتا ہے۔ غزلگوئی کیلیے قابلیت علمی کی اسقدر حاجت نہین ہے کہ جسقدر عمدگی دل کی۔ عمدگی دل عبارت ہے۔ اُن اوصاف حمیدہ سے جن سے انسان انسان کہلاتا ہے۔ عمدگی دل کا تقرب سلطانی کے ساتھ برقرار رہنا نہایت غیر متوقع امر ہے۔ حکیم قاآنی کو دیکھیے کہ کتنا بڑا شاعر تھا۔ کسقدر استعداد علمی رکھتا تھا۔ اور کسقدر معمر ہوکر مرا۔ مگر اس حیرت افزا شاعر کی غزلون کو جو پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ غزلگوئی سے کوئی مناسبت ہی نہین رکھتا تھا۔ اسکی وجہ اور نہ تھی۔ الا یہ کہ درباری شاعر ہونے کے باعث اُسے آزادی۔ قناعت ورزی۔ عزلت نشینی خودداری بے پروائی وغیرہ کی صفتون کو برقرار رکھنے کا کبھی موقع حاصل نہ تھا جس شاعر کی یہ اوقات ہو کہ بادشاہون کی تقریبات مین قصیدہ نگاری کی زحمت ہمیشہ گوارا کیا کرے۔ وہ اپنی عمدگی دل سے کیا کام لے سکتا ہے۔ ایسے شاعر کا غزلگو ہونا محال عقلی سے ہے گر ایہ کا شاعر غزلگو ہوا ہے نہ ہوگا چنانچہ حکیم قاآنی کی غزلگوئی راقم کے اس دعوی کو پوری معین معلوم ہوتی ہے۔ اول تو

اس شاعری کی غزلین بہت تھوڑی ہین - اور جو ہین بھی اُن سے آشکارا ہے کہ اُسے واردات قلبیہ ور معاملات روحانیہ کیطرف توجہ کرنے کی فرصت کم نصیب ہوئی ہے ساری غزلون مین شاعری کا خارجی پہلو (OBJECTIVE) پایا جاتا ہے اسی لیے کمتر سوز گداز درد خستگی وغیرہ کی کیفیتین انمین درک ہوتی ہین بخلاف حافظ کے کہ انکی تمام غزلین داخلی رنگ (SUBJECTIVE) مین ڈوبی ہوئی ہین - اور اس سبب سے حق غزلگوئی کو دام دام ادا کر رہی ہین - واضح ہو کہ فارس ہی کے درباری شعرا کی یہ حالت نہین ہے کہ غزلگوئی مین پھیکے نظر آتے ہین - بلکہ کم و بیش طور پر تمام درباری غزلگویون کا یہی حال دیکھا جاتا ہے - ایشیائی دربارون مین آزادی کہان - اگر فردوسی بھی ہو تو اُسے پاے پیل سے پسیے جانے کے لیے مستعد رہنا چاہیے - پس غزلگوئی جسکا مدار روح کی آزادی پر ہے - فردوسی سے بھی حسب مراد انجام نہین پاسکتی ہے - یورپین دربارون مین ایشیائی دربارون کے عتبار سے بہت زیادہ آزادی ہے - مگر درباری شاعر ہو کر پورے طور پر آزادی کو قائم رکھنا بہت خلاف توقع ہے - انگلستان ایک بہت آزاد ملک ہے مگر وہان بھی ابھی تک ایک شخص تنخواہ دار دربار سے متعلق رہا کرتا ہے کہ جسکی خدمت یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے محل مین جو شادی اور غمی کی تقریبین ہون اُنکے متعلق اشعار تہنیت و تعزیت لکھا کرے - اُس شخص کا لقب "پوئیٹ لاریٹ" ہے - یہ اُسی طرح کا کام ہے کہ جیسے مثلاً قاآنی فارس مین یا ذوق دہلی مین انجام کیا کرتے تھے - ظاہر ہے کہ اس پابندی کے ساتھ غزلگوئی نہ ہندوستان نہ انگلستان نہ ایران مین انجام پاسکتی ہے یہ ممکن ہے کہ کسی خاص درباری شاعر کو اتفاق وقت سے غزلگوئی کی فطری صلاحیت

حاصل ہو۔ مگر درباری شاعری کا تقاضا ایسا نہین ہے کہ اُس سے غزلگوئی کے حقوق پورے طور پر ادا ہوسکین بلاشبہہ درباری معاملات کبھی ایسے نہین ہوتے کہ اُنمین سوز گداز وغیرہ کو ذرا بھی دخل ہو دربارون مین حافظ یا میر ایسے شاعرون کی کوئی ضرورت متصور نہین ہے اور وہ بھی خاصکر ایشیائی دربارون مین جہان آزادی حکم عنقا رکھتی ہے۔ جاے لحاظ ہے کہ جب انگلستان ایسے آزاد ملک مین شاعری پر درباری اثر پیدا ہوتا ہے۔ تو واے برحال اُن دربارون کے جہان شاعر کی گردن جلاد کی تلوار کے سائے تلے ہمہ دم رہا کرتی ہے۔ اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ ملک انگلستان مین کسی کو بیجرمی کی حالت مین سزاے مرگ یا کسی طرح کی سزایابی کا خوف نہین ہے پس ایسے ملک کے درباری شاعر کو ضرور ہے کہ ایشیائی دربارون کے شاعرون سے بہت زیادہ آزادی حاصل رہے۔ چنانچہ امر واقعی بھی یہی ہے کہ ٹنیس صاحب نے نہایت آزادی اور عزت کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ مگر اس آزادی اور عزت کے حاصل رہنے پر بھی اُنکو اپنے عہدے کے تقاضون سے مفر نہ تھا۔ لاریب اگر اُنکو درباری تعلق نہ ہوتا تو بہت سے اُنکے کلام جو اُنکی عہدہ داری کے نتائج معلوم ہوتے ہین۔ وجود پذیر ہوتے جاے لحاظ ہے کہ جب درباری اثر اس طور سے ٹنیس صاحب کی شاعری پر دیکھا جاتا ہے۔ تو واے برحال نا آئی کہ جو بیچارہ ایک ایسے دربار سے متعلق رہا۔ کہ جسکی خوشی و ناخوشی پر اُسکی حیات و ممات موقوف تھی۔ ایسے شاعر سے کیا امید کیجا سکتی ہے کہ سچی شاعری کی داد دے سکتا ہے۔ یا دل کی عمدگی کا لطف دکھلا سکتا ہے۔

جو کیفیت ایران کے درباری شاعرون کی دکھائی دیتی ہے۔ بجنسہ دہلی اور

لکھنؤ کے شعرا کی بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً ذوق کو جو دنیاوی ضرورتوں سے درباری شاعر
بننا پڑا تو اُنکی غزلگوئی کو بہت سی مضرتین لاحق ہو گئین۔ اول تو اُنکی قابلیت
کے مطابق اُنکا دیوان جمع نہ ہو سکا۔ دوم یہ کہ انھین جو کبھی آزادی نصیب نہین ہوئی
تو اُنکی اکثر غزلون مین غزلیت کا پورا مزا پیدا نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ جس غزلگو کی یہ
اوقات ہو کہ کبھی اُسے بادشاہ کے حضور مین حاضر ہونا پڑے اور کبھی نواب سے
مصاحبت گرم رکھنی ہو وہ غزلگوئی کی داد کیونکر دے سکتا ہے۔ ذوق بیچارے کی
یہ حالت تھی کہ کبھی حاضر ہو کر ظفر شاہ کی غزلین بناتے تھے اور کبھی نواب الٰہی بخش خان کے
لیے غزلین تیار کرتے تھے۔ یہ دونون حضرات کچھ بھی غزلگوئی پر قادر نہ تھے بادشاہ صاحب
کبھی ایک مصراع کبھی نصف مصراع اور کبھی ایک شعر موزون فرما لیتے تھے۔ اور نواب صاحب
تو اتنی بھی قدرت نہ رکھتے تھے۔ ذوق کو ان دونون آقاؤن کے لیے غزلین درست کر دینا
پڑتی تھین۔ ایسی صورت مین کہ شاعر کو آزادی حاصل نہو۔ اغراض غزلگوئی کے
پورا کرنے پر کیا قادر ہو سکتا ہے۔ ایسے پریشان اوقات شاعر کی غزلون مین کیونکر
آزادی۔ درد۔ سوز۔ گداز خستگی کی صفتین پائی جا سکتی ہین ناممکن تھا کہ ذوق کی غزلگوئی
خواجہ میر درد یا میر تقی میر کا رنگ پیدا کر سکتی۔ علاوہ اس مشغلے کے کہ ذوق ظفر شاہ
اور نواب الٰہی بخش کے لیے غزلین بنایا کرتے تھے۔ تقریبات شاہی مین انھین
قصیدہ گوئی کی زحمت بھی اختیار کرنا پڑتی تھی۔ غزلگوئی ایسے پاک کام کو مدح گوئی
کے جھوٹ سچ سے کیا علاقہ۔ رذیل دھندے کے ساتھ شریف دھندا چل نہین
سکتا آخرکار کثرت دروغ سرائی سے ضرور ہے کہ شاعر کی طبیعت کو بیحسی لاحق
ہو۔ جو تقاضائے غزلگوئی کا بہت منافی ہے۔ تقرب سلطانی سے متضرر ہونے کی

دوسری مثال میر انشاء اللہ خان کی ہے - سید صاحب جبتک نواب سعادت علیخان
کی مصاحبت مین عمر ضایع کرتے رہے - اُنکی غزلگوئی بیمزہ رہی - مگر جب ترک
خدمت کرکے گوشہ نشینی اختیار کی تو اُنکے کلام مین فی الجملہ خستگی سوز درد و گداز کا
مزا آگیا - فقیر اِس امر کا زنہار قائل نہین ہے - کہ کوئی شاعر دربار داری بھی کرے اور
غزلیت کا لطف بھی دکھلائے - یہ کام گوشہ نشینان المکش کا ہے - حریص
طامع تنگ چشم اور پیٹ کے بندے سے غزلگوئی شکل امکان نہین رکھتی - یون تو اگلے
زمانون مین بڑے بڑے شعرا جو دولت فقر سے مالا مال تھے گزرے ہین مگر اس عاجز
نے اپنے زمانہ مین بھی ایک ایسے غزلگو شاعر کو دیکھا ہے کہ جنکی زیارت ثواب سے
خالی نہ تھی - یہ حضرت ہمارے مولوی وحید الہ آبادی تھے - شاعر کے لیے جتنی
صفتین درکار ہین اُنکی ذات بابرکات مین موجود تھین - حضرت کو نہ لباس سے شوق تھا
نہ کھانے سے ذوق دونون سے نہایت بےپروا اور آزاد تھے - جہان نیند آئی سو
رہے - جہان جی چاہا چلے گئے - دنیا مین کیا ہوتا ہے اُس سے اُنکو کوئی بحث
نہ تھی - جن لوگون سے احتراز مناسب سمجھا بے ربطی کی - کسی کی بُرائی مین کبھی
زبان نہ کھولی - اگر کسی نے بُرا کہا تو اُسکا جواب نہ دیا - شکایت غیبت گلہ وغیرہ کی
فرصت اُنھین افکار شاعری سے نہ تھی - سالہا سال کی ملاقات مین اس عاجز نے
اُنھین کسیکو بد کہتے نہ سُنا جسکا ذکر آگیا اُسکو اچھا ہی کہا - ہر طرح کے حسد سے اُن کا
سینہ پاک تھا - حتی کہ شاعرانہ حسد بھی اُنکے دل مین نہ تھا - قناعت سیر چشمی عجز - صبر
تحمل - صدق و صفا مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے - قلب اسقدر سوز و گداز سے بھرا
پایا تھا کہ اُنکی صحبت مین طبیعت کو بیچینی پیدا ہوتی تھی - طلب جاہ سے نہایت دور

تھے۔ اُنکے دماغ مین اس خیال کا گذر ہی نہین ہوا تھا۔ کہ حکام و امرا کے حضور مین حاضر ہو کر کسی طرح کا رسوخ پیدا کیجیے۔ وہ ایسے لوگون کے مذاق سے خبر بھی نہین رکھتے تھے کہ جو حکام وقت کے دربارون کی شرکت پر جان و مال و آبرو نثار کر دینے کو ہر وقت آمادہ رہتے ہین اور بکمال بیحیائی اور نادانی سے اس طور کی گھس بیٹھ کو سرمایہ عزت و منزلت جانتے ہین۔ مختصر یہ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم تمام ایسی صفات سے متصف تھے جو اعلیٰ درجہ کے پاک سرشت پاک طینت شاعر کے لیے درکار ہین پس لاریب انھین صفات حمیدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اُنکے کلام مین سوز و گداز و خستگی کی کیفیتین اسدرجہ پائی جاتی ہین۔ اہل انصاف کے نزدیک اُنکا کلام سرمایۂ ناز و افتخار ہے۔ زبان کی عمدگی سلامت اور روانی کے علاوہ اُنکے کلام کی پر تاثیری سے سواے حاسد کے کسی کو انکار نہین ہوسکتا۔ اُنکا کلام کہے دیتا ہے کہ ہم اُس کے نتیجۂ فکر ہین کہ جسکی خلقت مین خدا نے سادگی راستی سیرچشمی۔ حلم۔ تحمل۔ صبر۔ رضا۔ سوز۔ گداز۔ درد۔ خستگی۔ آزادی۔ قناعت۔ مروت۔ حیا۔ صدق۔ صفا۔ عشق۔ محبت۔ عجز۔ انکسار وغیرہ وغیرہ کی صفتین کوٹ کوٹ کر بھری ہین۔ ایسے صافی طینت پاک خصلت شاعر کے ساتھ اُس ننگ شاعری کو کیا مقابلہ ہوسکتا ہے جو حکام وقت کے مناقب کے قصیدے بغل مین دابے دربارون اور حکامون کے جلسون مین پڑھتا پھرتا ہے اور شاعری سی عزیز شے کے ذریعہ سے اپنے کو ذلیل و خوار بنائے رہتا ہے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

ہمارے شہر پٹنہ مین ساٹھ ستر برس پہلے حضرت راسخ گذرے ہین جو جواب میر مانے جاتے ہین۔ خداے تعالیٰ نے انھین تمام صفات حمیدہ سے متصف

فرمایا تھا جو سچے شاعر کے لیے درکار ہین۔ راسخ نہ دربارداری کرتے تھے نہ حکام و امرائے سے سروکار رکھتے تھے۔ فقر و قناعت مین عمر بسر کر ڈالی۔ ارباب مذاق سے اُنکے دیکھنے والون مین اب اس شہر مین خواجہ محمد شاہ صاحب شہرت رہ گئے ہین خواجہ صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت راسخ مرحوم فقیر طبیعت اور فقیر دوست آدمی تھے۔ اکثر شاہ باقر کے تکیہ پر قیام رکھتے تھے۔ اہل دولت سے کم ملتے تھے۔ صحبت فقرا مین ہمیشہ رہتے تھے۔ تب ہی تو اُنکے کلام مین اسقدر مزا ہے۔ سنے فقیر دل ہوئے نہ کلام پر تاثیر ہولے نہ ہوگا۔ درباری شاعر کیا اور اُسکی شاعری کیا۔ وہ تو پیٹ کا بندہ ہے۔ دروغ طرازی اُسکا شیوہ ہے اُسے کلام کے با تاثیر اور بے تاثیر ہونے سے کیا مطلب۔ ایسے شاعر کی شاعری کو تعلق شکم سے ہوا کرتا ہے نہ دل سے۔

اب ذیل مین راقم کچھ شعرائے فارسی اور اُردو کا ذکر اس خیال سے حوالۂ قلم کرتا ہے کہ جو جو امور غزلگوئی کی نسبت بیانات بالا مین چھوٹ رہے ہین وہ بھی احاطۂ تحریر مین درآئین اور بھی غزلگوئی کے تقاضون کی مثالین اُنکے کلامون سے وضاحت پذیر ہون۔ حضرات ناظرین کو اس یاددہی کے اعادہ کی حاجت نہین ہے۔ کہ یہ کتاب بہ سبیل تذکرہ نہین لکھی جاتی ہے۔ اِس کتاب کی جو غرض ہے وہ حقیقت شاعری کا بیان ہے۔ نہ شاعرون کا شمار اس سے مطلب ہے اور نہ اُن کے حالات کی سیر اس سے مدعا ہے۔ اس لیے کہ حسب وسعت ضرورت کچھ شعرا کے کلامون کی نسبت عاجز اپنے خیالات نذر ناظرین کرتا ہے۔

فارسی شعرا کا عدد اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اہل ہمت اُن کا تذکرہ حسب مراد لکھنا چاہے تو اُسکو اس کلام کے لیے انسان کی دو عمر طویل درکار ہوگی

مگراس کثرت شعرا کے ساتھ بھی اچھے غزلگویون کی تعداد بہت نظر نہین آتی - راقم کی دانست مین سرآمد متغزلین خواجہ حافظ ہین اور اُنکے بعد دس پانچ ہی نام ہین جنکو غزلگو کے لقب سے یاد کرسکتے ہین - فقیر کی دانست مین اس صنف شاعری مین خواجہ کا جواب کوئی شاعر نہ فارس مین دیکھا جاتا ہے نہ ہندوستان مین - خواجہ کی غزلگوئی ایسی ہے کہ اُسکے ساتھ فارسی یا اُردو کے کسی شاعر کی غزلگوئی مناسبت نہین رکھتی ہے - یہ وہ غزلگوئی ہے کہ برائے خود مصداق غزلگوئی ہے - خواجہ کا دیوان غزلگوئی کا نمونہ ہے - جہان سے پڑھیے ہر غزل ہر شعر ہر مصراع غزلگوئی کی مثال ہے - ایسا کوئی غزلگو کسی زبان مین نہین دیکھا جاتا ہے کہ اُسکا دیوان کا دیوان پورے طور سے غزلگوئی کے تقاضون کے مطابق ہو - بہرحال خواجہ کو مستثنیٰ کرکے جب دیگر متغزلین پر نگاہ ڈالیے تو اغراض غزلگوئی کو مدنظر رکھنے والے بس چند ہی حضرات دکھائی دیتے ہین - جیسے سعدی جامی فغانی میلی کلیم ہلالی اہلی خسرو - حزین - ان شعرائے متغزلین کے کچھ کلام درج ہذا کیے جاتے ہین - انکے انداز کلام سے کم وبیش طور پر غزل سرائی کے تقاضے وضاحت پذیر ہون گے -

خواجہ حافظ - آپ کا نام نامی شمس الدین محمد ہے - غزل سرائی مین حضرت خواجہ کا آجتک کوئی نظیر نہین پایا جاتا ہے - حتی کہ سعدی علیہ الرحمہ بھی اس صنف شاعری مین خواجہ تک نہین پہونچے ہین - سعدی کو مذاق شاعری بطرز تنوع حاصل تھا - اور مختلف اصناف شاعری پر قدرت رکھتے تھے - یہ تنوع کی کیفیت خواجہ مین موجود نہ تھی - اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ خواجہ فطرت کی رو سے شاعری کا تمامتر داخلی مذاق رکھتے تھے - برخلاف اسکے سعدی کو شاعری کے داخلی اور خارجی دونون

خواجہ حافظ

پہلو سے مناسبت حاصل تھی مگر داخلی مذاق اُنکا حافظ کے داخلی مذاق کے برابر نہ تھا۔ اِس لیے غزلگوئی مین خواجہ کے برابر لطف کلام پیدا نہ کر سکے۔ حافظ اور سعدی کی طرح بجنسہ کیفیت میر اور مرزا کی معلوم ہوتی ہے۔ مرزا رفیع سودا مین لطف تنوع حاصل تھا۔ یہ بات میر تقی مین نہ تھی۔ مگر خاص غزلگوئی مین مرزا رفیع سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ جس طرح سعدی اصناف شاعری پر قادر تھے۔ سودا کو بھی ویسی ہی قدرت حاصل تھی۔ ان دونون شاعرون کو شاعری کے داخلی اور خارجی دونون پہلوؤن کے برتنے کی بڑی صلاحیت حاصل تھی۔ شیخ علیہ الرحمہ مثنوی قصیدہ۔ غزل۔ قطعہ۔ رباعی وغیرہ یعنی سب اصناف شاعری کو خوبی کے ساتھ برتتے ہین۔ اور مجموعی حیثیت کے اعتبار سے اُنکا جواب کوئی شاعر نظر نہین آتا ہے۔ یہی کیفیت مرزا سودا کی بھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر غزلگوئی مین نہ سعدی حافظ کے اور نہ مرزا میر کے جواب معلوم ہوتے ہین۔ گو سعدی اور مرزا اس صنف شاعری مین بھی بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ حافظ کی غزلگوئی کے ایسے کمالات ہین کہ راقم کو اُنکے بیان کی قدرت حاصل نہین۔ حضرات ناظرین اول اُن مضامین کو ملحوظ رکھین جنھین فقیر نے غزلگو اور غزلگوئی دونون کی نسبت اوپر بہیس مد کرکے حوالۂ قلم کیا ہے بلاشبہہ حافظ کی غزلگوئی تمام اُن مضامین کی مصداق ہے علاوہ اُن خوبیون کے حافظ کا تمام کلام ایک انداز کا ہے۔ دیوان کا دیوان اُن خوبیون سے بھرا ہوا ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی غزلگوئی کے لیے درکار ہین۔ یون تو غزلگوئی کے لیے اعلیٰ درجہ کی واردات قلبیہ اور معاملات ذہینہ کی بندش کی بڑی حاجت ہے بغیر اس التزام کے غزلگوئی حسب مراد رنگ پیدا کر ہی نہین سکتی ہے مگر حافظ کے

داخلی مضامین ایسے عالم سے خبر دیتے ہین کہ جسکو ظاہری آنکھین نہین دیکھ سکتی ہین صرف دل کی آنکھ کا کام ہے کہ اُس عالم کو معائنہ کرسکے۔یہی وجہ ہے کہ صوفی مذہب والون نے اپنے خیالات کے مطابق خواجہ کے دیوان کی شرح لکھی ہے حضرات صوفی مذہب جوکچھ لطف تاویلات دکھائین۔مگر ہم عوام الناس کے لیے بھی خواجہ کا دیوان ایک ذخیرہ حیرت ہے اور جو فہم معمولی انسان کو عطا ہوا ہے۔اُسکے ذریعہ سے خواجہ کے کلام کا کچھ کم مزا نہین اُٹھتا ہے۔اہل علم کے لیے خواجہ کا سارا کلام فلسفۂ اخلاقی کا حکم رکھتا ہے۔کچھ غزلین ذیل مین نذر ناظرین ہوتی ہین۔سبحان اللہ کلام کا ہیکو ہے ملائک کی تسبیح وتہلیل ہے۔

تا زمیخانہ ومی نام ونشان خواہد بود
سرِ من خاک رہ پیر مغان خواہد بود

حلقۂ پیر مغانم ز ازل درگوش است
ماہمانیم کہ بودیم وہمان خواہد بود

بر سر تربت ماچون گزری ہمت خواہ
کہ زیارتگہ رندان جہان خواہد بود

بہ زمینے کہ نشانِ کفِ پاے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

برو اے زاہد خودبین کہ زچشم من و تو
راز این پردہ نہان است ونہان خواہد بود

ترک عاشق کش من مست بدرفت امروز
تا کرا خونِ دل امروز روان خواہد بود

عیب مستان مکن اے خواجہ کزین کہنہ رباط
کس ندانست کہ رحلت بچسان خواہد بود

چشمم آندم کہ زشوق تو نہد سر بہ لحد
تا دمِ صبح قیامت نگران خواہد بود

بخت حافظ گر ازین گونہ مدد خواہد کرد
زلف معشوق بدست دگران خواہد بود

حضرات ناظرین خدا گواہ ہے کہ اِس غزل کو درج ہذا کرنا شروع کیا تھا کہ

عجب حالت دیدۂ و دل کی ہوگئی - چند منٹ تک کیا جان پر گزری - نہ زبان کو قدرت ہے نہ قلم کو یارا ہے کہ لکھے - سبحان اللہ کلام ایسا تو ہو کہ دل کو ہلا دے ورنہ بے تاثیر مضمون بندی کا ما حصل کیا - اگر غزل گوئی صرف مضمون آفرینی کا نام ہوتا تو فردوسی عنصری - عسجدی - فرخی - ظہیر - خاقانی - عرفی - ظہوری - نعمت خان - صائب - شوکت بخارائی - نظیری وغیرہ وغیرہ کو بھی فقیر غزلگو جانتا - یہ حضرات بڑے بڑے شاعر تھے - مگر غزلگو نہ تھے - فقیر پران شعرائے نامی کے تمام تصانیف کا اتنا اثر کبھی پیدا نہین ہوا - جتنا کہ اسوقت ان چند اشعار کے کاپی کرنے کے وقت محسوس ہوا ہے - بہر حال دل پہ ختیا پیدا کر کے خواجہ کی کچھ اور غزلین بھی نذر ناظرین کرتا ہے -

غلام نرگس مست تو تاجدارانند	خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند
ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز	وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند
بزیر زلف دوتا چون گزر کنی بہ نگر	کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند
گزار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببین	کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند
رقیب درگزر و بیش ازین مکن نخوت	کہ ساکنان در دوست خاکسارانند
نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو	کہ مستحق کرامت گناہ گارانند
نہ من بران گل عارض غزل سرایم و بس	کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند
تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من	پیادہ مے روم و ہمرہان سوارانند
بیا بہ میکدۂ و چہرہ ارغوانی کن	مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند
	خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد

کہ بستگان کمند تو رستگارانند

نہایت جائے حیرت ہے کہ دس شعر کی غزل مین سارا اخلاقی فلسفہ مع الہیات بھرا ہوا ہے فی الواقع خواجہ نے کوزہ مین دریا بھر دیا ہے۔ اُسپر سے لطف بالاے لطف یہ ہے کہ کوئی مصراع کہین سے غزلیت کے پایہ سے اُترا نظر نہین آتا ہے۔ ایسے ایسے حکیمانہ مضامین کو غزل سرائی کے پیرایہ مین اتنی آسانی کے ساتھ موزون کرنا یہ خواجہ ہی کا کام ہے۔ بغیر مویدمن اللہ ہوئے۔ کوئی شاعر یہ لطف کلام پیدا نہین کرسکتا حقیقت یہ ہے کہ کوئی تعلیم غیبی خواجہ کو نصیب ہوئی تھی ورنہ یہ طرز بیان کہان کسی کو آسکتا ہے صاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الہام کے ذریعے سے کلام فرماتے ہین۔ جیسا کہ خود انکا فرمودہ ہے

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہمان مے گویم

دوش دیدم کہ ملایک در میخانہ زدند
گل آدم بسرشتند بہ پیمانہ زدند

ساکنان حرم سرّ عفاف ملکوت
با من راہ نشین بادہ مستانہ زدند

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

نقطۂ عشق دل گوشہ نشینان خون کرد
ہمچو آن خال کہ بر عارض جانانہ زدند

ما بصد خرمن پندار زرہ چون برویم
چون رہ آدم خاکی بہ یکے دانہ زدند

آتش آن نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آتش آن است کہ بر خرمن پروانہ زدند

کس چو حافظ نہ کشید از رخ اندیشہ نقاب
تا سر زلف عروسان سخن شانہ زدند

غزل کا ہیکو ہے دونون عالم کی سیر ہے - اخلاق تدبیر المنزل تمدن الہیات یعنی کہ تمام اقسام فلسفہ وحکمت کے اعلیٰ درجہ کے مسائل ان چند اشعار مین کمال خوبی ولطافت کے ساتھ موزون کر دیے گئے ہین - پھر طرز بیان مُلائی مذاق سے کس قدر دور ہے - شاعری ہے کہ ہر پہلو سے لپٹی پڑتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ ہر چند شعرائے اُردو نے شعرائے فارس کی تتبع سے اردو کو ایک معقول صورت بخشی ہے - مگر جس قدر عمدگی خیالات کی کثرت خواجہ کے دیوان مین دیکھی جاتی ہے - اُسکا سولھوان حصہ کسی اُردو کے شاعر کے دیوان مین نہین پایا جاتا - حافظ کے کلام کو بغور دیکھنے سے کسی اُردو کے شاعر کی غزلگوئی باوقار نظر نہین آتی ہے - مقابلہ سے اُردو کی غزلگوئی ایسی محقر ہو جاتی ہے کہ جیسے کوہ ہمالیہ کے سامنے دہلی کی پہاڑی -

مژده ای دل که مسیحا نفسے مے آید — کز انفاس خوشش بوے کسے مے آید
از غم و درد مکن ناله و فریاد که دوش — زده ام فالی و فریاد رسے مے آید
ز آتش وادی ایمن نہ منم خرم و بس — موسیٰ اینجا بامید قبسے مے آید
ہیچکس نیست که در کوے تواش کارے نیست — ہر کس اینجا بامید ہوسے مے آید
کس ندانست که منزلگہ معشوق کجا ست — اینقدر ہست که بانگ جرسے مے آید
جرعۂ ده که بہ میخانۂ ارباب کرم — ہر حریفے ز پئے ملتمسے مے آید
خبر بلبل این باغ مپرسید که من — نالۂ می شنوم کز قفسے مے آید
یار را اگر سر پرسیدن بیمار غم است — گو بیا خوش که ہنوزش نفسے مے آید

یار دارد سر صید دل حافظ یاران
شاہبازے بہ شکار مگسے مے آید

خواجہ کا کلام فلسفہ و حکمت سے کہین خالی تو ہوتا ہی نہین ہے۔ مگر غزل بالا مین یہ شعر
یعنی کس ندانست کہ منزلگہ الی آخرہ کچھ ایسا قول ہے کہ دو ہزار شاعرون کا حوصلہ ٹھنڈا
کر دینے والا ہے۔ یہ شعر نہین ہے خدا جانے کیا ہے۔ بنی آدم مین جو محقق سے محقق
شخص گذرا ہے اور جو آیندہ گزرے گا معرفت الٰہی مین اِس سے زیادہ کچھ نہین کہ سکتا
تمام علوم انسانی کی مدد سے اسیقدر درک مین آسکتا ہے جتناکہ خواجہ فرما گئے ہین کسی
رتبہ کا کوئی عالم الٰہیات ہو اگر اُسے ذات باری تعالیٰ کی دریافت ہوگی تو اتنی ہی ہوگی
کہ وہ ہے مگر کیا ہے اور کہان ہے اور کس طرف ہے۔ اسکی حقیقت کا انکشاف
امکان سے باہر ہے۔ پس جا ہے لحاظ ہے کہ خواجہ نے آدمی کی مجبوری عرفان کو
کس خوبصورت پیرایہ مین بیان فرمایا ہے۔ ملٹن نے بھی مضمون عرفان کو لکھا ہے
اور کوئی شک نہین خوب لکھا ہے۔ مگر خواجہ کا بیان ملٹن کے بیان پر بہت غالب
نظر آتا ہے۔ اِس شعر کی غزلیت عجب لطف رکھتی ہے۔ اور اعلیٰ مضمون کے تقاضے
کے مطابق طرز بیان کس قدر پروقار دکھائی دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خواجہ وہ
شاعر ہین کہ ہرچند اصناف شاعری سے صرف ایک صنف شاعری یعنی غزلگوئی
کے برتنے والے ہین مگر اس ایک صنف مین اُنھون نے دونون عالم کی سیر دکھائی ہے
لاریب اگر خواجہ نہ ہوتے تو فارسی کی شاعری کو اسقدر بلند پایگی نصیب نہین ہوتی۔
حقیقت یہ ہے کہ حافظ اور سعدی فارسی شاعری کی جان ہین۔ یا دو آنکھین ہین
جن سے شاعری کا چہرہ بازیگاہ نظر اہل نظر ہو رہا ہے۔ راقم کی کیا طاقت ہے
کہ خس برابر بھی خواجہ کی ثناخوانی کر سکے۔ خاموشی ثنا ہے تو حد ثنا ہے تو پر عمل
پیرا ہو کر اب حضرت سعدی کی غزلگوئی کی طرف حضرات ناظرین کی توجہ کا طالب ہے۔

سعدی

سعدی - مصلح الدین نام نامی ہے اور سعدی تخلص آپ بھی خواجہ حافظ کی طرح شیراز
وطن ہین - سو برس خواجہ کی وفات کے قبل رحلت فرمائی - جیسا کہ کتابون سے
معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی وفات سنہ ۶۹۱ ہجری مین واقع ہوئی - اور حافظ کی سنہ ۷۹۱ھ
مین سعدی کی نسبت بعض محققین سے لکھتے ہین کہ غزل کے موجد حضرت ہین -
مگر یہ قول صحیح نہین معلوم ہوتا - اس لیے کہ مولانا روم و نظامی و بعض دیگر شعرا کی
بھی غزلین دیکھی جاتی ہین - اور یہ حضرات قبل شیخ کے رحلت فرما چلے تھے - لیکن
اگر غزلگوئی کے کسی خاص رنگ کے موجد حضرت قرار دیے جائین تو دور از صحت
نہ ہوگا - بہر حال غزل سرائی کی حیثیت سے حضرت سعدی حضرت حافظ کو نہین
پہونچتے ہین - ہر چند شیخ کے کلام مین شوخی ملاحت وغیرہ ہے اور شیخ فلسفہ
اخلاق کے ماہر اور فلسفہ اخلاق کے بڑے معلم بھی گذرے ہین - مگر حضرت مین
خواجہ کے اعتبار سے غزلگوئی کا مادہ کم موجود تھا - اس لیے اپنی اطلاع فلسفہ و حکمت
کو پیرایہ شاعری مین اُس خوبی کے ساتھ نہین بیان فرما سکتے ہین جیسا کہ خواجہ اس
امر پر قادر نظر آتے ہین - بعض غزلین حضرت سعدی کی نہایت حکیمانہ رنگ کے ساتھ
بڑی غزلیت سے معمور دیکھی جاتی ہین - مگر دیوان کا دیوان خواجہ کے دیوان کی طرح
انتخاب کا حکم نہین رکھتا ہے - بعض کلام تو ایسا ہے کہ اُسمین غزلیت کی تو بو بھی نہین
پائی جاتی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی واعظ صاف صاف نظم مین ارشاد فرما رہا
ہی خیر غزلگوئی مین جو کچھ شیخ خواجہ سے کم ہون - مگر شیخ کا مذاق بحیثیت تنوع خواجہ کے مذاق پر ہزار درجہ
زیادہ غالب تھا - بلکہ خواجہ مین تنوع کا لطف گویا کچھ نہ تھا خواجہ ایک فنی تھے اور شیخ ہزار فنی لیکن اُسکے
ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ خواجہ کی ایک فنی حوصلہ انسانی سے باہر معلوم ہوتی ہے -

گو شیخ کی شاعری کا تنوع بھی ایک نہایت حیرت افزا امر ہے فقیر کے خیال مین سعدی کے مقابلہ کا کثیر المذاق شاعر فارسی مین کوئی نہین گزرا ہے۔ اسقدر صاف اور شفاف دماغ نہ فردوسی نہ نظامی نہ انوری نہ سنائی اور نہ فارس کے اور کسی نامی شاعر کا ہے۔ نظم و نثر دونون کی یہ حالت ہے کہ اکثر قول ضرب المثل کا حکم رکھتا ہے ایسی مقبولیت کسی ناظم یا نثار کے کلام کو حاصل نہین ہے۔ حق تو یہ ہے کہ سعدی تمام شعرا و نثاران عجم پر غالب ہین۔ لیکن غزلگوئی مین صرف خواجہ حافظ سے کم ہین۔ ظاہرا یہ امر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علم و فضل مین خواجہ سے کم نہ تھے اور مذاق شاعری ہر قسم کا رکھتے تھے۔ علاوہ اسکے سیر و سفر سے وفور اطلاع کیصورت بھی پیدا کی تھی اس پر بھی حافظ سے غزلگوئی مین کم کیونکر رہ سکے۔ اُسکی وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ غزلگوئی کے لیے ایک خاص صلاحیت درکار ہے۔ علم و فضل کثیر المذاقی اور جہان گردی کو کوئی خصوصیت اس صنف شاعری کے ساتھ نہین ہے۔ آدمی عالم سے عالم حکیم سے حکیم نہایت کثیر المذاق اور بڑا سیاح ہوسکتا ہے اس کے یہ سب کمالات صلاحیت خلقی کی کمی کیحالت مین غزلگوئی کو مطلق معین نہین ہوسکتے بلکہ غزلگوئی کے لیے سیر و سفر کی کوئی حاجت ہی نہین ہے۔ خواجہ نے خوب کیا کہ شاہ دکن کی دعوت قبول نہ فرمائی۔ اس سفر ہندوستان سے اُنکی غزلگوئی کو کوئی فائدہ مترتب نہوتا بلکہ یہ سفر اور شاہی تقرب بہت کچھ اُنکے کمالات کا حارج ہوتا۔ جاننا چاہیے کہ غزلگوئی وہ صنف شاعری ہے کہ جسمین جہان گشتی کی کوئی حاجت نہین اس سبب سے کہ غزلگوئی کو اُن امور سے تعلق ہوتا ہے جو محض داخلی پہلو رکھتے ہین۔ غزلگو کا مطمح نظر اُسکا درون ہی ہوتا ہے۔ اُسے عالم خارج کے مشاہدہ کی

کوئی محتاجی لاحق نہین رہتی غزلگوئی عزلت نشین کا شیوہ ہے - جہانگردی اُسکے دائرہ احتیاج سے باہر ہے -

خلوت گزیدہ را بہ تماشا چہ حاجت است | چون روے یار ہست بصحرا چہ حاجت است

لیکن چونکہ حضرت شیخ کو شاعری کا مذاق بطرز تنوع حاصل تھا - اگر سیر و سفر سے تمتع کثیر حاصل نہ فرما لیتے تو مختلف اصناف شاعری پر قادر نہ ہو سکتے - جیسا کہ خود فرماتے ہین -

تمتع زہر گوشہ یافتم | زہر خرمنے خوشہ یافتم

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا ذکر ہر صنف شاعری کے ساتھ آئیگا - اس لیے اس جگہ پر وہی باتین عرض کیجاتی ہین کہ جو غزلگوئی سے تعلق رکھتی ہین ارباب واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ شیخ کے کلام مین عموماً دلفریبی تاثیر سوز و گداز شوخی نمکینی شیرینی بدرجہ کثیر پائی جاتی ہے - پس ان صفتون سے حضرت کی غزلگوئی بھی خالی نہین دیکھی جاتی ہے - اُنکی غزل سرائی مین اُنکی آزادمزاجی سیر چشمی قناعت اخلاق بلند حوصلگی وغیرہ کا اثر بھی بین طور پر پایا جاتا ہے - اور مختصر یہ ہے کہ غزلگوئی مین بھی حضرت کو ایسا دخل معلوم ہوتا ہے کہ بعد خواجہ کے حضرت ہی کا درجہ نظر آتا ہے - کچھ غزلین نمونہ کے طور پر نذر ناظرین ہوتی ہین -

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے | صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے
گر پیر مناجاتی ور رند خراباتی | ہر یک قلمی رفتست بر وے بسرانجامے
فردا کہ خلائق را دیوان جزا باشد | ہر کس عملی دارد ما گوش بہ انعامے
اے بلبل اگر نالی من با تو ہم آوازم | تو عشق گلے داری من عشق گل اندامے
سرو لب جوے گویند چہ خوش باشد | آنانکہ ندیدستند سروے بلب بامے

روزے سر من بینی قربان سر کویش
وین عید بنی باشد الا بهر ایامے

اے در دل ریش من مهرت چو روان در تن
آخر ز دعا گوئے یاد آر بہ پیغامے

باشد که تو خود روزے از ما خبرے پرسی
ورنه که برد هیهات از ما بتو پیغامے

گرچه شب مشتاقان تاریک بود اما
نومید نشاید بود از روشنی بامے

سعدی بلب دریا دردانه کجا یابی
در کام نهنگان رو گر میطلبی کامے

بلا شبهه یہ غزل غزلیت کی بہت خوبیان رکھتی ہے مگر حافظ کی حیرت انگیز ترکیبون کو نہین پہونچتی ہے۔

خوبرویان جفا پیشه وفا نیز کنند
به کسان درد فرستند و دوا نیز کنند

پادشاهان ملاحت چو به نخچیر روند
چند را پاے ببندند و رها نیز کنند

نظرے کن بمن خسته که ارباب کرم
بضعیفان نظر از بهر خدا نیز کنند

عاشقان راز در خیمه مران تا بر تو
سر و زر بر تو فشانند و دعا نیز کنند

گر کند میل بخوبان دل من عیب مکن
کین گناهیست که در شهر شما نیز کنند

بوسه زان دهن تنگ بده یا بفروش
کین متاعیست که بخشند و بها نیز کنند

تو ختائی بچه از تو خطا نیست عجب
کانکه از اهل صواب اند خطا نیز کنند

گر برآید ز زبان تام منت با کسے نیست
پادشاهان بغلط یاد گدا نیز کنند

سعدیا گر نه کند یاد تو آن ماه مرنج
ما که باشیم که اندیشه ما نیز کنند

یہ غزل غزل کا پورا حکم رکھتی ہے۔ گو مذاق کلام حافظ سے علیحدہ ہے ظاہر ہے

کہ اس لطف کی غزلین سعدی کے دیوان مین سب ہی نہین ہین مگر یہ ایک غزل ایسی ہی کہ سعدی کے استاد غزلگوئی کے ماننے جانیکو کافی ہے۔ اس غزل مین غزل سابق کے اعتبار سے داخلی مضامین زیادہ ملحوظ رہے ہین۔ اسی لیے اسمین حسن مقبولیت بھی زیادہ ہے۔ اب مین اور شعرائے متغزلین کی غزلین مندرج ذیل کرتا ہون کہ باوجود مختلف المذاق ہونے کے لطف غزلیت سے خالی نہین ہین۔

غزل جامی

ای ترک شوخ این ہمہ ناز و عتاب چیست — با دل شکستگان ستم بیحساب چیست
از مدرسہ بکعبہ روم یا بمیکدہ — ای پیر رہ بگو کہ طریق صواب چیست
خنجر کشیدہ از پی قتلم شتافتی — خود کشتہ میشویم ترا اضطراب چیست
گفتی شبی بخواب تو آیم ولے چہ سود — چون من بعمر خویش ندانم کہ خواب چیست
بی تو ز ضعف قوت جنبیدنم نماند — در حیرتم کہ در دلم این اضطراب چیست

جامی چہ لاف میزنی از پاکدامنی
بر خرقۂ تو این ہمہ داغ شراب چیست

ملا جامی بھی مذاق غزلگوئی رکھتے ہین۔ اور اُن کے دیوان مین بہت اشعار ایسے دیکھے جاتے ہین کہ لطف غزلیت سے خالی نہین ہین مگر تمام دیوان کی یہ کیفیت نہین ہے۔ فقیر کی دانست مین جامی کی غزلگوئی سے اُنکی مثنوی نگاری زیادہ خوبصورت ہے

غزل فغانی

نخلِ قداست کہ از چمن جان برآمدہ　　شاخِ گلے بہ صورتِ انسان برآمدہ
از فرق تا قدم ہمہ جانست آن نہال　　گویا ز آبِ چشمۂ حیوان برآمدہ
اکنون توئی جمال جہان گرچہ پیش ازین　　آوازۂ جمال ز کنعان برآمدہ
بر ہر زمین کہ جلوہ کنان رفتہ بہ ناز　　آہ از نہاد کبک خرامان برآمدہ
در دیدہ چون بہ شمع رخست کردہ ام نگاہ　　از دل ہزار شعلۂ پنہان برآمدہ
بہر نظارۂ گل روے تو در چمن　　گل ہر طرف ز شاخ درختان برآمدہ
مستِ مئی شبانہ مہ من ز خواب ناز　　با آفتاب دست و گریبان برآمدہ

در ہر چمن کہ کرد فغانی سرود غم
افغان ز بلبلان خوش الحان برآمدہ

یہ غزل ایک عمدہ نمونہ غزل سرائی کا ہے۔ لاریب بابا فغانی نے اس غزل مین پوری داد عاشقانہ رنگ کی غزل سرائی کی دی ہے۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔

غزل خسرو

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز　　دردہا دادی و درمانی ہنوز
آشکارا سینہ ام بشگافتی　　ہمچنان در سینہ پنہانی ہنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز　　و اندرین ویرانہ سلطانی ہنوز
ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
خون کس یارب نگیرد دامنت　　گرچہ در خون تا بپیشانی ہنوز
ما ز گریہ چون نمک بگداختیم　　تو ز خندہ شکرستانی ہنوز

جان زبند کالبد آزاد گشت — دل بہ گیسوے تو زندانی ہنوز

پیری و شاہد پرستی ناخوش است

خسروا تا کے پریشانی ہنوز

خسرو سعدی کے جواب سمجھے جاتے ہین۔ کوئی شک نہین کہ خسرو مین سعدی کا انداز ہے۔ مگر اُنکی غزل سرائی سعدی تک نہین پہونچی ہے۔ بہر حال کوئی شک نہین کہ خسرو بہت اچھے غزلگو ہین۔ گو اُنکا تمام دیوان حافظ کی طرح لطف غزلیت سے بھرا ہوا نہین ہے۔ لوگ خسرو کو ہندی کہتے ہین۔ مگر وہ ہندی مرزا بیدل و قتیل کی طرح نہ تھے۔ اُنکا شمار اہل زبان مین بخوبی کیا جاسکتا ہے کسواسطے کہ جس عہد مین وہ زندہ تھے اُسمین فارسی کے سوا ہندوستان مین مسلمان کوئی دوسری زبان نہین بولتے تھے اور اہل زبان کی بڑی کثرت تھی۔

غزل اہلی شیرازی

خوش آنکہ تو باز آئی و من پاے تو بوسم — در سجدہ صنم خاک قدمہاے تو بوسم

ہر جا کہ تو روزے نفسے جاے گرفتی — آنجا روم و گریہ کنان جاے تو بوسم

روے تو تصور کنم و لالہ و گل را — در حسرت رخسار دل آراے تو بوسم

ہر جا کہ غزالیست چو مجنون سرو چشمش — در آرزوے نرگس شہلاے تو بوسم

من اہلی درویش و تو آن شاہ بتانی

دستیکہ ببوسم بہ تمناے تو بوسم

یہ غزل نہایت عاشقانہ رنگ رکھتی ہے۔ گو حافظ کی حکمت آموزی کا حسن اسمین

نہین ہے تو بھی اسکے ایک عمدہ نمونہ غزلگوئی ہونے مین کوئی گفتگو نہین ہوسکتی۔ اگر کسی شاعر
مین غزل سرائی کی اتنی بھی صلاحیت نہین ہے تو بہتر ہے کہ اور اصناف شاعری کو اختیار کرے

غزل مرزا علی قلی خان میلی

کو بخت آنکہ یار شکایت زمن کند — چندانکہ مدعی نہ تواند سخن کند
گر دو ہزار بارہ گرفتار نا امید — گر شکوہ ولم ز تو پیمان شکن کند
گر ہم سر گرانی افیست عیز را — منعم چرا ز مہر ہی خویشتن کند
آن طالعم کجاست کہ از پہلوے رقیب — قتل مرا بہانہ برخاستن کند
او میکند سوال و مرا در جواب او — از اضطراب دل نہ تواند سخن کند

میلی ہزار حیف کہ آن می پرست را
ذوق شراب ساقی ہر انجمن کند

یہ غزل نہایت شوخ رنگ رکھتی ہے اور غزلگوئی کی ایک اچھی مثال ہے اگر اتنا بھی کسی
شاعر نے شوخ طبیعت نہین پائی ہے تو اسے لازم ہے کہ غزلگوئی کو خیرباد کہے۔

غزل ابوطالب ہمدانی کلیم

نہ چمن میوہ دارآن تو گل خندان از من — می کشد خار درین بادیہ دامان از من
با من آمیزش او الفت موج ست و کنار — روز و شب با من و پیوستہ گریزان از من
قمری ریختہ بالم بہ پناہ کہ روم — تا بکے سرکشی اے سرو خرامان از من
بہ تکلم بہ خموشی بہ تبسم بہ نگاہ — میتوان برد بہر شیوہ دل آسان از من

نیست پرہیز من از زہد کہ خاکم بر سر　　ترسم آلودہ شود دامن عصیان از من

گرچہ مورم ولے آن حوصلہ باخود دارم　　کہ بہ بخشم بود ار ملک سلیمان از من

اشک بیہودہ مریز این ہمہ از دیدہ کلیم

گرد غم را نتوان شست بطوفان از من

یہ غزل بھی غزل سرائی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ کلام مین شوخی متانت طبیعت داری سب کچھ موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام وہی ہے جسکی تاثیر دل پر پیدا ہو۔ ورنہ مجرد مضمون خیزی لطف غزلیت نہین پیدا کر سکتی ہے۔

غزل ہلالی

این ہست کہ خون کردہ و دل بردہ بسے را　　بسم اللہ اگر تاب نگہ ہست کسے را

دیدیم زیاران وفا دار بسے را　　لیکن چو سگان تو ندیدیم کسے را

قطع ہوس و ترک ہوا کن کہ درین راہ　　چندان اثرے نیست ہوا و ہوسے را

فریاد کہ فریاد کشیدیم و ندیدیم　　در بادیۂ عشق تو فریاد رسے را

تا از لب شیرین مگسان کام گرفتند　　گیرند بہ از خیل ملائک مگسے را

گر از نظر افتاد رقیبے عجبے نیست　　در دیدۂ خود رہ نتوان داد خسے را

پیش سگش این آہ و فغان چیست ہلالی

از خود مکن آزردہ چنین ہمنفسے را

ہلالی مین بھی غزل گوئی کا لطف پایا جاتا ہے اگر غزل مین غزلیت نہ ہو تو پھر اُسے کوئی اور شئے کہین گے۔ غزل نہین کہین گے۔ واضح ہو کہ ان تمام غزلہاے بالامین

مختلف المذاقی پائی جاتی ہے۔ مگر کوئی غزل لطف غزلیت سے خالی نظر نہین آتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ شعرا واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ کو تمامتر تبعیت فطرت کے ساتھ اپنی غزلون مین حوالہ قلم فرماتے گئے ہین اور جسقدر ممکن تھا تشبیہہ استعارہ اور مبالغہ سے کنارہ کش رہے ہین۔

شیخ محمد علی حزین

حزین

دل در خم زلف او سودائے دگر دارد — باسلسلہ دیوانہ غوغائے دگر دارد

صحرائے طلب دارد ہر قدمے طورے — ہر سنگ درین وادی موسائے دگر دارد

افلاک نگہبان عشق تو سنے باشد — این بادہ زور آور مینائے دگر دارد

در مجلس ما یک کس ہشیار نمی گردد — در جام مگر ساقی صہبائے دگر دارد

گر عشق نہان باز دیا خود عجبے نبود — در پردۂ دل مجنون لیلائے دگر دارد

پیداست حزین مارا از دلق می آلودش
کین ژندہ خراباتی تقوائے دگر دارد

حزین مین بھی غزلگوئی کا اچھا لطف پایا جاتا ہے۔ مذاق غزلگوئی انکا تصوف آمیز ہے۔ مزاج مین فقر کی طرف بھی میلان بہت تھا۔ ہرچند اہل زبان سے ہین۔ مگر اہل ایران انسے بالکل ناواقف ہین۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وطن سے نکلکر ہندوستان مین چلے آئے تھے۔ اور ہندوستان مین رہ گئے۔ مزار شیخ کا شہر بنارس مین ہے فقیر جب عنفوان شباب مین وہان کے کالج کا ایک طالب العلم تھا۔ تو اکثر شام کو فاطمان مین جہان وہ آسودہ ہین جایا کرتا تھا۔ زمانہ یاد آتا ہے اور عمر گذشتہ کی دل مین حسرت

ہوتی ہے - عاجز نے شیخ کے دیوان کو اول اول اُسی زمانہ مین دیکھا تھا - اچھا فرمانے ہین انداز کلام حافظ اور سعدی سے مرکب معلوم ہوتا ہے - مگر ان حضرات کی سخن سنجی تک اُنکی طبیعت داری نہین پہونچتی ہے - قبل اسکے کہ شعرائے فارس کی غزلگوئی کی بحث اختتام کو پہونچائی جائے - کچھ اُن شاعرون کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو ہندی وطن ہوکر فارسی مین بھی تامبر آوردہ نظر آتے ہین - انمین سے مشہور یہی حضرات ہین - مرزا عبدالقادر بیدل واقف بٹیالوی مظہر جان جانان سراج الدین علی خان آرزو قتیل اور غالب ۔ واقف بٹیالوی نے حزین کو دیکھا تھا - اور مذاق غزلگوئی اچھا رکھتے تھے - مرزا بیدل ہندوستان مین ایک مشہور فارسی گو شاعر ہین - ہر ہندستانی وطن جو فارسی سے آشنائی رکھتا ہے اُنکے کلام سے کچھ نہ کچھ واقف ہے - مرزا بیدل کا فارسی دیوان چھپ بھی گیا ہے - مگر اُنکی غزل سرائی فقیر کو نہین پسند ہے علاوہ اسکے کہ زبان مین تصرفات کرجاتے ہین - غزلون مین ایسے ایسے استعارات اور نازک خیالیون سے کام لیتے ہین کہ غزل سرائی کا لطف قائم نہین رہتا مظہر جان جانان کا کلام اچھا ہے - مگر اس درجہ کا نہین ہے کہ اُنکا شمار ممتاز غزلگویون مین کیا جائے - خان آرزو ایک محقق شخص ہین مگر شاعری کے لیے طبیعت پورے طور سے مناسب نہین پائی تھی - قتیل مین غزل سرائی کا مادہ ہے مگر وہ اپنے اِس مادے سے کام نہ لے سکے - غالب تو اُنکے کچھ بھی معتقد نظر نہین آتے ہین بلکہ بڑی بے اعتنائی سے اُنھین یاد کرتے ہین - جیسا کہ اُنکا خود قول ہے - شعر

گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست   لیکن ہمچو قتیل نادان نیست

خیر قتیل جو کچھ ہون - خود غالب فارسی کے اچھے غزل سرا نظر نہین آتے - شک

نہین کہ غالب کو فارسی کی معلومات بہت ہے۔ اور شاعری کا مادہ بھی بہت رکھتے تھے۔ مگر اُنکی فارسی کی غزل سرائی غزل سرائی کا حکم نہین رکھتی ہے جس غزل کو دیکھیے اُس سے اُنکی مضمون آفرینی خلاقی سخن بلند پروازی نازک خیالی زور آوری وغیرہ عیان ہے مگر اُنکی تمام فارسی غزلون مین صرف دس پانچ ہی شعر ہون گے۔ جو غزلیت کا لطف رکھتے ہون گے ورنہ دیوان کا دیوان حُسن مقبولیت سے خالی نظر پڑتا ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ استعارات وغیرہ سے بہت کام لیتے ہین جو سچی غزلگوئی کی شان سے بہت بعید ہے۔ فقیر حضرت کا بہت معتقد ہے۔ یعنی اُنکو ایک بڑا شاعر گرامی جانتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اُنکی فارسی کی غزل سرائی کو اپنے دل پر تاثیر پیدا کرتے نہین پاتا۔ حضرت کی غزلون کے اشعار بیشتر قصیدہ نما معلوم ہوتے ہین اور کچھ ایسی خاص ترکیب رکھتے ہین کہ اُنسے وہ حظ دل کو نصیب نہین ہوتا ہے جو غزل سرائی کا تقاضا ہے۔ کچھ غزلین حضرت کی نذر ناظرین ہوتی ہین۔

غزل

لعلِ تو خستہ اثر التماس کیست — بخت من از تو شکوہ گزار سپاس کیست
گیرم ز داغ عشق تو طرفے بہ بست دل — اینم نہ بس بود کہ جگر روشناس کیست
لرزم بہ کوے غیر ز بیتابی نسیم — کاندر امیدواری بوے لباس کیست
یا او بساز وصلے و با من بہ عزم قتل — آہ از امید غیر کہ ہمچشم یاس کیست
از بیکسان شہرم و از ناکسان دہر — گر گشتہ سر تو سلامت ہراس کیست

از پرنیان بعربده راضی نه می شود — خار رهِ تو چشم براہ پلاس کیست
لطفت بشکوه از ہوسِ بیشمار من — شوقم بہ نالہ از ستمِ بے قیاس کیست
گیرم کہ رسمِ عشق من آوردہ ام بدہر — ظلم آفریدۂ دل ناحق شناس کیست
صحنِ چمن نمونۂ بزمِ فراغ تو — بادِ سحر علاقۂ ربطِ حواس کیست

غالب بت مرا نگہ تا ز قحط نیست
تا با منش مضائقہ چندین بپاس کیست

غزل کی غزل پڑھ جایئے کسی شعر یا مصراع مین اتنی قوت نہین ہے کہ تڑپا دے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاص ترکیب مین ایسے نازک مضامین موزون کیے گئے ہین۔ کہ اُنکو دل آویزی سے کوئی تعلق ہی نہین ہے۔ اِس بے تاثیری کی وجہ یہ ہے کہ ان اشعار مین کوئی مضمون ایسا نہین باندھا گیا ہے کہ جو انسان کے کسی بڑے معاملۂ قلبی سے خبر دیتا ہو۔ اور کوئی معاملۂ قلبی بیان بھی ہوا ہے تو تبعیت فطرت سے علیحدہ ہو کر اور ایسی ترکیب زبان کے ساتھ کہ جو بے ضرورت دشوار صلوب ہے ایسا کلام ضرب المثل کی تاثیر نہین پیدا کر سکتا ہے اور نہ اُسکے مضامین پڑھنے والے کے ذہن مین ہمیشہ موجود رہ سکتے ہین۔ جتنے غیر فطری اشعار ہین اُنکا یہی حال ہوتا ہے کہ فوراً پڑھنے کے بعد یاد سے جاتے رہتے ہین۔ اور کوئی تاثیر دل پر چھوڑ نہین جاتے فقیر کے دل کا تو یہی حال ہے۔ بہت بار اِس عاجز نے اِس غزل کو دیکھا ہے اور بے تاثیری کے اعتبار سے یہ ہر بار نئی معلوم ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے مسبوق الذکر شعرائے متغزلین کی غزلون کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ کم وبیش طور پر اُن کا اثر قلب پر رہ جاتا ہے اور اگر رہ نہ جائے تو آنی اثر تو ضرور ہوتا ہے بخلاف اس

غزل سکے کہ اس مین پائدار یا غیر پائدار کسی طرح کا اثر پایا ہی نہین جاتا حضرت غالب کی اکثر فارسی غزلون کا یہی طور ہے بلکہ سب غزلون کا یہی طور ہے۔ اِلّا صرف دس پانچ اشعار کہ غزلیت کا پورا رنگ رکھتے ہین جسکے باعث اُنکی پرتاثیری معرض گفتگو مین نہین آسکتی۔ یہین دو غزلین اور بھی ذیل مین عرض کرتا ہون۔ ایک حافظ کی زمین سے ہے۔ اور دوسری سعدی کی۔

غزل

بتانِ شہر ستم پیشہ شہریار انند
کہ در ستم روش آموز روزگار انند

برند دل بہ ادائے کہ کس گمان نہ برد
فغان ز پردہ نشینان کہ پردہ دار انند

بجنگ تا چہ بود خوے دلبران کاین قوم
در آشتی نمک زخم دلفگار انند

نہ زاغ و کشت شناسند نے حدیقہ و باغ
ز بہر بادہ ہوا خواہ باد و بار انند

ز وعدہ گشتہ پشیمان و بہر دفع ملال
امیدوار بہ مرگ امیدوار انند

ز روے خویش و منش نور دیدۂ آتش
بہ رنگ و بوے جگر گوشہ بہار انند

تو سرمہ بین و ورق در نورد و دم درکش
ببین کہ سحر نگاہان سیاہ کار انند

ز دیدہ و دادہ مزن حرف خرو سالانند
بہ گرد راہ منہ چشم نے سوار انند

ز چشم زخم بدین حیلہ کے رہی غالب
دگر مگو کہ چو من در جہان ہزار انند

یہ زمین خواجہ کی ہے آپ فرماتے ہین غلام نرگس مست تو تاجدار انند ❖ خراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند ❖ کہان یہ مطلع اور کہان یہ مطلع۔ بتان شہر الخ

چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا - اسی طرح اور بھی کچھ قافیے غزل بالا مین ہین جنھین حافظ نے بھی باندھا ہے - اُن قافیون کے اشعار دونون غزلون سے موازنہ کی نظر سے درج ذیل ہوتے ہین -

حافظ

ترا حیا و مرا آب دیدہ شد غماز
وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

غالب

برند دل بہ ادا سے کہ کس گمان نبرد
فغان ز پردہ نشینان کہ پردہ دارانند

حافظ کی شعر کی خوبی آشکارا ہے - اول تو یہ شعر تبعیت فطرت سے خبر دیتا ہی - دوم یہ کہ اسکا مضمون ایسی خوش ترکیبی سے حوالۂ قلم ہوا ہے کہ اسکا سمجھنا زحمت خیز نہین ہے - تیسری بات یہ ہے کہ ملاحت نمکینی شوخی شیرینی ایسی ہے کہ دل یہی چاہتا ہے کہ سو بار اس شعر کو پڑھتے رہیے بخلاف اسکے غالب کا شعر ہے کہ اسمین یہ سب کوئی لطف نہین ہین بلکہ دوسرے مصراع کو دو چار بار پڑھیے تو بالکل بیمزا ہو جاتا ہے - بڑا حسن اس شعر کا یہ ہے کہ پردہ نشینون کو پردہ دار کر کے دکھایا ہے - اسمین کیا بڑی مضمون آفرینی ہے یا بڑی غزلیت ہے - ظاہرا کچھ نہین معلوم ہوتا ہی حکمت فلسفہ سے تو اس شعر کو بحث ہی نہین ہی جیسا کہ اس غزل کے اشعار کو کوئی علاقہ نہین

حافظ

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو
کہ مستحق کرامت گناہ گارانند

غالب

بجنگ تا چہ بود خوے دلبران کین قوم
در آشتی نمک زخم دلفگارانند

غزل غالب

دلستانان نخلند ارچہ جفا نیز کنند | از وفاے کہ نہ کردند حیا نیز کنند
چون بہ بینند بہ ترسند و بہ یزدان گروند | رحم خود نیست کہ برحال گدا نیز کنند
خستہ تا جان نہ دہد وعدۂ دیدار دہند | عشوہ خواہند کہ در کار قضا نیز کنند
خون ناکامی سی سالہ ہد رخواہد بود | مہرباما اگر از بہر خدا نیز کنند
اندران روز کہ پرسش رود از ہرچہ گذشت | کاش باما سخن از حسرت ما نیز کنند
از درختان خزان دیدہ بنا شم کانہا | تاز بر تازگی برگ و نوا نیز کنند
گر بود کوتہی از عمر تو دانی و اجل | گفتہ اکار بہنگام روا نیز کنند
نہ شوی رنجہ ز رندان بصبوحی کاین قوم | نفس باد سحر غالیہ سا نیز کنند
گفتہ باشی کہ ز ما خواہش دیدار خطاست | این خطائے ست کہ در روز جزا نیز کنند

حلق غالب نگر و دشنہ سعدی کہ سرود
خوبرویان جفا پیشہ وفا نیز کنند

سعدی کی غزل کے ساتھ اس غزل کا موازنہ ہی فضول ہے۔ کیون حضرت غالب نے اس زمین مین غزل لکھی۔ اِس کی ضرورت معلوم نہ ہوئی۔ اِس غزل مین صرف ایک شعر قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے ؎

اندران روز کہ پرسش رود از ہرچہ گذشت | کاش با ما سخن از حسرت ما نیز کنند

اس شعر کے سوا جتنے اشعار ہین زیہار اِس قابل نہین ہین کہ سعدی کے اشعار کے ساتھ پڑھے جانے کا استحقاق رکھتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ غزل سرائی بہت و شوار

چونکہ گاران کا قافیہ دونون شعر بالا مین بندھا ہے اِس لیے راقم نے ان دونون شعر کو مقابلہ مین لکھدیا۔ خیر اب دونون شعرون کے لطف مضمون اور حُسن بیان پر غور فرمائیے۔ حافظ کا شعر جیسا کہ عموماً فطری رنگ رکھتا ہے۔ زیور سادگی سے آراستہ دیکھا جاتا ہے۔ کسی مسئلہ حکمت و فلسفہ پر مبنی ہوتا ہے اور غزلیت مین ڈوبا رہتا ہے۔ ویسا یہ شعر بھی ہے۔ بلکہ اِس شعر مین خواجہ نے بہت سے مسائل دین و اخلاق کو بڑے آسان پیرایہ مین فرمادیا ہے۔ اِس شعر کی کیفیت عرض کر کے غالب کے شعر کی طرف توجہ ہی فضول ہے۔ مسائل علمیہ سے تو کوئی بحث ہی نہین ہے مضمون آفرینی کے اعتبار سے بھی چندان شکل امتیاز نہین رکھتا ہے

حافظ

بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن
مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند
تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من
پیادہ مے روم وہمرہان سوارانند

غالب

تو سرمہ بین دو ورق در نوردہ دم درکش
مبین کہ سحر نگاہان سیاہ کارانند
ز دید و داد مزن حرف خرد سالانند
بہ گرد راہ منہ چشم سے نے سوارانند

اب موازنہ ہی فضول ہے۔ ناظرین موازنہ کی زحمت سے عاجز کو معاف فرمائین۔ اے حضرات نکتہ دان حافظ کی شہرت بے وجہ نہین ہے اگر کوئی شاعر دماغ حکیمانہ نہ رکھتا ہو۔ تو کبھی حافظ کی راہ مین قدم نہ رکھے۔ مجرد زباندانی یا معلومات سے حافظ کی سی شاعری نصیب نہین ہو سکتی۔

چیز ہے ۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے اور وہ بھی وہ حکیم کہ جس نے غزل سرائی کی خلقی صلاحیت پائی ہے اگر مجرد حکمت تابی غزلگوئی کی متقاضی ہوتی تو ارسطو و علی سینا ملا صدرا ۔ یہ سب کے سب غزلگو ہوتے ۔ غزلگوئی خاقانی مولوی معنوی اور انوری کو تو نصیب ہی نہ ہوئی ۔ جو بڑے درجہ کے شعرا گذرے ہین ۔ مگر حضرت غالب پر بہت تعجب گذرتا ہے کہ آپ اردو کے نہایت اچھے غزلگو ہین ۔ اگر اُنکے دیوان سے وہ اشعار خارج کر دیے جائین کہ جو کثرت استعارات و کثرت اضافات و کثرت اغلاق سے بدنما نظر آتے ہین تو اُنکے اردو کے کلام منتخب کا جواب نہین پایا جائیگا ۔ بہت جائے حیرت ہے کہ اُنکی اردو کی غزلین سوز و گداز و خستگی و نشتریت و دل گرفتگی و پرتاثیری کے مزے سے قریب قریب میر کی غزلون کی طرح بھری ہوئی ہین ۔ مگر فارسی کی غزلین اِن صفات سے جو غزلگوئی کی شان سے ہے تمامتر معرا نظر آتی ہین ۔ فقیر کی دانست مین مرزا غالب فارسی کی غزلگوئی کے اعتبار سے فارسی کی قصیدہ گوئی مین زیادہ دخل رکھتے ہین ۔ جیسا کہ آیندہ ظاہر ہوگا ۔

حضرات حقیقت آگاہ سے مخفی نہین ہے کہ غزلگوئی کے لیے تمامتر داخلی مضامین درکار ہوتے ہین مگر جن شاعرون نے خواہ فارسی اور اُردو مین شاعری کا خارجی پہلو اختیار کیا ہے اُنکی غزل سرائی کبھی پرتاثیر نہین پائی جاتی ہے غزل سرائی خارجی پہلو کی متقاضی نہین ہے ۔ خارجی مضامین کا باندھنے والا غزلگو کسیقدر نازک خیال خلاق سخن زور آور اور بلند پرواز ہو ۔ کبھی اپنے کلام سے دل پر حسب مراد اثر پیدا نہین کرسکتا ہے ۔ چنانچہ فارسی مین مرزا صائب اور اردو مین شیخ ناسخ باوجود بڑے پرگو شاعر ہونے کے کلام کے اُس حُسن مقبولیت سے محروم

ہین - جو حافظ اور میر کو نصیب ہوا ہے مرزا صائب کسقدر کثیر الکلام ہین اور علاوہ
بڑی طباعی کے نفاست خیالات اور نزاکت مضامین مین بے نظیر ہین - مگر اُنکی
سیکڑون غزلین پڑھ ڈالیے تو بھی اُسکا اثر حافظ کی ایک غزل کے برابر بھی نہین
ہوتا ہے - اُسکی اور کوئی وجہ نہین ہے - الّا یہ کہ صائب غزلگوئی کے تقاضے
کے خلاف کاربند رہے ہین اسمین شک نہین کہ صائب کی سخن سنجی نے فارسی
کے لٹریچر کے میدان کو بہت وسیع کر دیا - مگر اِس توسیع سے خود غزل سرائی کو
کوئی نفع نہ ہوا - یہ صنف شاعری جس درجہ کو حافظ کی طبیعت داری سے پہونچ چکی
تھی - اُسی درجہ تک قائم رہی ہے - سرمو بھی اُس سے ارفع نہ ہو سکی - حقیقت یہ ہے
کہ صائب اور ناسخ نے ایک ایسی صنف شاعری کی ایجاد کی ہے کہ جو غزل سرائی
اور قصیدہ گوئی کے درمیان کی ہے - کاش یہ دونون شاعر گرامی اور کسی صنف
شاعری کو ترقی دیتے یا اور کسی صنف کے موجد ہوتے تو شاعری کو اُنکی سخن سنجی
سے زیادہ نفع پہونچتا - خیر جاننا چاہیے کہ مرزا صائب کی غزل سرائی کا رنگ خوب
نہین ہے - کس واسطے کہ اُنکا رنگ غزل سرائی کے تقاضے کے مطابق نہین ہے ؛
ذیل مین مرزا صائب کی غزلین نذر ناظرین ہوتی ہین -

غزل

در سخن گفتن خطاے جاہلان پیدا شود — تیر کج چون از کمان بیرون رود رسوا شود
پردۂ پندار سد راہ وحدت گشتہ است — چون حباب از خود کند قالب تہی دریا شود
در مقام حیرت دیدار حرف و صوت نیست — طوطی از آئینہ حیرانم کہ چون گویا شود

دست و پاے باغبان بوسیدن از دون ہمتی ہست　　سعی کن تا بے کلید این در بروے وا شود
مہر خاموشی چہ سازد با لب پر شور من　　حلقۂ گرداب چون مہر لب دریا شود
گوہرے دارم کہ گر از جیب بیرون آورم　　از فروغش پایۂ میزان ید بیضا شود

دست رد بر سینۂ دریا گزارد چون صدف
ہر کہ صائب آشناے عالم بالا شود

دیگر

عشق یکسان جنبش درویش و تونگر می کشد　　این ترازو سنگ و گوہر را برابر می کشد
آفتاب روز محشر بیشتر می سوزدش　　ہر کہ اینجا درد و داغ عشق کمتر می کشد
تا بکام دل کند جولان سمند شوخ ما　　انتظار گرد می صحراے محشر می کشد
آتشین روے کہ من پروانۂ او گشتہ ام　　ہر شرارش از رخ آتش سمندر می کشد
بیمی از مردن ندارد شعلۂ بے باک ما　　شمع ما گردن بامید صبا بر می کشد
نیست ہر ناشستہ روے قابل جولان اشک　　این رقم را عشق بر رخسار چون زر می کشد

سر ز جیب صبح بر می آورد چون آفتاب
ہر کہ صائب درد دل خود بیکدو ساغر می کشد

ظاہر ہے کہ مرزا صائب غزل سرائی مین تمام تر شاعری کا خارجی پہلو برتتے ہین۔ ذیل مین اُنکی ایک اور غزل بھی عرض کیجاتی ہے اور اُسکے ساتھ اُسی زمین کی حافظ کی بھی ایک غزل پیش کیجاتی ہے دونون غزلون کے معائنہ سے ظاہر ہوگا کہ جسقدر صائب غزل سرائی مین خارجی پہلو کو ملحوظ رکھتے ہین۔ اُسیقدر حافظ داخلی پہلو کو

ہاتھ سے نہین دیتے ہین - اِس موازنہ سے یہ بات بھی عیان ہوگی کہ غزل سرائی مین خلقی پہلو کیا لطف سخن پیدا کرتا ہے اور اِسلیے اِس صنف شاعری مین اِس پہلو کی کسقدر ضرورت ہے

غزل صائب

اے غنچہ لب کہ سر بہ گریبان کشیدہ — در پردہ و پردۂ عالم دریدہ
برق سبک عنانی و کوہ گران رکاب — در ہیچ جا نۂ و ہمہ جا رسیدہ
تمکین نطق و معنی شوخیست در تو جمع — در جلوہ و پاے بدامن کشیدہ
پر پیرہن غریب ترا ز یوسفی بہ حسن — در مصر ساکنے و بکنعان رسیدہ
چشم بد از تو دور کہ چون طفل اشک من — ہر کوچہ کہ ہست بہ عالم دویدہ
در پلۂ غرور تو دل گرچہ بے بہاست — ارزان بدہ ز دست کہ ارزان خریدہ

عیز از نگاہ عجز کہ از دور میکند
اے سنگ دل ز صائب مسکین چہ دیدہ

غزل حافظ

از من جدا مشو کہ توام نور دیدہ — آرام جان و مونس قلب رمیدہ
از دامن تو دست ندارند عاشقان — پیراہن صبوری ایشان دریدہ
از چشم زخم دہر مبادت گزند زانکہ — در دلبری بہ غایت خوبی رسیدہ
منعم کنی ز عشق وے اے مفتی زمان — معذور دارمت کہ تو او را ندیدہ
پایم نہ میرسد بزمین دیگر از نشاط — تا سوے من بہ چشم عنایت تو دیدہ

داری خیال پرسش عشاق بینوا   گویا که بوے صدق ز ایشان شنیدهٔ
این سرزنش که کرد ترا دوست حافظا
بیش از گلیم خویش مگر پا کشیدهٔ

واضح ہو کہ موضوع اس کتاب کا کسی زبان کی تحقیق نہین ہے مگر چونکہ ہمارے ملکی بہت اشخاص ایسے ہین کہ فارسی اور اُردو کے تاریخی حالات سے مطلع نہین ہین۔ اِس لیے ان دونون زبانون کا مختصر بیان خالی از نفع نہ ہوگا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جو اسوقت مروج فارسی ہے یہ زبان کیانیون کی نہین تھی۔ اُن کے زمانہ مین جو زبان بولی جاتی تھی اُسی سے انقلابات کثیر کے بعد حال کی فارسی پیدا ہوگئی ہے۔ اِس موجودہ زبان کو بھی قائم ہوئے پندرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ جو زبان کیانیون مین اُنکے ابتدائی وقت مین جاری تھی۔ وہ یا قوم آریہ کی زبان تھی۔ یا قوم آریہ کی زبان سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قوم آریہ نسل ایرج سے تھی اور لفظ ایران بھی ایرج ہی سے مشتق معلوم ہوتا ہے اور یہ امر غلط نہین ہے اسواسطے کہ کیانیون کے خاندان کی اصل ایرج سے ثابت ہوتی ہے۔ پس کوئی تعجب نہین کہ جس ملک مین نسل ایرج نے قرار لیا وہ ایران کہلایا۔ زردشت کے وقت کی زبان ابتدائی کیانیون کی زبان سے علیحدہ نظر آتی ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ انقلابات قبول کر کے وہ زبان پیدا ہوگئی جو زبان رودکی اور فردوسی کی ہم لوگ اسوقت پاتے ہین اور جسے زبان فارسی کہتے ہین۔ قوم آریہ جس نے چار ہزار برس پہلے ہندوستان کو فتح کر کے اِس ملک مین توطن اختیار کیا تھا وہ آریہ زبان بولتی تھی۔ آریہ زبان کیا تھی۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہی سنسکرت زبان تھی - مگر جب ہندوستان مین قوم آریہ نے وطن اختیار کیا
اور اس ملک کے سکنا مغلوب سے آمیزش پیدا کی تو اُنکی شستگی زبان مین
خلل لاحق ہونے لگا اور رفتہ رفتہ اس آمیزش سے ایک زبان غیر سنسکرت جسے
پراکرت کہتے ہین پیدا ہو گئی - جب قوم آریہ نے دیکھا کہ سنسکرت کی شستگی و صفائی
مین بہت خلل واقع ہو رہا ہے تو قواعد صرف و نحو کے قائم کرکے اور الفاظ غیر
سنسکرت کو دور کرکے اپنی زبان کو پوری اصلاح کر ڈالی - اور یہ زبان خاص برہمنون
کی قرار پائی - لیکن جو زبان پراکرت جاری ہو چکی تھی اس تصحیح و تحقیق سے اُسکا انسداد
نہ ہو سکا - اسی پراکرت زبان کی ایک قسم بھاشا ہے - اور یہی مختلف دیسون مین اسی
طرح کی ممزوج زبانین جاری ہین - جب برہمنون کے مذہب کو بودھ نے مغلوب کر
ڈالا - تو وہی پراکرت سنسکرت کے قائم مقام سمجھی جانے لگی اور سنسکرت سے
کوئی تعلق باقی نہین رہا - پندرہ سو برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ شنکر اچارج نے مذہب
بودھ کو شکست دی اور مذہب براہمہ کی تجدید کی - تو اُسنے سر نو سے سنسکرت کو
رواج دیا - مگر زبان پراکرت رواج پا چکی تھی - عوام الناس مین یہی زبان جاری
تھی - لیکن جب اسلام نے ظہور فرمایا اور اہل عرب شروع شروع سندھ مین پہونچے
تو سندھیون کی زبان جو پراکرت کی ایک قسم تھی عربی لفظون سے مزاج بگڑنے لگی
پھر مختلف اقوام کے شاہان اسلام ہندوستان پر حملہ آور ہوتے گئے حتی کہ اسلامی
سلطنت ہندوستان مین قائم ہو گئی اُس وقت سے ہندوون اور مسلمانون مین
میل جول زیادہ ہونے لگا - زبان بھاشا جو ہندوون مین جاری تھی - اُس مین
فارسی عربی کے الفاظ کثرت سے داخل ہو گئے - خاصکر لشکرون مین ایک خاص

زبان بولی جانے لگی - اس مرکب زبان کا نام اردو ہوگیا - اردو لشکر کو کہتے ہین - پس وجہ تسمیہ اسکی یہی ہوئی کہ یہ زبان لشکریون سے شروع ہوئی - رفتہ رفتہ اس زبان تو نے شکل امتیاز پکڑی حتی کہ عہد اکبر مین معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبان ایسے انداز کی ہوگئی تھی کہ اسوقت کے اردو دان بھی اس عہد کی زبان کو بخوبی سمجھ سکتے ہین - اکبر کی رباعی ذیل مین درج کیجاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اردو عہد اکبر مین کتنی حیثیت کو پہونچ چکی تھی بلکہ اس رباعی کی نشست الفاظ و ترکیب بخوبی ایسی معقول ہے کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسمین کسی طرح کی کھنگی محسوس ہوتی ہے

پوچھے جو گھڑی مجھ سے براہ عادت — تو وصل کو ساعت کی نہین کچھ حاجت
ہوجاتی ہے ملنے سے مبارک ساعت — ساعت کا بہانہ نہین خوش ہر ساعت

جب اکبر کے وقت مین اردو اتنی صورت پکڑ چکی تھی تو اس زبان کی پوری درستگی مین کوئی بہت تردد کا امر باقی نہین رہا تھا - یون تو کہتے ہین کہ امیر خسرو کے وقت سے اس زبان مین بطور تفنن شعرا شعر کہا کرتے تھے - مگر اکبر کے عہد کی زبان تو بخوبی ایسی ہوچکی تھی کہ اسمین اصناف شاعری کا برتنا دشوار نہ تھا - لیکن چونکہ یہ زبان فارسی کے مقابل مین پایہ وقار نہین رکھتی تھی - اس زبان مین لوگ جو کچھ موزون کرتے تھے اُسے کسی قسم کا اعتبار حاصل نہ تھا - مگر رفتہ رفتہ جو اس زبان مین شاعری کو رواج زیادہ ہوتا چلا - تو اس زبان کو پایہ امتیاز حاصل ہوگیا - پہلا شاعر جس نے اس زبان کو ممتاز کر دیا ولی دکنی تھا - پھر میر مرزا کے وقت مین یہ زبان پورے طور پر قابل توجہ ہوگئی - پھر لکھنؤ مین اُسکو عروج ہوا ناسخ نے اسے خراش تراش کر کے ایک خوبصورت زبان کر ڈالی - آخر کو میر انیس نے اسے ایسا بنا دیا کہ اسوقت بلا شبہہ

قریب قریب جواب فارسی ہو رہی ہے۔ المختصر پہلے قوم آریہ نے اپنی زبان قومی کو رواج دیا۔ بعد ازاں اُس سے بھاشا پیدا ہوئی۔ پھر اُس بھاشا مین فارسی عربی کے لفظون کی آمیزش ہوتی گئی۔ پھر بہت سے انقلابات کے بعد وہ زبان پیدا ہو گئی جسے اُردو کہتے ہین۔ اب اس زبان مین مختلف زبانون کے لفظ داخل ہو گئے حتی کہ انگریزی الفاظ بھی بکثرت پائے جاتے ہین۔ مگر ابھی تک اس زبان کو بہت الفاظ کی ضرورت ہے۔ اگر عربی فارسی انگریزی سنسکرت کے الفاظ کثرت کے ساتھ داخل کیے جائین تو اس زبان کی کیفیت انگریزی زبان کی ہو جائیگی اور جیسی انگریزی زبان وسیع ہے اُسی طرح اسکو بھی ہر طرح کے خیالات علمیہ کے اظہار کی وسعت حاصل ہو جائیگی۔ فقیر نے کیمسٹری وغیرہ کی کتابون مین الفاظ انگریزی کو قائم رکھا ہے۔ اور کوئی لفظ اپنی طرف سے ایجاد نہین کیا ہے۔ ایجاد کرنے کا فائدہ کوئی نہین ہے۔ کس واسطے کہ الفاظ ایجاد شدہ اصلی الفاظ سے کم وحشت خیز نہین ہوتے ہین۔ جن صاحبون نے الفاظ ایجاد کیے ہین وہ وحشت خیز ہونے کے علاوہ مضحک انگیز بھی ہین مثلاً پیریلل لائنس یعنی خطوط متوازیہ کا ترجمہ بیچ برابر زنان بار وعن چراغ گرچہ گندہ پر ایجاد بندہ کا مزا دیتا ہے۔ فقیر کی دانست مین اُردو ابھی تک لفظون کی محتاج ہے۔ علمی خیالات اِس زبان مین سنسکرت فارسی عربی انگریزی وغیرہ کی مدد کے بغیر ادا نہین کیے جا سکتے ہین۔ پس لازم ہے کہ اس زبان کو ایشیائی اور یورپین زبانون کے لفظون سے اعانت دیجائے۔ مگر راقم کے اِس خیال کے ساتھ شاید کمتر اہل زبان اتفاق فرمائین گے۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو اہل زبان ہونے کا دعوی رکھتے ہین فقیر کے لفظ مفربل کے استعمال کرنے پر

اعتراض فرمایا تھا۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ راقم نے اپنی کتاب موسوم بہ کیمیاے زراعت
مین لفظ مغربل کو استعمال کیا ہے۔ معترض نے یہ فرمایا کہ یہ لفظ غیر مانوس ہے اِس کو
اُردو مین نہین استعمال کرنا چاہیے اِس اعتراض کی وجہ فقیر کی سمجھ مین نہ آئی۔ یہ لفظ
ارباب علم مین غیر مانوس کیونکر ہے۔ اسکی تو وجہ معترض صاحب نے کچھ نہ فرمائی شاید
معترض صاحب کے گوش مبارک تک یہ لفظ پہونچا ہی نہ تھا۔ ورنہ فقیر تو ہمیشہ نسخون
مین لکھتا چلا آیا اور اُستادون کو اپنی طرح لکھتے ہوے دیکھا گیا۔ فرقہ اطبا مین یہ لفظ متعارف
حیثیت رکھتا ہے اور ہمیشہ استعمال مین لایا جاتا ہے۔ علمی تصنیفون مین اسکا استعمال
کیونکر معرض اعتراض ہو سکتا ہے راقم نے اِس لفظ کو کسی غزل خمسہ مثنوی و اسوخت
وغیرہ مین استعمال نہین کیا تھا جس کتاب مین استعمال کیا ہے وہ کتاب علم کیمسٹری سے
بحث رکھتی ہے۔ علم کیمسٹری علم طب کا ایک جزو ہے پس وہ لفظ جو طبی حیثیت استعمال
رکھتا ہے۔ اگر علم کیمسٹری کی کتاب مین استعمال کیا جاے تو معترض کو زبان کھولنے کا
موقع کیا ہے۔ الغرض ہواخواہان اُردو کا فرض منصبی ہے کہ اس زبان کے وسیع کرنے مین
ہر طرح کے امور کو ملحوظ رکھین اور حسب ضرورت مختلف زبانون سے الفاظ کے اخذ
کرنے مین مضائقہ نہ فرمائین۔ مگر اِس سے مراد راقم یہ نہین ہے کہ بلا ضرورت بھی
کسی زبان سے الفاظ لیے جائین جیسا کہ اِس زمانہ مین بدلحاظ اشخاص انگریزی
لفظون کو اُردو مین نہایت بے قرینگی اور بدترکیبی کے ساتھ استعمال کرتے ہین اور
درحقیقت کوئی ایسی زبان بولتے ہین کہ نہ وہ انگریزی ہے اور نہ اُردو۔ اسکی مثال
یہ تقریر ہے "جب ہم شام کو واک کرکے آئے تو بہت ٹائرڈ معلوم ہوئے فوراً ایک
چیئر پر بیٹھ گئے۔ اسکے بعد طبیعت کو اسموک کرنے کی خواہش ہوئی۔ میچز نہ تھی سیگا

کو کنڈل سے لایٹ کرلیا۔ اسنے مائینڈ پر سوونگ ایفکٹ پیدا کیا۔ ظاہر ہے کہ ان انگریزی
لفظون کے استعمال کی کوئی حاجت نہین ہے اُردو زبان بحالت موجودہ ایسی محتاج
نہین ہو رہی ہے کہ بلا ضرورت اُسمین اس قسم کے الفاظ ٹھوسے جائین مگر فی زمانہ
بدلحاظی اس درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ اشخاص خام وضع وخام زبان اسی نہج سے
آپس مین گفتگو کرتے ہین۔ المختصر اُردو اسوقت بھی محتاج وسعت معلوم ہوتی ہے اسکی
طرف حضرات اہل زبان کی توجہ درکار ہے۔ ہر چند زمانہ خود مایل توسیع ہے۔ مگر
ظاہر ازمانہ کی اعانت بہی خواہان زبان کی جانب سے کمتر دیکھی جاتی ہے جو حضرات
اِس عہد کے نقادان سخن ہین اُنکو مجرد متروکات وغیرہ کی فکر رہا کرتی ہے۔ اِس
اصلاح سے زبان وسیع ہونے کے عوض اور بھی تنگ ہو چلی ہے۔ فقیر کی دانست
مین لفظ مت اُسیقدر فصیح ہے جتنا کہ لفظ نہ ہے۔ اسی طرح تک اور تلک فصاحت
مین برابر ہین۔ اسی طرح کی صلاح سے درحقیقت زبان کو کوئی فائدہ نہین ہے۔
ایسی صلاحین بہر بہار بکار آمد نہین ہو سکتین بہت خوب ہوتا کہ مت اور نہ تک
اور تلک واعظ اور ساے واعظ وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب محاورے مانے
جاتے۔ اہل انصاف غور فرمائین کہ ان سب متروکات کو ملحوظ رکھنا غزل سرائی
مین توکسقدر آسان معلوم ہوتا ہے مگر التزام متروکات کے ساتھ رامائن یا مہابھارت
کی سی ضخیم کتاب کو تصنیف کرنا خالی از دقت متصور نہین ہے۔ ظاہرا متروکات
پر حضرات اہل زبان کو اس توجہ بلیغ کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کی شاعری
زیادہ تر غزل سرائی وغیرہ مین محدود ہو رہی ہے اور چونکہ غزل سرائی مین کوئی جدت
کا پہلو باقی نہین رہا ہے اسواسطے لفظی جدتون کیطرف ناچار مائل ہونا پڑا ہے۔

اُردو کی نظم ونثر کی مختصر تاریخ

کب نظم ونثر نے اُردو مین رواج پکڑا - اسکی نسبت کوئی محققانہ قول دکھائی نہین دیتا - کہتے ہین کہ اِس زبان مین انشا پردازی کی ابتدا عہد تیمور مین ہوئی - اس بادشاہ کے ہندوستان پر تسلط کا زمانہ ۱۳۹۸ء ہے بعض مصنفین یہ بھی لکھتے ہین کہ اُردو کی نظم ونثر اسکے بہت پہلے رواج پا چکی تھی - اُنکے بیان سے معلوم ہوتا ہو کہ گیارہوین صدی عیسوی کے آخر مین مسعود بن سعد نے ایک دیوان بزبان اُردو ترتیب دیا تھا علاوہ اسکے سعدی اور خسرو نے بھی تیرہوین صدی عیسوی کے آخر مین اس زبان مین طبع آزمائیان کی تھین ظاہرا یہ سب اقوال پایہ تحقیق سے بہت بعید نظر آتے ہین - بہرحال ذیل مین وہ امور حوالۂ قلم کیے جاتے ہین - جنکی صحت کتابی وسائل سے درجۂ یقین رکھتی ہے -

جاننا چاہیے کہ اُردو کی انشا پردازی کا مبدا دکن ہے - گولکنڈہ اور بیجاپور مین اس زبان نے ایک ممتاز صورت پیدا کی ان دونون مقامون کے بادشاہون کو اس زبان کی ترقی ملحوظ رہی - گولکنڈہ مین شجاع الدین نوری نے غزلین لکھین - ابن نشاطی نے دو مثنویان معروف بہ طوطی نامہ و پھول بن تصنیف کین - تحسین الدین نے بھی ایک مثنوی لکھی - اس مثنوی مین کامروپ و رکیلا کی کہانی منظوم ہے - کامروپ اودھ کا راجہ تھا - اور کیلا سراندیپ کے راجہ کی بیٹی تھی - یہ ایک دلچسپ عشقیہ مثنوی ہے اور بڑے شاعرانہ مذاق سے خبر دیتی ہے - اسی طرح بیجاپور مین نصرتی نے جو ایک برہمن تھا دو مثنویان معروف بہ گلستان عشق

وعلی نامہ تصنیف کین - یہ سب شعرا عہد اورنگ زیب سے بہت پہلے گزرے ہین - انکے بعد
ولی اور سراج نے اپنے حسن طبیعت سے اُردو کو زینت بخشی اِن دونون شاعرون کے
نشو ونما کا زمانہ سنہ ۱۶ء سے لیکر سنہ ۱۷۲۰ء تک معلوم ہوتا ہے مگر جب شاہان دکن کو
اورنگ زیب نے زیروزبر کرڈالا تب اُردو نے اپنے مولد سے جلاوطنی اختیار کرکے دلی کو اپنا
مسکن بنایا - ولی کا دیوان پہلے پہلے اِس دارالخلافہ مین سنہ ۱۷۱۹ء مین پہونچا یہ سن
محمد شاہ کے جلوس کا دوسرا سال تھا - شاہ حاتم نے ولی کی تقلید شروع کی اور دو دیوان
لکھے - شاہ حاتم کے ہمعصر ناجی - مضمون - اور ابرو تھے - ان لوگون نے بھی خوب خوب
غزل سرائیان کین - شاہ حاتم سنہ ۱۶۹۹ء مین پیدا ہوئے اور سنہ ۱۷۹۲ء مین رحلت فرمائی -
دلّی مین اُردو شاعری کے رواج دینے والے شاہ حاتم ہی گزرے ہین - انکے نامی شاگردون
مین مرزا رفیع سودا ہین - اور ایسے شاگرد ہین کہ بڑے بڑے اُستادون کو اُنکی شاگردی پر ناز
کرنا درست وبجا ہے - پھر دلّی کے نامی اُستادون مین خان آرزو بھی تھے - اِن کا سن
پیدائش سنہ ۱۶۸۹ء اور سن ممات سنہ ۱۷۵۶ء ہے - میر تقی میر انکے شاگردون مین تھے
گو غزل سرائی مین اپنا تمام ہندوستان مین جواب نہین رکھتے تھے - حملۂ نادر کے بعد
خان آرزو لکھنؤ کو چلے آئے اور اسی شہر مین ودیعت حیات فرمائی - اسی طرح دلّی کے
پرانے شاعرون مین انعام اللہ خان یقین تھے - اُنھون نے سنہ ۱۷۵۵ء مین بہ عہد
احمد شاہ پچیس ۲۵ برس کے سن مین انتقال کیا - این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد -
ان اساتذہ کے ہمعصر خواجہ میر درد بھی تھے اور ایسے صاحب کمال تھے کہ آج تک
اُنکا نام نامی السنہ خلائق پر جاری ہے اور تا مرورِ دہر جاری رہیگا -
واضح ہو کہ دہلی کی بربادی کے بعد اُردو کے اکثر شعرائے نامی نے لکھنؤ مین آکر

پناہ پکڑی خان آرزو حملۂ نادر کے بعد ہی ۱۷۳۹ء مین لکھنؤ کو چلے آئے ۔ اسی طرح مرزا رفیع سودا ۔ میر تقی میر ۔ میر حسن ۔ میر سوز قلندر بخش جرأت بھی ترک وطن کر کے وارد لکھنؤ ہوتے گئے اور علاقہ اودھ ہی مین رحلت فرماتے گئے ۔ میر حسن کی وفات ۱۷۸۶ء مین سوز کی ۱۸۰۰ء مین اور جرأت کی ۱۸۱۰ء مین واقع ہوئی ۔ میر حسن ایک اچھے غزل سرا تھے ۔ مگر اُنکی شاعری کی شہرت کیوجہ اُنکی مثنوی معروف بہ سحر البیان ہے ۔ یہ وہ مثنوی ہے کہ اپنا جواب نہین رکھتی ہے ۔ اسکی خوبیوں کی بحث آیندہ آنیکو ہے ۔ میر محمدی سوز بڑے طباع تھے اور ریختی مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے ۔ جرأت کی طبیعت داری بھی مشہور دیار و امصار ہے ۔ اور فی الواقع اُنکی شاعری قابل لحاظ ہے ان کاملین کے ترک وطن کرنے سے البتہ دلّی خالی ہوگئی مگر اُس سرزمین مین پھر نامی شعرا پیدا ہوتے گئے ۔ ذوق نے سر نو سے شاعری کو چمکا دیا ۔ مومن خان نے ملک سخن مین خوب ہی اپنا سکہ جمایا ۔ غالب نے میر تقی میر کے زمانے کو زندہ کر ڈالا ۔ مصحفی نے بھی لکھنؤ سے آکر دلّی مین خوب خوب شاعری کے لطف دکھائے اور دلّی ہی کے ہو کر رہ گئے ۔ آخر شاعر دہلی کے غالب ہین انہین کے ساتھ دلّی کی شاعری رخصت ہوگئی ۔ اُنکی وفات کا سن ۱۸۶۹ء ہے ۔ جاننا چاہیے کہ جسوقت استادان دہلی لکھنؤ نہین پہونچے تھے ۔ اِس شہر مین اُردو کی شاعری کو کوئی ممتاز درجہ حاصل نہ تھا ۔ مگر ان حضرات کے آنے سے لکھنؤ مین ہر سمت دھومین مچ گئین ۔ طبیعت دارون نے سخن سنجی کے مشغلے اختیار کیے شاعری کی نئی روشنین ایجاد ہونے لگین ۔ حتی کہ دلّی کی شاعری سے ایک علیحدہ رنگ کی شاعری ظہور مین آئی ۔ یعنی اُستاد ناسخ نے غزل سرائی کا ایک خاص رنگ پیدا کیا ۔ اور آتش بھی صنعت شاعری کو دلی والون سے الگ ہو کر برتنے لگے ۔ پھر

ان دونون اُستادون کے شاگردون نے غزل سرائی کی مختلف راہین نکالین اور اپنے اپنے کمالات کی بدولت مشہور دیار و امصار ہوتے گئے - ان دونون اُستادون کے مشہور شاگردون مین خواجہ وزیر گویا مقبول برق - سحر - رند - اور صبا ہین - ہر ایک انہین اُستاد کا درجہ رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جیسے شاگردان نامی ان دونون شاعران گرامی کو نصیب ہوئے کمتر کسی اُردو کے شاعر کو نصیب ہوے ہین -

اہل انصاف سے پوشیدہ نہین ہے کہ ہرچند لکھنؤ مین اُردو کی غزل سرائی نے بہت کچھ فروغ پکڑا - مگر دلی والون کی غزلیت کا لطف غزل سرایان لکھنؤ اپنی غزلون مین پیدا نہ کرسکے - سچ یہ ہے کہ غزل سرائی دلی والے کر گئے - لیکن مسدس نگاری حضرات اہل لکھنؤ نے ایسی کی کہ دلی والے کیا اہل شیراز اور اہل اصفہان کو بھی خواب مین نصیب نہوئی - اگر مشعل لیکر بھی کوئی شخص تمام دنیا مین میر انیس اور مرزا دبیر کی مسدس نگاری کا جواب ڈھونڈھیگا - تو بالیقین کہین نہین پائیگا - میر انیس نے اُردو کی شاعری کو اپنی مسدس نگاری سے اس درجہ تک پہونچا دیا ہے کہ اُس کی ہوا بھی فارسی اور عربی کی شاعری کو نہین لگی ہے - آئندہ میر انیس کی مرثیہ نگاری کی بحث ہم آئینگے ہے - جس سے معلوم ہوگا کہ رزمی شاعری مین میر انیس ہومر - ورجل ملٹن اور فردوسی پر غالب ہین اور اگر اُنکا جواب کوئی شاعر ہے تو بالمکی ہے یا بیاس ہے الختصر کوئی شک نہین کہ اُردو کی رزمی شاعری درجہ کمال کو لکھنؤ مین پہونچی اور الحق یہ امر حضرات اہل لکھنؤ کے لیے ایک بڑا سرمایۂ ناز ہے - اسی طرح مرزا دبیر نے شاعری کا رتبہ ایسا بلند کر دیا کہ اور زبانون کی شاعری اُسے دیدۂ حیرت سے نگران ہے - ارباب حقیقت سے پوشیدہ نہین ہے کہ لکھنؤ مین مرثیہ نگاری اُس درجہ کمال کو

پہونچ گئی ہے کہ خود کمال شاعری ہو رہی ہے - اگر شعراے لکھنو زمی شاعری مین ایسا کمال پیدا نہین کرتے تو مجرد غزل سرائی اور مثنوی نگاری کی بنیاد پر اُنکو شعراے دہلی پر کسی طرح کی ترجیح حاصل نہ ہوتی - اس صنعت شاعری کے فروغ دینے والے میر مونس صاحب بھی تھے - پھر میر وحید صاحب نے میر انیس صاحب کے زمانہ کو زندہ کرنا شروع کیا تھا کہ اجل نے مہلت نہ دی حیف صد حیف افسوس صد افسوس - گلے برفت کہ نا ید بصد بہار دگر - آخر مین میر نفیس صاحب نے مرثیہ نگاری کو رونق بخشی - واحسرتا و دردا کہ اب وہ بھی نہین ہین - خاندان مرزا دبیر صاحب مین صرف اُنکے بیٹے مرزا اوج صاحب نام آور نکلے - خداے تعالیٰ اُنھین فردوسی سعدی اور میر تقی کی حیات عطا فرمائے فن شاعری کے لیے درازی عمر کی بڑی حاجت ہے - شاعری تب ہی جوان ہوتی ہے جب شاعر عالم پیری کو پہونچتا ہے - یون تو کوئی شک نہین کہ اسوقت مین بھی مرزا اوج ایک بڑے نامی گرامی شاعر ہین اور اُنکی طباعی مشہور دیار و امصار ہے لیکن اُن سے بہت کچھ امیدین کیجاتی ہین اور حق یہ ہے کہ وہ امیدین ایسی ہین کہ شاعر کے معمر ہوے بغیر پوری نہین ہو سکتین - یہ امر قابل ذکر ہے کہ مرزا اوج کی مرثیہ نگاری بہت کچھ جدت سے خبر دیتی ہے اُنکی شاعری نقالی نہین ہے - ہرگز ایسی نہین ہے کہ سو پچاس عمدہ مراثی سے مرزا صاحب اقتباس مضامین کر کے ایک خاص مرثیہ بنا لیتے ہون - اُسپر خوبی یہ ہے کہ روایات صحیحہ کو منظوم فرماتے ہین - اور خود ایجاد اقوال سے امام و خاندان امام علیہ السلام پر اتہام نہین لگاتے ہین -

واضح ہو کہ جب دہلی اور لکھنؤ مین اُردو کی شاعری نے ممتاز شکل پیدا کی - تو اور شہرون مین بھی حضرات طباع نے سخن سنجی کا مشغلہ اختیار فرمایا - چنانچہ

میر ولی محمد نظیر اکبر آبادی نے علاوہ مسدسون کے بہت سی مثنویان اور غزلین لکھین
یہ شاعر مشہور دیار و امصار ہے اسکے نیچرل بیانات بہت قابل توجہ ہین اِس طباع
کے کلام ایسے ہین کہ نیچرل شاعری کی بخوبی داد دیتے ہین - اِس شاعر گرامی نے
سنہ ۱۸۳۲ع مین رحلت فرمائی - اسی طرح راسخ نے اپنی مثنویون اور غزلون سے
پٹنہ کے نام کو روشن کیا اور مولوی وحید الہ آبادی نے اپنے وطن کی عزت افزائی
کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دونون شاعر بڑے غزل سرا گزرے ہین - راسخ تو پٹنہ کے
میر تھے - اور وحید امیر المتغزلین -

اب حضرات ناظرین اُردو کی نثر نگاری کے تاریخی حالات پر نظر فرمائین - اربابِ
واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ اس اُنیسوین صدی کی ابتدا مین ڈاکٹر جان گلکرسٹ
صاحب نے اُردو کی نثر نگاری کیطرف اپنی توجہ مبذول فرمائی - چنانچہ اُردو کی درسی
کتابین اُنکے وقت مین تصنیف ہوتی گئین اُنھون نے بڑے بڑے نثار ان
وقت کو جمع فرمایا - اُنکے عہد علم پروری مین حضرات مندرجہ ذیل کلکتہ مین مجتمع تھے

نمبر ۱ - سید محمد بخش حیدری - اُنکے تصانیف سے طوطا کہانی - آرایش محفل
دہ مجلس - گلزار دانش - اور تاریخ نادری ہین - اُنکی وفات کا سن ۱۸۲۸ع ہے -

نمبر ۲ - میر بہادر علی حسینی - اُنکے تصانیف سے نثر بینظیر اور اخلاق ہندی
ہین - حسینی نے سنہ ۱۸۰۶ع مین وفات پائی -

نمبر ۳ - میر امن لطف - سنہ ۱۸۰۲ع مین اُنھون نے باغ و بہار تصنیف
فرمائی - اسی سن مین اُنھون نے نسخہ گنج خوبی کو بھی شایع کیا -

نمبر ۴ - حافظ الدین احمد - اُنھون نے سنہ ۱۸۰۳ع مین خرد افروز لکھی -

نمبر ۵ - شیر علی افسوس - انکے تصانیف سے دو کتابین ہین ایک آرایش محفل اور دوسری باغ اُردو - سن وفات ۱۸۰۹ء ہے -

نمبر ۶ - نہال چند لاہوری - کتاب مذہب عشق - جو گل بکاولی کا ترجمہ ہے اُنکے تصانیف سے ہے - یہ ترجمہ سنہ ۱۸۰۴ء مین اتمام کو پہونچا -

نمبر ۷ - کاظم علی جوان - سکنتلا کے مترجم ہین - علاوہ اسکے ایک کتاب معروف بہ بارہ ماسہ بھی لکھی - سنہ ۱۸۰۰ء مین کلکتہ کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے تھے -

نمبر ۸ - للولال قوی - یہ گجراتی برہمن تھے - اُنھون نے چند ہندی کی کتابین لکھین - اُنکی اُردو کی تصانیف سے لطائف ہندی ہے -

نمبر ۹ - مظہر علی ولا - اُنھون نے زبان اُردو مین مادھونل کا قصہ ترجمہ فرمایا -

نمبر ۱۰ - اکرام علی - اُنکی تصانیف سے اخوان الصفا ہے اس کے اتمام کا سن ۱۸۱۰ء ہے - اجماع نثاران بالا سے ہویدا ہے کہ گلکرسٹ صاحب کو اُردو کی نثر نگاری کی طرف بڑی توجہ تھی - حقیقت حال بھی یہی ہے کہ اُردو کی نثر جو اسوقت مین دیکھی جاتی ہے - اُسکی ابتدائی ترقی صاحب موصوف کی کوششون کا نتیجہ ہے کوئی شک نہین کہ اُسوقت سے اُردو کی نثر نگاری مین بہت ترقیان ہوتی گئین مگر انصاف یہی ہے کہ مصنفین بالا اُردو کی نثر کے راہ بتانے والے تھے اُنھین مصنفون کی نثاریون نے سکنا سے ہندوستان کو نثر نگاری کی طرف مائل کر دیا - پھر تو کتنے اخبارات جاری ہوتے گئے - اور مختلف علوم و فنون کی کتابین تصنیف ہوتی گئین - مرور ایام سے یورپین مذاق تحریر بھی پیدا ہوتا گیا اور ہر چند ابھی تک مقابلہ یورپین زبانون کے اُردو ایک بےحقیقت زبان ہے - تو بھی اس سو برس کے اندر

یہ زبان ترقی سے خالی نہین رہی اِس عہد کے نام آور نثر نگار سرسید احمد خان بہادر شمس العلما مولوی نذیر احمد اور شمس العلما ذکاء اللہ خان بہادر ہین۔ ان حضرات کی تحریرین شایستہ اقوام کے نثاروں کے انداز کی ہوتی ہین۔ نثر کی ممتاز کتابون مین غالب کی اُردوے معلی بھی ہے۔ مگر سواے عہد کی زبان کے اُسمین خیالات کا لطف کمتر ہے۔ یہ کتاب ایسی نہین ہے کہ اڈیسن وغیرہ کی تحریرون کے ساتھ اسکو کسی طرح کا مقابلہ حاصل ہے۔

فارسی کے شعراے متغزلین کے بیان کے بعد اب اُردو کی شعراے متغزلین کی نسبت کچھ مضامین مندرجہ ذیل ہوتے ہین۔ جن سے اُردو کی غزل سرائی کیحالت موجودہ ظاہر ہوگی۔

ہندوستان کے اُن حصون مین جہان اُردو بولی جاتی ہے مستند غزل سرائی صرف دو جگھون کی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی دہلی اور لکھنؤ ان دونون شہرون کی صرف غزل سرائی ہی مستند مانی نہین جاتی ہو۔ بلکہ جمیع اصناف شاعری بھی زبان کے اعتبار سے تو یہ خیال بہت صحیح ہے۔ کسواسطے کہ ان دونون جگھون کے برابر کہین کی زبان نہین مانی جاسکتی ہے۔ مگر امر شاعری ایسا ہے کہ اسکو کسی خاص مقام سے تعلق نہین ہے۔ چنانچہ بعض دیگر دیار کے ایسے شعرا نظر آتے ہین کہ جو اہل زبان نہ تھے۔ مگر نفس شاعری مین اُنکو پایہ امتیاز حاصل تھا۔ مثلاً پٹنہ مین شیخ غلام علی راسخ گذرے ہین کہ اُنکی توقیر میر تقی صاحب میر نے بھی فرمائی تھی۔ مگر چونکہ اہل زبان کی شاعری حکم سند رکھتی ہے۔ راقم لکھنؤ اور دہلی ہی کے شعراے متغزلین کی غزل سرائیون پر اپنے خیالات کا اظہار موقوف رکھتا ہے۔

یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ دہلی کے حضرات متغزلین اکثر اپنی غزل سرائیون مین شاعری کا داخلی پہلو ملحوظ رکھتے گئے ہین۔ اس سبب سے اُنکی غزل سرائیان تقاضائے تغزل کے مطابق پائی جاتی ہین۔ میر حسن۔ خواجہ میر درد۔ میر تقی میر۔ سودا۔ مومن۔ غالب۔ یہ سب شعرائے متغزلین اسی داخلی رنگ کے برتنے والے گزرے ہین۔ البتہ ذوق پورے طور پر داخلی پہلو کے برتنے والے نہ تھے تو بھی وہ خارجی پہلو کی آمیزش داخلی پہلو کے ساتھ اس رنگ سے کر دیتے ہین کہ اُنکا کلام سلیقے ہونے سے بچ جاتا ہے۔ برخلاف اسکے لکھنؤ کی غزلگوئی کا رنگ نظر آتا ہے۔ اِس جگہ کے اکثر شعرائے نامی غزل سرائی مین خارجی پہلو اختیار فرماتے ہین۔ یعنی واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ کی قید کے پابند نہین رہے ہین۔ بلکہ تقاضائے غزلگوئی کے خلاف خارجی مضامین کو اپنی غزل سرائیون مین کثرت سے جگہ دیتے گئے ہین اس جدت سے احاطہ غزلگوئی تو وسیع ہو گیا۔ مگر غزل سرائی سے جو غرض متصور ہے فوت ہو گئی ظاہر اس صنعت شاعری کی علت غائیہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ دل مضامین درد انگیز سے متاثر و متالم ہو۔ طبیعت شوخی کلام سے مزا اُٹھائے جان کو سرمایہ سوز و گداز حاصل ہو۔ اخلاقی قوی ترقی کر جائین پس جب ان باتون سے کوئی بات حاصل نہین ہوئی تو غزل سرائی سے کیا فائدہ۔ اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا۔ کہ شعرائے لکھنؤ نے غزل سرائی کی ترقی کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ چنانچہ ناسخ نے نہ صرف اُردو کو اپنے کلام معجز نظام سے ایک شستہ پاکیزہ اور باقاعدہ زبان بنا ڈالا۔ بلکہ اُردو کے لٹریچر کو بھی دولت عالی خیالی سے مالا مال کر دیا۔ فی الواقع جیسی ترقی اُردو کو ناسخ کی بدولت نصیب ہوئی ہے ویسی کسی دوسرے شاعر کی بدولت ظہور مین نہین

آئی۔ بیشک اُردو پر ناسخ کا بڑا احسان ہے۔ اگر ناسخ نہ ہوتے تو جیسی لکھنؤ کی زبان نفیس فصیح۔ شستہ اور پاکیزہ ہو رہی ہے یہ خوبیان اسکو نصیب نہ ہوتین۔ اِس زبان کا منظوم لٹریچر بھی شیخ کی توجہ فرمائی کا بہت ممنون ہے۔ اگر ناسخ نہ ہوتے تو اُردو مین کوئی شاعر مرزا صائب کا جواب نہ نکلتا۔ لیکن زبان اور لٹریچر کی ترقیون کے ساتھ لکھنؤ مین اُردو کے نفس غزلگوئی کو فائدہ حاصل نہ ہوا۔ کس واسطے کہ ان سب ترقیون سے میر کی غزل سرائی پر ترقی کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ حقیقت یہ ہے کہ میر کی غزل سرائی اپنے حال پر رہ گئی۔ یہی حال فارسی کا بھی دیکھا جاتا ہے کہ مرزا صائب کی طباعی سے فارسی کا منظوم لٹریچر تو ترقی کر گیا۔ مگر اُس زبان کے نفس غزل سرائی کو کوئی ترقی نصیب نہین ہوئی۔ اور حافظ کی غزل سرائی اپنے درجہ پر رہ گئی۔ خیر اب اقم اپنے خیالات اُردو کے شعرا متغزلین کی نسبت عرض کرتا ہے۔ حضرات ناظرین سے توجہ فرمائی کی التجا ہے۔

ولی۔ شمس الدین ولی دکنی اُردو کی غزلگوئی کے اگر موجد نہین ہین تو اُس زبان کی غزلگوئی کو درجۂ امتیاز کے بخشنے والے تو ضرور ہین۔ کس واسطے کہ ولی اپنے عہد مین کہ عہد عالمگیر تھا۔ غزلگوئی کو اِس درجہ تک پہونچا چکے تھے۔ کہ آج کی دنیا بھی اُنکے اشعار کو بڑے تعجب کی نظر سے دیکھتی ہے اُنکے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی نہ صرف اپنے زمانہ کی زبان مین غزل سرائی کرتے تھے۔ بلکہ میر مرزا مصحفی کی زبانون کو بھی برتتے تھے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اُنکے بہت کلام ایسے ہین کہ جو ناسخ سے لیکر حال کے زمانہ تک کی زبان مین دکھائی دیتے ہین۔ غزلگوئی کے اعتبار سے ولی اول درجہ کے شاعر تھے۔ جو غزلگوئی کے تقاضے ہین اُن سے ولی کو پوری اطلاع حاصل تھی۔ چنانچہ غزلگوئی مین بیشتر شاعری کا داخلی پہلو ملحوظ رکھتے تھے

اِسی لیے اُنکی غزل سرائی پرتاثیر نظر آتی ہے۔ اُنکے تنوع کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مابعد کے جمیع متغزلین دہلی و لکھنؤ نے اُنکے کلام سے فیض حاصل کیا ہے اور سب غزل سرایان نامی نے حسب استعداد ذاتی اُنکی شاعری سے ہدایت پائی ہے۔ ولی کے کلام ہین درد۔ سودا۔ میر۔ مصحفی۔ ذوق۔ ناسخ۔ آتش۔ سب کے رنگ بکثرت موجود ہین۔ اِسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کسقدر قوی الدماغ شاعر تھے جو ہر نوع کے کلام پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مابعد کے جتنے متغزلین موجد کسی طرز کے کہلاتے ہین۔ درحقیقت اُسی پیر طریقت کے مرید ہین۔ ولی کے کلام بہت ہین۔ اور گوناگون رنگ رکھتے ہین۔ مگر اصل رنگ اُنکا وہی ہے جسے میر مرزا اور درد نے اختیار کیا ہے۔ ولی کے کچھ اشعار ذیل مین نذر ناظرین ہوتے ہین۔

صد حیف کہ وہ یار میرے پاس نہ آیا ، میرا سخن راست اُسے راس نہ آیا
طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سُن سکے ،، احوال گر کہون مین دلِ بیقرار کا
شغل بہتر ہے عشقبازی کا ،، کیا حقیقی کا کیا مجازی کا
پھر میری خبر لینے وہ صیاد نہ آیا ،، شاید کہ مرا حال اُسے یاد نہ آیا
اے ولی دل کو آب کرتی ہے ،، نگہ چشم سرمگین کی ادا
نشۂ سبزۂ خطِ خوبان ،، والی عالم خیال ہوا
باعثِ نشۂ دوبالا ہے ،، حسن صورت کے ساتھ حسن ادا

سبحان اللہ کیا طرز کلام ہے۔ غزلگوئی اسی سے عبارت ہے کوئی مصراع بھی دائرہ غزلگوئی سے باہر نہین جاتا ہے۔ ہر شعر غزلیت سے اسقدر معمور ہے کہ غزل و قصیدہ کا فرق دکھا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ ولی کے کلام سے کمتر اِس عہد کے لوگ اطلاع

رکھتے ہین۔ حال کے حضرات متغزلین کا فرض منصبی ہے کہ ولی کے کلام کو ہمیشہ
پیش نظر رکھین۔ تاکہ غزلگوئی کی لغزشون سے مامون رہین۔ صاحب آب حیات لکھتے ہین کہ
ولی کا دیوان لندن اور پیرس مین چھپ گیا ہے۔ واقعی اہل یورپ کسقدر علم پروری
کا مذاق رکھتے ہین کہان ولی کا دیوان اور کہان لندن اور پیرس۔ ایک اسی دیوان پر
کیا موقوف ہے۔ سیکڑون عربی۔ فارسی وغیرہ کے دواوین یورپ مین چھپ چکے
ہین۔ اور دواوین ہی پر کیا موقوف ہے ہزارون کتابین مختلف ایشیائی علوم کی
چھاپی گئی ہین اور چھاپی جارہی ہین۔

مرزا رفیع سودا

سودا۔ مرزا رفیع سودا تمام انواع شاعری پر عجیب قدرت رکھتے تھے۔
غزلگوئی مین بھی اُنھین استادی کا درجہ حاصل تھا۔ فی الواقع اُنکی قوت شاعری بہت
حیرت خیز نظر آتی ہے۔ مضامین داخلی اور خارجی دونون کی بندش پر اُنھین اچھی قدرت
حاصل تھی۔ اسی لیے تمام اصناف شاعری مین اُنکا کلام عجیب جلوہ دکھارہا ہے
اگر اُنھین داخلی شاعری مین کچھ تھوڑی اور بھی قدرت ہوتی تو غزلگوئی مین میر کے
ہمسر مانے جاتے۔ یون تو اور اصناف شاعری مین وہ میر سے بہت بڑھے ہوے
تھے۔ میر صاحب کو خارجی شاعری کی قوت بہت کم حاصل تھی۔ بلکہ سودا کے مقابلہ مین
کچھ نہ تھی حقیقت حال یہ ہے کہ سودا کی قابلیت کے دنیا مین دس پانچ شاعر سے
زیادہ نہ گزرے ہون گے۔ سودا کی قوت شاعری ایسی ہے کہ اُس سے کسی
ملک کے آدمی کو انکار نہین ہوسکتا۔ مین اوپر لکھ چکا ہون کہ شاعری کے دو پہلو ہین
ایک خارجی اور دوسرا داخلی خارجی پہلو کو تو مرزا صاحب ایسا برتتے ہین کہ زبان
اُردو مین سوا میر انیس کے کوئی اُنکا جواب نہین ہے۔ مگر داخلی پہلو پر اُنکو ویسی

قدرت حاصل نہ تھی جسکے سبب سے وہ میرتقی صاحب میر سے غزل سرائی مین پیچھے نظر آتے ہین اگر مرزا سودا انگلستان مین ہوتے تو دوسرے شکسپیر ہوتے۔ مرزا صاحب کی اطلاع ملکی بہت معلوم ہوتی ہو۔ اپنے ملک کے تمام معاملات کلی وجزوی سے باخبر تھے یہی حال شکسپیر کا بھی نظر آتا ہو کہ معاملات یورپ سے اُسے پوری واقفیت حاصل تھی۔ خارجی پہلو کی شاعری برتنے کے واسطے اطلاع عام کی بڑی حاجت ہے۔ برخلاف اسکے داخلی شاعری مین معاملات خارجیہ کے دانست کی بہت حاجت نہین ہوتی۔ داخلی شاعر کا درون ہی اُسکی کائنات ہے جو واردات ذہنیہ اور معاملات قلبیہ اُسکے ادراک مین جگہہ رکھتے ہین۔ انھین وہ موزون کردیتا ہے۔ آیندہ پھر ذکر مرزا سودا کا چند موقع پر آنے کو ہی جس سے مرزا صاحب کی شاعری کی بلند پایگی ظاہر ہوگی۔ یہان پر چونکہ غزل سرائی کی بحث پیش ہے اس لیئے انکی غزل سرائی کے مادے مین اسقدر عرض کرنا کافی ہوگا۔ کہ ہر چند وہ اِس صنف شاعری مین میر صاحب کے برابر نہین ہین۔ اس پر بھی وہ اس صنف شاعری کے بھی ایک بڑے اُستاد ہین۔ اُنکا کلام درد۔ سوز گداز خستگی سے خالی نہین ہے اور یہ وہ صفتین ہین کہ جو غزل سرائی کی جان ہین۔ مرزا صاحب کی طباعی طبیعت داری شوخی نازک خیالی مضمون آفرینی بہت قابل لحاظ ہے۔ لاریب مرزا صاحب کا ایسا ہی درجہ ہے کہ اُستاد ناسخ اُن کی شان مین یون فرما گئے ہین

کب ہماری فکر سے ہوتا ہی سودا کا جواب	ہان تتبع کرتے ہین ناسخ ہم اُس مغفور کا

ذیل مین کچھ مرزا صاحب کے اشعار نذر ناظرین ہوتے ہین۔

بلبل نے جسے جاکے گلستان مین دیکھا	ہم نے اُسے ہر خار بیابان مین دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارے مین زلیخا — جس نور کو تو نے مہ کنعان مین دیکھا
برہم کرے جمعیت کونین جو پل مین — لٹکا وہ تری زلف پریشان مین دیکھا
واعظ تو سنی بولے ہی جس روز کی باتین — اُس روز کو ہم نے شب ہجران مین دیکھا
اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر — کتنا وہ مزا تھا جو نمک دان مین دیکھا

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہین وہ
کیا جانیے تو نے اسے کس آن مین دیکھا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا — پہونچے کب اُسکو ہاتھ ہمارے غبار کا
موج نسیم آج ہے آسودہ گرد سے — دل خاک ہو گیا ہے کسی بیقرار کا

قطعہ

سودا قمار عشق مین شیرین سے کوہکن — بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منھ سے پھر تو آپکو کہتا ہے عشق باز — اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

قطعہ

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا — دی تھی خدا نے آنکھ سو ناسور ہو گیا
بھٹکی پھرے ہی کب سے خدایا مری دعا — دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا
سودا کو کہتے ہین کہ ہی اُس سے مصاحبت — کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا
اورون کی نسبت اندنون کچھ لگ چلا تھا وہ — دو چار جھڑکیون مین بدستور ہو گیا

قطعہ

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کی اندنون — تو بھی ٹک اُس کو جا کے ستمگار دیکھنا

نے حرف و نے حکایت و نے شعر و نے سخن
نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزان مین روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا سکے اُس گلی مین جہان تھا ترا گذر
نے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اس مین بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھی اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین تجھ کو غیر پاس
پر جو خدا دکھائے سو لاچار دیکھنا

عاشق تو نامراد ہین پر اس قدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے ہے صبر کرکے ہم

کہتا تھا کل کسو سے کرونگا کسیکو قتل
اتنا تو کشتنی نہین کوئی مگر کہ ہم

دیکھین تو کس کی چشم سے گرتے ہین لخت دل
تو اس طرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم

بیٹھا نہ کوئی چھاؤن نہ پایا کسی نے پھل
بے برگ و بر نہین کوئی ایسا شجر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہین یون کہکے رشک سے
دیکھین تو پہلے پہونچے ہے وان نامہ بر کہ ہم

اتنا کہان ہے سوز طلب دل پتنگ کا
رکھتی نہین ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم

سودا نہ کہتے تھے کہ کسیکو تو دل نہ دے
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

گل پھینکے ہے غیرون کیطرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آتی ہے سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

سبحان اللہ کیا حسن کلام ہے سوز و گداز خستگی درد شوخی نازک خیالی بلند پروازی و
رنگینی کے ساتھ زور طبیعت کا ایسا خوبصورت اظہار ہے کہ فی الواقع سودا کی

غزل سرائی کی تعریف کما حقہ کی نہین جاسکتی ہے اول تو دیوان اسقدر ضخیم ہے کہ جس سے انتخاب اشعار کرکے بھی درد۔ مومن۔ غالب۔ ذوق کے دیوان سے اُن کا دیوان منتخب زیادہ ضخیم نکل سکتا ہے۔ دوم یہ کہ غزل سرائی اس اعلیٰ درجہ کی ہے کہ سوا میر اور درد کے اُن کا جواب کوئی نظر نہین آتا۔ اگر تھوڑی خستگی اور بھی سودا کے کلام مین ہوتی تو اُن کا کلام میر اور درد کے کلام کے برابر ہوجاتا۔ خدا جانے کہ سرزمین دہلی کی کیا تاثیر ہے کہ وہان کے شعرائے متغزلین اکثر غزل سرائی کی داد خوب دیتے گئے ہین اس پرتاثیری کا سبب یہی ہے کہ غزل سرائی مین واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ کے مضامین کو حوالہ قلم کرتے گئے ہین۔ یعنی غزل سرائی مین ہمیشہ شاعری کے داخلی پہلو کو ملحوظ رکھا ہے۔ برخلاف اسکے استادان لکھنؤ غزل سرائی مین بیشتر شاعری کے خارجی پہلو سے کام لیتے رہے ہین جسکے سبب سے اُنکی غزل سرائی سے دل کو حسب مراد حظ نہین اُٹھتا ہے۔ مرزا غالب فرمایا کرتے تھے کہ زبان اُردو کو اہل لکھنؤ نے درست کیا۔ مگر مضمون آفرینی مین دہلی والون کے برابر نہ ہوسکے۔ مرزا غالب کا یہ قول مضمون آفرینی کے اعتبار سے تو صحیح نہین ہے اس لیے کہ ناسخ۔ آتش اور ان استادون کے شاگردون نے مضمون آفرینی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ لکھنؤ کے حضرات متغزلین دہلی کے حضرات متغزلین کے برابر پرتاثیر مضمون آفرینی نہ کرسکے۔ اسکا سبب یہی ہے کہ غزل سرائی مین حضرات لکھنؤ نے شاعری کے خارجی پہلو کو داخل کردیا۔ جو غزل سرائی کے تقاضے کے خلاف ہے۔ پس یہ جدت مفید غزل سرائی کیونکر ہوتی۔

درد۔ خواجہ میر آپکا نام ہے۔ سودا اور میر کے ہمعصر تھے۔ گو پہلے ان ہردو

شاعران گرامی سے رحلت فرمائی۔ اکثر مشاعروں مین یہ تینون حضرات شریک رہے ہین۔ خواجہ صاحب کی غزل سرائی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ سوز و گداز مین اُنکے جواب یا میر تھے یا آپ اپنے جواب تھے۔ واردات قلبیہ کے مضامین ایسے باندھتے تھے کہ سودا اُن تک نہ پہونچے تھے۔ علاوہ اسکے خود طبیعت جو نہایت پر درد واقع ہوئی تھی اُسکا اثر اُنکے کلام مین بدرجہ کثیر پایا جاتا ہے۔ ہر چند خواجہ کا دیوان مختصر سا ہے مگر قریب انتخاب کا حکم رکھتا ہے۔ اگر میر صاحب کے دواوین سے انتخابات کیے جائین تو خواجہ صاحب کے دیوان سے اُنکے منتخب کا حجم بہت زیادہ نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوان کے حجیم ہونے پر شاعری کی قدرت موقوف نہین رہتی کلام کی خوبی قابل توجہ سمجھی جاتی ہے۔ نہ اُسکے دیوان کا حجم خواجہ صاحب کی غزل سرائی تمامتر اِس صنفِ شاعری کے تقاضون کے مطابق پائی جاتی ہے۔ علاوہ سوز۔ گداز۔ درد۔ خستگی علو معانی اور سمو مضامین کے نظم کی شستگی راقم کی دانست مین میر صاحب کے کلام سے زیادہ بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ خواجہ اپنے خیالات دلکش کو بڑی صفائی کے ساتھ حوالۂ قلم فرماتے ہین۔ خواجہ کے کلام مین ایک امر اور بھی قابل لحاظ ہے کہ چونکہ خلقت کے رو سے صاف دل تھے اور ریاضت نے اُنکی اِس قلبی کیفیت کو ترقی بخشی تھی۔ اُنکے کلام مین عجب بے نفسی کی جلوہ گری پیدا ہے۔ المختصر غزل سرائی کے اعتبار سے خواجہ صاحب ایک بڑے شاعر تھے اور اُنکا نظیر سوا ے میر کے کوئی دوسرا نہین دیکھا جاتا ہے یہ تو نہین کہا جاسکتا ہے کہ درد کو حافظ کے ساتھ ہمسری ہے۔ حافظ کے ساتھ نہ تو فارسی اور نہ اُردو کے کسی شاعر کو ہمسری حاصل ہے اسپر بھی درد کی غزل سرائی

بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھے جانے کا استحقاق رکھتی ہے - ذیل مین کچھ اشعار خواجہ کے نذر ناظرین ہوتے ہین -

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہمان وہان تھے تو ہی صاحب خانہ تھا

وا ے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

بھول جا چپ رہ عبث وسلیقے مت یاد کر
درد یہ مذکور کیا ہے آشنا تھا یا نہ تھا

اُن لبون نے نہ کی مسیحائی
ہمنے سو سو طرح سے مر دیکھا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نکھو سکا
مین چاہون اور کو تو یہ مجھسے نہو سکا

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ مین اثر
مین نے تو در گزر نہ کی جو مجھسے ہو سکا

کی تو تھی تاثیر آہ آتشین نے اسکو بھی
جب تلک پہونچے ہی پہونچے راکھ کا یان ڈھیر تھا

جفا سے غرض امتحان وفا ہے
تو کہہ کب تلک آزماتا رہے گا

اُسنے قصداً ابھی میرے نالے کو
نہ سُنا ہوگا گر سُنا ہو گا

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کرین
دل ہی نہین رہا ہے کہ کچھ آرزو کرین

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کرین

تو مجھ سے نہ رکھ غبار جی مین
آوے بھی اگر مزار جی مین

ہرچند نہین صبر تجھے درد و لیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بد نام کہین ہو

ہر طرح زمانے کے ہاتھون ہون ستم دیدہ
گر دل ہون تو آزردہ خاطر ہون تو رنجیدہ

کاش تا شمع نہ ہوتا گزر پروانہ
تم نے کیا قہر کیا بال و پر پروانہ

جون خواب ہے وابستہ غفلت یہ تماشا
کھل جائے اگر آنکھ تو پھر کیا نظر آئے

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھی میری چھاتی پہ سنگ ہے

یارو مرا شکوہ ہی بھلا کیجیے اُس سے
مذکور کسی طرح تو جا کیجیے اُس سے

تہمتین چند اپنے ذمہ دھر چلے
ہم یہان کیا آئے تھے کیا کر چلے

ایک بھی پُرزانہ ہم لائے تھے ساتھ
یان سے سمجھانے کو اک دفتر چلے

شمع کے مانند ہم اُس بزم مین
چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

ساقیا یان لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

تیری گلی مین مین نہ چلون اور صبا چلے
یون ہی خدا جو چاہے تو بندے کا کیا چلے

کہہ بیٹھیو نہ درد کہ اہل وفا ہون مین
اُس بیوفا کے آگے جو ذکر وفا چلے

یہی پیغام درد کا کہنا
گر صبا کوے یار مین گزرے

کون سی رات آن ملیے گا
دن بہت انتظار مین گزرے

روندے ہے مثل نقش قدم خلق یان مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہان مجھے

سبحان اللہ کیا غزل سرائی ہے کن کن باتون کی تعریف کیجائے۔ خاموشی از ثنائے توحد ثنائے تو۔ واقعی خواجہ صاحب کی غزل سرائی الہامی شاعری کا نمونہ ہے علاوہ سوز۔ گداز وغیرہ کے اُنکے کلام مین نفاست۔ متانت۔ شیرینی۔ ملاحت۔ رنگینی۔ بھی کس قدر پیدا ہے اور شوخی کس پاک درجہ کی آشکارا ہے۔ اِس شوخی کو اُس ناپاک شوخی سے کیا علاقہ جس پر جہال زمانہ وجد کرتے ہین۔ جو شوخی مطبوع عوام ہو رہی ہے اُسکی جھلک بھی خواجہ صاحب کے کلام مین پائی نہین جاتی ہے واقعی اِس زمانہ کے عوام کے خیالات جو شوخی کے مادے مین ہین۔ بہت

قابل اصلاح نظر آتے ہین کس واسطے کہ اُن خیالات کی بنا محض ... ہی پر ہے
اللھم احفظنا من ذلک -

میر تقی

میر - نام نامی آپکا میر محمد تقی ہے - لاریب میر صاحب اردو کے سلطان المتغزلین ہین - اور اُستاد ناسخ کی عقیدتمندی اُنکی جناب مین بے سبب نتھی - ع آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین ؛ میر صاحب کے چھ دیوان ہین - اسمین شک نہین کہ انمین بہت اشعار ایسے ہین کہ ترک کر دینے کے قابل ہین - اِس لیے کہ اُنمین یا پست خیالی کا نقصان لاحق ہے یا اُنکی شان اسقدر کم ہے کہ اُنکو میر صاحب کے کلام ہونے کا رتبہ حاصل نہین ہے - اِس پر بھی اگر ان چھ دیوانون سے انتخاب اشعار کیا جائے تو ایک نہایت حسب مراد دیوان مرتب ہو سکتا ہے - خیر راقم اب اپنے خیالات میر صاحب کے منتخب کلام کی نسبت ظاہر کرتا ہے اور وہ یہ ہین کہ اگر میر صاحب کے منتخب کلام پر نگاہ ڈالیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے کلام سے زیادہ خوبصورت کلام زبان اُردو مین کہین نہین ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ خواجہ میر درد کو مستثنی کر کے کسی شاعر ریختہ گو کو آجتک اُنکے کلام کی ہوا بھی نہین لگی ہے - واقعی میر صاحب کچھ ایسا کہہ جاتے ہین کہ ویسا کہنا تو درکنار اُنکے دو ایک مصراع کا چربہ بھی کسی سے نہین اُتر سکتا ہے سارا دیوان ذوق یا ناسخ کا پڑھ ڈالیے ایک مصراع بھی کہین نظر نہ آئیگا جس پر میر صاحب کے کلام کا دھوکا ہو سکے - حالانکہ ناسخ یا ذوق کے اُستاد الاستاد ہونے مین کسی صحیح الحواس کو عذر نہین ہو سکتا - اس حیرت افزا غزل سرائی کا سبب جو ڈھونڈھیے تو صرف اتنی باتون مین محدود پایا جاتا ہے کہ میر صاحب غزل سرائی مین کبھی واردات قلبیہ و امور ذہنیہ کے احاطہ سے باہر قدم نہین رکھتے ہین اور اُنکے وہی اشعار زیادہ دل پذیر معلوم

ہوتے ہین پھر زیادہ واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ سے متعلق معلوم ہوتے ہین میر صاحب کی غزل سرائی تمامتر شاعری کا داخلی پہلو رکھتی ہے۔ تب ہی تو اُنکے کلام مین سوز و گداز خستگی نشتریت رنگینی ملاحت شیرینی شوخی وغیرہ کی کیفیتین بدرجہ کثیر پائی جاتی ہین۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ کیفیتین ہین جو دل کو بھاتی ہین۔ پس جس شاعر کے کلام مین یہ کیفیتین موجود ہون گی۔ کیونکر اُسکا کلام دل آویز اور دلکش نہ ہوگا۔ یہ صفتین خواجہ میر درد صاحب کے کلام مین بھی موجود ہین۔ مگر بدانسبت فقیر خواجہ صاحب کے کلام مین میر صاحب کے کلام کے اعتبار سے خستگی کم ہے لیکن سوز و درد خواجہ صاحب کا میر صاحب سے بڑھا نظر آتا ہے۔ علاوہ اسکے پاکیزگی اور نفاست خواجہ صاحب کے کلام کی بہت قابل توجہ ہے اسی طرح میر صاحب کے کلام مین دل گرفتگی محزونی اور نشتریت خواجہ صاحب کے کلام سے زیادہ پائی جاتی ہے خیر ان سب کیفیات قلبی مین بھی دونون حضرات ایک دوسرے کے جواب نظر آتے ہین۔ مگر میر صاحب کو جو خواجہ صاحب پر غلبہ نظر آتا ہے وہ قوت شاعری کے اعتبار پر ہے کہ یہ قوت میر صاحب کو خواجہ صاحب سے زیادہ حاصل تھی۔

امر موازنہ سے علیحدہ ہوکر گذارش راقم میر صاحب کی غزل سرائی کی نسبت یہ ہے کہ اُنکی سخن سنجی کا انداز ایسا ہے کہ کسی شاعر سے اسکا تتبع نہ ہوسکا۔ بلکہ میر صاحب کے حسن کلام تک پہونچنے کی شعرا نے جس قدر کوششین کین اُسیقدر اُنھین پس پائی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ذوق نے نہایت انصافانہ فرمایا ہے شعر

ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا | نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب

اسی ناکامیابی نے مختلف شعرا کو مختلف غزل سرائی کی راہین سوجھائین۔ مگر کوئی

موصل الی المطلوب نہ نکلی - ذوق - ناسخ - آتش نے جسقدر منزلین طے کین میر صاحب کی غزل سرائی کے دیار سے دور پڑتے گئے - مومن نے راہ راست اختیار کی بھی تو چند منزل چلکر رہ گئے - غالب کا بھی یہی حال ہوا کہ منزلون راہ راست پر چلکر آخر کار اُنھین راہ زنون سے پالا پڑا اور منزل مقصود تک نہ پہونچ سکے - مختصر یہ ہے کہ جہان میر صاحب جاکر منزل گزین ہوئے وہان کوئی راہرو نہ پہونچ سکا - ذیل مین میر صاحب کے کچھ کلام نذر ناظرین ہوتے ہین -

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالہ سے شور نشور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

ہم خاک مین ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

کل پانون ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخوان شکستون سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
مین بھی کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا

کہا مین نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سُن کر تبسم کیا

جگر ہی مین یک قطرہ خون ہے سرشک
پلک تک گیا تو تلاطم کیا

اُلٹی ہوگئین سب تدبیرین کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا پیری مین لین آنکھین موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہین سو آپ کرین ہین ہمکو عبث بدنام کیا

شیخ جو ہے مسجد مین ننگا رات کو تھا میخانے مین
جبہ خرقہ - کرتا - ٹوپی مستی مین انعام کیا

یان کے سفید و سیہ مین ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جون تون شام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو
قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

منھ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہے اور کچھ ہی مجلس کا

جب جنون سے ہمین توسل تھا
اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا

یک نگہ کو وفا نہ کی گویا
موسم گل صفیر بلبل تھا

اُن نے پہچان کر ہمین مارا
مُنھ نہ کرنا ادھر تجاہل تھا

اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار
یاد ایام جب تحمل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

مارا زمین مین گاڑا تب اُس کو صبر آیا
اس دل نے ہمکو آخر یون خاک مین ملایا

جو جین کرے ہے بحر جہان مین ابھی تو تو
جانے گا وقت مرگ کہ عالم حباب تھا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت جو باس کیا

دل نے ہم کو مثال آئینہ
ایک عالم کا روشناس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

داغ فراق و حسرت وصل آرزوے شوق
مین ساتھ زیر خاک بھی ہنگامہ لیگیا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھ پر ہو گیا
قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا

بیکسی مدت تلک برسا کی اپنی گور پر
جو ہماری خاک پر سے ہو کے گزرا رو گیا

میر ہر یک موج مین ہے زلف ہی کا سا دماغ
جب سے وہ دریا پہ آکر بال اپنے دھو گیا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان — لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

سجدہ گردان ہی میر ہم تو رہے — دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پرپیچ و تاب — شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ — کل جو مین دیکھا اسے مطلق نہ پہچانا گیا

اشک آنکھون مین کب نہین آتا — لہو آتا ہے جب نہین آتا

ہوش جاتا نہین رہا لیکن — جب وہ آتا ہے تب نہین آتا

صبر تھا ایک مونس ہجران — سو وہ مدت سے اب نہین آتا

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش — گریہ کچھ بے سبب نہین آتا

جی مین کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم — پر سخن تا بہ لب نہین آتا

دور بیٹھا غبار میر اس سے — عشق بن یہ ادب نہین آتا

شب فروغ بزم کا باعث ہوا تھا حسن دوست — شمع کا جلوہ غبار دیدۂ پروانہ تھا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا

مغان مجھ مست بن پھر خندۂ ساغر نہ ہوویگا — مئے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لیکے رووےگا

اے گل نو دمیدہ کے مانند — ہے تو کس آفریدہ کے مانند

ہم امید وفا پہ تری ہوئے — غنچۂ دیر چیدہ کے مانند

سر اٹھاتے ہی ہو گئے پامال — سبزۂ نو دمیدہ کے مانند

ہم گرفتار حال ہین اپنے — طائر پر بریدہ کے مانند

دل تڑپتا ہے اشک خونین مین — صید خون طپیدہ کے مانند

میر صاحب بھی اسکے ہان تھے لیک — بندۂ زر خریدہ کے مانند

اگر راہ مین اُسکی رکھا ہے گام
گئے گذرے خضر علیہ السلام

دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی
سخن یان ہوا ختم حاصل کلام

میرے سنگ مزار پر فرہاد
رکھ کے تیشہ کہے ہے یا اُستاد

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
ہان کہو اعتماد ہے ہم کو

نامرادانہ زیست کرتا تھا
میر کا طور یاد ہے ہم کو

دیکھ تو۔ دل کہ جان سے اُٹھتا ہے
یہ دھوان ساکہان سے اُٹھتا ہے

خانۂ دل سے زینہار نہ جا
کوئی ایسے مکان سے اُٹھتا ہے

یون اُٹھے آہ اُس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہان سے اُٹھتا ہے

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کردیا ہمکو
وگرنہ ہم خدا تھے گر دلِ بے مدعا ہوتے

فلک اے کاش ہمکو خاک ہی رکھتا کہ اسمین ہم
غبار راہ ہوتے یا کسی کے خاکپا ہوتے

اپنی ہستی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

تازگی اُسکے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

بار بار اُسکے در پہ جاتا ہون
حالت اب اضطراب کی سی ہے

مین جو بولا کہا کہ یہ آواز
اُسی خانہ خراب کی سی ہے

میر اُن نیم باز آنکھون مین
ساری مستی شراب کی سی ہے

شمع صفت جب کبھی مرجائینگے
ساتھ لیے داغ جگر جائینگے

اب جو اک حسرت جوانی ہے
عمر رفتہ کی اک نشانی ہے

ہم قفس زاد قیدی ہین ورنہ
تا چمن ایک پرفشانی ہے

چہرہ سے اُٹھا برقع کو وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
زمین سخت اور آسمان دور ہے

دل اپنا نہایت ہے نازک مزاج
گرا گر یہ شیشہ تو پھر چور ہے

تربت میر پر ہین اہل سخن
ہر طرف حرف ہے حکایت ہے

تو بھی تقریب فاتحہ سے چل
بہ خدا واجب الزیارت ہے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی
مین نے مر مر کے زندگانی کی

حال بد گفتنی نہین میرا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میر نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

اب کی بھی سیر باغ کی جی مین ہوس رہی
اپنی جگہ بہار مین کنج قفس رہی

مین پاشکستہ جا نہ سکا قافلے تلک
آتی اگرچہ دیر صدائے جرس رہی

دن رات میری آنکھون سے آنسو چلے گئے
برسات اب کی شہر مین سارے برس رہی

جون صبح اس چمن مین نہ ہم کھل کے ہنس سکے
فرصت رہی جو میر تو بس اک نفس رہی

آج کل بے قرار ہین ہم بھی
بیٹھ جا چلنے ہار ہین ہم بھی

آن مین کچھ ہین آن مین کچھ ہین
تحفۂ روزگار ہین ہم بھی

منع گریہ نہ کر تو اے ناصح
اس مین بے اختیار ہین ہم بھی

نالے کر یو سمجھ کے اے بلبل
باغ مین یک کنار ہین ہم بھی

مدعی کو شراب ہم کو زہر
عاقبت دوستدار ہین ہم بھی

گر ز خود رفتہ ہین ترے نزدیک
اپنے تو یادگار ہین ہم بھی

میر نام اک جوان سنا ہوگا
اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

فقیرانہ آئے صدا کر چلے — کہ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم — سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے — ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے
کوئی نا امیدانہ کرتے نگاہ — سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے
دکھائی دیے یوں کہ بیخود کیا — ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر — جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو میں پوچھوں — " کہ بزم عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی

مصائب اور تھے پر دل کا جانا — " عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

واضح ہو کہ اشعار بالا راقم نے نمونہ کے طور پر میر صاحب کے دیوان اول سے انتخاب کر لیے ہیں۔ اِس انتخاب سے یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس دیوان میں اسکے علاوہ اور اشعار انتخاب کے قابل نہیں ہیں۔ بہر حال اتنے اشعار میر صاحب کے انداز کلام کو دکھانے کے واسطے کافی ہیں۔ حضرات اہل واقفیت سے مخفی نہیں ہے کہ اشعار بالا میں کیا کیا واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ کی کیفیتیں شاعری کے پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں۔ اور لطف بالاے لطف یہ ہے کہ یہ سب دشوار کیفیتیں جو مسائل علمیہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ایسی آسان اور سلیس زبان میں بیان کی گئی ہیں کہ اُس سے آسان اور سلیس تر زبان میں اُنکا بیان کیا جانا ممکن نہ تھا۔ واقعی کیا کیا دشوار مضامین کو جو محض قلب وذہن سے متعلق ہیں۔ میر صاحب ایسی آسانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ بیان فرما جاتے ہیں کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ اُنکی سادگی زبان کا عالم فی الحقیقت سحر الاہے

مومن دہلوی

بیان مضامین بیشتر تشبیہ استعارہ اور مبالغہ سے احتراز رکھتا ہے اور اگر کہین ان صنعتون کو دخل بھی دیتے ہین تو اس خوبصورتی سے کہ آورد کی کیفیت مطلق ظاہر نہین ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب شاعر سخن سنجی مین قاصر آتا ہے تب ہی تشبیہ استعارہ اور مبالغہ سے اپنے کلام مین اعانت لیتا ہے۔ ورنہ منقح خوش اسلوب پرتاثیر دلفریب جانفزا روح پرور نیچرل مضمون زینہار ایسی ایسی ترکیبون کا محتاج نہین ہوتا۔ چنانچہ بہت سے گیت دوہرے وغیرہ ایسے ہین کہ تمام تر تشبیہ استعارہ اور مبالغہ سے پاک ہین۔ مگر اُنکے مضامین کی عمدگی ایسی ہے کہ بے اختیار دل پر عجیب بامراد تاثیر پیدا کرتی ہے۔

مومن۔ حکیم مومن خان ذوق کے ہمعصر تھے۔ مگر ذوق سے غزلگوئی کا رنگ علیحدہ رکھتے تھے۔ غالب بھی اُسی زمانہ مین تھے۔ گو مومن کے بعد بہت دنون تک زندہ رہے۔ ہرچند مومن اور غالب دونون غزلسرائی مین شاعری کا دخلی پہلو برتتے تھے۔ تو بھی اِن دونون کے مذاق شاعری جداگانہ تھے۔ اہل نظر سے پوشیدہ نہین ہے کہ مومن کی جتنی غزلین ہین ایک ہی رنگ مین ڈوبی ہوئی ہین۔ مومن کی غزلسرائی دہلی کی غزلسرائی کا طور رکھتی ہے۔ غزلسرائی مین مومن بھی واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ کے مضامین حوالۂ قلم کرتے ہین۔ گو اُنکے بیان مین خواجہ درد یا میر صاحب کے کلام کی پُرتاثیری پائی نہین جاتی ہے۔ اِن دونون بزرگوار کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ جس طرح کمان سے تیر نکلے۔ ان کا کلام سامع کے دل پر فوراً جا بیٹھتا ہے۔ برخلاف اسکے مومن کا انداز سخن ہے کہ جب تک بغور اُنکے کلام پر نظر نہ ڈالیے لطف کلام حاصل ہی نہین ہوتا۔ اِس لیے بعض بے مغزون نے مومن کے دیوان کو مہمل قرار دیا ہے۔ اِسمین شک نہین کہ مومن ایک بڑے بلیغ

شاعر ہین - مگر میر صاحب کے کلام کی رفعت - جلالت - تمکنت خستگی - برشتگی کو نہین پہونچتے ہین اور ہر چند وصل فراق - غم - ملال - رنج - ضد - عداوت - حسد رشک - اضطراب - بیتابی - بیخوابی کے مضامین خوب باندھتے ہین - مگر اُن کے کلام سے کبھی کبھی کوچہ گردی کی بوآ جاتی ہے - اسپر بھی جوانانہ انداز کے ساتھ تہذیب کی عنان کبھی ہاتھ سے نہین دیتے - خیر خواجہ اور میر سے معاملات قلبیہ کے مضامین کی بندش مین مومن خان جو کچھ کم سمجھے جائین - مگر حقیقت حال یہ ہے کہ وہ ایک ایسے جبر سے غزل سرا ہین کہ اُنکی غزل سرائی پر اہل دہلی کو بلکہ ہر دیار کے اہل مذاق کو ناز ہونا چاہیے - مومن خان کی غزل سرائی تشبیہ سے اکثر پاک دیکھی جاتی ہے استعارے بھی کثرت سے داخل کلام نہین ہوتے اور مبالغے با مذاق سے خالی نہین دیکھے جاتے - انکی شاعری مین جو کچھ نقصان ہے وہ نقصان بندش ہے - نقصان مضامین نہین ہے مثلاً اگر تعقیدات کو اُنکے کلام مین دخل نہ ہوتا تو اُنکی غزل سرائی ترکیب زبان کے عیب سے پاک ہوتی - راقم قبل مین عرض کر چکا ہے کہ اکثر شعراے دہلی غزل سرائی مین شاعری کا داخلی پہلو برتتے ہین - برخلاف اسکے شعراے لکھنؤ خارجی پہلو سے بیشتر سروکار رکھتے ہین - راقم ذیل مین دو غزلین حوالہ قلم کرتا ہے - ایک مومن خان کی بحر اور دوسری خواجہ آتش کی - اہل نظر پر روشن ہے کہ مومن اپنی اس تمام غزل مین تین شعر کے سوا داخلی پہلو کے متمسک رہے ہین اور آتش ساری غزل مین خارجی پہلو سے کام لیا گیے ہین -

غزل مومن

کرتا ہے قتل عام وہ اغیار کے لیے	دس بیس روز مرتے ہین دو چار کے لیے

دیکھا عذاب رنج دل زار کے لیے
عاشق ہوئے ہین وہ مرے آزار کے لیے

قتل اُس نے جرم صبر جفا پر کیا مجھے
یہ ہی سزا تھی ایسے گنہگار کے لیے

لے تو ہی بھیجدے کوئی پیغام تلخ اب
تجویز زہر ہے ترے بیمار کے لیے

آتا نہین ہو تو تو نشانی ہی بھیجدے
تسکین اضطراب دل زار کے لیے

کیا دل دیا تھا اِسلیے مین نے تمھین کہ تم
ہو جاؤ یون عدو مرے اغیار کے لیے

چلنا تو دیکھنا کہ قیامت نے بھی قدم
طرز خرام و شوخی رفتار کے لیے

جی مین ہے سو تیون کی لڑی اُسکو بھیجدون
اظہار حال چشم گہر بار کے لیے

دیتا ہون اپنے لب کو بھی گلبرگ سے مثال
بوسے جو خواب مین ترے رخسار کے لیے

جیتا امید وصل پہ ہجران مین سہل تھا
مرتا ہون زندگانی دشوار کے لیے

مومن کو تو نہ لائے کبھی دام مین وہ بت
ڈھونڈھے ہے تار سبحہ کے زنار کے لیے

واضح ہو کہ گہربار۔ رخسار۔ اور زنار اشیاے خارجیہ سے ہین۔ ناچار ان اشعار کے مضامین بھی خارجی پہلو سے بند ہے۔ اگر مومن خان کچھ استعارہ پردازی پر عمل کر جاتے تو یہ قافیے داخلی پہلو کے مضامین کے ساتھ بندھ جاتے۔ غالب ہوتے تو ضرور یہی روش اختیار کرتے جیسا کہ اُنکی روش خاص کا تقاضا ہے۔

غزل خواجہ آتش

نامحرمی اپنی پردہ ہے دیدار کے لیے
ورنہ کوئی نقاب نہین یار کے لیے

نور تجلی ہے ترے رخسار کے لیے
آنکھین مری کلیم ہین دیدار کے لیے

قول اپنا ہے یہ سبحہ و زنار کے لیے
دو پھندے ہین یہ کافر و دیندار کے لیے

لطف چمن ہے بلبل گلزار کے لیے | کیفیت شراب ہے میخوار کے لیے
سیری نہ ہوگی تشنۂ دیدار کے لیے | پانی نہیں چہ ذقن یار کے لیے
اتنی ہی ہے نمود مرے یار کے لیے | شہرہ ہے جسقدر مرے اشعار کے لیے
دشت عدم سے آئے ہیں باغ جہاں میں ہم | بے داغ لالہ و گل ہے بے خار کے لیے
شمشاد اپنے طرہ کو نہ سیجے تو لیجیے | اس لالہ رو کی لٹ پٹی دستار کے لیے
وہ آنکھیں چہرے پر نہیں تیرے فقیر کے | وہ ٹھیکرے ہیں بھیک کے دیدار کے لیے
سرمہ لگایا کیجیے آنکھوں میں مہربان | اکسیر یہ سفوف ہے بیمار کے لیے
حلقہ میں زلف یار کے موتی پروئیے | دندان ضرور ہیں دہن یار کے لیے
گفت و شنید میں ہوں بسر روز بہار کے | گل کے لیے ہیں گوش زبان خار کے لیے

واضح ہو کہ خواجہ کی یہ غزل جسمیں ۲۲ شعر کی ہے بطرز نمونہ ایک طرف سے بارہ ۱۲ شعر نقل کر لیے گئے ہیں سوا مطلع کے کہ داخلی پہلو رکھتا ہے۔ جمیع اشعار اس غزل کے خارجی مضامین سے مشتمل ہیں۔ یہ ایک عمدہ مثال اس دعویٰ کی ہے کہ لکھنؤ کے استادان غزل بہت زیادہ خارجی مضامین برتتے ہیں۔ ساری غزل خواجہ کی واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ سے بمراحل دور ہے۔ جتنے امور عالم خارج سے متعلق ہیں۔ وہی احاطۂ بندش میں در آئے ہیں۔ برخلاف اسکے مومن کی غزل ہے کہ تین شعر کے سوا بقیہ اشعار غزل محض امور ذہنیہ ہیں اور ہر چند اعلیٰ درجہ کے واردات قلبیہ سے خبر نہیں دیتے ہیں۔ تو بھی امور داخلی ہونے کے باعث غزلیت ہی کی شکل قائم رکھنے والے ہیں۔ الحق غزل سرائی کے لیے داخلی پہلو کے مضامین نہایت مطبوع ہوتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ کا پہلا مطلع جو داخلی پہلو رکھتا ہے۔ بقیہ

اشعار غزل سے زیادہ غزلیت کا لطف رکھتا ہے - یہ تو خواجہ کی رنگینی طبیعت کی خوبی ہے کہ خارجی مضامین بھی انکی غزلون مین کچھ مزا دیجاتے ہین - ورنہ اگر کوئی دوسرا شاعر خارجی رنگ مین غزل لکھتا - تو یقینًا اسکی غزل ہیس سے خالی نہین ہوتی - اہل مذاق سے پوشیدہ نہین ہے کہ مومن کی غزل کسقدر غزلیت کا مزا دے رہی ہے - یہ لطف محض داخلی مضامین کی بدولت ہے - ورنہ بندش و زبان مین خواجہ کے اشعار مومن کے اشعار پر بدرجہا غالب ہین - ذیل مین کچھ مومن کے کلام نمونہ کے طور پر منسلک ہذا کیے جاتے ہین

مومن

رات کس کس طرح کہا نہ رہا
نہ رہا پر وہ ہمسر لقا نہ رہا

غیر آ کر قریب خانہ رہا
شوق اب تیرے آنے کا نہ رہا

تیرے پردے نے کی یہ پردہ دری
تیرے چھپتے ہی کچھ چھپا نہ رہا

غم مرا اس لیے کہ دنیا مین
نہ رہا مین مرا فسانہ رہا

مدعا غیر سے کہا تا وہ
سمجھے اب کچھ بھی مدعا نہ رہا

غیر چھیڑے ہی زخم دل پہ نمک
شور الفت مین بھی مزا نہ رہا

دل لگانے کے تو اٹھائے مزے
جی بلا سے رہا رہا نہ رہا

تو فلک مرگ ہم سے سب غافل
اب کسی کا بھی آسرا نہ رہا

مومن اس بت کے ہم ناز ہی ہین
ہم کو دعوی اتقا نہ رہا

ٹاکنے چاک گریبان کو تو ہر بار لگا
ہاتھ کٹواؤن جو ناصح لیے ہے اب تار لگا

بسکہ اک پردہ نشین سے دل بیمار لگا
جو مریضون سے چھپاتے ہین وہ آزار لگا

تو کسی کا بھی خریدار نہین پر ظالم
سر فروشون کا ترے کوچہ مین بازار لگا

کعبہ سے جانب بتخانہ پھر آیا مومن
کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا

میرے کوچہ مین عدو مضطر و ناشاد رہا
شب خدا جانے کہان وہ ستم ایجاد رہا

اُس روانی سے ذرا خنجر بیداد رہا
بارے اک دم اثرِ نالہ و فریاد رہا

نقدِ جان تھا نہ سزا لے دیت عاشق حیف
خونِ فرہاد سرِ گردن فرہاد رہا

لیچلا جوش جنون جانب صحرا افسوس
جب مرے کوچہ مین آکر وہ پریزاد رہا

گہہ غم حور گہے عشق بتان اے مومن
مین سدا سوختۂ حسن خداداد رہا

وعدۂ وصلت سے دل ہو شاد کیا
تم سے دشمن کی مبارکباد کیا

کچھ قفس مین ان دنون لگتا ہے جی
آشیان اپنا ہوا برباد کیا

نالۂ پیہم سے یان فرصت نہین
حضرت ناصح کرین ارشاد کیا

ہین اسیر اُسکے جو ہے اپنا اسیر
ہم نے سمجھے صید کیا صیاد کیا

شوخ بازاری تھی شیرین بھی مگر
ورنہ فرق خسرو فرہاد کیا

نشۂ الفت سے بھولے یار کو
سچ ہے ایسی بیخودی مین یاد کیا

نالہ اکدم مین اُڑا ڈالے دھوین
چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

جب مجھے رنج دل آزاری نہو
بیوفا پھر حاصل بیداد کیا

پاؤن تک پہونچی وہ زلف خم بخم
سرو کو اب باندھیے آزاد کیا

کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر
ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

دلربائی زلف جانان کی ہین
پیچ و تاب طرۂ شمشاد کیا

ان نصیبون پر کیا اختر شناس
آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا

روز محشر کی توقع ہے عبث
ایسی باتون سے ہو خاطر شاد کیا

گر بہا ہے خون عاشق ہو وصال
انتقام زحمت جلاد کیا

بتکدہ جنت ہے چلیے بے ہراس
لب پہ مومن ہر چہ بادا باد کیا

روز جزا جو قاتل دلجو خطاب تھا
میرا سوال ہی مرے خون کا جواب تھا

عاشق ہوئے ہین آپ کہین گو اسی پہ ہون
شب حال غیر مجھ سے زیادہ خراب تھا

وقت وداع بے سبب آزردہ کیون ہوئے
یون بھی تو ہجر مین مجھے رنج و عذاب تھا

کیا جی لگا ہے تذکرہ یار مین عبث
ناصح سے مجھکو آج تلک اجتناب تھا

روز جزا خدا بت جلاد کو ملا
گویا کہ خون ناحق مومن ثواب تھا

شب تم جو بزم غیر مین آنکھین چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

پوچھا کسی پہ مرتے ہو اور دم نکل گیا
ہم جان سے عنان بہ عنان صدا گئے

پھیلی وہ بو جو ہم مین نہان مثل غنچہ تھی
جھونکے نسیم کے یہ نیا گل کھلا گئے

مجلس مین اسنے پان دیا اپنے ہاتھ سے
اغیار سبز بخت تھے ہم زہر کھا گئے

اٹھا نہ ضعف سے گل داغ جنون کا بوجھ
قارون کی طرح ہم بھی زمین مین سما گئے

غیرون سے ہو وہ پردہ نشین کیون نہ بیحجاب
وہماے بے اثر مرے پردہ اُٹھا گئے

تھی بدگمانی اب اُنھین کیا عشق ہو گئی
جو اُسکے مرتے دم مجھے صورت دکھا گئے

تابندہ و جوان تو بخت رقیب تھے
ہم تیرہ روز کیون غم ہجران کو بھا گئے

بیزار زندگانی کا جینا محال تھا
وہ بھی ہماری لاش کو ٹھوکر لگا گئے

واعظ کے ذکر مہر قیامت کو کیا کہون
عالم شب وصال کے آنکھون مین چھا گئے

اے مومن آپ کب سے ہوے بندۂ بتان
بارے ہمارے دین مین حضرت بھی آ گئے

ذوق دہلوی

ذوق - شیخ ابراہیم ذوق ظفر شاہ کے اُستاد تھے بادشاہ کے حضور سے خان بہادر اور خاقانی ہند کے خطابون سے سرفراز بھی ہوے تھے - کوئی شک نہین کہ ذوق ایک بڑے ممتاز شاعر گزرے ہین - مگر اُنکی غزل سرائی غزل سرائی کے تقاضون کے مطابق پورے طور پر نہ تھی - اسی لیے اِس صنف شاعری مین وہ خواجہ میر درد یا میر تقی میر کے برابر نہین سمجھے جا سکتے ہین - ذوق غزل سرائی مین زیادہ خارجی مضامین باندھتے ہین - اور جو داخلی مضامین باندھتے ہین تو اُنمین درد اور میر کے کلام کے سوز و گداز خستگی وغیرہ کی کیفیت نہین پائی جاتی - پس ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اُنکی غزل سرائی ان دونون بزرگوار کی غزل سرائیون کا لطف نہین پیدا کر سکتی ہے - ذوق کے تمام دیوان کو دیکھکر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُنکے سو شعر مین نچھتر شعر خارجی رنگ کے ہوتے ہین - اسی لیے اُنکی غزل سرائی حضرات اہل لکھنؤ کی غزل سرائی سے زیادہ مشابہ نظر آتی ہے اور اسی لیے اُنکا کلام اُنکے معروف شعراے ہم وطن کے کلامون سے ایک علیحدہ انداز رکھتا ہے

اگر مومن اور غالب سے ذوق کو ملائیے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوق غزل سرائی مین اپنے ملکی مذاق کے پابند نہ تھے۔ بلکہ اُنکا مذاق غزل سرائی کا ایسا دکھائی دیتا ہے کہ جس سے وہ شیخ ناسخ اور خواجہ آتش کے ہم مذاق معلوم ہوتے ہین قوت شاعری کے اعتبار سے ذوق ایک زور آور شاعر تھے۔ اُن کی خلاقی سخن بلند پروازی نازک خیالی نفیس مزاجی وغیرہ وغیرہ مین کسی کو مجال گفتگو نہین ہے۔ مگر غزل سرائی مین وہ اُس روش کے پابند نہین رہے ہین۔ جو درد اور میر کی تھی۔ اِسی لیے اُنکی غزلین باوجود عالی خیالی وغیرہ کے وہ تاثیر قلبی پیدا نہین کرتی ہین۔ جسکی متقاضی غزل سرائی ہے۔ حضرت ذوق کے کچھ کلام بطرز نمونہ ذیل مین نذر ناظرین ہوتے ہین۔ جس سے اُنکی غزل سرائی کا رنگ ہویدا ہوگا

ذوق کے خارجی مضامین کے اشعار

شوق نظارہ ہے جیسے اُس رخ پرنور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

واضح ہو کہ یہ غزل کی غزل جو شیخ ناسخ کی غزل پر لکھی گئی ہے۔ ناسخ کی غزل کی طرح تمام تر شاعری کا خارجی پہلو رکھتی ہے۔ ذوق کی اس غزل سرائی مین پچیس شعر ہین اور سب کے سب کم و بیش طور پر خارجی مضامین سے مشتمل ہین۔

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا	پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا
واہ کیا مرہم زخم دل بیتاب بنا	آپ سے نشتر سر تیز کے تیزاب بنا

یون تن خاکی مین دل روشن ہمارا ہو گیا
جس طرح پانی کنوئین کی تہ مین تارا ہو گیا

میرے نالون سے جو پانی سنگ خارا ہو گیا
کوہ کے چشمون کا ہر آنسو شرارا ہو گیا

یان تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا
جھلسے ہین منھ شکار کیے پر بھی شیر کا

جس گھر مین ہو لڑائی وہان آدمی نہین
کانٹا سمجھیے سیہ کا یا گل کنیر کا

دریائے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا

ان سب غزلون کے بھی اکثر اشعار تمامتر خارجی پہلو رکھتے ہین۔

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنون صیاد کا

روز مرگ عاشق ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شور ماتم غل مبارکباد کا

آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہین یہ سخت جان
کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

یہ تینون شعر اُس غزل کے ہین جو ذوق نے ناسخ کی غزل پر لکھی تھی۔ یہ غزل بھی ناسخ کی غزل کی طرح اکثر خارجی مضامین سے مشتمل ہے اور کھلے ڈلے طور سے ناسخ کا رنگ رکھتی ہے۔

عالم ہے زندگی مین زمانہ شباب کا
گلشن مین برگ برگ ہے پھول آفتاب کا

جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تاب عتاب کا
جلتا نہین ہے برق سے دامن سحاب کا

اے گلرخو نہ چھیڑنا دامن سحاب کا
دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا

اس غزل کے بھی تمام اشعار خارجی پہلو رکھتے ہین - یہ غزل بھی ناسخ کے رنگ کی ہے - اور ناسخ کی زمین مین لکھی گئی ہے -

بھڑکتا کیا کہون سینہ مین اپنے آتش غم کا | کہ جاے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہان مین عرصہ عشرت سے سوا دہ چند ہے غم کا | کہ ہے گر عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

یہ زمین بھی ناسخ کی ہے اور رنگ بھی شیخ ہی کا ہے -

برنگ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا | کہ ہے باغ جہان مین غنچۂ تصویر دل میرا

مجنون نے دی لگا جو سر خار زار پشت | پشت اب ہجوم خار سے ہے پشت خار پشت

ان دونون غزلون کے اشعار اکثر خارجی پہلو رکھتے ہین -

تھی زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ | قطرون سے پر عرق کے بنی یاسمین کی شاخ

یہ ایک بڑی طولانی غزل ہے اور غزل کا رنگ خارجی ہے

بادام دو جو بھیجے ہین ٹوسے مین ڈال کر | ایما ہے یہ کہ بھیج دے آنکھین نکال کر

وہی خارجی رنگ اس غزل کا بھی ہے - اسی طرح استاد ذوق کے صدہا اشعار ہین کہ جو شاعری کا خارجی پہلو رکھتے ہین - راقم عرض کرچکا ہے کہ خارجی مضامین غزل سرائی کے تقاضون کے مطابق نہین ہوتے - پس جتنے حضرات غزل سرا کیا قادری

اور کیا اُردو کے جنھون نے شاعری کا خارجی پہلو اختیار کیا ہے۔کبھی اغراض غزل سرائی کو پورا نہین کر سکے۔مگر حضرت ذوق کی نسبت اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ آپکا کلام اُس درجہ پس کو نہین پہونچا ہوا ہے کہ جو خارجی پہلو کی غزل سرائی نے عموماً منتج ہوتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ ہر چند عموماً غزل سرائی مین ذوق خارجی شاعری برتتے ہین مگر اُنمین ایک خاص بات یہ ہے کہ خارجی مضامین کو کسیقدر قلبی اور ذہنی امور کے ساتھ ممزوج کر دیتے ہین جسکے باعث اُنکی غزل سرائی سیٹھے ہونے سے بچ جاتی ہے یہی اتنی بات ناسخ مین نہین ہے ورنہ ناسخ خلاقی مضامین بلند پروازی اور صفائی بندش مین ذوق پر یقیناً غالب ہین۔

ذوق کے داخلی مضامین کے اشعار

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

لحد مین بھی ترے مضطر نے آرام
خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا

سراغ عمر رفتہ ہاتھ کیا آئے
کبھی جسکا نشان پا نہ پایا

رہ گم گشتگی مین ہم نے اپنا
غبار راہ بھی عنقا نہ پایا

جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا
کہین ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دل شیدا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہی جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

واضح ہو کہ وہ غزل جس سے اشعار بالا انتخاب کر لیے گئے ہین۔طولانی ہے مگر اُسکے علاوہ اُس غزل کے جتنے اشعار ہین خارجی پہلو رکھتے ہین۔یہ اشعار بھی جو

ہین کچھ ایسا داخلی پہلو نہین رکھتے کہ درد یا میر کے کلام کا لطف دکھا سکین۔ یون تو اُستاد کے شعر ہین۔ خوش خیالی اور خوش ترکیبی سے خالی نہین ہو سکتے۔

ایک دم بھی ہمکو جینا ہجر مین تھا ناگوار
پر امید وصل پر برسون گوارا ہوگیا

اِس غزل مین تیرہ شعر ہین۔ مگر اُنمین یہی ایک شعر ہے جو داخلی پہلو رکھتا ہے۔

مین ہجر سے مرنیکے قرین ہو ہی چکا تھا
تم وقت پر آپہونچے نہین ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہوتا
حکم ازلی ذوق یون ہی ہو ہی چکا تھا

سبحان اللہ کیا خوب اشعار ہین۔ مگر باقی اشعار غزل خارجی شاعری سے خبر دیتے ہین

بندہ نوازیان تو یہ دیکھو کہ آدمی
جزو ضعیف محرم اسرار کل ہوا

سوا اِس شعر کے باقی اشعار غزل وہی خارجی رنگ رکھتے ہین۔

اِس طپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش مین عشق مین سرتا بقدم دل ہوتا

آپ آئینہ ہستی مین ہے تو اپنا حریف
ورنہ یان کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

سینۂ چرخ مین ہر اختر اگر دل ہے تو کیا
ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ہاتھ
ذوق حل کیونکہ مرا عقدہ مشکل ہوتا

بقیہ اشعار داخلی پہلو نہین رکھتے۔

مذکور تری بزم مین کس کا نہین آتا — پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

اِس غزل مین بھی داخلی پہلو کے اشعار کے علاوہ خارجی پہلو کے اشعار کی کچھ کمی نہین ہے۔ اور جو اشعار داخلی پہلو کے ہین بھی اُن مین درد اور میر کے کلامون کی جذباتی قوت نہین پائی جاتی۔ حضرات ناظرین اِس غزل کو ذوق کے دیوان مین ملاحظہ فرمائین بخیال اختصار یہان درج نہین کی جاسکی

ہین اُس صنم سے ملنے کے رستے تو سیکڑون — پر کوئی راست ہی کوئی رستہ ہی پھیر کا

باقی اشعار غزل خارجی پہلو رکھتے ہین جیسا کہ اکثر اشعار حضرت ذوق کے یہی رنگ رکھا کرتے ہین۔

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا — رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا
کہین مجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہان ڈھونڈا — پھر آخر دل ہی مین دیکھا بغل ہی مین سے تو نکلا

اِس غزل کے اشعار بھی زیادہ خارجی رنگ رکھتے ہین۔

ہم ہین اور سایہ ترے کوچے کی دیوارون کا — کام جنت مین ہی کیا ہم سے گنہگارون کا

بقیہ اشعار غزل یا خارجی پہلو رکھتے ہین یا داخلی اور خارجی رنگ سے مرکب ہین۔

لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھا مگر — ایک تیرا نہ مجھے درد جدائی ہوتا

باقی اشعار غزل کا وہی رنگ ہے جو عموماً کلام ذوق کا ہوا کرتا ہے۔

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبہ گئے	ذوق ہر بت قابل بوسہ ہی اس بتخانہ مین
ذوق اس صلوت کدہ مین ہین ہزارون صورتین	کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہین
نازہی گل کو نزاکت پہ چمن مین لے ذوق	اُسنے دیکھے ہی نہین ناز و نزاکت والے

سبحان اللہ اشعار بالا کیا خوب ہین ایسے ہی اشعار شاعر کو اُستاد کہلا دیتے ہین - بہرحال جن غزلون سے یہ اشعار انتخاب ہوسے ہین وہ غزلین پورسے طور پر داخلی رنگ نہین رکھتی ہین اُنکے بہت سے اشعار خارجی رنگ کے بھی ہین -

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ اُستاد ذوق غزل سرائی مین زیادہ خارجی شاعری کا پہلو اختیار فرماتے ہین - یا مرکب رنگون کو برت جاتے ہین اُنکے دیوان مین ایسے اشعار کے عدد جو محض داخلی رنگ رکھتے ہین یقیناً کم ہین - شاید یہی سبب ہے کہ اکثر حضرات اہل لکھنؤ سوا ذوق کے دہلی کے کسی غزل سرا شاعر کو چشم رغبت سے نہین دیکھتے ہین - بلکہ جو حضرات وہان کے دہلی کی غزل سرائی کے انداز کو پسند فرماتے ہین اپنے ہموطنون مین انگشت نما ہوجاتے ہین - کچھ شک نہین کہ ذوق کی غزل سرائی اُستادانہ جلوہ دکھلاتی ہے - مگر غزل سرائی کا اصل تقاضا یہ ہے کہ تمامتر داخلی شاعری سے سروکار رکھے - جیسا کہ خواجہ میر درد - یا میر تقی میر کی غزل سرائی کھلے ڈلے طور پر داخلی رنگ رکھتی ہے - لاریب غزل سرائی کے لیے داخلی رنگ کی پابندی واجبات سے ہے - اگر کوئی غزل سرا اس رنگ کو اختیار کرے گا تو ضرور کم و بیش طور پر اُسے اس صنعت شاعری کے برتنے مین کامیابی حاصل ہوگی - اور اگر اعلیٰ درجہ کے قوی اخلاقیہ رکھتا ہے اور اُسکے واردات قلبیہ ارفع رتبہ کے ہین - تو عجب نہین کہ قوت شاعری کے حاصل

رہنے پر اُسکا کلام درد یا میر کا انداز پیدا کرے - ظاہرا اُستاد ذوق کے کلام مین متانت رفعت جلالت عظمت مضمون خیزی نفیس پسندی عالی خیالی بلند پروازی طبیعت داری وغیرہ وغیرہ کی خوبیان بین طور پر نمایان ہین - مگر چونکہ مضمون بندی معاملات قلبیہ اور امور ذہنیہ سے حسب مراد طور پر مشتمل نہین معلوم ہوتی ہے اُن کی غزل سرائی دلچسپی نہین پیدا کرتی ہے - یعنی جو درد اور میر کی غزل سرائی سے لطف اُٹھتا ہے - اُن کی غزل سرائی سے نہین اُٹھتا -

منجملہ قابل لحاظ وصفون کے اُستاد ذوق مین ایک بڑا وصف یہ ہے کہ حضرت اُردو کے محاورون کو ایسی آسانی اور روانی کے ساتھ اپنے اشعار غزل مین باندھ جاتے ہین کہ اہل اطلاع کی طبیعت نہایت لذت یاب حیرت ہوتی ہے - لاریب فطری طور پر محاورون کی بندش شاعر کے کلام کو بڑا حسن بخشتی ہے اور لغز گفتاری کو نہایت معین ہوا کرتی ہے کچھ اشعار ذیل مین ایسے درج کیے جاتے ہین کہ محاورہ بندی کے نمونے ہین -

نیچہ یار نے جسوقت بغل مین مارا اُسنے جب بال بہت دو بدل مین مارا	جو چڑھا مُنھ آسکے میدان اجل مین مارا ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا
نالہ اُس شور سے کیون میرا دہائی دیتا	اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا	لگی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

کل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین مل گیا	یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین مل گیا
کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھ کر مرے خیال مین وہ چشم فتنہ گر چڑھ کر	عجب مزا ہے جو مر جائیے کسی کے سر چڑھ کر یہ خانہ جنگ بنی آئی لڑنے گھر چڑھ کر
تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین	چپ کہ مُنھ چھوٹا سا اور بات بڑی تو نہین

نمونہ از خروارے سینکڑون ایسے اشعار ہین جنمین اُستاد نے محاورہ بندی کا لطف دکھایا ہے۔ سب کے انتخاب کا یہان موقع کہان ہے جو درج ہذا کیے جائین۔ البتہ ذوق مصلح زبان نہوئے۔ یہ دولت اُستاد ناسخ کے لیے اُٹھا رکھی گئی تھی۔ جو اپنے وقت پر اُس یگانۂ روزگار کو حوالہ کی گئی۔

غالب دہلوی

غالب۔ مرزا نوشہ نواب اسد اللہ خان۔ غالب فارسی اور اُردو دونون زبانون کے نام اور شاعر ہین اُنکی فارسی کی غزل سرائی کی نسبت راقم اظہار خیالات کرچکا ہے۔ اب اُنکی اُردو کی غزل سرائی کی کیفیت عرض کرنے کو ہے غالب اُن شاعرون مین ہین جو ہر صنعت شاعری سے مناسبت رکھتے تھے۔ مگر یہان اُنکی اُردو کی غزل سرائی پر بحث ہے حضرت نے ذوق۔ مومن۔ ناسخ۔ آتش اِن سب اُستادون کے زمانے دیکھے اور ان سب اساتذہ کے بعد رحلت فرمائی۔ ذوق سے شاعرانہ سابقہ بھی ظہور مین آیا۔ مگر مومن سے کیا طور حضرت کا رہا فقیر کو نہین معلوم ناسخ سے لطف مراسلات حاصل تھا۔ آتش کے ساتھ موافقت یا مخالفت کی کوئی بات علم راقم مین نہین ہے۔ اُردو کی غزل سرائی کے اعتبار سے مرزا نوشہ

بہت قابل توجہ شاعرہین اپنی غزل سرائی کی نسبت حضرت فرماتے تھے کہ میری غزل گوئی کی ابتدا تھی کہ ناسخ مرحوم کا دیوان دہلی مین پہلے پہل پہونچا - شیخ کی سخن سنجی کی تمام شہر مین دھوم مچ گئی - مین نے اور مومن نے اُن کا متتبع ہونا چاہا ہم لوگون نے شیخ مرحوم کے رنگ مین مشق کلام کرنا شروع کیا - مگر شیخ کا رنگ ہم لوگون مین نہ آیا - مومن مشق کے بعد ویسے ہو گئے جیسا اُنکا رنگ دیکھا جاتا ہے اور ہم میر کے رنگ مین درآئے - اِس جگہ پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ مومن اور غالب کے عجز اور تتبع کا سبب اور کچھ نہ تھا - الّا یہ کہ یہ دونون شاعران نامی اقتاد طبیعت سے داخلی شاعری کے برتنے کی قابلیت رکھتے تھے - پس ناسخ کی شاعری جو محض خارجی رنگ رکھتی ہے - کیونکر اُنکی خلقی صلاحیت کے ساتھ موافق پڑتی - بہرحال غالب کا یہ فرمانا کہ ہم میر کے رنگ مین درآئے - واقعات سے بہت بعید نہین ہے - حقیقت یہ ہے کہ غالب کی غزل سرائی مین میر کی جھلک نمایان ہے لاریب واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ کے مضامین غالب قریب قریب میر صاحب کی پرتاثیری کے ساتھ باندھ جاتے ہین - مگر حالت یہ ہے کہ اُنکے مختصر دیوان مین بہت کم شعر ہین - جو میر صاحب کی سادگی کلام کا لطف دکھاتے ہین - زیادہ حصہ اُنکے کلام کا استعارات سے بھرا ہوا ہے - اضافتون کی وہ بھرمار ہے کہ بعض وقت جی گھبرا اُٹھتا ہے کہ آلہی اضافتون کا سلسلہ کب ختم ہوگا - الفاظ فارسی کی وہ کثرت دیکھی جاتی ہے کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ اُردو کے اشعار زیر نظر ہین یا فارسی کے ان باتون کے علاوہ کبھی کبھی اغلاق مضامین کا وہ عالم دکھائی دیتا ہے کہ ادراک اپنے فعل مین قاصر ہونے لگتا ہے - بلاشبہہ اُنکے ایسے کلام کوئی

لطف غزلیت نہین رکھتے۔ اگر اُنکے دیوان کا کوئی انتخاب جدید کیا جائے تو لازم ہے کہ ایسے ایسے مغلق اشعار خارج از دیوان کر دیے جائین لیکن ان معائب سے گزر کر اگر اس یکتائے روزگار کے کلام کو انصاف کی نگاہ سے دیکھیے تو پھر حُسن کی کوئی انتہا بھی نظر نہین آتی۔ واقعی جوسوز۔ گداز۔ خستگی۔ درد۔ برشتگی۔ نشتریت بلند پروازی نازک خیالی حکمت متانت جلالت تہذیب شوخی غالب کے کلام مین ہے باستثنائے درد و میر کسی اُستاد کے کلام مین نہین پائی جاتی ہے نشتریت تو ایسے غضب کی ہے کہ میر صاحب کے کلام مین بھی اس سے زیادہ نہوگی۔ پرتاثیری کا کیا کہنا۔ دل بے اختیار چلا اُٹھتا ہے کہ غزل سرائی اسے کہتے ہین۔ شوخی کا وہ عالم ہے کہ طبیعت بے چین ہوئی جاتی ہے۔ عالی مذاقی روح کو عالم بالا کی سیر دکھاتی ہے۔ واردات قلبیہ کے مضامین کی خوبی جذباتی معاملات کے تماشے پیش نظر کر دیتی ہے۔ اور مختصر یہ ہے کہ حضرت کے کمالات گوناگون کا وہی قائل نہ ہوگا۔ جسے قلبی نعمتون سے فطرت نے محروم رکھا ہے۔ ذیل مین کچھ کلام معجز نظام نذر ناظرین ہوتا ہے۔

غالب

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے
ہمنے چاہا تھا کہ مر جائین سو وہ بھی نہ ہوا

محرم نہین ہے توہی نواہاے راز کا ″ یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

منھ نہ کھلنے پر وہ عالم ہے کہ دیکھا ہی نہین ″ زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے منھ پر کھلا

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ ″ ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

حیف اُس چارگرہ کپڑے کی قسمت غالب ″ جس کی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اُڑینگے پرزے ″ دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا نہ ہوا

واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہو ″ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائیگا

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے ″ کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو ″ یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

دلِ نادان تجھے ہوا کیا ہے ″ آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار ″ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

مین بھی منھ مین زبان رکھتا ہون ″ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود ″ پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ہمکو اُن سے وفا کی ہے امید ″ جو نہین جانتے وفا کیا ہے

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منھ پر رونق ″ وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

کب وہ سنتا ہے کہانی میری ″ اور پھر وہ بھی زبانی میری

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ″ ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے

واضح ہو کہ اشعار بالا کے رنگ کے بہت اشعار دیوان غالب مین موجود ہین سب کے انتخاب کا یہان موقع نہین ہے حضرات شائقین خود دیوان کو ملاحظہ فرمالین لیکن چونکہ غزل سرائی حضرت غالب کی سوز و گداز درد محبت خستگی برشتگی نشتریت عالی خیالی

دل آویزی خوش مذاقی شیرین بیانی نفیس پسندی شوخی رفعت تمکنت جلالت متانت وغیرہ سے معمور ہین - اِس لیے چند پوری غزلین ذیل مین درج کی جاتی ہین کہ حضرات ناظرین اُن سے حظ روحی اُٹھائین اور ہرچند اُنمین میر صاحب کے کلام کے سادگی نہین ہے توبھی اُنمین غزلیت کا ایسا لطف ہے کہ یہ لطف کمتر اُستادون کے کلام مین دیکھا جاتا ہے -

غزل نمبر ۱

درد منت کش دوا نہ ہوا — مین نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو — اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
ہم کہان قسمت آزمانے جائین — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا
ہے خبر گرم اُن کی آمد کی — آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا
جان دی دی ہوئی اُسیکی تھی — حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا
زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رک گیا روا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دلستانی ہے — لیکے دل دلستان روا نہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین — آج غالب غزل سرا نہ ہوا

غزل نمبر ۲

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلا
اُس مین کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون
کبھی فتراک مین تیری کوئی نخچیر بھی تھا

قید مین ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہان کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا
بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا

یوسف اُسکو کہون اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو مین لائق تعزیر بھی تھا

دیکھ کر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹھنڈا
نالہ کرتا تھا و لے طالب تاثیر بھی تھا

پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی
آخر اُس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

ریختی کے تمہین اُستاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

غزل نمبر ۳

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوے
ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین
شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا

بر روے شش جہت در آئینہ باز ہے
یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

وا کر دیے ہین شوق نے بند نقاب حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہین رہا

گو مین رہا رہین ستم ہاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں
حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہین رہا

بیدادِ عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

غزل نمبر ۴

جور سے باز آئین پر باز آئین کیا
کہتے ہین ہم تجھ کو منھ دکھلائین کیا

رات دن گردش مین ہین سات آسمان
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھین لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا

ہو لیے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یا رب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

موج خون سر سے گذر ہی کیون نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائین کیا

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائین کیا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

غزل نمبر ۵

عشرتِ قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت مین مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جُدا ہو جانا

دل ہوا کشمکشِ چارۂ زحمت مین تمام
مٹ گیا گھسنے مین اِس عقدہ کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بدم سرد ہوا
باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہوجانا

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غم فرقت مین فنا ہوجانا

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہوجانا

تاکہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوائے صیقل
دیکھ برسات مین سبز آئینہ کا ہوجانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہوجانا

غزل نمبر ۶

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

یاد تھین ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین

تھین بنات النعش گردون دن کو پردے مین نہان
شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہوگئین

جوئے خون آنکھون سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
مین یہ سمجھونگا کہ شمعین دو فروزان ہوگئین

ان پریزادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام
قدرت حق سے یہی حورین اگر وان ہوگئین

نیند اسکی ہے دماغ اسکا ہے راتین اسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہوگئین

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دلکے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین ابھرین پے بپے
میری آہین بخیۂ چاک گریبان ہوگئین

وان گیا بھی مین تو اُن کی گالیون کا کیا جواب
یاد تھین جتنی دعائین صرف دربان ہوگئین

جانفزا ہی بادہ جسکے ہاتھ مین جام آگیا
سب لکیرین ہاتھ کی گویا رگِ جان ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹجاتا ہے رنج
مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان
دیکھنا اِن بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

غزل نمبر ۷

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین
بیٹھے ہین رہگزر پہ ہم غیر ہمین اُٹھائے کیون

جب وہ جمال دلفروز صورتِ مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ مین منہ چھپائے کیون

دشنۂ غمزۂ جان ستان ناوکِ ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیون

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون

حسن اور اُسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

وان وہ غرور عز و ناز یان یہ حجاب پاس وضع
راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلائے کیون

ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین
روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیون

غزل نمبر ۸

کسیکو دیکے دل کوئی نواسنج فغان کیون ہو
نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منھ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نچھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہمسے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

قفس مین مجھسے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہی جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دلمین نہین ہین پھر یہ بتلاؤ
کہ جب دلمین تمہین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

غلط ہی جذبِ دل کا شکوہ دیکھو جرم کسکا ہی
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو

یہی ہی آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین
عدو کے ہولیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جسکے اسکا دشمن آسمان کیون ہو

نکالا چاہتا ہی کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بیمہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

غزل نمبر ۹

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہی کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دلکے خون کرنیکی فرصت ہی سہی

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

غزل نمبر ۱۰

دل سے تری نگاہ جگر تک اوتر گئی
دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان
اُٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اُڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار مین
بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

دیکھو کہ دل فریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

نظارہ نے بھی کام کیا وان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

مارا زمانہ نے اسد اللہ خان تمہین
وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

غزل نمبر ۱۱

کوئی دن گر زندگانی اور ہے — اپنے جی مین ہمنے ٹھانی اور ہے

آتشِ دوزخ مین یہ گرمی کہان — سوزِ غمہاے نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہین اُن کی رنجشین — پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

دے کے خط مُنھ دیکھتا ہے نامہ بر — کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے

قاطعِ اعمار ہین اکثر نجوم — وہ بلاے آسمانی اور ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

غزل نمبر ۱۲

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوے — جوشِ قدح سے بزم چراغان کیے ہوے

کرتا ہون جمع پھر جگرِ لخت لخت کو — عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگان کیے ہوے

پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم — برسون ہوے ہین چاک گریبان کیے ہوے

پھر گرمِ نالہاے شرربار ہے نفس — مدت ہوئی ہے سیرِ چراغان کیے ہوے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق — سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوے

پھر بھر رہا ہے خامۂ مژگان بخونِ دل — سازِ چمن طرازیِ دامان کیے ہوے

باہم دگر ہوے ہین دل و دیدہ پھر رقیب — نظّارہ و خیال کا سامان کیے ہوے

دل پھر طوافِ کوے ملامت کو جاے ہے — پندار کا صنم کدہ ویران کیے ہوے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرض متاع عقل و دل و جان کیے ہوے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
صد گلستان نگاہ کا سامان کیے ہوے

پھر چاہتا ہون نامہ دلدار کھولنا
جان نذر دلفریبی عنوان کیے ہوے

مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس
زلف سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوے

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل مین آرزو
سرمہ سے تیز دشنۂ مژگان کیے ہوے

اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغ مے سے گلستان کیے ہوے

پھر جی مین ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہین
سر زیر بار منت دربان کیے ہوے

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوے

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کیے ہوے

فقیر کی دانست مین اگر کوئی شاعر اپنی تمام عمر مین صرف بارہ غزلین ایسی جو بالا مین رقم ہوئین تصنیف کرے تو اُسے صاحب دیوان ضخیم ہونے کی حاجت نہین ہے یہ غزلین اعلیٰ درجہ کی غزل سرائی سے خبر دیتی ہین - علاوہ ان کے اور بھی غزلین دیوان غالب مین موجود ہین - جو انتخاب کا حکم رکھتی ہین - یہ بارہ تو صرف نمونہ کے طور پر مندرج کی گئی ہین - بہرحال یہ بارہ غزلین اہل انصاف کو راے قائم کرنے کے واسطے کافی ہین - حقیقت یہ ہے کہ اُستاد غالب اُردو مین بڑے غزل سرا گذرے ہین - یون تو بے عیب ذات خدا کی ہے - مگر اس پر بھی اُنکی غزل سرائی معائب غزل سرائی سے بہت کچھ پاک ہے لاریب اُنکی غزل سرائی قریب قریب غزل سرائی کے تقاضون کے موافق ہے - اگر غالب - درد - یا میر تک اس صنف شاعری مین نہین

پہونچتے ہین توان دونون اُستادون کے بعد انھین کا درجہ ہے واقعی باستثناے خواجہ
و میر کسی کی غزل سرائی ایسی نہین دیکھی جاتی ہے جو دل کو ہلا دے یون تو پرتاثیری سے
اُستادون کا کلام خالی نہین ہوتا۔ اِس جگہ فقیر اپنی ذاتی کیفیت دلی کو عرض کر رہا ہے
نہین معلوم کہ اِس عاجز کا قول کلیہ کا حکم رکھتا ہے یا نہین۔ مگر اکثر کیفیتین جو احقر پر
غالب کے شعرون سے گزری ہین۔ اُنسے اپنی راے وہی قائم ہوا کی ہے۔ جسے تجربہ
شخصی کے طور پر اس ہیچدان نے بالاہین عرض کیا۔ خواجہ میر درد۔ اور میر تقی میر کے
کلامون کی پرتاثیری سے تو کسیکو انکار نہین ہو سکتا۔ مگر غالب کی نسبت بھی فقیر کا یہی
عقیدہ ہے کہ اُنکے کلام کی تاثیر عجب انگ ڈھنگ رکھتی ہے۔ راقم بہت ایسی صحبتون
مین شریک رہا ہے کہ جہان بہت اُستادون کے کلام پڑھے گئے ہین۔ مگر غالب کے
کلام نے رنگ جلسہ کو بدل دیا ہے۔ ایک بار کی سرگزشت ہے کہ بندہ سیر و شکار
کی نظر سے ایک صحرا مین خیمہ زن تھا۔ کچھ ارباب مذاق جو مدعو تھے۔ شام کے بعد
شعر خوانی فرمانے لگے۔ بہت سے اُستادون کے کلام پڑھے گئے اور سب حضرات
تلذذ روحی اُٹھاتے گئے۔ آخر مین ایک طبیعت دار جوان رعنا نے یہ مقطع غالب
کا پڑھا ؎ عمر اپنی جو اسیطرح یہ گذری غالب ٭ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے ٭
یہ شعر غیر معروف نہ تھا۔ مگر اُس سے کچھ عجیب کیفیت قلبی پیدا ہوئی۔ اُسوقت سے
تا سحر اِس دل گرفتہ کو سخت بیقراری لاحق رہی۔ فقیر کے دل سے اُس دن کی
نماز صبح کا مزا نہین جاتا۔ کاش ایسی صبح دولت خیز ہر روز نصیب ہوتی۔ واقعی
جس کلام مین تاثیر نہ ہو تو وہ کلام گو ہزار صنائع بدائع سے بھرا ہوا ہو۔ قابل
نفرت ہے۔ اسی طرح ایک بار شب کو ایک دوست نے خواجہ میر درد کے یہ

دو شعر پڑھے ؎

یہی پیغام درد کا کہنا	جب صبا کوئے یار مین گذرے
کون سی رات آن ملیے گا	دن بہت انتظار مین گذرے

حالانکہ ان شعرون سے بھی عاجز کو سابق سے واقفیت حاصل تھی۔ مگر دل کا یہ عالم ہوا کہ خدا تیری پناہ۔ وہ رات تو بری گذری۔ مگر ایک ہفتہ تک وحشت کی کیفیت قائم رہی۔ میر صاحب کے نشترون کی کیفیتون کو بیان کرنا فضول ہے کون شخص ایسا ہے کہ جو دل رکھتا ہے اور اُن کا زخم خوردہ نہین ہے۔ المختصر غزل سرائی ایک ایسی شی ہے کہ جسکو محض دل سے تعلق ہے اور ظاہرا جیسی غالب کی غزل سرائی نظر آتی ہے اُس سے اُنکا ایک بامراد غزل سرا ثابت ہونا بعید از انصاف نہین ہے۔

حضرت غالب کے کچھ وہ اشعار جن سے لطف غزلیت نہین اُٹھتا۔ نمونہ کے طور پر ذیل مین عرض کیے جاتے ہین۔ مگر ایسے اشعار بہت نہین ہین۔

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا		تماشاے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
بفیض بیدلی نومیدی جاوید آسان ہے		کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا
ہواے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل		کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا
بے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا	//	بخون غلطیدۂ صد رنگ دعوی پارسائی کا
نہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا		بہر صد نظر ثابت ہو دعوی پارسائی کا

ظاہر ہے کہ ان اشعار مین غزلیت کا کوئی مزا نہین ہے۔ آن پر تاثیر ہی کی کیا امید کیجاتی ہے اگر ایسے ایسے اشعار خارج از دیوان کر دیے جائین تو سوا ے

فائدہ کے کوئی نقصان متصور نہین ہے۔

ناسخ۔ شیخ امام بخش ناسخ زبان اُردو کے مصلح گذرے ہین۔ اس اعتبار سے اُن کا ناسخ
یہ تخلص نہایت حسب حال ہے۔ شیخ نے اُردو کو خراش تراش کر ایسا درست کردیا کہ اب اُسکی لطافت اور صفائی فارسی سے کچھ کم نہین معلوم ہوتی ہے۔ ذوق نے صرف مضمون آوری کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھی اور اصلاح زبان پر مطلق مائل نہ ہوئے مومن کو بھی اس جانب کچھ میلان نہ ہوا اور غالب نے تو فارسی کی اسقدر آمیزش کردی کہ اُردو پر زبان فارسی کا شبہہ ہونے لگا حضرت نے فارسی الفاظ یا فارسی جملون کو اس طرح باندھا کہ اُردو فارسی نما ہوگئی۔ اسکے برخلاف شیخ نے گو الفاظ فارسی سے اجتناب نہ کیا مگر ترکیب ایسی ملحوظ رکھی کہ اُردو اُردو رہ گئی۔ بلکہ اگر کسی فارسی جملہ کو بھی اپنے کلام مین جگہ دی۔ تو فارسی کو اُردو کرکے دکھا دیا۔ مثلاً شیخ فرماتے ہین۔

سوالِ وصل پر ہلنا پرِ پرو تیرے ابرو کا		اشارہ ہے برات عاشقان بر شاخ آہو کا

لاریب زبان اُردو شیخ کی کوششون کی تمام تر ممنون ہے۔ اگر جناب شیخ کو اصلاح زبان کی طرف توجہ نہوتی تو زبان حال کی صورت پیدا نہوتی۔ بہرحال اب دیکھنا چاہیے کہ شیخ کی طباعی سے غزل سرائی کو کسقدر فائدہ پہونچا۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ شیخ کی شاعری کی شہرت مجرد غزل سرائی کی بنیاد پر ہے۔ کس واسطے کہ اور اصناف شاعری مین شیخ کی کوئی تصنیف ممتاز شکل نظر نہین آتی ہے۔ پس شیخ کی غزل سرائی ہی اصناف شاعری سے ہے جسکی نسبت راے زنی کی حاجت ہے۔ واضح ہو کہ شیخ کے ہر دو دیوان کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ بہ کثرت اپنی غزل سرائی مین شاعری کا خارجی پہلو برتا کیے ہین۔ یعنی ایسے مضامین کو باندھا کیے ہین جنکو

عالم خارج سے تعلق ہے اسی وجہ سے شیخ کا رنگ، درد - میر - مومن اور غالب سے تمام علیحدہ ہے - شیخ کی غزل سرائی ذوق کے رنگ سے بھی مطابقت نہین رکھتی ہے اس لیے کہ ذوق بیشتر داخلی اور خارجی شاعری کی آمیزش کے ساتھ غزل سرائی کرتے تھے - انکا رنگ خالص خارجی نہ تھا - شیخ کی غزل سرائی تو ایسی دکھائی دیتی ہے کہ سو شعر مین کہین ایک شعر داخلی رنگ رکھتا ہے اور باقی اشعار پورے طور پر خارجی پہلو رکھتے ہین - یعنی باقی اشعار کے مضامین اشیائے موجود فی الخارج سے کہ عبارت عالم مادی سے ہے تعلق رکھتے ہین اور واردات قلبیہ اور امور ذہنیہ سے کوئی سروکار نہین رکھتے - اسمین شک نہین کہ خارجی پہلو کے اختیار کرنے سے شیخ کو شاعری کا ایک ایسا میدان وسیع ہاتھ آگیا کہ جسمین غزل سرائی کی حیثیت سے درد - میر - مومن اور غالب نے کبھی قدم نہین رکھا تھا - پس شیخ کے سے بلند فکر - عالی دماغ شاعر نے جو ایسے میدان مین قدم رکھا تو غزل سرائی کا دائرۂ تنگ بہت وسیع ہو گیا - چنانچہ وہ خیالات شیخ کی بدولت بڑی کثرت کے ساتھ احاطۂ غزل سرائی مین داخل ہو گئے - جو درحقیقت احاطۂ غزل سرائی سے باہر ہین - یعنی شیخ نے اُن خیالات کو زبردستی کے ساتھ احاطۂ غزل سرائی مین داخل کر دیا - جو قصیدہ و قطعہ وغیرہ کے لیے مخصوص ہین لیکن اس زور آزمائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ واردات و جذبات قلبیہ اور دیگر امور ذہنیہ کے مضامین سے شیخ کی غزلین مبّرا ہو گئین اور غزل سرائی کا مطلب فوت ہو کر ایک ایسی قسم کی شاعری ایجاد ہو گئی کہ جس پر نہ قصیدہ گوئی اور نہ غزل سرائی دونوں سے کسی کی تعریف صادق نہین آتی ہے واقعی بہت خوب ہوتا اگر شیخ اپنی حیرت انگیز قوت شاعری کو اور کسی صنف شاعری مین صرف فرماتے اور غزل سرائی کے حدود کو وسیع

میر۔ مومن اور غالب کی حد دوبندی پر قائم رہنے دیتے۔ بخیال راقم غزل سرائی کا احاطہ وسعت پذیر ہونے کی صلاحیت ہی نہین رکھتا ہے۔ اسواسطے کہ اس صنف شاعری مین خارجی مضامین داخل نہین کیے جا سکتے۔ ایسے مضامین کے دخل پانے سے غزلیت جاتی رہتی ہے۔ کبھی خارجی مضامین سے حافظ یا میر کی غزل سرائی کا لطف پیدا نہین ہو سکتا۔ خارجی پہلو کے اختیار کرنے سے ضرور ہے کہ کلام مین صائب یا ناسخ کا رنگ آجائے۔ جو غزل سرائی کے اعتبار سے مرغوب و محبوب نہین ہے یہی سبب ہے کہ اکثر بامذاق حضرات صائب اور ناسخ کی غزل سرائی کو بے لذت کہتے ہین اور کھلے ڈلے طور پر کہہ جاتے ہین کہ ان دونون کے کلام سیٹھے ہین اور امر حق بھی یہی ہے کہ جب واردات و جذبات قلبیہ کے مضامین باندھے نہ جائین گے تو کلام مین ضرور سیٹھا پن محسوس ہوگا اور یہ امر بین طور پر تقاضاے غزلگوئی کے محض خلاف ہے۔ بہرکیف شاعری کے اعتبار سے لاریب شیخ بڑے طباع اور خلاق سخن تھے۔ انکی نازک خیالی اور بلند پروازی نادر انداز رکھتی ہے۔ کلام مین بلاغت فصاحت کے ساتھ شیر و شکر ہو رہی ہے۔ دونون دیوان جواہر مضامین کے معدن ہین۔ سواے ان خوبیون کے اُن کے کلام پُر از متانت۔ جلالت۔ شوکت۔ حشمت تہذیب و وقار نظر آتے ہین۔ شیخ علی العموم غزلین سیر لکھتے ہین۔ دشوار و شوار مضامین کو آسانی کے ساتھ باندھ جاتے ہین۔ انکے لفظون کی نشست عقد مروارید کا حکم رکھتی ہے۔ مگر ان و صفون کے ساتھ تشبیہہ کو اسی افراط کے ساتھ کلام مین دخل دیتے ہین جیسا کہ غالب کی غزلون مین استعارہ کی کثرت دیکھی جاتی ہے۔ ناسخ کی تشبیہین اکثر بلند خیالی کی داد دیتی ہین۔ اس پر بھی کبھی کبھی پھبتی کا انداز پیدا کرتی ہین۔ اول تو کثرت

تشبیہہ سے اعلیٰ درجہ کی غزل سرائی مستغنی ہے۔ پھر جب تشبیہہ پھبتی کی پستی کو پہونچ جاتی ہے تو اُس سے اغراض غزل سرائی مین کامیابی حاصل نہین ہوتی۔ اسی طرح مبالغہ پردازی کی طرف بھی میلان شیخ پایا جاتا ہے اور جب مبالغہ پردازی درجۂ اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے تو شیخ سے فطرت کی راہ چھوٹ جاتی ہے اِس وضع کے معائب غزل سرائی کے ساتھ بھی شیخ ناسخ بلا گفتگو اُستاد الاستاد مانے جانے کا استحقاق رکھتے ہین۔ حضرت کے ایک بڑے نامور شاعر ہونے مین کسی صاحب عقل و تمیز کو گفتگو نہین ہو سکتی۔ شیخ کی ذات پر لکھنو بلکہ تمام ہندوستان کا فخر و مباہات کرنا بجا ہے اور اہل فن جو کچھ اُس یگانۂ روزگار کو عزت و توقیر کے ساتھ یاد فرمائین درست ہے۔ ذیل مین ایک غزل شیخ کی نمونہ کے طور پر درج کیجاتی ہے

غزل ناسخ

سبزۂ خط گورے گالون پر نمایان ہوگیا — یاسمن زار صباحت سنبلستان ہوگیا
آگیا مجھکو جو اُس زلف پریشان کا خیال — دم مین مجموعہ عناصر کا پریشان ہوگیا
تنگی محفل کی دولت بھڑ کے بیٹھا مجھسے یار — رات اہل بزم کی کثرت کا احسان ہوگیا
منھ لگاتے ہی نئے قلیان بنی ہی نے شکر — دودِ تنبا کو نسیم باغ رضوان ہوگیا
ہوکے خم تسلیم کرتے ہی کیا مجھکو شہید — قد ترا ظالم کمان تیر مژگان ہوگیا
خود بخود ہوتا ہی پر نے آتے ہی فصل بہار — یان گریبان اے جنون گل کا گریبان ہوگیا
اسقدر مضمون ترے دست حنائی کے لکھے — جو قلمدان مین قلم تھا شاخ مرجان ہوگیا
چاند چھپتا ہی جو وہ دن ہوتی ہی مشتاق خلق — ہوگئی قدر اُسکی جو نظرون سے پنہان ہوگیا

بعد مردن بھی ہی باقی مجھسے خوش چشمون کو ضد / سبزۂ تربت چراگاہ غزالان ہوگیا

پاؤن بھی ایسا ہی جنون کر دیجیے کانٹون کے بدلہ / سر تو مدت سے نیاز سنگ طفلان ہوگیا

ہوگیا وہ مصر ہی جس شہر مین تصویر یار / جس کنوئین کو کسنے جھانکا چاہ کنعان ہوگیا

ہم وہ مجنون ہین کہ جو خورشید رو آیا نظر / صبح سان اپنا دہن چاک گریبان ہوگیا

مشتعل ایسے ہین اُسکے دست نازک خو بجو / طائر رنگ حنا بھی مرغ بریان ہوگیا

سر اُٹھا کر جو چلا اُس دشت وحشت خیز مین / پار تلوون سے وہین خار مغیلان ہوگیا

شمعین کافوری جلاتے تھے سو اُنکی گور پر / دیدۂ غول بیابان سے چراغان ہوگیا

کوئی دم پیری بھی اپنی ہے بسان صبحدم / مثل شب عہد شباب آنکھون سے پنہان ہوگیا

کیون سلاطین زمانہ آگئے ہین یاد پھر / تختۂ تابوت جب تخت سلیمان ہوگیا

ہر سحر سنکر ترے مجنون کا غل کہتی ہے خلق / چاک کیا صبح قیامت کا گریبان ہوگیا

سرکشی کرتے ہین مجھسے جو کہ ہین پامال خلق / شیر قالین بھی مجھے شیر نیستان ہوگیا

یار کے جاتے ہی بھر آئے مری آنکھون مین اشک / جوش تارون کا ہوا خورشید پنہان ہوگیا

رشک جو آتا ہی ناسخ بخت بلبل پر مجھے
جب کھلا غنچہ مرا ٹکڑے گریبان ہوگیا

اہل دانش پر ہویدا ہے کہ غزل بالا کے تمام اشعار خارجی پہلو کے ہین - ایک شعر بھی داخلی رنگ نہین رکھتا ہے پس جس غزل مین داخلی رنگ کا فقدان ہو تو اُسمین واردات وجذبات قلبیہ کے مضامین موجود نہین رہ سکتے - اسی طرح شیخ کی اکثر غزلین تمام تر خارجی رنگ رکھتی ہین اور حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی کوئی غزل نظر سے نہ گزری جو درد - میر - مومن یا غالب کے داخلی رنگ مین لکھی گئی ہو - یہی سبب ہے

کہ وہ حضرات جو غزل سرائی کے تقاضون سے واقفیت رکھتے ہین- شیخ کی غزل سرائی کو پسند نہین فرماتے- ورنہ شاعری کے اعتبار سے شیخ کی شاعری بڑی خلاقی سخن نازک خیالی اور بلند پروازی سے خبر دیتی ہے اور درحقیقت شیخ کی شاعری ایسی ہی رفیع و جلیل ہے کہ ہر قدرشناس سخن اُسکو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے- فقیر کو اکثر یہ حسرت ہوتی ہے کہ کاش شیخ کی قابلیت شاعری اور کسی صنف شاعری مین صرف ہوئی ہوتی- واقعی جاے افسوس ہے کہ اتنی بڑی قابلیت اُس صنف شاعری مین صرف ہوئی- جسے اُسکی کوئی حاجت نہ تھی- منونہ کے طور پر دو غزلین ذیل مین درج کی جاتی ہین- اُنمین ایک شیخ کی ہے اور دوسری غالب کی- ان دونون کے معائنہ اور موازنہ سے ظاہر ہوگا- کہ کس کا رنگ خارجی اور کس کا داخلی ہے-

غزل ناسخ

ششدر سا رہ گیا ہون در یار دیکھکر
دیوار بن گیا ہون مین دیوار دیکھکر

ایک برہمن کے عشق مین ہے آنسو نکالا
سبحہ نکالی ہم نے بھی زنار دیکھ کر

کیفیتین جو خم مین ہین زمزم مین وہ کہان
بھولا ہے کعبہ خانۂ خمار دیکھ کر

کیا اشک ساوہ موسم گل مین بہاؤن مین
روؤن لہو وہ پھول سے رخسار دیکھ کر

سوکھا ہون غم سے مثل عصاے کلیم مین
وہ اژدہا ہے گیسوے خمدار دیکھ کر

زنجیر زلف یار کی تاثیر دیکھنا
دیوانے روز ہوتے ہین وچار دیکھ کر

پھینکا ہے دور تیر کو غصہ سے یار نے
رخسار کی طرف لب سوفار دیکھ کر

زلفین نظر جو آئین تو اُلجھن ہے نزع کی
جینے سے تنگ ہون مین یار دیکھ کر

پریان تمام تخت سلیمان کو بھول جائین
اے جانِ جان ترا یہ ہوادار دیکھ کر

زنجیر سمجھے سنبل پیچان کو ہجر مین
وحشت زیادہ ہو گئی گلزار دیکھ کر

ناسخ ہو جائے سرمہ سیاہی حروف کی
روشن ہون آنکھین نامۂ دلدار دیکھ کر

غزل غالب

کیون جل گیا نہ تاب رخِ یار دیکھ کر
جلتا ہون اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر

آتش پرست کہتے ہین اہل جہان مجھے
سرگرم نالہائے شرربار دیکھ کر

کیا آبروے عشق جہان عام ہو جفا
رُکتا ہون تم کو بے سبب آزار دیکھ کر

آتا ہے میرے قتل کو پرجوش اشک سے
مرتا ہون اسکے ہاتھ مین تلوار دیکھ کر

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر

بِک جاتے ہین ہم آپ متاع سخن کے ساتھ
لیکن عیار طبع خریدار دیکھ کر

زنار باندھ سبحہ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

اِن آبلون سے پانو کے گھبرا گیا تھا مین
جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھ کر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

ارباب رائے دونون اُستادون کے کلامون کو موازنہ فرمائین - وقت تحریر

ظاہر ہوجائیگا کہ غزل سرائی کے لیے داخلی شاعری کی کسقدر حاجت ہے - فقیر کی دانست مین خارجی شاعری سے غزل سرائی کے اغراض کا پورا ہونا ناممکنات سے ہے - حضرت ناسخ حضرت غالب سے قابلیت شاعری مین کبھی کم نہین ہین - مگر خارجی پہلو برتنے کے باعث اُنکی غزل غزلیت کا مزا نہین دیتی ہے - یہ ممکن نہین ہے کہ خارجی رنگ کی غزل سرائی داخلی رنگ کی غزل سرائی کی پرتاثیری کا لطف دکھائے - مثالاً راقم دو غزلین اور بھی درج ہذا کرتا ہے - انمین ایک اُستاد ذوق کی ہے اور دوسری غالب کی - غزل سرائی مین داخلی رنگ کو خارجی رنگ پر کیا غلبہ ہوا کرتا ہے - وقت موازنہ اہل انصاف پر روشن ہوجائیگا -

غزل ذوق

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھا تا گریہ ہے گر سوز دل کو آب تو دے
اور آگ مین یون ہی بنا ہی گر عذاب تو دے

الٰہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائی جون حباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن مین غنچہ نرگس
ذرا دکھا اسے تو چشم نیمخواب تو دے

دل برشتہ کو میرے نہ چھوڑ اے میخوار
جو لذت اسمین ہے ایسا مزا شراب تو دے

کہان بجھی ہے تہ خاک میری آتش دل
کہو ہوا سے ہلا دامن سحاب تو دے

لکھا ہے مطلع ابرو پہ خال کہتا ہے
کہ ایسا نقطہ کوئی وقت انتخاب تو دے

در قبول ہے دربان نہ بند کر در یار
دعائے خیر ذرا ہونے مستجاب تو دے

صبا بگولہ بنے کشتگان زلف کی خاک
کہ بعد مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

شہید کرتا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا
ذرا ٹھہر نے تہ تیغ اضطراب تو دے

بلا سے آپ نہ آئین پر آدمی اُن کا
تسلی آ کے مجھے وقت اضطراب تو دے

شکار بستہ فتراک کو ترے مقدور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سر رکاب تو دے

نشہ مین ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھکو دینے ہون بوسہ بلا حساب تو دے

زبان خنجر قاتل نے کیا کہا تجھ سے
دل شہید تو چپ کیون ہے کچھ جواب تو دے

ہماری آنکھ سے ہم چشم ہوگا کیا دریا
کسی کو بھر کے ذرا کاسہ حباب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوز جگر
بجھا پر اُن کی ذرا آتش عتاب تو دے

خنک لون کی اگر مشت خاک دوزخ مین
پڑے تو واقعی ایکبار آگ و آب تو دے

کریگا قتل وہ اے ذوق تجھکو سرمہ سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

پہونچ رہون گا سر منزل فنا اے ذوق
مثال نقش قدم کرنے پا تراب تو دے

غزل غالب

وہ آکے خواب مین تسکین اضطراب تو دے
ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا
تیری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبش لب ہی تمام کر ہمکو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہین جواب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے
کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

اہل انصاف ملاحظہ فرمائین کہ استاد ذوق کی غزل کس قدر طولانی ہے۔ مگر چونکہ از مطلع تا مقطع خارجی رنگ رکھتی ہے۔ کسی طرح کا حسب مراد اثر دل پر پیدا نہین کرتی۔ برخلاف اسکے غالب کی غزل ہے کہ نہایت ہی مختصر ہے مگر داخلی رنگ رکھنے کے باعث کسقدر پر اثر ہے۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ غزل سرائی مین شاعر کو داخلی پہلو برتنے کی کسقدر حاجت ہے۔ بے داخلی پہلو برتے غزلیت کا لطف پیدا ہی نہین ہوسکتا۔ استاد ناسخ نے غزل سرائی مین خارجی پہلو کو اختیار کیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکی غزلون مین دلچسپی کی کیفیت پیدا نہین ہوسکی لیکن کہین کہین اشعار داخلی رنگ کے شیخ کی غزلون مین جو نظر آتے ہین تو اُن سے طبیعت کو حظ اُٹھتا ہے۔ ایسے اشعار بہت نہین ہین۔ بہرحال کچھ ایسے اشعار ذیل مین نذر ناظرین ہوتے ہین۔

اشعار ناسخ

سب ہمارے لیے زنجیر لیے پھرتے ہین
ہم سر زلف گرہ گیر لیے پھرتے ہین

کون تھا صید وفادار کہ اب تک صیاد
بال و پر اُسکے ترے تیر لیے پھرتے ہین

تیری صورت سے نہین ملتی کسیکی صورت
ہم جہان مین تری تصویر لیے پھرتے ہین

دل مین پوشیدہ بت عشق تبان رکھتے ہین
آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

بزم جانان مین کبھی بات نہ نکلی مُنھ سے
کہنے کو شمع کے مانند زبان رکھتے ہین

مثل پروانہ نہین کچھ زر و مال اپنے پاس
ہم فقط تجھپہ فدا کرنے کو جان رکھتے ہین

طائر روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل
تیر رکھتے ہین پہ پروا نہ کمان رکھتے ہین

ہوگیا زرد پڑی جب کہ حسینون پہ نظر
یہ عجب گل ہین کہ تاثیر خزان رکھتے ہین

بھا گئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ		نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین
عوض ملک جہان ملک سخن ہے ناسخ		گو نہین حکم رواں طبع رواں رکھتے ہین
اُڑا کے ساتھ یہ مشت غبار لیتا جا	ر	ہمین رکاب مین او شہسوار لیتا جا
مقابل آپ کی آنکھون کے آہو ہو نہین سکتا	ر	انہین سے آگے جادوگر سے جادو ہو نہین سکتا
بھو سارے بدن کا کردیا ہی خشک فرقت نے		مگر اے آہ تجھ سے خشک آنسو ہو نہین سکتا
جنون پسند مجھے چھاؤن ہے ببولون کی	ر	عجب بہار ہے ان زرد زرد پھولون کی

حضرات سخندان پر روشن ہے کہ اشعار بالا کسیقدر داخلی رنگ رکھتے ہین جسکے باعث فی الجملہ انمین دلچسپی پائی جاتی ہے مگر چونکہ انمین بہت اعلی درجہ کے واردات قلبیہ کے مضامین نہین ہین۔ دردیا میر کے انداز کلام تک نہین پہونچتے ہین۔ آخر مین شیخ کی غزل سرائی کی نسبت قابل لحاظ ایک اور بات بھی گزارش کیجاتی ہے کہ علاوہ فصاحت وبلاغت کے شیخ کا کلام پُراز تہذیب دیکھا جاتا ہے کوئی شعر ایسا نہین پایا جاتا ہے جس سے کچھ بھی کوچہ گردی کی بو نکلتی ہو۔ شیخ کبھی فسق وفجور کے مضامین نہین باندھتے۔ کوئی مضمون عشق ایسا حوالہ قلم نہین فرماتے کہ جو محض حسینان بازاری سے تعلق رکھتے ہون ظاہر ہے کہ حسینان بازاری زینہار اس قابل نہین ہین کہ عشق ایسے پاک امر کے ساتھ یاد کیے جائین۔ کوئی صافی طینت اور پاک فطرت آدمی کسی حسین بازاری کے ساتھ تعلق عشق نہین رکھ سکتا ہے۔ پس شیخ کا اجتناب ایسے مضامین کی بندش سے جو تقدس و پاکبازی کے خلاف ہون۔ بہت کچھ قابل احترام ہے۔ اِس جگہ ایک مطلع حضرت کا عرض کیا جاتا ہے۔ جس مین ایک بڑی تعلیم ملحوظ رہی ہے۔ خاص کر حضرات نوجوان کو اسے گوش دل سے سننا چاہیے۔

اہل حرفہ جو ہین بت اُن کا خریدارنہ ہو   جوش سودا کہین لے دل سربازار نہ ہو

واقعی اس شعر مین بڑی قومی اصلاح مدنظر رہی ہے - یہ اُن اقسام اشعار سے ہے کہ جو بے انتہا مفید معاشرت ہین -

آتش - خواجہ حیدر علی آتش شیخ ناسخ کے ہمعصر تھے - مگر چند سال تک شیخ کے بعد زندہ رہے لکھنؤ مین آتش بھی ناسخ کی طرح شاعر مستند مانے جاتے ہین - اور حقیقت یہ ہے کہ لکھنؤ کی غزل سرائی دونون شاعران گرامی کے اجتہادات کی ممنون ہے شیخ اور خواجہ کے وقت سے جتنے ممتاز غزل سرا لکھنؤ مین گذرے ہین - یا ماشاءاللہ اسوقت موجود ہین انھین دونون اُستادون کی پیروی کرنے والے نظر آتے ہین - دونون استادون کے بڑے بڑے نامی گرامی شاگرد گذرے ہین جنکے دواوین چاپ ہوکر مختلف دیار مین شایع ہوتے گئے ہین - خواجہ اور شیخ مین شاعرانہ مقابلہ ہوا کرتا تھا اور بڑے بڑے مشاعرے ان دونون بزرگوارون کے دم سے قائم ہوتے تھے - شہرت شاعری مین خواجہ شیخ سے کم نہین ہین - چنانچہ شیخ کے نام کے ساتھ خواجہ کا نام بھی آج تک السنۂ خلائق پر جاری ہے - خواجہ کے دونون دیوانون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بھی شیخ کی طرح اکثر غزل سرائی مین شاعری کا خارجی پہلو برتتے تھے - یہ وہی رنگ ہے جسکے پابند جمیع متغزلین لکھنؤ نظر آتے ہین - دہلی اور لکھنؤ کی غزل سرائی کا فرق یہی ہے کہ اُستادان دہلی بیشتر غزل سرائی مین داخلی پہلو کو ملحوظ رکھتے ہین اور اُستادان لکھنؤ اسکے برخلاف کاربند ہوتے ہین - یہی ایک امر ایسا ہے جس نے ان دونون جگھون کی غزل سرائی کو دو شے بنا رکھا ہے - جاننا چاہیے کہ اس امر کی واقفیت پر سخن فہمی کا مدار ہے - جنسے اس امر کی دانست نہ کی ان دونون جگھون کی

آتش

غزل سرائی کا فرق سمجھ مین آسکتا ہے اور نہ کسی تغزلگو کے حُسن و قبح کلام سے خبر ہوسکتی ہے۔ ذیل مین ایک غزل خواجہ صاحب کی درج کیجاتی ہے جس سے خواجہ صاحب کا مذاق غزل سرائی ظاہر ہوگا۔ اسی زمین مین ایک غزل غالب کی بھی ہے جو پہلے نذر ناظرین ہوچکی ہے۔ وقت مقابلہ اہل بینش پر روشن ہوجائیگا کہ خواجہ کی غزل خارجی پہلو اور غالب کی غزل داخلی پہلو رکھتی ہے۔

غزل آتش

خشمگین آنکھین تمھاری آفت جان ہوگئین
برچھیان عاشق کشی کرنیکو مژگان ہوگئین

تم جو جاتے نکلے شبنم نوبہاری کی طرح
پھول کھل کھل کر گل و لالہ کی کلیان ہوگئین

اے صبا دامن ہو تیرا اور مجھ مجنون کا ہاتھ
اُس پری رو کی اگر زلفین پریشان ہوگئین

سامنے رہنے لگا رخسارۂ زیبائے یار
صورتِ آئینہ آنکھین اپنی حیران ہوگئین

مہندی ہاتھون ملی تونے جو اے دریائے حُسن
اُنگلیان رنگِ حنا سے شاخِ مرجان ہوگئین

راستی سے نیزۂ مژگان بنا بالائے یار
وہ بھوین اپنی کجی سے تیغ عریان ہوگئین

خانۂ دل مین تصور خوش جمالون کا رہا
گاہ حورین گاہ پریان اپنی مہمان ہوگئین

کوچہ گردی مین دکھائی تیغ قاتل نے بہار
بسملون سے شہر کی گلیان گلستان ہوگئین

دیدۂ عاشق سے دیکھا جس نے دیوانہ ہوا
حُسن سے پریان بلائے جان انسان ہوگئین

اے مرادِ دل ترے کوچہ مین رکھتے ہی قدم
حسرتین جو کچھ کہ تھین گرد پریشان ہوگئین

یہ کھلا آتش عناصر سے دلِ دیوانہ کو
چار دیوارین اکھٹی ہوکے زندان ہوگئین

دونون غزلون کے موازنہ سے ظاہر ہوگا کہ غزل سرائی کے لیے داخلی پہلو کی کسقدر حاجت ہے۔ جناب آتش مرزا اسد اللہ خان غالب سے قابلیت شاعری مین کبھی کم نہ تھے۔ مگر خارجی پہلو اختیار کرنے سے خواجہ کی غزل حسب مراد تاثیر نہین پیدا کرسکی۔ خیال راقم خواجہ کی نسبت یہ ہے کہ اگر وہ دہلی وطن ہوتے تو تقاضاے ملکی سے اُن کی غزل سرائی بھی بہ قرینہ غالب زیادہ داخلی رنگ کی ہوتی۔ پس ایسی صورت مین وہ یا درد و میر کے جواب ہوتے یا مومن اور غالب کے ہمسر یا اُن دونون سے بھی بہتر غزل سرا نکلتے۔ خواجہ کی فطری صلاحیت بڑے اعلیٰ درجہ کی معلوم ہوتی ہے۔ مگر چونکہ شیخ ناسخ اپنا رنگ جما چکے تھے۔ خواجہ کو تقاضاے زمانہ سے بہت کچھ ملکی رنگ کو اختیار کرنا پڑا۔ ہزار افسوس کہ خواجہ کو داخلی پہلو کے اختیار کرنے کا موقع نہ ملا۔ ورنہ غزل سرائی کا رتبہ بہت اعلیٰ ہو جاتا۔ بہرکیف اِس خارجی رنگ کے ساتھ بھی خواجہ کے کلام مین ایسی بابت ہے کہ شیخ ناسخ کو باوجود بڑی طباعی اور خلاقی سخن کے حاصل نہین ہے شیخ صاحب کے اکثر اشعار تشبیہہ اور مبالغہ سے مملو ہین اور اکثر اشعار کی ترکیب یہی ہوتی ہے کہ پہلے مصراع مین دعوی ہوتا ہے اور دوسرے مین دلیل خواجہ صاحب بھی ملکی مذاق کے تقاضے سے بیشتر اسی رنگ کے اشعار فرما گئے ہین۔ مگر طبیعت کی رنگینی شوخی اور برجستگی سے اُنکے اشعار مین شیخ کے اشعار کے اعتبار سے کچھ غزلیت کا ایسا انداز پیدا ہو جاتا ہے جس سے دل کو فی الجملہ غزل سرائی کی لذت نصیب ہو جاتی ہے۔ لیکن شیخ کے رنگ سے علیحدہ ہو کر جب حضرت خواجہ لطف طبیعت دکھاتے ہین۔ تو اُنکی غزل سرائی احاطۂ تعریف سے باہر ہو جاتی ہے۔ ذیل مین ایک غزل درج ہذا کیجاتی ہے جو خواجہ کے اصلی رنگ طبیعت سے خبر دیتی ہے۔

غزل آتش

تار تار پیرہن مین بس رہی ہے بوئے دوست
مثل تصویر نہالی مین ہون با پہلوئے دوست

چہرۂ رنگین کوئی دیوان رنگین ہے مگر
حسن مطلع ہے جبین مطلع ہے صاف ابروئے دوست

ہجر کی شب ہو چکی روز قیامت سے دراز
دوش سے نیچے نہین اترے کبھی گیسوئے دوست

دور کر دل کی کدورت محو ہو دیدار کا
آئینہ کو سینۂ صافی نے دکھایا روئے دوست

واہ رہی شانہ کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا
پنجۂ شل سے کھلین گے عقدہ ہائے موئے دوست

داغ دل پر خیر گذرے تو غنیمت جانیے
دشمن جان ہین جو آنکھین دیکھتی ہین سوئے دوست

دو مرینگے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار
چار تلوار وہین شل ہو جائیگا بازوئے دوست

فرش گل بستر تھا اپنا خاک پر سوتے ہین اب
خشت زیر سر نہین یا تکیہ تھا زانوئے دوست

یاد کر کے اپنی بربادی کو رو دیتے ہین ہم
جب اڑاتی ہے ہوائے تند خاک کوئے دوست

اُس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے
دل سوا شیشہ سے نازک دل سے نازک خوئے دوست

واقعی خواجہ صاحب جب داخلی رنگ اختیار فرماتے ہین تو غضب کی طبیعت داری دکھا جاتے ہین درحقیقت یہ غزل ایسی ہے کہ اغراض غزل سرائی کو پورا کرنے والی ہے۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے ایک غزل ہزار دیوان کا جواب ہے ظاہر ہے کہ اس غزل کے اکثر اشعار ارفع درجہ کے واردات قلبیہ سے تعلق رکھتے ہین۔ بلاشبہ خواجہ کا اصل رنگ یہی ہے اور اسی رنگ کی بدولت خواجہ کی شہرت تمام اُن دیار مین ہے۔ جہان اُردو بولی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ کی غزل سرائی پر نظر ڈالنے سے بہت سی خوبیان ہین طبع ریر

عیان ہوتی ہین اوّل لطف زبان ایسا ہے کہ کس مُنھ سے کوئی اُسکی تعریف کرے ۔ دوسرے محاورہ بندی ایسی ہے کہ جواب نہین رکھتی ۔ سوم اکثر اعلیٰ درجہ کے مضامین بندش پاتے ہین ۔ چہارم مضامین شوخی اور بانکپن سے خالی نہین ہوتے ۔ پنجم اکثر مضامین فقر و آزاد مزاجی سے خبر دیتے ہین ۔ کیونکہ حضرت خواجہ آدمی بڑے فقیر طبیعت تھے مال و منال کی اُنھین کوئی پروا نہ تھی ۔ نہایت بے طمعی لاپروائی اور سیر چشمی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے ۔ چنانچہ اپنے حسب حال فرماتے ہین ؎

نہین رکھتے ہین امیری کی ہوس مرد فقیر | اشتر کی کھال بھی ہے قاقم و سنجاب مجھے

ششم کلام کا رنگ بہت مردانہ ہے ۔ غزل گوئی کے لیے اس رنگ کی بڑی حاجت ہے ورنہ اشعار مین جلالت و متانت کی صفتین حاصل نہونگی حقیقت یہ ہے کہ خواجہ صاحب ایک وقت مین کسی لشکر سے متعلق تھے ۔ جب پیشہ سپہگری کو چھوڑا راہ فقر اختیار کی ۔ تارک دنیا ہوکر غزل سرائی کیطرف مائل ہوئے ۔ پھر اپنی فطری صلاحیت کی بدولت اس صنعت شاعری کے ایک مستند اُستاد ہوگئے ۔ المختصر خواجہ صاحب مین وہ سب خوبیان موجود تھین جو ایک بڑے شاعر کے لیے درکار ہین ۔ حضرت افعال اور اقوال سے تمام تر شریف تھے کوئی بات خواجہ مین ایسی نہ تھی جو اُنکی عظمت و جلالت کی کمی کا سبب قیاس کیجا سکے شجاعت سخاوت ۔ مروت ۔ قناعت ۔ سیر چشمی ۔ خوش اخلاقی ۔ پاکبازی کے مجمع تھے ۔ نامشروع امور سے اجتناب رکھتے تھے اور تادم آخر ان صفات کے ساتھ متصف رہے ۔

حضرت کے کچھ اشعار نمونے کے طور پر ذیل مین نذر ناظرین ہوتے ہین ۔ ؎

حباب آسا مین دم بھرتا ہون تیری آشنائی کا | نہایت غم ہوا اِس قطرے کو دریا کی جدائی کا

یہ شعر تو ایسا شرح طلب ہے کہ اُسکے لیے عالِم سے عالِم اور عارف سے عارف شارح کی

ضرورت ہے۔ سبحان اللہ کتنا بڑا مضمون کس آسانی کے ساتھ اور کیسے خوب پیرایۂ شاعری مین بیان ہوا ہے واقعی اگر خواجہ بہت بڑے طبیعت دار نہوتے تو ایسے شعر کے موزون کرنے پر قادر نہو سکتے۔ اس شعر سے کسقدر نازک خیالی بلند پروازی اور عالی مذاقی ظاہر ہے

ظہور آدمِ خاکی سے یہ مجھکو یقین آیا ۔ تماشہ انجمن کا دیکھنے خلوت نشین آیا
خدا سر دے تو سودا لے تری زلف پریشان کا ″ جو آنکھین ہون تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا
چمن مین شب کو جو وہ شوخ بے نقاب آیا ″ یقین ہو گیا شبنم کو آفتاب آیا
اسیر ہونے کا اللہ رے شوق بلبل کو ۔ جگایا پانون سے صیاد کو جو خواب آیا
شبِ فراق مین مجھکو سلانے آیا تھا ۔ جگایا مین نے جو افسانہ گو کو خواب آیا
چکورِ حسن مہ چاردہ کو بھول گیا ۔ مراد پر جو ترا عالمِ شباب آیا
ہماری قبر سے آئیگی یہ صدا تاحشر ۔ یہ مردہ آیا کہ مجھ پر کوئی عذاب آیا
عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہون گا مین ۔ ہزارون حسرت زندہ کو گاڑ داب آیا
محبت سے وہ معشوق ترک کر آتش ۔ سفید بال ہوئے موسمِ خضاب آیا
غضب ہے جان کو پہلو مین ہونا ولسے دشمن کا ″ محل خوف ہے ہمسایہ قصاب و برہمن کا
جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر ۔ ہمارے اسکے پردہ رہ گیا دیوار آہن کا
یہ خوش اسلوب جسم اس نوجوان کا ہے جو نا مین ۔ برابر نکلے ڈورا اس کمر کا اور گردن کا
چنی افشان جو پیشانی پہ اسنے چاندنی چھٹکی ۔ ملی مسی تو آئینہ مین پھولا تختہ سوسن کا
ڈراتا ہے کسے اے شیخ تو نارِ جہنم سے ۔ سمندر موج مارے گر نچوڑون پاٹ دامن کا
وحشتِ دل نے کیا ہے وہ بیابان پیدا ″ سیکڑون کوس نہین صورتِ انسان پیدا

دل کے آئینہ مین کر جو ہر نہان پیدا   در و دیوار سے ہو صورت جانان پیدا
فریب حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا ″ خدا کی یاد بھولا شیخ بت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک   نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیان صاحب   زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا
چال ہے مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ ″ ہر قدم پر ہے یقین یان رہ گیا وان رہ گیا
عاشق شیدا علی مرتضے کا ہو گیا ″ دل مرا بندہ نصیری کے خدا کا ہو گیا
قرب حق حاصل ہے اسکو مرد عارف ہے وہی   یا علی ہے جو تجھ سے پیشوا کا ہو گیا
ساختہ پرداختہ تیری ہے ساری کائنات   حکم حضرت سے وجود ارض و سما کا ہو گیا
وقت مشکل مین کہا جس وقت یا مشکلکشا   سہل چھٹکارا گرفتار بلا کا ہو گیا
کون تجھ سا ہے ولی اللہ اے مولا مرے   کعبہ پیدائش سے تیری گھر خدا کا ہو گیا
کوچۂ یار مین سایہ کی طرح رہتا ہون ″ در کے نزدیک کبھی ہون کبھی دیوار کے پاس
اسے جان کے برابر مرتے مرتے ہمنے رکھا ہے ″ ہماری قبر پر رو یا کرے گی آرزو برسون
برہمن آنکھون کو ملتا ہے جو پاے بت پر ″ رشک آتا ہے مجھے سنگ در یار نہ ہوا
پیامبر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا ″ زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے
بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن مین ″ گریبان پھاڑ کر چل نکلے صحرا کے دامن مین
باغ جہان مین گل کی قناعت ہی چاہیے رشک ″ عمر دو روزہ ایک قبا مین تمام کی
چلے تو سیر کو ہین آپ ستی ملکے گلشن مین ″ اشارے کیسے کیسے ہونگے نافرمان سوسن مین
یہ سودا ہے شہادت ہے ہمارے سر کو اے قاتل   تری تلوار کا دم بھرتی ہی جو رگ ہے گردن مین
نہین روزن جو قصر یار مین پروا نہین ہمکو   نگاہ شوق رخنہ کرتی ہی دیوار آہن مین

طریق عشق مین آتش قدم مجھسا نہ گزریگا
جنون کے جوش مین یکجا نہین دم بھر قرار آتا
عذاب گور کا وان سامنا یان رنج دنیا کا
شریف کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو اے آتش
خدا بخشے صنم یہ کہہ کے مجھکو یاد کرتے ہین
قفس مین جسم کے مرغ دل اپنا سر پٹکتا ہے
خدا جانے یہ آرائش کرے گی قتل کس کس کو
نہ خود آتے ہین میت پر نہ اذن دفن دیتے ہین
عدم سے جانب ہستی تلاش یار مین آئے
اُٹھائے بار عشق اس عالم غدار مین آئے
شیشے شراب کے ہین آٹھون پہر کھلے
رنگریز کی دکان ہین بھرے ہون ہزار رنگ
حیوان پر آدمی کو شرف نطق سے ہوا
کٹجائے وہ زبان نہو جس سے دعائے خیر
کوتہ ہی سقدر ہے قد پر ردائے عیش
فصل بہار آتی ہے چلتا ہے دور جام
مطلب سر نوشت کا سمجھا تو شکر کر

گریبان مین بھی ہے جیب اگی ہے آگ دامن مین
کبھی گلشن سے صحرا مین کبھی صحرا سے گلشن مین
نہ گھر مین چین زندون کو نہ مردون کو ہے مدفن مین
بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیر برہمن مین
دعائے مغفرت میرے لیے جلاد کرتے ہین
کسی پازیب کے دل آئے کہین فریاد کرتے ہین
طلب ہوتا ہے شانہ آئینہ کو یاد کرتے ہین
وہ گھر بیٹھے ہوئے مٹی مری برباد کرتے ہین
ہوائے گل مین ہم کس وادی پر خار مین آئے
کہان سے ہم کہان پکڑے ہوئے بیگار مین آئے
ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابر تر کھلے
طرہ وہ ہے جو یار کی دستار پر کھلے
شکر خدا کرے جو زبان بشر کھلے
پھوٹے وہ آنکھ جو کہ نہ وقت سحر کھلے
ڈھانکو جو پاؤن کو تو یقین ہے کہ سر کھلے
مغ کی دکان شام کھلے یا سحر کھلے
دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے

چلنا پڑیگا یار کی خدمت مین سر کے بل
سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو آتش کمر کھلے

اشعار بالا سے خواجہ صاحب کی غایت طبیعت داری کا انداز ہویدا ہے زبان کے اعتبار سے اُنکی زبان شیخ صاحب کی زبان سے زیادہ دلفریب ہے۔ گو صلاح زبان کی حیثیت سے شیخ صاحب کا درجہ ارفع اور اعلی ہے۔ شیخ صاحب کو لغات کی طرف بہت توجہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ صاحب کی زبان زبان سوقی سے خس بھر بھی تعلق نہین رکھتی ہے۔ اُنکی زبان مین غلط العام کا نشان بھی نہین ملتا ہے اور انصاف یہی ہے کہ خواجہ صاحب کی زبان صحت لغات کے اعتبار سے شیخ صاحب کی زبان کو نہین پہونچتی ہے مگر خواجہ صاحب کی زبان کا حُسن ایسا ہے کہ چند غلط العام شکلین جو اُنکی بعض غزلون مین دیکھی جاتی ہین وہ چہرۂ زیبا مین خال کا حکم رکھتی ہین۔

رند۔ نواب سید محمد خان رند حضرت آتش کے شاگرد تھے۔ اُنکی غزل سرائی قابل لحاظ ہے۔ شستگی زبان خوبی بندش صفائی کلام روانی طبع خستگی مضامین کی صفتین اسدرجہ تمامی دیوان مین آشکارا ہین کہ جس غزل کو جہان سے پڑھیے یہ صفتین اپنے جلوے دکھا رہی ہین۔ شروع سے آخر تک دونون دیوانون کا ایک رنگ ہے۔ ہر شعر یہ کہتا ہے کہ مین رند کے نتائج افکار سے ہون۔ یہ بات تو خواجہ صاحب کی غزل سرائی مین بھی نہین دیکھی جاتی ہے۔ کس واسطے کہ سیکڑون شعر حضرت خواجہ کے ایسے ہین جو شیخ صاحب کا رنگ رکھتے ہین اور اُنکے ذاتی رنگ سے تمامتر علیحدہ ہین۔ ایک اور خوبی بھی رند کی غزل سرائی مین یہ ہے کہ اُنکی غزلین بہت سیر ہوا کرتی ہین۔ واضح ہو کہ رند برخلاف اپنے ملکی رنگ کے بیشتر شاعری کا داخلی پہلو برتتے ہین۔ اسی لیے اُنکی غزلین غزلیت کا مزا دیتی ہین۔ اگر اُنکے کلام مین خستگی برشتگی سوز گداز نشتریت درد متانت جلالت وغیرہ کے مواد حسب مراد ہوتے تو اُنکو درد۔ میر۔ اور غالب کے

ساتھ ہمسری حاصل ہوتی - خیر اسپر بھی جیسی اُنکی غزل سرائی ہے نہایت غنیمت ہے اور ارباب مذاق کی توجہ کے قابل ہے - ذیل مین کچھ کلام حضرت زند کے نذر ناظرین ہوتے ہین -

غزل نمبرا

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلی تیرا
تو ہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

عقل کیا دخل کرے کنہ حقیقت مین تری
حوصلہ پست مرا مرتبہ اعلا تیرا

راہ مین اُس کی جو ثابت قدمی ہو تجھسے
سجدہ گہہ جانے ملک نقش کف پا تیرا

جستجو مین جو نہ دوڑین تری ٹوٹین وہ پاؤن
سر وہ کٹ جائے نہو جس مین کہ سودا تیرا

تو ہی نے اُسکو بنایا ہے ید قدرت سے
تو ہی چاہے گا تو بگڑے گا کہ پتلا تیرا

دید لیلیٰ کے لیے دیدۂ مجنون ہی ضرور
میری آنکھون سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

ایک عالم کو ترے نام کا ہے ورد اے دوست
مین ہی کچھ ذکر نہین کرتا ہون تنہا تیرا

مین بھی دیکھون گا دکھا مجھکو تجلائے جمال
مین بھی شائق ہون صنم صورت موسیٰ تیرا

آنکھ لا سکتی نہین تاب تجلائے جمال
عالم نور ہے اے حور سراپا تیرا

بیٹھے تکیہ بھی لگا کر نہ کبھی اُس دن سے
ہم فقیرون نے لیا جبسے سہارا تیرا

پاک دامانی مین تیری نہین پڑنیکا خلل
اپنے مشتاقون سے ناحق ہی یہ پردا تیرا

تجھ سے بیزار ہون جاتا ہون سوئے ملک عدم
منھ نہ دکھلائے خدا پھر تجھے دنیا تیرا

عاشق لٹے پری شیفتہ حور نہین
جان جان زند سے دیوانہ و شیدا تیرا

سبحان اللہ کیا حسن کلام ہے - یہ حمد نگاری اور اُسکے ساتھ یہ غزلیت آفرین صد آفرین - مرحبا صد مرحبا - کیا پرتاثیر کلام ہے - شاعر کی حقیقت دل کا آئینہ اور حقیقت آگاہون کے لیے تماشا گاہ حیرت ہے - ایسی لاجواب غزل ہے کہ اگر بزم عشق مین پڑھی جاے تو عاشقون کی بیقراری کو بڑھا دے اور اگر مسجد مین سنائی جائے تو عابدون کی توفیق عبادت مین ترقی پیدا کرے -

غزل نمبر۲

کوہ فرہاد سے مجنون سے بیابان جیتا
وحشتِ دل تیرے اقبال سے میدان جیتا

روبہ بیشہ بھی اب کھل نہین سکتی ہم سے
باندھ لاتے تھے کبھی شیر نیستان جیتا

گرد کلفت مین دبا جاتا ہے میرا تنِ زار
گاڑ دیگی مجھے کیا گردشِ دوران جیتا

بندگی کرتا غلامون کی طرح سے تیری
آج کے دن نہ رہا یوسف کنعان جیتا

جسکی دعوت کی زمانے نے دیا زہر اُسے
اسکے گھر سے نہ پھرا ایک بھی مہمان جیتا

پیس ڈالیگی یہ اک ایک کو چکی کی طرح
کوئی رکھتی کی نہین گردشِ دوران جیتا

مرگ خواہان ہے مری ہچکی ہے زیست جواب
تیری امید پہ ہون عیسیٔ دوران جیتا

آپ دانستہ کوئی کھوتا ہے نعمت اپنی
پھینک دیتا ہے کوئی توڑ کے دندان جیتا

سخت جان تھا جو رہا زندہ چمن سے چھٹکر
مین تو دم بھر بھی نہ اے مرغ گلستان جیتا

چل کے اب عرض کرو حضرتِ آتش سے زند
معرکہ آپ کا یہ طفل دبستان جیتا

غزل نمبر۳۳

لالہ رویون سے کب فراغ رہا
اک نہ اک گل کا دل پہ داغ رہا

ناز بیجا اُٹھائیے کس کے
اب نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا

کب مٹا عشق کا نشان دل سے
زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

اک نظر جس نے تجھکو دیکھ لیا
عمر بھر وہ پئے سُراغ رہا

یاد ہین کس کو زمزمے بلبل
مدتون ہمنوا اسے زاغ رہا

کبھی نظارۂ چمن نہ کیا
اپنے داغون سے باغ باغ رہا

دلکو افسردگی سی ہے اے رند
سیر گل کا کسے دماغ رہا

غزل نمبر۳۴

کھُلی ہے کُنج قفس مین مری زبان صیاد
مین ماجرائے چمن کیا کرون بیان صیاد

دکھائے گا نہ اگر سیر بوستان صیاد
پھڑک پھڑک کے قفس ہی مین دونگا جان صیاد

جہان گیا مین گیا دام لے کے وان صیاد
پھرا تلاش مین میری کہان کہان صیاد

دکھایا کنج قفس مجھکو آب و دانہ نے
وگرنہ دام کہان مین کہان کہان صیاد

اُجاڑا موسم گل ہی مین آشیان میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھپہ آسمان صیاد

مین کھینچون دام مین بلبل تو آشیانہ جلا
بہم یہ مشورہ کرتے ہین باغبان صیاد

عجیب قصہ ہو دلچسپ اک حکایت ہے
سناؤن گا گل و بلبل کی داستان صیاد

نہ گل کھلین گے نہ چہکاریگا کوئی بلبل
بہار باغ کو ہونے تو دے خزان صیاد

ہمائے زندہ گھسیٹے گا دام مین شاید
بجائے دانہ بچھاتا ہے استخوان صیاد

خبر نہین کسے کہتے ہین گل چمن کیسا
قفس کو جانتے ہین ہم تو آشیان صیاد

اُداس دیکھ کے مجھکو چمن دکھاتا ہے
کئی برس مین ہوا ہے مزاجدان صیاد

رہے نہ قابل پرواز بال و پر میرے
قفس سے اُڑکے مین اب جاؤنگا کہان صیاد

قفس کو شام سے لٹکا کے فرش خواب کے پاس
سُنا کیا مری تا صبح داستان صیاد

کرے گا یاد مرے زمزمون کو بعد مرے
ہون چند روز ترے گھر مین میہمان صیاد

سُناؤن واقعہ اپنا تجھے تمام و کمال
جو گوش دل سے سنے میری داستان صیاد

ستم زیادہ نہ کر حکم دے رہائی کا
پکارتے ہین گرفتار "الامان" صیاد

چمن مین رکھا نہ بلبل کا نام تک باقی
خدا کرے یون ہین ہو جائے بے نشان صیاد

ہزار مرغ خوش الحان چہکتے ہین ہر سو
بہ از چمن ہوا اب تو ترا مکان صیاد

مین جھانکتا نہین چاک قفس سے بھی گل کو
نہ ہوئے تا مری جانب سے بدگمان صیاد

اسیر کنج قفس کر یہ شوق دام مین کھینچ
قضا لے آئی ہے تجھکو کشان کشان صیاد

پرون کو کھولدے ظالم جو بند کرتا ہے
قفس کو لے کے مین اُڑجاؤنگا کہان صیاد

نہ ہونگا بند قفس مین بھی مین وہ بلبل ہون
ہزار تجھکو سناؤنگا داستان صیاد

در قفس کبھی کھلے گا تو اب نہ جاؤنگا
یقین نہ ہوے تو کر میرا امتحان صیاد

رہا بھی ہوکے نہ بھولونگا حق خدمت کو
ادائے شکر کرونگا مین ہر زمان صیاد

چمن مین بلبل و قمری کا پر نہ چھوڑے گا
رہا جب آٹھ پہر گھات مین نہان صیاد

قفس پہ رکھنے لگا اب تو ہار پھولون کا
ہزار شکر ہوا مجھ پہ مہربان صیاد

عزیز کہتا ہے کرتا ہے خاطرین میری
ملا ہے خوبی قسمت سے قدردان صیاد

نکالیو نہ قدم آشیان سے اے بلبل
لگا کے بیٹھے ہین پھندے جہان تہان صیاد

وہ عندلیب ہون جلکر کرون جو نالۂ گرم
قفس کے جاکون سے اٹھنے لگے دھوان صیاد

الٰہی دیکھیے کیونکر نباہ ہوتا ہے
زبان دراز ہون مین اور بدزبان صیاد

سواے شکر شکایت اگر کبھی کی ہو
الٰہی قطع ہو منقار سے زبان صیاد

فریب دانہ نہ کھاتا مین تیرہا رستے زند
نہ کرتا دام اگر خاک مین نہان صیاد

غزل نمبر ۵

دیکھ گل سے کے تجھے پڑ جائین گے لالے بلبل
پڑ گئی جب کسی صیاد کے پالے بلبل

کان کھولے ہوئے گل گوش برآواز ہے آج
درد دل جو تجھے کہنا ہو سنا دے بلبل

پھر وہی کنج قفس ہے وہی صیاد کا گھر
چار دن اور ہوا باغ کی کھالے بلبل

اپنے گلشن کی ہوا دیکھ لے رکھ چند سے
آشیان کی تو ابھی طرح نہ ڈالے بلبل

دست انداز ہو گل پہ ابھی اے گلچین
صبر کر صبر ذرا باغ سے جانے بلبل

بے اجازت مین قدم باغ مین دھر سکتا نہین
منتظر ہون در گلزار پہ آلے بلبل

ہاتھ اوراق گل آئین تو بنا کر جزدا
لکھون رنگین مضامین کے رسالے بلبل

کوئی ارمان نہین لے کے چلے باغ سے ہم
دل کے جو حوصلے تھے خوب نکالے بلبل

نہ رہی بوے وفا ایک بھی گل مین باقی
اب تو اس باغ سے اللہ اٹھالے بلبل

ہے یہ ویرانی گلشن تو عجب کیا اسکا　بچہ بوم جو بیضے سے نکالے بلبل

کس طرف جائیگی برداشتہ خاطر ہوکر　باغ کیون کرتی ہی گلچین کے حوالے بلبل

باغ تک خانۂ صیاد سے اڑ کر آئی　بارے پھر تونے پروبال نکالے بلبل

عہد طفلی سے وہ گل مائل عشاق رہا　طائرون کا جو ہوا شوق تو پالے بلبل

دعوی ملک تو اثبات کرے گلچین پہ　لاکے دکھلائے گلستان کے قبالے بلبل

دام مین پھنس کے نکلنا ترا ناممکن ہے　تا بہ مقدور پر و بال ہلالے بلبل

دردآمیز ہو پہنچی نہین کانون تین صدا　بے اثر ہو گئے کیسے ترے نالے بلبل

دم بدم سینۂ سوزان سے نکل نالۂ گرم　پڑ نہ جائین تری منقار مین چھالے بلبل

ایک دو گل سے جو تسکین نہ ہوئے آنکی　باغ کا باغ ہی سر پر نہ اٹھالے بلبل

جس شجر پر ترا جی چاہے نشیمن کر لے　چھٹ پڑینگے نہ ترے بوجھ سے ڈالے بلبل

مانگ خالق سے دعا بعد تقاضے گل کی　پہلے صیاد سے خیر اپنی منالے بلبل

نہ رہے گل ہی گلستان مین جو تھے رشتہ شناس　اڑ گئے سب ترے پہچاننے والے بلبل

کسی غنچہ کو چھوا اور نہ کوئی گل توڑا　گھورتی کیون ہے مجھے آنکھین نکالے بلبل

چہچہے ترک کرے گا تو یہ ہو جائیگا بند
کہدو گلچین کہ زبان اپنی سنبھالے بلبل

غزل نمبر ۲

نہ ستا اور یہ پڑا رہنے دے کیا لیتے ہین　اے شہ حسن فقیرون کی دعا لیتے ہین

توسن عمر نے طے منزل ہستی کی ہے　ہم بھی یاران عدم رفتہ کو جا لیتے ہین

میرے ہمراہی نہ مجھے چھوڑ گئے یان ورنہ
قافلے والے تو سوتون کو جگا لیتے ہین

بھیجین گے پیک بنا کر ترے پاس اے شہ حسن
سر قاصد کے لیے بال ہما لیتے ہین

سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی
آسرا غیر کا مردان خدا لیتے ہین

کوچۂ دوست مین رکھ پاؤن ادب سے غافل
سرکش اس راہ مین گردن کو جھکا لیتے ہین

زلف پر پیچ کا مضمون نہین بندھ سکنے کا
کیون وبال اپنے سرون پر شعرا لیتے ہین

حق تو یہ ہے کہ عجب لوگ ہین مردان خدا
اپنے سر غیر کی نا حق یہ بلا لیتے ہین

شور و شر کرتے یہ ہین ہستی دو روزہ پر
آسمان اہل زمین سر پہ اُٹھا لیتے ہین

لب بلب رہتے ہین جو شام و سحر دلبر سے
زندگانی کا وہی لوگ مزا لیتے ہین

گرچہ درویش ہین یہ لوگ مگر چاہین تو
سلطنت مول ترے در کے گدا لیتے ہین

میرے ویرانہ مین درویش بھی سلطان ہو جاے
یہان بسیرا سر شام آکے ہما لیتے ہین

جام جم سے اُسے رتبہ مین سمجھتے ہین زیاد
بھیک جس کاسے مین ترے فقرا لیتے ہین

جو گذر ہوتا ہے مدفن پہ حسینون کے کبھی
وان کی ہم خاک کو آنکھون سے لگا لیتے ہین

عیب سے پاک و مبرا ہے کلام اُنکا زند
جو غزل حضرت آتش کو دکھا لیتے ہین

واضح ہو کہ اُن شعراے غزل سرا کے علاوہ جنکے کلام نمونہ کے طور پر بالا مین درج ہذا کیے گئے اور بہت سے اُستادان فن گزرے ہین اور ما شاء اللہ اسوقت بھی موجود ہین۔ مگر چونکہ یہ کتاب بہ سبیل تذکرہ نہین لکھی جاتی ہے۔ اُن حضرات کے ذکر کی ضرورت نہین دیکھی گئی۔ اب غزل سرائی کے مادے مین آخر عرض راقم یہ ہے کہ اِس زمانہ مین تقاضاے سلطنت سے انگریزیت نے ایسی تاثیر پھیلائی ہے کہ ہر شے

جو ملکی وضع ترکیب ساخت روش وغیرہ کی ہے تنگ چشمون کی آنکھون مین ذلیل اور خوار نظر آتی ہے۔ جن حضرات نے علوم یورپ حاصل کیے ہین اُن کا انقلاب مذاق خیز اتنا حیرت انگیز نہین ہے۔ مگر تعجب اُن حضرات سے ہے جو نہ انگریزی جانتے ہین نہ فرانسیسی مگر صحت وعدم صحت مذاق پر بحث کرنے کو مستعد ہو جاتے ہین اور ہندوستانی علوم وفنون کی مذمت بے دھڑک کرنے لگتے ہین۔ ایسے حضرات کے نزدیک ہر شے جو ہندوستان سے تعلق رکھتی ہے بفتواے یقین مقدوح و مذموم ہے منجملہ دیگر اشیاے ملک کے ملکی شاعری بھی اُنکے خیال مین پُر از عیوب متصور ہے۔ اسمین شک نہین کہ ملکی شاعری مین معائب ہین۔ مگر یوروپین شاعری بھی عیوب سے پاک نہین ہے۔ یوروپین شاعری کے عیوب ایسے حضرات کو سوجھائی نہین دیتے اور حقیقت یہ ہے کہ اُنھین یوروپین شاعری کے عیوب کیونکر نظر آئین۔ جب اُنکی اطلاع کوٹ پتلون۔ کرسی میز چھری۔ کانٹے وغیرہ کے اندر محدود ہے ایسے حضرات کو ہومر۔ ورجل۔ ہارس۔ ڈینٹی شکسپیر۔ ملٹن۔ شیلی بیرن ٹینسن وغیرہم کے حُسن وقبح سے کیا خبر ہے۔ جو یوروپین شاعری کا دم بھرتے ہین اور شاعری ایسے امر اہم مین راے زنی کرنے کو مستعد ہو جاتے ہین۔ ایسے حضرات غزل سرائی کے مانعے ہین جو جو صورتین اصلاح کی بتاتے ہین اُسکی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ اُنھون نے غزل سرائی کی خوبیون کو عجز طبیعت کے باعث درک نہین کیا ہے۔ یا اُنپر انگریزی کا جہل مرکب ایسا سوار ہو رہا ہے کہ جب تک اُنکے خیال کے مطابق انگریزی مذاق کے ساتھ غزل سرائی نہین کیجائے۔ تب تک غزل سرائی مطبوع رنگ پیدا نہین کر سکتی۔ ان حضرات سے بعض فرماتے ہین کہ غزل مین ہمیشہ عشقیہ مضامین باندھے جاتے ہین جو مخرب

تہذیب ہوا کرتے ہین - لازم ہے کہ ایسے مضامین کے عوض وعظ-پند نصیحت-
اخلاق- تمدن اور نیچرل سینیریان کی باتین موزون کی جائین - نیچرل سینیریان عبارت
ہے- جبال- بحور- صحرا- میدان- کشت زار- حیوانات- نباتات- ہوا- برق-
باران وغیرہ وغیرہ کی نمود سے ایسے معترضین کی خدمت مین عرض راقم یہ ہے کہ
غزل وہ صنف شاعری ہے کہ جو مضامین عشقیہ کے لیے موضوع کی گئی ہے اسکا
تقاضا ہی یہ ہے کہ اسمین اعلیٰ درجہ کے واردات قلبیہ معاملات روحیہ ورامور ذہنیہ
حوالۂ قلم کیے جائین - اگر واقعی کسی غزل سرا کو ایسے مضامین کی بندش کی قدرت ہے
تو اُسکی غزل سرائی مخرب تہذیب ہو نہین سکتی - بلکہ اُسکی غزل سرائی سے بہت کچھ
اصلاح قلب و روح کی امید کیجا سکتی ہے - جیسا کہ حافظ کی غزل سرائی دیکھی جاتی
ہے کہ اُس سے زیادہ اخلاق آموز کوئی کتاب فارسی زبان مین نہین دیکھی جاتی ہے
اسی طرح وعظ و پند کی نسبت یہ عرض ہے کہ غزل سرائی کو پند و موعظت سے عداوت
نہین ہے - البتہ بھونڈے طور کی پند گوئی اور وعظ فرمائی کو غزل ایسی نازک
صنف شاعری سے کیا علاقہ - یہ مین نہین کہتا کہ غزل سرائی کو پند و موعظت سے
کوئی علاقہ ہی نہین ہے مگر ہان جو علاقہ ہے وہ نہایت نازک انداز کا ہے یہ بڑے
غزل سرا کا کام ہے کہ پند و موعظت بھی کرے اور غزل کے رنگ کو بھی قائم رکھے
اس کام کو حافظ خوب کرتے ہین - اسکا پورا ڈھنگ سعدی کو بھی نہ تھا کسواسطے
کہ شیخ جب غزل مین پند و موعظت فرماتے ہین تو غزل سرائی کے پیرایہ سے نکلجاتے
ہین - لیکن اگر کسیکو یہ منظور ہے کہ پند و نصیحت کھلے ڈلے طور پر داخل غزل کیجائے
تو اُسے اس امر کو فی الذہن رکھنا چاہیے کہ یہ صنف شاعری اس کام کے لیے

موضوع نہین ہوئی ہے - اِس کام کے لیے اور اصناف شاعری درکار ہین
مثلاً مثنوی - قطعہ - رباعی - قصیدہ - اور مسدس - جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا مشیران
اصلاح غزل اسکی امید نہ رکھین کہ کھلے ڈلے طور سے پند و موعظت غزل مین کوئی
موثر رنگ پیدا کرینگے - کریما سے سعدی اور پندنامۂ عطار کی طرز مضمون بندی غزل
کے لیے زینہار درکار نہین ہے اسی طرح نیچرل سینیریون کے بیان کے لیے غزل
موضوع نہین ہوئی ہے - اِس صنف شاعری کو مجرد عالم درونی کی سیر درکار ہے
غزل گو کو کوئی حاجت نہین ہے کہ کوہ کوہ پتھرون کو یا دریا دریا موجون کو گنتا پھرے
نیچرل سینیریون کے لیے مثنوی موضوع ہوئی ہے - یوروپین شاعرون مین بھی
نیچرل سینیریون کا بیان لیرکس مین نہین دیکھا جاتا ہے - ایسے مضامین کے لیے
مثنوی کے رنگ کی شاعری عموماً کام مین لائی گئی ہے مثلاً سر والٹر کی وہ مثنوی
جسکا نام لیڈی آف دی لیک (LADY OF THE LAKE) ہے
پس حضرات مشیران اصلاح کی خدمت مین عرض ہے کہ غزل جس کام کے لیے ایجاد
ہوئی ہے اسمین بے موقع دست اندازی نہ فرمائین - اسکے عوض یوروپین مذاق کے
شاعری کے لیے یا کوئی صنف جدید اختراع فرمائین - یا موجودہ اصناف شاعری سے
کسی صنف کو جسمین وسعت دیکھین نہایت شوق سے اختیار فرمائین - ظاہرا
غزل مین کوئی اصلاح کی جگہ نہین نظر آتی ہے - کوئی طباع روے زمین پر نہ ہے
اور نہ ہوگا - جو حافظ کی غزل سرائی کی خوبیون پر ایک جو کے برابر بھی کسی قسم کی
افزائش کرسکتا ہے یا کرسکیگا - نامربوط امور کو غزل مین داخل کرنے کی مثال ایسی
معلوم ہوتی ہے - کہ کسی شاعر سے کوئی امیر یہ فرمائش کرے کہ تو ایسی فیرنی پکالا

کہ جسمین خاگینہ گریل مرغ مسلم مربے چٹنی اور آچار کی لذتین موجود ہین - واضح ہو
کہ بعض مشیران صلاح غزل نے جو صلاح مین عملی طور پر کوشش کی ہے وہ نہایت
ناکامیاب رہے ہین اُنکی غزل سرائی ازان سو رانده وازین سو درمانده کی پوری تصویر
نظر آتی ہے - دوسرا امر جو مشیران صلاح غزل سرائی کے بارے مین فرماتے ہین -
وہ یہ ہے کہ غزل مین معشوق کو غزل سرایان اُردو مذکر باندھتے ہین اور یہ امر خلاف
نیچر یعنی خلاف فطرت ہے اسکی بحث راقم اہل عرب کی شاعری کے بیان مین کر چکا ہے
یہان اُس کے اعادہ کی کوئی حاجت نہین ہے تیسرا امر جو مشیران صلاح ارشاد فرماتے
ہین یہ ہے کہ غزل کو قطعہ بند ہونا چاہیے - ظاہر ہے کہ اس التزام کی صلاح کا سبب اہل
یورپ کی تقلید کورانہ کے سوا دوسرا امر نہین وائے بر مشیران صلاح جو اہل یورپ کے تتبع پر
امر ناحق مین جان دیتے ہین اہل انصاف تجویز فرمائین کہ غزل سرائی مین اس التزام
کی کیا ضرورت ہے بلکہ جو غزل سرائی کا موجودہ طور ہے وہ بہت قابل لحاظ ہے
کسواسطے کہ سواے فارسی اور اُردو کے کوئی زبان روے زمین پر نہین ہے کہ جسمین
نازک سے نازک اور دشوار سے دشوار مضامین صرف دو مصراع مین تمام ہوجاتے
ہین - کیا یہ امر فارسی اور اُردو کے لیے موجب امتیاز نہین ہے - واقعی کوئی زبان
ان دونون زبانون کے سوا ایسی نہین ہے کہ اداے مطلب پر اس طور سے قادر
ہو - خواجہ حافظ کے دیوان مین امور قلبیہ و اخلاق جس چستی بندش کے ساتھ
حوالۂ قلم ہوے ہین یقیناً کسی اور زبان کی شاعری مین اس ترکیب خاص کے ساتھ
نہین پائے جاتے - پس جاننا چاہیے کہ غزل سرائی مین التزام قطعہ بندی کی کوئی
حاجت نہین ہے - اس عدم احتیاج کیوجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود تقاضاے

فارس کی قصیدہ گوئی

ظاہر ہے کہ فارس کے تمام شعرائے قصیدہ گو کا ذکر اس کتاب مین کیا نہین جا سکتا کس واسطے کہ اسکی تصنیف بہ سبیل تذکرہ واقع نہین ہوئی ہے - اِس لیے صرف چند مشاہیر حضرات قصیدہ گو اِس کتاب مین یاد کیے جاتے ہین - اُنکے نمونہ ہاے کلام سے قصیدہ گوئی کی حقیقت کم و بیش طور پر منکشف ہو جائیگی

رودکی - معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص فارسی کا پہلا شاعر ہے - قصیدہ کا موجد تو کہا نہین جا سکتا - اسواسطے کہ اسکے ظہور کے بہت سی صدیان پہلے یہ صنعت شاعری اہل عرب مین جاری تھی - بہرحال رودکی قدیم ترین شعرائے فارس سے ہے اور اُسکا کلام فطری خوبیون سے معمور ہے - اُسکے ایک قصیدہ کے کچھ اشعار ذیل مین درج کیے جاتے ہین - اُن سے ظاہر ہوگا کہ یہ شاعر فطرت کی تبعیت کرنے والا تھا - بے سروپا طور کے مضامین کا باندھنے والا نہ تھا - یعنی اُسکی ترکیب ظہیر فاریابی وغیرہ کی نہ تھی - ہرچند قصیدۂ ذیل بھی ایک درباری قصیدہ ہے - مگر ظہیر کے ناپ شناپ درباری قصیدون سے کوئی علاقہ نہین رکھتا - رودکی کا کلام زیورِ سادگی سے آراستہ نظر آتا ہے اور فطری رنگ رکھنے کے باعث دلچسپی سے خالی نہین معلوم ہوتا - اُس قصیدہ کا کوئی شعر ایسا نہین دکھائی دیتا کہ سعدی علیہ الرحمہ کو یہ کہنے کی ضرورت پڑتی

ص چہ حاجت کہ نہ کرسی آسمان ؛ نہی زیر پائے قزل ارسلان ؛ واقعی سعدی کیا ہی عمدہ مذاق کے شاعر تھے - آخر ظہیر کے اس شعر نے "نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پا ؛ تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد" ؛ شیخ سے شعر بالا کہلا ہی چھوڑا - کیون نہو ہر است بابم

راست پسند راست طبیعت راست خلقت آدمی کو دروغ سرائی سے وحشت ہوتی ہے لا ریب ایسی ہی مبالغہ پردازیوں نے فارسی کی شاعری کو عالم مین بدنام کر رکھا ہے اگر فارسی شاعری سے مبالغہ پردازی کی بدمذاقی دور ہوجائے تو فارسی شاعری پروقار ہوجاتی ہے غضب خدا کا ہے کہ فارسی کے شعرا اپنے سلاطین و امرا کی تعریف ایسے ڈھنگ سے کرتے ہین کہ اگر انکے اشعار حمد خدا و نعت محمد مصطفےٰ اور منقبت علی مرتضیٰ مین پڑھے جائین تو نہایت ہی حسب حال معلوم ہون - بیشتر شعرائے فارس کے قصائد مدحیہ کا یہی رنگ دیکھا جاتا ہے - باستثنائے شعرائے قلیل متقدمین و متاخرین سب کے سب مرض مبالغہ پردازی کے علیل نظر آتے ہین اور افسوس ہے کہ مرور ایام سے یہ بیماری ترقی ہی کرتی گئی - چنانچہ فخر المتاخرین حکیم قاآنی کو آزار مبالغہ مین متقدمین سے بھی زیادہ مبتلا پاتے ہین - مثلاً ایک شعر انکے ایک قصیدہ مدحیہ کا عرض کیا جاتا ہے شعر

شہنشاہے کہ ہست اورا ابداع و طبع جان و دل
قضا تابع قدر طالع ملک خادم فلک چاکر

کاش قاآنی نے اس شعر کو مرزا ناصر الدین شاہ کی مدح کے عوض نعت محمد مصطفےٰ و منقبت علی مرتضیٰ مین کہا ہوتا - اسی طرح اس شاعر نادر کے سیکڑون اشعار ہین جو حمد و نعت و منقبت کے لیے موزون معلوم ہوتے ہین - نہایت جائے حسرت ہے کہ مبالغہ پردازی کی بیماری سے فارسی کی نظم و نثر دونون بدحال ہو رہی ہے مگر ابھی تک اسکے ازالہ کی طرف توجہ نہین کی گئی ہے - کاش اب بھی کوئی علاج کی صورت نکلے کہ فارسی کی شاعری پنجۂ اجل سے نجات پائے - واضح ہو کہ شاعری کو دروغ سرائی سے کوئی علاقہ نہین ہے - دروغ سرائی شاعری کی پرتاثیری کو کھو دیتی ہے - یہی سبب ہے کہ اکثر فارسی کے قصائد تمامتر بے اثر نظر آتے ہین انھین پڑھکر طبیعت کو کسی قسم کی

فرحت نصیب نہین ہوتی - بالیقین ایسے قصائد تعلیم یافتہ دماغون مین جگہ نہین کرسکتے اُنسے متلذذ ہونے کے لیے ضرور ہے کہ پہلے انسان اُنکے مضمون کا مذاق پیدا کرے بلا شبہہ ایسا شخص جو شاعری کو سرمایۂ زندگی و قوت روح جانتا ہے - ایسی شاعری سے جو درحقیقت سوہان جان ہو کسی طرح کی دلی یا دماغی خوشی حاصل نہین کرسکتا ہے - بہرحال رودکی کا وہ قصیدہ جسکے کچھ اشعار درج ذیل ہوتے ہین اُن معائب سے پاک ہے - جن سے فارسی کی شاعری انگشت نما ہو رہی ہے اسمین نہ معیوب طور کی مبالغہ پردازی ہے اور نہ نامطبوع انداز کی نازک خیالی - ظہیر - عرفی - قاآنی وغیرہم کے طریقۂ قصیدہ گوئی سے تمامتر علیحدہ ہے - معما چیستان اور ہرطرح کے صنائع بدائع کے معائب سے تمامتر پاک ہے - نیچرل شاعری کا نمونہ ہے اور جس غرض سے لکھا گیا تھا اُسکا پورا کرنے والا نظر آتا ہے - اسی لیے حُسن تاثیر سے آراستہ دکھائی دیتا ہے -

اشعار از قصائد رودکی

یاد جوے مولیان آید ہمی ‌ ‌ یاد یار مہربان آید ہمی
ریگ آمو باد رشتیہاے او ‌ ‌ زیر پایم پرنیان آید ہمی
آب جیحون از نشاط روئے ما ‌ ‌ خنگ مارا تامیان آید ہمی
اے بخارا شاد باش و دیر زی ‌ ‌ میر ثروت شادمان آید ہمی
میر سرو ست و بخارا بوستان ‌ ‌ سرو سوے بوستان آید ہمی
میر ماہ ست و بخارا آسمان ‌ ‌ ماہ سوے آسمان آید ہمی

صاحب تاریخ گزیدہ لکھتے ہین کہ رودکی کو اس قصیدہ کے لکھنے کی یہ حاجت ہوئی

کہ امیر نصر ۳۰۹ھ مین بخارا کو چھوڑ کر مع ارکان دولت ہرات مین قیام پذیر ہوا تھا اس شہر سے اُسے ایسی دلبستگی پیدا ہوئی کہ وہ بخارا کو بھول بیٹھا۔ امرا و وزرا بہت اسکے کوشان ہے کہ وہ وطن مراجعت کرتا۔ مگر وہ کسی کی نہین سُنتا تھا تب رودکی نے یہ قصیدہ کہا۔ اور یہ قصیدہ بحضور امیر گایا گیا۔ اِس قصیدہ کا یہ اثر ہوا کہ امیر فوراً جلسہ سے اُٹھا اور بلا سامان سفر امرا و رفقا کو لیکر بخارا کو روانہ ہوگیا۔ صاحب ذخیرہ دولت شاہی لکھتے ہین کہ علما کو اِس قصیدہ کی مقبولیت پر تعجب ہوتا ہے کسواسطے کہ یہ نہایت سادہ اور سلیس زبان مین لکھا گیا ہے اور زیورات شاعری سے تامتر معرا ہے امیر نصر کے بعد کے سلاطین کے حضور مین اگر ایسا کوئی قصیدہ پڑھا جاتا تو ضرور اُنکی ناپسندیدگی کا باعث ہوتا۔ واضح ہو کہ دولت شاہ کی یہ تحریر مذاق شعراے فارس کے تامتر موافق ہے، مگر راقم کو اِس قصیدہ کی مقبولیت مین کوئی تعجب نہین گزرتا ہے۔ اِس لیے کہ یہ قصیدہ نہایت فطری رنگ رکھتا ہے۔ فطری انداز بیان مین اگر پرتاثیری موجود نہ ہو تو پھر کہان ہوسکتی ہے۔ حضرت غالب نے بھی ایک قصیدہ اسی زمین مین تحریر فرمایا ہے۔ اُسکے عمدہ ہونے مین کوئی گفتگو نہین مگر اُسکا انداز اسقدر فطری نہین ہے۔ اِس لیے اسکو اسقدر حُسن قبول حاصل نہ ہوا۔ علاوہ اسکے جاے غور ہے کہ رودکی نے اپنا قصیدہ ایسے وقت مین لکھا تھا کہ تمام امرا و وزرا و رفقاے امیر پر حبّ وطن کا جوش غالب ہو رہا تھا۔ رودکی بھی دوری وطن سے پریشان تھا۔ ایسی حالت مین جو کچھ رودکی نے کہا۔ دل سے کہا انچہ از دل خیزد بر دل ریزد۔ یہ موقع حضرت غالب کو کب نصیب ہوا پس حسب مراد مقبولیت کی صورت حضرت غالب کے قصیدہ کو کیونکر ہوسکتی تھی

فردوسی طوسی

فردوسی۔ ابوالقاسم نام نامی ہے اور فردوسی تخلص۔ چونکہ وطن ملک طوس تھا

اِس لیے طوس کی نسبت کے ساتھ یاد کیے جاتے ہین اور درجۂ حکمت حاصل رہنے کے باعث ملقب بہ حکیم ہین - اِس خدائے سخن کی شہرت قصیدہ گوئی کی بنیاد پر نہین ہے، جس بنیاد پر ہے اُسکی بحث آیندہ آئیگی - یہان ذیل مین ایک قصیدہ جو اس ہمایون نہاد کی فکر پاک کا نتیجہ ہے - نذر ناظرین کیا جاتا ہے - یہ قصیدہ منقبت سیدنا امیرالمومنین مین ہے اور دوستداران امام کے خلاف مذاق نہین ہے -

قصیدۂ فردوسی

اگر بری بخم زلف تا بدارا انگشت
ززلف خویش برآری بزنہارا انگشت

مگر شمارۂ زلف تو می کند شانہ
کہ کردہ درخمِ زلف تو بیشمارا انگشت

گرہ گرہ شدہ رگہاے جان خستہ دلان
چو کردہ زلف سیاہ تو تارتارا انگشت

بحرف قتل من انگشت کش نہادی وش
سرم فداے تو زین حرف بہدارا انگشت

سزاے شہد شہادت شہید عشق برد
چو بار تیغ برآرد دلا برارا انگشت

پے نظارۂ مشکین ہلال او با ماہ
کشد مہ نو ازین نیلگون حصارا انگشت

بہ مستی آرزوے پاے بوس او کردم
نہادہ برلبِ خون نوش خونگارا انگشت

دلا چو پیر شدی بگزرا زہوا وہوس
زبہر آرزوے نفس خود برآرا انگشت

بگو کہ بود کہ شد فتح باب خیبر ازو
کہ کرد بر درآن قلعہ استوارا انگشت

کہ پارہ کرد کمندِ نفاق ورشتۂ کفر
بہ گاہوارہ کہ زد در دہان مارا انگشت

علیؑ عالی اعلےٰ کہ دست ہمت او
ہزار نے زدہ بر چشم ذوالخمارا انگشت

شہے کہ تا زدو انگشت در زخیبر کند
برآمد از پے اسلام صد ہزارا انگشت

زدست تیغ توجان برد وزجهان ایمان ۔۔۔ هر آنکه کرد بدین تو است۔۔۔ انگشت
کسیکه حب تواش نیست تا بروز شمار ۔۔۔ بهرزه گوئی لتسبیح می شمار انگشت
کسیکه دست بدامانِ حیدر و آلش ۔۔۔ نزد لیبا که بدندان کند فگار انگشت
شها تراست مسلم کرم که گاه رکوع ۔۔۔ کند برای تو انگشتری نثار انگشت
نگینه چاکر مداح تست فردوسی ۔۔۔ همیشه با قلمش گشته دستیار انگشت
بگیر دست خدایا بحق حیدر و آل ۔۔۔ دران نفس که رود خلق راز کار انگشت
موالیان علی را از روے لطف و کرم ۔۔۔ زهول روز جزا برقرار دار انگشت

شها غلامِ غلامِ توام مرا بگذار
برائے فاقہ برآرم بہ زیبها انگشت

سنائی

سنائی ۔ مجد الدین نام نامی ہے ۔ سنائی تخلص ۔ اور حکیم لقب ہے ۔ وطن اطراف غزنین مین تھا ۔ ظہور اس حکیم نامی کا آل سبکتگین کے عہد مین ہوا اس خاندان کے جن جن بادشاہون کو اس یکتاے روزگار کے دیکھنے کا اتفاق ہوا حلقہ بگوش عقیدت رہے ۔ واقعی حکیم سنائی عجب بزرگ گزرے ہین ۔ اہل سنت اُنکو اولیا و اتقیا سے جانتے ہین ۔ حکما اُنکو حکیم مانتے ہین ۔ شعرا اُنکو اُستاد باکمال کہتے ہین ۔ شیعے اُنکو عظمت کے ساتھ یاد کرتے ہین ۔ ذیل مین ایک قصیدہ حکیم ممدوح کا بطرز نمونہ نذر ناظرین ہوتا ہے ۔

قصیدہ سنائی نمبر ۱

مکن بجسم وجان منزل که این دون است و آن والا ۔۔۔ قدم ازهر دو بیرون نه نه اینجا باش و نه آنجا

بہرچہ از راہ باز افتی چہ کفر آن حرف و چہ ایمان / بہرچہ از دوست وامانی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا
گروہ ہروان بینی کہ مردش بینی از دوزخ / نشان عاشق آن باشد کہ خشکش بینی از دریا
سخن کز راہ دین گوئی چہ عبرانی چہ سریانی / مکان کز بہر حق جوئی چہ جابلقا چہ جابلسا
مگو مغرور غافل را برای امن و نکتہ / مدہ محـــر ورجاہل راز بہر طبع او حرفا
نہ حرف از بہر آن آمد کہ سوزی زہرۂ زہرا / نہ حرف از بہر آن باشد کہ دزدی چادر زہرا
تو علم آموختی از حرص آنگہ ترس کاندر شب / چو دزد با چراغ آید گزیدہ تر برد کالا
چو علمت ہست خدمت کن چو بیعلمان کہ زشت آید / گرفتہ چینیان احرام و مکی خفتہ در بطحا
چو تن جانرا مزین کن بہ علم دین کہ زشت آید / ازین سو شاہ عریان و ازان سو کوشک از دیبا
ترا یزدان ہمی گوید کہ در دنیا مخور بادہ / ترا ترسا ہمی گوید کہ در صفرا مخور حلوا
ز بہر دین نہ بگذاری حرام از حرمت یزدان / ولیک از بہر تن مانی حلال از گفتۂ ترسا
مرا بارے بحمد اللہ ز راہ حکمت و ہمت / بہ سوے خط وحدت برد عقل از خطۂ اشیا
نخواہم لاجرم نعمت نہ در دنیا نہ در جنت / ہمی گوید بہ ہر ساعت چہ در سرا چہ در ضرا
کہ یا رب مر سنائی را سنائے دہ تو در حکمت / چنان کز وے برشک آید روان بوعلی سینا
مگردان عمر من چون گل کہ در طفلی شوم کشتہ / مگردان حرص من چون مل کہ در پیری شوم برنا
بحرص ار شربتے خوردم مگیر از من کہ بد کردم / بیابان بود و تابستان و آب سرد و استسقا
بہرچہ از اولیا گفتند ارنی و دو فقنی ہا / بہرچہ از انبیا گفتند آمنا و صدقنا

سبحان اللہ واقعی سوا حکیم کے کون شاعر ایسے اشعار موزون کر سکتا ہے۔ ہر شعر دفتر حکمت ہے۔ تعلیم دین و دنیا کا خاتمہ ہے۔ کیسے کیسے مسائل منقح پیرایہ شاعری مین بیان ہوئے ہین۔ یہ اشعار عالمون کو راہ ہدایت بتانے والے ہین۔ ان سے فلسفی کو فوائد

عظیم منتج ہو سکتے ہین - ان سے طالب حق دریافت حق کر سکتا ہے کیا کہنا ہے آفرین صد آفرین - لاریب جس زبان مین ایسے اشعار موجود ہون وہ زبان اپنے وقار پر ناز کر سکتی ہے کاش فارسی کے سب قصائد اس انداز کے ہوتے حیف صد حیف کہ درباری قصیدہ گویون نے اس زبان کو بے آبرو کر ڈالا ہے اس زبان کے وقار پر بدمذاقی شعرا کا ابر ایسا چھا رہا ہے کہ یہ زبان مبتلائے تیرگی ہو رہی ہے - واضح ہو کہ برائے خود قصیدہ ایک نہایت اعلیٰ اور افضل اصناف شاعری سے ہے - مگر اسکے استعمال برنے اسے بدنام بنا رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ صنف شاعری بڑے بڑے اہم مضامین کی بندش کے واسطے وضع کی گئی تھی - جیسا کہ اس قصیدہ کے انداز سے ہویدا ہے - راقم ایک اور بھی قصیدہ اس حکیم عالی مقام کا درج ہذا کرتا ہے -

قصیدۂ سنائی نمبر ۲

برگ بے برگی ندارد لاف درویشی مزن
رخ چو عیاران میارا جان چو نامردان مکن

ہر چہ یابی جز ہوا آن دین بود جان بکار
ہر چہ بینی جز خدا آن بت بود در ہم شکن

سر برآر از گلشن تحقیق تا در کوے دین
کشتگان زندہ بینی انجمن در انجمن

در یکے صف کشتگان بینی بہ تیغے چون حسین
در دگر صف خستگان بینی بزہرے چون حسن

در دو چیز و دو عجب درویست کاندر وے چو شمع
چون سوئی بیمار بہتر گردی از گردن زدن

ہر کسے از رنگ و گفتارے باین رہ کے رسد
درد باید صبر و سوز و مرد باید کام زن

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع
عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندر یمن

ماہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش — صوفئی را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبۂ از آب و گل — شاہدی را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار — تا کہ در جوف صدف باران شود در عدن
صدق و اخلاق درستے باید و عمر دراز — تا قرین حق شود صاحب قرانے در قرن
بادہ قبلہ در رہِ توحید نتوان رفت است — یا رضاے دوست باید یا ہواے خویشتن

کس منہ سے اشعار بالا کی تعریف کیجاے ۔ سبحان اللہ وصل علی ہر شعر اعلی درجہ کی تعلیم روحانی کا آلہ ہے کسقدر فطرت کے قرین ہے حق گوئی اور حق جوئی کا خاتمہ ہے کلام ایسا تو ہو کہ ضرب المثل کا حکم رکھتا ہو ۔ فارسی کو جسقدر بدمذاق قصیدہ گویون کی سخن سنجی سے سرمایہ شرمساری مترتب ہوا ہے اسیقدر ایسے اشعار کی بدولت گنجینۂ نازبھی ہاتھ آیا ہے واقعی سنائی ایسے حکیم دین و دنیا گزرے ہین کہ ہر مذہب و ملت کا آدمی اُنکے شرف حکمت آبائی کا قائل اگر نہو تو آدمی نہین ہے اُس پر سے حضرت ولاے اہل بیت مین ایسے غرق معلوم ہوتے ہین کہ خاندان نبوت کی یاد سے کبھی غافل نہین ہوتے ۔ واقعی جبتک انسان کسی شے کو محبوب نہین رکھیگا اُسکو گاہ و بیگاہ یاد نہین کریگا ۔ فرقۂ شیعی مذہب کا حکیم سنائی کو نظر عظمت سے دیکھنا بیوجہ نہین معلوم ہوتا ۔

انوری

انوری حکیم اوحدالدین انوری قصیدہ گوئی مین مشہور آفاق ہین ۔ اطراف خراسان مین پیدا ہوے ۔ سلطان سنجر سلجوقی کے عہد مین اُنکی طباعی نے شہرت پکڑی واقعی انوری بڑے طباع تھے علم و فضل مین حکیم کا درجہ رکھتے تھے مگر مولف کی دانست مین اُنکی قصیدہ گوئی حکیم سنائی کی قصیدہ گوئی کی خوش مذاقی تک نہین پہونچتی ہے انوری درباری شاعر تھے ۔ مگر سنائی نے تقرب سلطانی سے اپنی شاعری کے دامن کو

آلودہ ہونے نہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سنائی کا کلام پاک اور مقدس نظر آتا ہے۔ ان
دونون حکیمون کے حالات زندگانی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون
اہل کمال دو ہنج کے آدمی تھے انوری طالب جاہ و منال تھے اور سنائی تارک دنیا
انوری نے اپنے کمالات علم و فضل کی بدولت تقرب سلطانی حاصل کیا۔ مگر سنائی
نے سلطانی تقرب سے اپنے کو علیحدہ رکھا۔ انوری کے حالات مین محققین نے
لکھا ہے کہ ایک روز آپ مدرسہ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ملک الشعرا حکیم ابو الفتح
کی سواری نہایت جاہ و حشم کے ساتھ سامنے سے گزری۔ انوری نے کہ مبتلائے
افلاس ہو رہے تھے۔ پوچھا کہ یہ کون امیر ہے کہ اس تزک سے جاتا ہے۔ لوگون نے
کہا کہ یہ شاعر بارگاہ سلطانی ہے۔ انوری نے کہا کہ مین بھی اپنے کو سلسلۂ شعرا مین
داخل کرون گا۔ یہ ارادہ کر کے ایک قصیدہ مدحیہ خدمت شاہ مین پیش کیا۔ بادشاہ
کو بہت پسند آیا۔ سلطان بڑے اعزاز و احترام سے پیش آئے اور آخر کار انوری کو
ملک الشعرا کا رتبہ بخشا۔ اسکے برخلاف حکیم سنائی کی سرگذشت نظر آتی ہے کہ سلطان
وقت ابراہیم غزنوی نے انکا اپنی بہن سے بیاہ کر دینا چاہا۔ مگر سنائی کی آزاد مزاجی
نے بادشاہ کی خواہش پوری ہونے نہ دی۔ آپنے فوراً سفر حجاز اختیار فرمایا۔ اور
حج و زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ واضح ہو کہ انسان کے اخلاق و اطوار
کو اسکے علم و فضل مین تمام تر دخل ہوتا ہے۔ پس جب سنائی کا انداز مزاج ایسا تھا تو
ضرور ہے کہ اسکے کلام مین بھی اسکے مزاج کا انداز پایا جائے۔ چنانچہ امر واقعی بھی
ایسا ہی ہے کہ سنائی کا کلام بڑی حوصلہ مندی سے خبر دیتا ہے۔ دنیائے دون
کی پستی کیطرف میلان نہین رکھتا۔ یہ بات درباری شاعرین پائی نہین جا سکتی

طالب جاہ و منال کہان تک عالی خیال ہو سکتا ہے۔ نہایت جاے افسوس ہے کہ سلاطین اسلام کی بدولت شاعری درجۂ ابتذال کو پہونچ گئی۔ جاے غور ہے کہ حکیم انوری سے قابل شخص کو بھی اُس کام کو کرنا پڑتا تھا جو سچے شاعر کے لیے ایک بڑے ننگ کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً سلاطین نے شاعری کو اپنی مداحی کے واسطے مختص سمجھا تھا پس اُنھین شعرا کی عزت و آبرو ہوتی تھی جو اپنے بادشاہون کی مدح مین کوئی دقیقہ دروغ گوئی کا اُٹھا نہین رکھتے تھے انوری کے اکثر قصائد گو بڑی طباعی سے خبر دیتے ہین مگر درباری شاعری کے معائب سے بھرے ہین۔ راقم ذیل مین ایک قصیدہ حکیم ممدوح کا درج کرتا ہے۔ یہ نعتیہ قصیدہ ہے اور غرض قصیدہ گوئی کے موافق ہے حضرات ناظرین حصول ثواب فرمائین اور اُسکے مصنف عالی مقام کے لیے حق تعالی سے خواستگار رحمت ہون۔

قصیدۂ انوری

اے شادی جان آفرینش
وے گوہر کان آفرینش

اے محرم خلوتی کہ آنجا
صحراست نشان آفرینش

اے بلبل بوستان تجرید
در شورہ ستان آفرینش

در جلوہ کشید کشف نطقت
اسرار نہان آفرینش

در بدو وجود گفت پیرت
کاے بخت جوان آفرینش

ناجستہ ز فکرتت روان تر
تیرے ز کمان آفرینش

آزاد مراتب یقینت
ز آسیب گمان آفرینش

بے فاتحۂ ثنا نبردہ
نام تو لسان آفرینش

خاقانی

در شیوهٔ اختراع و ابداع   با تاب و توان آفرینش
کم کرده گران رکابی تو   تیزی عنان آفرینش
وز بیجهتی هلال قدرت   فارغ ز رسنان آفرینش
در بے صفتی علو نعتت   برتر ز زبان آفرینش
نا بستہ بنود تا کہ بوده   پیش تو میان آفرینش
صیت تو گرفتہ صد ولایت   زان کوے جہان آفرینش
ده یازدهٔ قبول داری   بر کل مکان آفرینش
بیش است زکات مایهٔ تو   از سود و زیان آفرینش
سوگند بجان تو خورد عقل   یعنی کہ بجان آفرینش
هر نوبت مجلست بهاریست   بر لب ز فغان آفرینش
افتاده بر آستانهٔ شمع   پست از تو روان آفرینش
لوزینهٔ استعارت تست   آرائش خوان آفرینش
نقد سخنت چو رائج افتاد   در دادوستان آفرینش
پرسید ز عقل کل کہ آن چیست   گفتا همدان آفرینش
صراف سخن کہ نفس کل است   بر طرف دکان آفرینش
تا ابلق دهر تند و رام است   اندر خم ران آفرینش
در خدمت دور دولتت باد   دوران زمان آفرینش
شیرین ز زبان شکرینت   تا حشر دهان آفرینش

حکیم افضل الدین شروانی حسانِ عجم کی شہرت شاعری اُنکی قصیدہ گوئی کیوجہ سے ہے اِس

صنف شاعری مین آنھین بڑی دستگاہ حاصل تھی قصائد اُنکے بہت پر زور نظر آتے ہین اور ہرچند اکثر درباری شاعری کے عیوب سے پاک نہین ہین۔ اسپر بھی حکیمانہ مذاق رکھتے ہین۔ لاریب خاقانی کے کلام مین بڑی نازک خیالی اور بلند پروازی دیکھی جاتی ہے۔ فقیر کی دانست مین حکیم قآنی کے قصائد اسقدر حکیمانہ انداز نہین رکھتے۔ گو اُنکی شوکت لفظی اپنا جواب نہین رکھتی۔ خاقانی کے کلام کے نقصانات یہ ہین کہ محض آسان مضامین بھی دقت خیز ترکیبون سے حوالہ قلم کیے گئے ہین اور چونکہ عموماً بیان مضامین کا طور دشوار ہوا کرتا ہے پر تاثیر بھی اُنمین کمتر پائی جاتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاقانی کو دم سخن سنجی یہ یاد نہین رہتا تھا کہ خوشخیالی لسانی کی محتاج نہین ہے۔ ظاہر ہے کہ خوب و مرغوب مضامین کج و کاواک بیان سے بے اثر ہو جاتے ہین۔ مسائل منقح کے لیے سادگی بیان ہی عمدہ ہوا کرتی ہے۔ اسکی کوئی ضرورت نہین ہے کہ عالی اور نازک خیالات ایسی دقیق ترکیبون سے حوالہ قلم کیے جائین۔ کہ معما کی صورت پیدا کرین۔ ذیل مین بطرز نمونہ کچھ اشعار قصیدہ نہزۃ الارواح و نزہتہ الاشباح سے نذر ناظرین ہوتے ہین۔

قصیدہ

آہ روان در صبح صادق کعبۂ جان دیدہ اند | صبح را چون محرمان کعبہ عریان دیدہ اند
از لباس نفس عریان ماندہ چون ایمان صبح | ہم بصبح از کعبۂ جان بوے ایمان دیدہ اند
در شکر ریزند خون از اشک گردون لب بہ صبح | ہمچو پستہ سبز و خون آلود خندان دیدہ اند
وادی فکرت بریدہ محرم عشق آمدہ | موقف شوق ایستادہ کعبۂ جان دیدہ اند
روز و شب دیدہ دو گاو بیشہ در قربانگہش | صبح را تیغ و شفق را خون قربان دیدہ اند

خوانده اند از لوح دل شرح مناسک بهر آنکه — در دل از خط ید الله صد دبستان دیده اند

نام سلطان خوانده اهم بر پاسیج سلطان از آنکه — دل علامتگاه پاسیجهاے سلطان دیده اند

از کجا برداشته زاد از زبغداد طلب — در کجا در وادی تجرید امکان دیده اند

صبحدم رانده ز منزل تشنگان ناشنا — چاشتگه هم مقصد هم چشمه هم خوان دیده اند

در سجود کعبهٔ جان ساکنان سدره را — هم چو عقل سالکان سرمست حیران دیده اند

در حریم کعبهٔ جان محرمان الیاس وار — علم خضر و چشمهٔ و ماهی بریان دیده اند

در طریق کعبهٔ جان چرخ زرین کاسه را — از پی دریوزهٔ جان کاسه گردان دیده اند

کشتگان کز کعبهٔ جان باز جانور گشته اند — ماهی خضر اند گوئی کاب حیوان دیده اند

کعبهٔ جان زان کعبے نه شهر جوی و نهفت ده — کین دو جا را نفس و منیر طبع و مقان دیده اند

برگزشته این ده و زان شهر در اقلیم دل — کعبهٔ جان را به شهر عشق بنیان دیده اند

خاکیان اند راه کعبهٔ جان کوفتن — کین ره دشوار مشتے خاک آسان دیده اند

کعبه سنگین مثال کعبهٔ جان کرده اند — خاصگان این را طفیل بدل آن دیده اند

هر کعبه تر کز حریم کعبهٔ جان آمده — زیر پر پرش نامهٔ توفیق پنهان دیده اند

عاشقان اول طواف کعبهٔ جان کرده اند — پس طواف کعبهٔ تن عرض فرمان دیده اند

مطلع ثانی

باخیال دیده نفس کعبهٔ جان دیده اند — دیده را از شوق کعبه نشه زمزم افشان دیده اند

اشعار بالا سے خاقانی کی طباعی هویدا ہے یہ اشعار تمام تر حکیمانہ مذاق کے کہتے ہین اسکی بلند پایگی معرض گفتگو مین نہین آسکتی۔ واضح ہو کہ خاقانی اکثر شاعری کا داخلی پہلو برتتے ہین۔ انکا کمتر کوئی قصیدہ ہے جو اس پہلو سے خالی نظر آتا ہے یہ ایک

سعدی کی حیثیت قصیدہ گو

بڑا فرق درمیان خاقانی اور قاآنی کے حائل ہے کما لا یخفی علی ارباب النظر والتحقیق۔

شیخ علیہ الرحمہ کو قصیدہ گوئی سے بھی مناسبت حاصل تھی اور یہ مناسبت اُس قسم کی نہ تھی کہ جو قصیدہ گوئی کو بدنام کرنے والی ہوا کرتی ہے چونکہ حضرت کی طینت مین راست خیالی اور راست گفتاری داخل تھی۔ آپ کے قلم سے ایسی باتین نکل ہی نہین سکتی تھین کہ جنھین سنکر کسی حق گو یا حق جو کا دل پریشان ہو۔ واقعی آپ قولاً و فعلاً مصداق راستی تھے۔ اسی واسطے جب کوئی قصیدہ منظوم فرماتے تھے تو ظہیر فاریابی وغیرہ کی ترکیبون سے تمامتر علیحدہ رہتے تھے عموماً آپ کا کلام بظاہر آسان اور بباطن دشوار نظر آتا ہے خیالات کی صفائی ایسی ہے کہ فردوسی۔ نظامی۔ انوری۔ اور خاقانی کو بھی نصیب نہین ہوئی جو بات زبان قلم پر آجاتی ہے ضرب المثل کا حکم رکھتی ہے۔ حضرت کی قصیدہ گوئی بھی ان صفات سے خالی نہین ہے۔ ذیل مین ایک قصیدۂ موعظت اور دو قصیدے تعریف ربیع کے نذر ناظرین ہوتے ہین۔ یہ تینون قصیدے اغراض قصیدہ گوئی کے تمامتر موافق ہین پہلا قصیدہ موعظت کا ہے اور حسن بیان سے معمور ہے اُسکی پر تاثیری غافلون کو ہوشیار بنا دینے والی اور سوتون کو جگا دینے والی ہے۔ ہر مصراع تصویر عبرت ہے۔ فصیح سے فصیح اور بلیغ سے بلیغ واعظ بھی اس سے بہتر طریقہ وعظ اختیار نہین کر سکتا۔ اسی لیے مساجد مین سر منبر واعظین اس قصیدہ کو پڑھتے ہین۔ واقعی اسکی پر تاثیری ایسی ہے کہ اگر شخص دنیا دار غفلت کردار اسکو بہ توجہ سنا کرے تو اُسکی آنکھ مین دنیا ہیچ دکھائی دینے لگے اور یقیناً آخر کار اُسے دنیا سے تنفر پیدا ہو جائیگا۔ واہ سعدی واہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے خوب اس قول کو سمجھا تھا کہ دنیا روز سے چند و آخر کار با خداوند۔ تب ہی تو آپ ایسی پر تاثیر زبان مین اس خیال کو نظم کر سکے۔ حضرات حق آگاہ سے پنہان نہین ہے کہ

نیچرل شاعری کا کلام عموماً راستی سے مملو ہوتا ہے - مگر یہ کہ راستی کے ساتھ کلام کمال درجہ کی شاعری کی صفت کے ساتھ بھی متصف ہو یہ بڑی ندرت سے خبر دیتا ہے سعدی کی شاعری بھی ندرت رکھتی ہے کہ راستی مضامین کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے شاعرانہ حسن سے مزین پائی جاتی ہے اس قصیدہ کو حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ شروع سے آخر تک نہ صرف مصداق راستی ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی شاعری کی تصویر بھی ہے - اسکے علاوہ جو اور دو قصیدے منسلک ہذا ہوتے ہین وہ بھی اغراض قصیدہ گوئی کے تمام تر موافق ہین - ان دونون قصیدون مین شیخ علیہ الرحمہ نے ربیع کی صفت بڑی عالی مذاقی کے ساتھ حوالۂ قلم فرمائی ہے اہل مذاق صحیح انکو پڑھین اور نیچرل شاعری کا لطف اُٹھائین واضح ہو کہ سعدی کے ان دونون ربیع کے قصیدون کو دیکھکر طامسن (Thomson) شاعر انگلستان یاد آتا ہے - اس بامذاق شاعر نے بھی فصلون کی کیفیتین منظوم کی ہین - اُسکی اس تصنیف کا نام ٹامسنز سیزنس ہے -

قصیدۂ سعدی نمبر ۱

تراز کوے اجل کے فرار خواہد بود — قرار گاہ تو دار القرار خواہد بود
اگر تو ملک جہان رابدست آوردی — مباش غرہ کہ ناپائدار خواہد بود
بمال غرہ چہ باشی کہ یک دو روزے چند — ہمہ نصیبۂ میراث خوار خواہد بود
ترا بہ تختہ و تابوت درکشند از تخت — گرت خزانہ و لشکر ہزار خواہد بود
ترا بہ کنج لحد سالہا بباید خفت — تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود
اگر تو در چمن روزگار ہیچو گلے — دمیدہ بر سر خاک تو خار خواہد بود

نیازمندی یاران ندارد ت سودے — مگر عمل کہ ترا یار یار خواہد بود
بسا سوار کہ آنجا پیادہ خواہد شد — بسا پیادہ کہ آنجا سوار خواہد بود
بسا امیر کہ آنجا اسیر خواہد شد — بسا اسیر کہ فرمان گزار خواہد بود
بسا امام ریائی و پیشواے بزرگ — کہ روز حشر و جزا شرمسار خواہد بود
چرا ز حال قیامت دمے نمیندیشی — کہ حال بیخبران سخت زار خواہد بود
بہشت میطلبی از گنہ پرہیزی — بہشت منزل پرہیزگار خواہد بود
گزار باطل و مردانہ حق پرستی کن — زحق پرستی بہتر چہ کار خواہد بود
بسا زچارہ رفتن چو رہروان رفتند — کہ سعدی از تو سخن یادگار خواہد بود
بہ قطرہ قطرہ حرامت عذاب خواہد داد — بہ ذرہ ذرہ حلالت شمار خواہد بود

اے حضرات حقائق دستگاہ واقعی سعدی کا کلام کسقدر پرتاثیر معلوم ہوتا ہی کون شخص دنیا مین ہے جو ان اشعار کو پڑھکر دنیا کی طرف سے افسردہ خاطر نہ ہوگا۔ یہ وہ اشعار ہین کہ سلطنت دولت حکومت حسن شباب موت زور اور دنیا کی تمام نعمتون کے نشہ کو پھاڑ ڈالنے والے ہین واہ کلام ہو تو ایسا پرتاثیر ہو - یہ پرتاثیری امر اختیاری نہین ہے - ہر شاعر سعدی نہین ہو سکتا - یہ تمامتر خدا کی دین ہے جسکو خدا دے وہی پائے

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خداے بخشندہ

قصیدہ نمبر ۲ در صفت ربیع

علم دولت نوروز بصحرا برخاست — لشکر زحمت سرما زسرما برخاست
تا رباید کلہ قاقم برفت از سر کوہ — یزک تابش خورشید بیغما برخاست

بر عروسانِ چمن بست صبا هر گهرے ‌ ‌ که نغواصی ابر از دل دریا برخاست
این چه بوئیست که از جانب خلخ بدمید ‌ ‌ وین چه بادیست که از جانب صحرا برخاست
چه هوائیست که خلدش بتحیر بنشست ‌ ‌ چه زمینیست که چرخش بتولّا برخاست
طارم اخضر از عکس چمن حمرا گشت ‌ ‌ بسکه از طرف چمن بوی لالا برخاست
موسم نغمهٔ چنگ است که در بزم صبوح ‌ ‌ بلبلان را ز چمن نالهٔ و غوغا برخاست
بوے آلودگی از خرقهٔ صوفے آمد ‌ ‌ سوز دیوانگی از سینهٔ دانا برخاست
از زمین نالهٔ عشاق بگردون برسید ‌ ‌ واز ثرے نالهٔ مستان بثریا برخاست
بسکه خوبان به تفرج سوے بستان رفتند ‌ ‌ الغیاث از چمن و گلبن حمرا برخاست
عاشق امروز ببندگی بر شاهد بنشست ‌ ‌ که دل زاهد از اندیشهٔ فردا برخاست
هر کجا طلعت خورشید رخے سایه فگند ‌ ‌ بیدلے خسته کمر بسته چو جوزا برخاست
هر کجا سر قدے چهره چو یوسف بنمود ‌ ‌ عاشقے سوخته خرمن چو زلیخا برخاست
هر کسے را هوس روے گلے در سر شد ‌ ‌ نه که این ولوله از بلبل تنها برخاست
یا رخش لاله نعائم بچه رونق بشگفت ‌ ‌ با قدش سرو ندانم بچه یارا برخاست
سر بالین عدم باز نه ای نرگس مست ‌ ‌ که ز خواب سحر آن نرگس شهلا برخاست
به سخن گفتن او عقل ز هر سو برمید ‌ ‌ عاشق آن قد سروم که چه زیبا برخاست
روز روشن چو بر انداخت نقاب زلف ‌ ‌ گوئی از روز قیامت شب یلدا برخاست
ورق خوبی معشوق ز هم بر کردند ‌ ‌ قلم عافیت از عاشق شیدا برخاست
ترک عشقش بتنہ صبر جهان غارت کرد ‌ ‌ که جهان را ز حرم راز معما برخاست
اسعد یا نامه نسبه کردن سودا تا کے ‌ ‌ که قلم را لبر از دست تو سودا برخاست

قصیدهٔ سعدی نمبر ۳

بامدادان که تفاوت نکند لیل و نهار　　خوش بود دامن صحرا و تماشای بهار
صوفی از صومعه گو خیمه بزن در گلزار　　وقت آن نیست که در خانه نشینی بیکار
کوه و دریا و درختان همه در تسبیح اند　　نه همه مستمعان فهم کنند این اسرار
بلبلان وقت گل آمد که بنالند از شوق　　نه کم از بلبل مستی تو بنال ای هشیار
آفرینش همه تنبیه خداوند دل است　　دل ندارد که ندارد بخداوند اقرار
این همه نقش عجب بر در و دیوار وجود　　هر که فکرت نکند نقش بود بر دیوار
خبرت نیست که مرغان چمن می گویند　　کآخر ای خفته سر از بالش غفلت بردار
هر که امروز نه بیند اثر قدرت او　　غالب آن است که فردا نه بیند دیدار
تا کی آخر چو بنفشه سر غفلت در پیش　　حیف باشد که تو در خوابی و نرگس بیدار
که تواند که دهد میوهٔ رنگین از چوب　　یا که داند که برآرد گل صدبرگ از خار
وقت آنست که داماد گل از حجلهٔ غیب　　بدر آید که درختان همه کردند نثار
آدمی زاده اگر در طرب آید چه عجب　　سرو در باغ برقص آمده و بید و چنار
باش تا غنچهٔ سیراب دهن باز کند　　بامدادان چو سر نافهٔ آهوی تتار
مژده گانی که گل از غنچه برون می آید　　صد هزار آقچه ریزند عروسان بهار
باد گیسوی عروسان چمن شانه کند　　بوی نسرین و قرنفل برود در اقطار
ژاله بر لاله فرود آمده هنگام سحر　　راست چون عارض گلبوی عرق کردهٔ یار
باد بوی سمن آورد و گل و سنبل و بید　　نقد دکان بچه رونق بگشاید عطار

خیری و خطمی و نیلوفر و بستان افروز — نقشہاے کہ در و خیرہ بماند ابصار
ارغوان ریختہ بر درگہ خضراے چمن — ہمچنان است کہ بر تختۂ دیبا دینار
این ہنوز اول آثار جہان افروزی است — باش تا خیمہ زند دولت نیسان و ایار
شاخہا دختر دوشیزۂ باغ اند ہنوز — باش تا حاملہ گردند با یوان اثمار
حیف از عمر گرانمایہ کہ در لہو برفت — یارب از ہرچہ خطا رفت ہزار استغفار

درد پنہان بہ تو گویم کہ خداوند منی
یا نہ گویم کہ تو خود مطلعی بر اسرار

یہ شاعر گرامی ہندوستان مین شہرت عظیم رکھتا ہے مگر اس سے اہل ایران بھی واقفیت رکھتے ہین - عرفی - حزین کی طرح ایران مین غیر معروف شاعر نہین ہے - شہرت عرفی کی قصیدہ گوئی کی بنیاد پر ہے - اسکے قصائد درسیات مین داخل ہین - عرفی کی قصیدہ گوئی ایک ممتاز پایہ رکھتی ہے لیکن جو ایشیائی شاعری کے نقائص ہین - اِس شاعر کے قصیدون مین موجود ہین - عرفی کے قصائد کا مجموعہ جسکا معروف نام قصائد عرفی ہے ایسے قصیدون پر مشتمل ہین جو علاوہ قصائد حمد و نعت و منقبت کے اکبر شاہنشاہ دہلی شاہزادہ سلیم و دیگر امراے دربار کے مدحیہ قصائد ہین اور تمامتر درباری رنگ رکھتے ہین - عرفی ایک فی ہی علم شاعر تھا اور چونکہ اہل زبان سے ہے - ضرور اُسے وہ آسانی بیان کی حاصل تھی جو فارسی مین ہندی قصیدہ گو کو فطرت کی رو سے حاصل نہین ہو سکتی ہے - واضح ہو کہ اس کتاب مین راقم الحروف کو کسی ملک کی زبان سے بحث نہین ہے - اِس لیے یہان جو کچھ خیالات فقیر کے حوالۂ قلم ہوتے ہین - اُنکو مجرد شاعری سے تعلق ہے اِس پہلو سے عرفی کی نسبت یہ عرض آئم ہے کہ عرفی ایک ممتاز شاعر ہے کوئی تعجب

نہین کہ عہد اکبر اعظم مین اسکی طباعی نے فروغ پکڑا اور آج تک اسکی شاعری کی شہرت قائم رہ گئی ہے - لاریب یہ شاعر گرامی دشوار گو مضمون آفرین اور خوش خیال ہے - مگر اپنے خیالات کو آسان ترکیبون سے حوالۂ قلم نہین کر سکتا ہے - اسکے کلام مین استعارات کی ایسی کثرت ہے کہ بسا اوقات دم کو اُلجھن ہونے لگتی ہے - تشبیہات بھی افراط کے ساتھ داخل کلام دیکھی جاتی ہین - مگر مبالغات درجۂ مبالغہ کو پہونچے ہوئے نظر آتے ہین - عرفی کی شاعری یوروپین شاعری کے ساتھ کسی طرح کی مناسبت نہین رکھتی ہے بہت سے اشعار ایسے ہین کہ انکا ترجمہ کسی مغربی زبان مین حسب مراد اچھے طور پر نہین ہو سکتا ہے - عرفی کو قصیدہ گوئی مین زیادہ تر داخلی شاعری کیطرف میلان معلوم ہوتا ہے - برخلاف مرزا حبیب قاآنی کے جو اس صنف شاعری مین تمامتر خارجی پہلو کے پابند دکھائی دیتے ہین - عرفی ہر چند ایک نامی شاعر ہے مگر اسکو نیچرل شاعری کی ہوا بھی نہین لگی ہے - کشمیر کی تعریف مین جو اسکے اشعار قصیدہ ہین انکو فطرت نگاری سے کوئی علاقہ نہین معلوم ہوتا ہے - مطلع ہی اس قصیدہ کا ایشیائی مبالغہ نگاری کی پوری تصویر دکھائی دیتا ہے -

ہر سوختہ جانیکہ بہ کشمیر در آید	گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

سارا قصیدہ پڑھ جایئے کہین بھی کسی سینری کا بیان حوالۂ قلم نظر نہین آتا ہے البتہ ہر جگہ مبالغون کی بھرمار ہی بھرمار ہے جس سے طبیعت کو شگفتگی خاطر کا نصیب ہونا معلوم - کشمیر کے وصف مین اگر یہ قصیدہ لکھا گیا تھا تو ضرور تھا کہ کشمیر کا بیان فطرتی رنگ رکھتا - کشمیر ایک دلچسپ جگہ ہے اسکا سچا بیان ضرور ہے کہ مسرت خیز ہو اسکے جبال - صحرا - چشمے - سبزہ زار - مرغزار - لالہ زار - جنگل - وحوش - طیور - آدر ہزاروں

اقسام کے ازہار واثمار ایک نیچرل شاعر کے لیے سرمایۂ کثیر کا حکم رکھتے ہین - اگر مولانا
عرفی کو نیچرل شاعری کا مذاق ہوتا تو کشمیر کی تعریف مین ایسا کوڈھنگا قصیدہ تصنیف
نہ فرمائے ہوتے - یورپ کا ایک نیچرل مذاق کا شاعر کشمیر کا ایک ایسا فوٹو تیار کر دیتا کہ
جس سے اہل مذاق کو کشمیر کی پوری سیر نصیب ہو جاتی - بہت جائے افسوس ہے کہ عموماً
فارسی کے قصیدہ گو شعرا نیچرل مذاق سے محروم پائے جاتے ہین - لاریب جس شاعر کو
نیچرل مذاق کی دولت نصیب نہین ہے - اسکا کلام دل مین جگہ نہین کرسکتا - ذیل مین
ایک قصیدہ اس شاعر گرامی کا داخل کتاب ہذا کیا جاتا ہے یہ قصیدہ حمد کا ہے جیسا
کہ مولانا عرفی کا دستور ہے - نازک خیالیون کی دستیابی کا سامان اس قصیدہ مین بھی
کثرت استعارات کے ذریعہ سے عمل مین لایا گیا ہے - اسپر بھی یہ قصیدہ بہت کچھ قابل توجہ ہے

قصیدۂ عرفی

اے متاع درد در بازار جان انداختہ — گوہر ہر سود در جیب زیان انداختہ

نور حیرت در شب اندیشۂ اوصاف تو — بس ہمایون مرغ عقل از آشیان انداختہ

از کمان ناجستہ در چشم سحر کردہ جا — معرفت کو تیر حکمی بر نشان انداختہ

اے بطبع باغ کون از بہر برہان حدوث — طرح رنگ آمیزی از فصل خزان انداختہ

سرعت اندیشہ را افگندہ در دامان تیر — عادت خمیازہ در جیب کمان انداختہ

در چمنہائے محبت ہر قدم چون کربلا — از نسیم عشوہ فرش ارغوان انداختہ

مرغ طبع اندر ہوائے معصیت نکشودہ بال — عفو تو شاہین رحمت را بر ان انداختہ

سایہ پرورد تنعمت در آفتاب رستخیز — فرش استبرق بزیر سایبان انداختہ

طعمۂ عشق ترا از مغز جان آوردہ ام — آن ہما تا سایہ بر این استخوان انداختہ

اے مذلت را رواجے دادہ در بازار عشق — عزت و شانرا ز اوج عز و شان انداختہ

ہر کجا تاثیر غم را دادہ اذن عموم — شادی راحت فشان را ناتوان انداختہ

زین خجالت چون برون آیم کہ دل در موج خون — نو عروسان غمت را موکشان انداختہ

فیض لب نازم کہ ہر کس پا براہت ماندہ است — دل بدست آوردہ جانرا از میان انداختہ

صید دل را بہر آگاہی ز صیاد ازل — در بدست آوردو جانرا از میان انداختہ

کردہ از عرفان لباس عجز را دامن دراز — کوتہی در جیب عقل نکتہ دان انداختہ

طعمۂ کز خوان عشق افگندہ ام در کام دل — ریزۂ آنرا جحیم اندر دہان انداختہ

شرع گوید منع لب کن عشق گوید نعرہ زن — کاے تو ہم در راہ عشق خود عنان انداختہ

دولت وصلت کہ دریابد کہ با آن محرمی — جوہر اول علم بر آستان انداختہ

حیرت حسن ترا نازم کہ در بزم وصال — جام آب زندگی از دست جان انداختہ

وصف صنعت کز لب ہر ذرہ میرود برون — نطق را در معرض عقد اللسان انداختہ

در ثنایت چون کشایم لب کہ برق ناکسی — منطقم را آتش اندر زبان و دہان انداختہ

من کہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب — مرغ اوصافت تو از اوج بیان انداختہ

مست ذوق عرفیم کز نغمۂ توحید تو
لذت آوازہ در کام جہان انداختہ

قاآنی

قاآنی - حکیم مرزا حبیب شیرازی مشہور بہ قاآنی - اطراف شیراز میں پیدا ہوئے تھے والد بزرگوار انکے مرزا ابو الحسن گلشن تخلص کو فن شاعری کے ساتھ بڑی شگفتگی پیدا تھی بیٹے کو اس کی طرف مائل پاکر چاہا کہ اس فن کی تعلیم دین چنانچہ قاآنی کو نہایت

کم عمری مین خراسان کی جانب بھیجدیا۔ مشہد مقدس مین مرزا حبیب نے علوم مروجہ مین دستگاہ
حاصل کر کے شاعری کا مشغلہ شروع کردیا۔ چونکہ اس فن کے ساتھ طبیعت کو بڑی
مناسبت حاصل تھی۔ سخن سنجی مین جلد مشہور دیار و امصار ہوگئے۔ کوئی شک نہین
کہ قاآنی مین شاعری کی بڑی قوت حاصل تھی۔ لیکن اگر اس شاعر کی فطری استعداد
مین تقاضائے زمان و مکان کو دخل نہوتا تو یہ وہ شاعر تھا کہ جودت طبع اور جدت
فکر کی بدولت عالم مین اپنا ڈنکا بجادیتا۔ مگر اس بڑے طباع کو بھی اُن ہی مکروہات
کا سامنا کرنا پڑا۔ جسکے مبتلا قبل مین عنصری۔ فرخی۔ عسجدی۔ انوری۔ عرفی وغیرہ
وغیرہ بن چکے تھے۔ بہت جائے افسوس ہے کہ یہ شاعر کسی ایسے آزاد ملک مین
پیدا نہو کہ جہان شاعری سے بھانٹون کا کام نہین لیا جاتا ہے۔ بلکہ جہان شاعری
دولت اور حکومت کے فکر و ذکر سے تمامتر لب بند اور خاموش رہا کرتی ہے
بہت جائے حیرت ہے کہ اس انیسوین صدی مین زمانہ نے بہت کچھ ترقیان
کین۔ مگر فارسی کی قصیدہ گوئی جس مبتذل حالت مین تھی رہ گئی۔ قاآنی کی قابلیتون
کو خیال کر کے اور بھی زیادہ افسوس ہوتا ہے کہ یہ نادر روزگار اسی صدی مین
تھا جس مین اہل یورپ و اہل امریکہ نے انواع صورتون کی ترقیان نمایان کین
مگر اُسکی شاعری اُن بدحالیون مین مبتلا رہی جنمین اُسکے قبل کی صدیون کی
شاعری علی الاتصال گرفتار چلی آئی ــــ حالات قاآنی پر نظر ڈالنے سے معلوم
ہوجائیگا کہ اُسکی شاعری پر اُسکی ملکی بدمذاقیون کا کیونکر اثر پڑا کہ جس سے نہ اُسے
اور نہ اُسکی شاعری کو حافظ یا سعدی کی عظمت و جلالت کا دعویٰ ہوسکتا ہے۔
المختصر جب قاآنی کا نام فن شاعری مین بلند ہوا اُسکی شہرت نے اُسے شاہزادہ

حسن علی مرزا والی خراسان کی خدمت مین پہونچایا - واضح ہو کہ قاآنی کے درباری شاعر ہونے کی ابتدا اُسیوقت سے ظہور مین آئی - شروع شروع اُسکی شاعری کی آزادی کو داغ اسی تقرب سے لگا - شاہزادہ نے قاآنی کو ایک قابل شاعر پاکر سلسلۂ ندما مین داخل کیا - ظاہر ہے کہ شاعری کو سلاطین و امرا کی ندیمی سے کیا علاقہ - لیکن جب یہ حکیم ندیم بنا تو ایشیائی دربارون کی بے عنوانیون سے اُسکا مامون رہنا محال تھا پس تقاضاے خدمت سے ندیمون کیطرح عمر بسر کرنے لگا - اور اس تعلق کی حالت مین اُسنے خدمت ندیمی کی مشق کو اس درجہ تک پہونچایا کہ تھوڑے عرصے کے بعد اُسے فتح علی شاہ کی حضوری نصیب ہوئی تو بے تکلف ندماے شاہنشاہی مین درآیا یہ تقرب شاہی اُسے تادمِ آخر نصیب رہا یعنی فتح علی شاہ جنت آرامگاہ کے بعد محمد شاہ بہشت آرام کی ندیمی کرتا رہا پھر بھی خدمت مرزا ناصرالدین شاہ خلد مکان کے عہد مین برقرار رہی - حتی کہ ۱۲۷۰ھ ہجری صلعم مین راہی ملک بقا ہوا - اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ درباری شاعر کی عمر بڑی امید و بیم مین بسر ہوتی ہے ہمیشہ اُسے بادشاہ اور امرا کی رضامندی کی فکر رہتی ہے - امید نان و بیم جان کا مضمون پیش نظر رہتا ہے - چنانچہ یہی حالت قاآنی کی تمام عمر رہی - تادمِ آخر یہ شاعر کامل العیار سلاطین و امرا کی خوشامدین کرتا رہا اور اپنے کمال شاعری سے شاعری مین داغ نقصان لگاتا رہا - اِس یکتاے روزگار کا دیوان کھول کر دیکھیے تو چند قصیدون کے سوا جتنے قصیدے ہین سب کے سب شاہان و اہل حکومت ہی کی مدح مین دکھائی دیتے ہین - اللہ تیری پناہ - جس شاعر کا یہی ہر روز کا دھندھا ہو کہ طرح طرح کے جھوٹے اور غیر فطری مضامین دل سے گڑھ گڑھ کر حوالہ قلم کیا کرے - تو اُسکے دل مین

راست بازی اور فطرت پسندی کی کیا صلاحیت باقی رہ سکتی ہے پس ایسا شاعر سچی شاعری کی کیا داد دے سکتا ہے اور شاعری کی بلند پاگی کو قائم رکھ سکتا ہے راقم ذیل میں حکیم قاآنی کے دو قصیدے نذر ناظرین کرتا ہے۔ ایک قصیدہ امام ہشتم علیہ السلام کی ثنا میں ہے اور دوسرا ویسا ہی مدحیہ ہے جیسا کہ امرا و سلاطین کیلیے لکھا جاتا ہے۔

اشعار از قصیدۂ منقبت در شان سیدنا امام رضا علیہ التحیۃ و الثنا

بگردون تیره ابرے بامدادن برشد از دریا
جواہر خیز و گوہر ریز و گوہر بیز و گوہر زا

چو چشم اہرمن خیره چو روئے زنگیان تیره
شده گفتی ہمه چیره به مغزش علت سودا

شبه گون چون شب غاسق گرفته چون دل عاشق
به اشک دیده وامق به رنگ طرۂ عذرا

تنش با قیر آلوده دلش از شیر آموده
برون پر سرمه سوده درون پر لولوے لالا

به دل گلشن به تن زندان گہے گریان گہے خندان
چو در بزم طرب رندان ز شور نشه صہبا

چو دوے بر ہوا رفته چو دیوے مست آشفته
زده بس دُر نا سفته ز مستی خیره بر خارا

شده خورشید نور افشان به تارے جسم او پنہان
چو شاہِ مصر در زندان چو ماه چرخ در ظلما

دیا در تیره چه بیژن نهفته چهرۂ روشن
دیا روشن گہر ہمین شده در کام اژدرہا

لبِ غنچه رخ لاله برون آورده ز تنجاله
ز بس باران ازان ژاله بطرف گلشن و صحرا

ز فیض او دمیده گل شمیده طرۂ سنبل
کشیده از طرب بلبل بشاخ سرخ گل آوا

عذار گل خراشیده خط ریحان تراشیده
ز بس الماس پاشیده به باغ از ژاله بیضا

ز داطراف خارستان شده یکسر بہارستان
و زور شک نگارستان زمین از لالۂ حمرا

فگنده بر چمن سایه دمن را داده سرمایه
چمن زو غرق پیرایه چو رنگین شاہد رعنا

زبیمش مرغ جان پرّد ز سہمش زہرہا درّد — چو او چون اژدہا غرّد و یا چون رعد کشد آوا

خروشد ہمرم از گردون کہ پوشد بر تن ہامون — ز سنبل کسوت اکسون ز ژالہ خلعت دیبا

فشاند بر چمن ژالہ و ماند از دمن لالہ — چنان از دل کشد نالہ کہ سعد از فرقت اسما

کنون از فیض او بستان نما یدار گل و ریحان — برنگ چہرۂ غلمان بہ بوے طرّۂ حورا

چمن از سرو سیسنبر بہ حال خلخ و کشمر — دمن از لالہ و عبہر طراز تبت و یغما

زبس گلہاے گونا گون چمن چون صحف انگلیون — تو گوے فرش سقلاطون صبا گسترده در صحرا

زبس خوبان فرخ رخ گلستان غیرت خلّخ — ہمہ چون نوش در پاسخ ہمہ چون سیم در سیما

زبس لالہ زبس نسرین دمن رنگین چمن مشکین — زبوے آن ز رنگ این ہوا دلکش زمین زیبا

گل از باد وزان لرزان و زان مشک ختن ازان — بلے نبود شگفت ازان کساد عنبر سارا

ز فرّ لالہ و سوسن تو رو نار نسترون — دمن چون وادی ایمن چمن چون سینۂ سینا

چو در ہامون چمن در بستان صف اند صف گل و ریحان — ز یکسو لالۂ نعمان ز یکسو نرگس شہلا

تو گوئی اہل این کشور برہنہ پا برہنہ سر — چمان در خشک سال اندر بہ ہامون بہر استسقا

چمن از فرّ فروردین خیابان نازان بدشت چین — کہ طوس از فرّ شاہ دین ببین نہ گنبد خضرا

واضح ہو کہ اس قصیدہ مین ۵ ۸ شعر ہین اور سب اشعار آبدار ہین بسبیل اختصار انھین سے کچھ اشعار نقل کر لیے گئے۔ سبحان اللہ کیا سخن آوری ہے۔ متاخرین کو یہ شاعری کیا نصیب ہوتی متقدمین مین بھی یہ طباعی خاقانی کے سوا کسی مین پائی نہین جاتی۔ قاآنی کی تشبیہون کے مضامین اکثر خارجی رنگ کے ہوتے ہین۔ یہ رنگ قصیدہ گوئی کے لیے نہایت مناسب ہے بلکہ قصیدہ کے تشبیہی اشعار کا داخلی رنگ رکھنا قصیدہ کو غزل نما کر دیتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ بڑے عالی فکر اور با مادہ شاعر کا کام ہے کہ داخلی رنگ مین

قصیدہ لکھیے اور قصیدہ کو غزل نما ہونے نہ دے - بہرحال قصیدۂ بالا مین جو قاآنی کا رنگ ہے تمامتر قصیدہ گوئی کے حسب حال ہے - کاش اِس خلاق سخن کے تمام قصائد حمد و نعت و منقبت و مسائل علوم و فنون وغیرہ سے مشتمل ہوتے - ہزار حیف کہ اتنی بڑی قابلیت کے شاعر کو مدح سرائی کا مبتذل کام انجام کرنا پڑا اور شاہان و امرا کی پابوسی مین اُس کی عمر گرامی تمام ہوئی - خیر مقدرات سے کوئی چارہ نہین ہے اب حضرات اہل انصاف اِس شاعری کی خوبیون پر نظر انصاف ڈالین - واضح ہو کہ یہ قصیدہ منقبت امام ضامن ثامن مین ہے یہ تو ممکن نہین کہ کوئی شخص آل محمدؐ کی ثنا خوانی حق ثنا خوانی کے مطابق انجام کر سکے تو بھی بحد طاقت بشریہ یہ ایسا قصیدہ منقبت لکھا گیا ہے کہ اگر اُسکی ربع خوبیون کے برابر کوئی شاعر اظہار فکر کرے تو اُسے جس لقب گرامی سے دوستداران آل محمدؐ یاد کرین بجا و درست ہے - اِس قصیدے کے اشعار تشبیب شوکت لفظی اور معنوی ایسے رکھتے ہین کہ کمتر کسی قصیدہ کے اشعار تشبیب اِس صفت خاص سے متصف دیکھے جاتے ہین فصاحت کا خاتمہ نظر آتا ہے - فصاحت کے ساتھ بلاغت کی آمیزش شاعری کی ممتاز صورت دکھا رہی ہے رنگینی الفاظ کا یہ عالم ہے کہ میناکاری کا حکم رکھتی ہے جو لفظ جہان پر ہے ایک جڑاؤ جوہر ہے ان سب ندرتون کے ساتھ عالی خیالی بلند پروازی نفاست پاکیزگی متانت اُس درجہ کی ہے کہ جسکی اعلیٰ درجہ کی شاعری متقاضی ہے - ان محاسن کے علاوہ یہ اشعار نیچرل خوبیون سے مملو ہین قاآنی نے ملک ایران کی بہار کی تصویرین اشعار مین کھینچی ہے - اشخاص ہندی وطن کے لیے ایسی بہار کو بغیر اُسکے دیکھے سمجھنا خلاف توقع ہے - ایران کی بہار ہندوستان کی بہار سے آسمان زمین کا فرق رکھتی ہے حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان مین نہ

خزان ہے نہ بہار ہے کوئی ایران کی بہار کو اپنی آنکھون سے دیکھے تو سمجھے کہ بہار کسے کہتے ہین وہان کی خزان جیسی عبرت خیز ہوتی ہے ویسی ہی بہار بھی عشرت انگیز ہوتی ہے تشبیب کے بعد گریز کیسی خوبصورت ہے پھر اشعار منقبت ایسے ہین کہ درگاہ امام ہمام علیہ السلام مین اُنکی مقبولیت مرتبہ یقین رکھتی ہے آفرین صد آفرین بر روح قاآنی باد

قصیدۂ قاآنی نمبر ۲

واضح ہو کہ یہ قصیدہ کسی حاکم وقت کی مدح مین لکھا گیا ہے فقیر نے اُسمین سے صرف اشعار تشبیب انتخاب کر لیے ہین۔ بقیہ اشعار قصیدہ روٹی کما کھانے کے ہین جیسا کہ درباری رنگ کے اشعار ہوا کرتے ہین بہر حال اسکے اشعار تشبیب بہت کچھ قابل توجہ ہین اور اس بات کے ثابت کرنے والے ہین کہ قاآنی اُن شاعرون مین ہے کہ جب آسمان سیکڑون برس چکر کھاتا ہے تب ایسے شعرائے گرامی پیدا ہوتے ہین اُسکی بھی تشبیب بہاریہ ہے اور بہار ایران کی تصویر ہے۔ اسی لیے اُس کے جتنے اشعار ہین محض خارجی رنگ رکھتے ہین۔

نسیم خلد می وزد مگر ز جویبارہا — کہ بوئے مشک میدہد ہوائے مرغزارہا
فراز خاک و خشتہا دمیدہ سبز کشتہا — چہ کشتہا بہشتہا نہ دہ نہ صد ہزارہا
بہ چنگ بستہ چنگہا بہ نائے ہشتہ رنگہا — چکاوہا کلنگہا تذروہا ہزارہا
زنای خویش فاختہ دو صد اصول ساختہ — ترانہا نواختہ چو زیر و بم تارہا
ز خاک رستہ لالہا چو لعبتین پیالہا — ببرگ لالہ ژالہا چو در شفق ستارہا
فگندہ اند ہمہمہ کشیدہ اند زمزمہ — بشاخ سروبنہا ہمہ چہ کبکہا چہ سارہا

نسیم روضهٔ ارم جهد به مغز دمبدم
ز بس دمیده بیش هم بطرف جویبارها

بهارها بنفشه‌ها شقیقها شگوفها
شماجها خجسته‌ها اراکها عرارها

ز هر کرانه دستها پیاپی آید ستها
ز مغزهٔ پرستها نشانده می خمارها

ز ریزش سحابها بر آبها حبابها
چو جوی نقره آبها روان در آبشارها

فراز سرو بوستان نشسته‌اند قمریان
چو مقریان نغزخوان بزمر دین منارها

فگنده اند غلغله دو صد هزار یکدله
به شاخ گل بی گله ز رنج انتظارها

درختهای بارور چو اشتران باربر
همی ز پشت یکدگر کشیده صف قطارها

مهارکش شمامشان سحابهار جالشان
اصولشان عقالشان فروعشان مهارها

درین بهار دلنشین که گشته خاک عنبرین
ز من ربوده عقل و دین نگار لاله زارها

رفیق چون شقیق خو عقیق لب شقیق رو
رقیق دل دقیق مو چو موز مشک تارها

بطره کرده تعبیه هزار طبله غالیه
به هر مژه بسته عاریه برنده ذوالفقارها

مهی دو هفت سال او سواد دیده خال او
شگفته از جمال او بهشتها بهارها

دو کوزه شهد در لبش دو چهر ماه نخشبش
نهفته زلف چون شبش بتارها تتارها

سهیل حسن چهر او دو چشم من سپهر او
مدام مست مهر او نبیدها عقارها

چه گویمت که دوش چون بناز و غمزه شد برون
به حجره آمد اندرون بطرز میگسارها

بکف بطی ز سرخ می که گر ازو چکد بنی
همی ز بند بند وی برون جهد شرارها

دونده در دماغ و سر جهنده در دل و جگر
چنانکه بر جهد شرر به خشک بیشه خارها

مرا بعشوه گفت هی تراست هیچ میل می
بگفتمش بیا دگی بجنبش بی بیارها

خوش است کامشب ای صنم خوریم می بیاد جم
که گشته دولت عجم قوی چو کوهسارها

زسعی صد نامور ہمین امید وا دگر | کز و کشودہ باب در زحسن و انحصار

اُردو کی قصیدہ گوئی

اُردو کی قصیدہ گوئی کا انداز تو وہی ہے جو فارسی کی قصیدہ گوئی کا ہے مگر اُردو مین قصیدہ گوئی کو فارسی کے برابر فروغ حاصل نہین ہوا ہے اسکی بنا وجہین دیکھی جاتی ہین [1] اول یہ کہ فارسی اُردو کے اعتبار سے قدیم تر زبان ہے چند صدیان اردو کے وجود کے پہلے فارسی مین قصیدہ گوئی بہت زور شور کے ساتھ رواج پکڑ چکی تھی سیکڑون سلاطین گذر چکے تھے اور ہزارون شعرا دفاتر سیاہ کر چکے تھے پس اُردو نے اتنا زمانہ ہی نہین پایا کہ اس صنف شاعری مین فارسی کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر سکے [2] دوم یہ کہ جس وقت مین اُردو کی قصیدہ گوئی نے صورت امتیاز حاصل کرنا شروع کی اُسوقت سلاطین ہند مبتلاے ادبار ہو چکے تھے اُنکے اختیار مین اتنا بھی نہین رہا تھا کہ اپنے مداحون کی اوقات بسری کا کوئی معقول سامان کر سکین اُردو کے نامور قصیدہ گو شاعرون مین مرزا رفیع سودا اور شیخ ابراہیم ذوق ہین ان دونون کی حالت معاش کو اسی سے قیاس کرنا چاہیئے کہ سودا تکلیف بیزری سے دہلی سے پایہ تخت کو چھوڑ کر لکھنو چلے گئے وہ ذوق جو دہلی مین رہے بھی تو مبتلاے افلاس رہے ۔ حضرات ناظرین ملاحظہ فرماوین کہ ذوق او رچار روپیہ ماہانہ کی نوکری اختیار کرین اور اس تنخواہ سے رفتہ رفتہ بہزار خرابی آخر عمر مین سو روپیہ ماہواری تک پہونچین یہ دو مثالین اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہین کہ ہندوستان مین جس وقت اُردو کی قصیدہ گوئی رواج مین آئی وہ وقت اس صنف شاعری سے حصول مال و منال کا نہ تھا پس ایسی حالت مین اردو کی قصیدہ گوئی کا فروغ فارسی کے

برابر کیونکر ہوسکتا تھا۔ سوم یہ کہ فارسی مین ایسے درجہ کے شعرائے قصیدہ گو جو وفور علم و دانش کے باعث حکیم کا درجہ رکھتے تھے۔ کثرت سے گزرے ہین اُنکے فضل و کمال کا ایک شاعر بھی اُردو زبان مین نظر نہین آتا ہے۔ اُردو مین جو کچھ ہین حضرت سودا ہین اگر سودا نہ ہوتے تو اُردو کی قصیدہ گوئی کو زیر بحث لانا بھی فضول ہوتا المختصر اُردو کی قصیدہ گوئی کو فارسی کی قصیدہ گوئی کے ساتھ مقابلہ کی کوئی صورت حاصل نہین ہے اُردو مین نہ سعدی اور سنائی کے درجہ کا اخلاق آموز کوئی قصیدہ گو گزرا ہے اور نہ خاقانی و انوری و قاآنی وغیرہ وغیرہ کی ترکیبون کا برتنے والا پیدا ہوا ہے۔ بہرحال جو کچھ حالت موجودہ اُردو کی قصیدہ گوئی کی ہے۔ ذیل کے بیانات سے منکشف ہوگی۔

ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنے قصیدے اُردو زبان مین تصنیف ہوے یا درباری یا مذہبی اغراض سے لکھے گئے ہین۔ مذہبی اغراض کے قصائد درباری اغراض کے قصائد سے بہت کم ہین۔ اسکی وجہ محتاج بیان نہین ہے۔ دنیاوی ضرورتین دینی ضرورتون پر ہمیشہ غالب ہوا کرتی ہین اسکے ثبوت مین راقم استاد ذوق کے قصائد پر حوالہ کرتا ہے۔ دیوان ذوق مین منجملہ ۲۴ قصیدون کے ایک قصیدہ بھی نہین ہے جو حمد خدا یا نعت محمد مصطفیٰ صلعم یا منقبت علی مرتضیٰ یا محامد ائمہ یا صفا مین لکھا گیا ہو صرف ایک قصیدہ ہے جو کسی درویش موسوم بہ عاشق نہال کی شان مین ہے اسی سے سمجھنا چاہیے کہ بیچارے ذوق کو درباری تعلقات سے اتنی فرصت کہان تھی کہ بہ حیثیت شاعر پیر پیغمبر کی خدمت کر سکتے البتہ سودا مومن غالب وغیرہ نے درباری قصاید کے علاوہ کچھ مذہبی قصاید بھی لکھکر سعادت عقبیٰ حاصل کی ہے المختصر اردو مین درباری قصیدون کی تعداد مذہبی قصاید کے اعتبار سے بہت زیادہ پائی

جاتی ہے لیکن اِن دونون ترکیبون کے قصائد کے سوا اور کوئی ترکیب کا قصیدہ اُردو مین
یا نہین ہے - یا راقم کی نظر سے نہین گزرا ہے راقم نے آجتک کوئی قصیدہ اُردو مین
ایسا نہ دیکھا جو قصائد سبعہ معلقہ کی ترکیب رکھتا ہو - یا سعدی یا سنائی کے اخلاق آموز
قصائد کا جواب سمجھا جائے - درحقیقت اُردو کے قصائد بیشتر ایک تنگ دائرہ خیال مین
محدود پائے جاتے ہین خاصکر وہ قصائد جو درباری رنگ رکھتے ہین ایسے قصائد کے
مضامین ہمیشہ اُن خیالات پر مشتمل ہین کہ جنکو نہ کوئی راست باز صحیح مزاج شریف آدمی
زبان پر لا سکتا ہے اور نہ راست باز صحیح مزاج شریف آدمی سُن سکتا ہے - اکثر ایسے
قصائد کے مضامین اُسطح پر بندش پاتے ہین کہ شاعر پہلے تشبیب کے اشعار لکھتا ہے تشبیب
مین یا زمانہ کی شکایت کرتا ہے اور اپنی بدحالیون کو دکھاتا ہے یا موسم بہار کی کیفیتون
کو رقم کرتا ہے یا اپنی جوہر ذاتی اور عالی صفاتی کو موزون کرتا ہے یا اور بھی اسی طرح
کے مضامین جنکو تشبیب سے مناسبت ہے حوالہ قلم کرتا ہے اسکے بعد مضامین تشبیب
سے گریز کرکے ممدوح کی تعریف کا کوئی درجہ اُٹھا نہین رکھتا ہے - ممدوح کی خوبصورتی
وجاہت دولت جلالت عظمت شوکت قدرت ہمت سخاوت وغیرہ وغیرہ نہایت
غیر فطری طریقون سے بیان کیجاتی ہے - پھر اُسکے ہاتھی گھوڑے تلوار وغیرہ کی تعریفین
ازبس نامربوط رنگ پر باندھی جاتی ہین پھر اُسکے طول عمر کے لیے اِس وضع سے دعا
کیجاتی ہے کہ اُسکا قبول ہونا معلوم - آخر مین اُسکے دشمن کے لیے بددعا بھی اُسی قرینگی
کے ساتھ کیجاتی ہے کہ جس بد قرینگی کے ساتھ دعا کیجاتی ہے المختصر اکثر قصائد مدحیہ کا
یہی انداز ہوتا ہے جیسے راقم نے عرض کیا اب ارباب مذاق یہ فرمائین کہ جس شاعری کا
یہ انداز ہے وہ شاعری کیا ہے - لاریب اُردو کی قصیدہ گوئی بہت اصلاح طلب ہوگئی ہے

واقعی جو اسوقت کی قصیدہ گوئی ہے شاعری کو بدنام کرنے والی ہے ایسی قصیدہ گوئی صرف شاعر اور اُسکے ممدوح کو ذلیل نہین کرتی ہے بلکہ تمام اُن اقوام کو جو اُردو کو اپنی مادری زبان جانتے ہین بہت جاے افسوس ہے کہ ابھی تک اُردو کی قصیدہ گوئی نے کسی قسم کی اصلاح کیصورت نہین دیکھی ہے۔ ناجمند شعرا جو ریاستون مین حصول رزق کی نظر سے مارے پھرتے ہین وہی پرانا راگ گایا کرتے ہین۔ ممدوح کو سخاوت مین حاتم شجاعت مین رستم عدل مین نوشیروان حکمت مین لقمان لکھا کرتے ہین۔ سپاہ ممدوح کو مور و ملخ بتاتے ہین اُسکے تابع فرمان آفتاب ماہتاب فلک ملک ابر باد آتش خاک قضا و قدر سب ہی کو کر دیتے ہین۔ اُسکی تلوار کو برق ہاتھی کو کوہ اور گھوڑے کو ہوا کہا کرتے ہین اُسکی عمر کو عمر خضر سے بھی طویل تر چاہا کرتے ہین اور اسی طرح کے سیکڑون نامربوط مضامین حوالۂ قلم کیا کرتے ہین۔ ایسے شعرا سے اصلاح مذاق کی امید تو فضول ہی فضول ہے لیکن اگر اُنکے ممدوحین اظہار رضامندی کے عوض اظہار ناراضامندی فرماوین تو شاعری کا یہ نامحمود طریقہ دور رفع ہو جائے اور واقعی حال کے مذاق کی قصیدہ گوئی مین ایک انقلاب معقول پیدا ہو۔ لاریب حال کی قصیدہ گوئی نہایت درجۂ ابتذال کو پہونچ گئی ہے حتیٰ کہ گدائی کی صورتون مین سے یہ بھی ایک صورت ہو رہی ہے کتنے قصیدہ گو شعرا مالدار اشخاص کے پاس قصاید مدحیہ لیکر آیا کرتے ہین یہ بھی سوال کا ایک طریقہ ہو گیا ہے یہ نکبتی شعرا صرف مالدارون پر نازل نہین ہوتے ہم غربا اور مساکین کو بھی تنگ کرتے ہین ایکبار ایک قصیدہ گو صاحب فقیر کے گھر تشریف لائے عاجز نے اونہین مسافر سمجھکر اپنے مقدور کے مطابق کچھ سلوک کرنا چاہا شاعر صاحب بہت برہم ہوے اور فرمانے لگے کہ ایسے قصیدہ خوا کا

اسقدر انعام قلیل دیا جاتا ہے فقیر نے عرض کی کہ حضرت یہ آپ کے قصیدہ کی اجرت نہین ہے - بحیثیت شاعر آپ مجھ سے کچھ بھی پانے کے مستحق نہین ہین - مین آپکو مسافر سمجھکر کچھ دیا چاہتا ہون - آپکا قصیدہ آپکو مبارک ہو - آپ اسکو کسی ایسے احمق کے پاس پیش فرمائیے گا جو اپنے کو دارا کیکاؤس کیخسرو فریدون رستم حاتم نوشیروان لقمان ارسطو فلاطون وغیرہ سمجھے - مین بیچارہ کہان اور یہ مشاہیر عالم کہان - آپ ہی انصاف فرمائیے کہ مین آپکو ایسی شے کی کیا اجرت دون جو طومار دروغ گوئی ہو - پسر بھی جب وہ اپنے احسانات مجھ پر دھرتے لگے تو ناچار ہو کر عاجز نے یہ عرض کی کہ حضرت مجھ سے آپکے احسانات کی جزا تا ممکن نہین ہے - آپ ۲ گھنٹہ کی مہلت دین - مین ایک ایسا ہی قصیدہ آپکی تعریف مین لکھ دیتا ہون ہل جزاء الاحسان الا الاحسان مختصر یہ ہے کہ قصیدہ گوئی فی زماننا اس ذلت کو پہونچ گئی ہے کہ تمامتر گدائی ہو گئی ہے اللہم احفظنا من ذالک - لیکن اس بدحالی پر بھی اس طرح کی قصیدہ گوئی مذموم نہین سمجھی جاتی ہے ملکی مذاق ابھی تک اسکے موافق ہے اور اہل دول اپنی مدح سرائی سے خوش ہوتے ہین - یہ نہین سمجھتے کہ یہ مدح سرائی نہین ہے انکی ہجو ہے - فقیر کی نگاہ مین قصیدہ مدحیہ ایسا ہی نظر آتا ہے اور عمل بھی فقیر کا اسی پر ہے - چنانچہ ایکبار کا یہ ذکر ہے کہ کسی خاص وجہ سے فقیر ایک بڑی ریاست مین گیا ہوا تھا وہان احباب نے صلاح دی کہ عاجز ایک قصیدہ تصنیف کر کے بحضور والی ریاست پیش کرے - صلاح دوستانہ تھی - مگر ایسے فعل قبیح کا مرتکب ہونا طبیعت کو سخت ناگوار معلوم ہوا - احباب سے فقیر نے معذرت کی اور جو حضرات صاحب مذاق صحیح تھے اُن سے اپنے خیالات کو ظاہر بھی کیا - فرمانے لگے واقعی قصیدہ گوئی لغو سرائی کے درجہ تک پہونچ گئی ہے - ارباب مذاق ایسے شیوہ کو

کیونکر پسند کر سکتے ہین حقیقت حال یہ ہے کہ کثرت مدح سرائی سے قصیدہ گوئی کی غرض فوت ہوگئی ہے ناواقف اشخاص تو یہی سمجھتے ہین کہ قصیدہ گوئی سے صرف اسقدر مراد ہے کہ شاعر شاہان وامرا وخوانین کی مدحین لکھکر رسوخ پیدا کرے۔ یا روٹی کما کھائے حالانکہ غرض قصیدہ گوئی یہ ہنار نہین ہے قصیدہ گوئی کا مطلب یہ ہے کہ شاعر اعلیٰ درجہ کے مضامین داخلی اور خارجی کو پسندیدہ عنوان سے پیرایۂ نظم مین بیان کرے۔ یاد رہے کہ یہ صنف شاعری غزل سے زیادہ وسیع دائرہ خیال رکھتی ہے قبل مین عرض کیا جا چکا ہے کہ غزل مین صرف مضامین داخلی بندش پاتے ہین اور مضامین خارجی کو غزل سے کوئی علاقہ نہین ہوتا۔ مگر قصیدہ کے لیے جو مضامین داخلی درکار ہوتے بھی ہین وہ غزل کے مضامین داخلی سے تمامتر علیحدہ رنگ رکھتے ہین۔ قصیدہ کے مضامین داخلی کو تمامتر حکیمانہ رنگ رکھنا چاہیے۔ مثلاً یہ قصیدہ کی شان سے ہے کہ اسمین توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ معاد۔ تمدن۔ معاش۔ معاشرت وودیگر امور دینی و دنیوی کے مضامین جگہ پائین۔ یا اخلاقی معاملات از قسم صداقت وخلوص وشجاعت وہمت وفتوت ومروت وسخاوت وغیرہ موزون کیے جائین۔ یا اعلیٰ درجہ کے مضامین ذہنیہ جو اقسام جذبات قلبیہ سے ہین زور بیان کا لطف دکھائین۔ داخلی مضامین کے علاوہ جو خارجی مضامین باندھے جائین انکو تقاضاے فطرت سے خالی نہین ہونا چاہیے کہ قصیدہ مین بھی نیچرل مضامین کی حاجت ہے۔ گو اس قدر وسعت بیان کے ساتھ نہین جسکی محتاج مثنوی ہوا کرتی ہے۔ ذیل مین کچھ اردو قصائد کے انتخابات نذر ناظرین ہوتے ہین۔ چونکہ یہ کتاب بہ تفصیل تذکرہ نہین لکھی جاتی ہے۔ اِس لیے صرف سودا اور ذوق کے قصائد سے اشعار انتخاب

کرلیے جاتے ہین۔ ورنہ سحر اور انشا اللہ خان وودیگر حضرات کے قصائد بھی موجود ہین
اہل شوق اُنھین ملاحظہ فرمالین

سودا اگر اُردو کے سلطان الغزلین نہین ہین تو کشور قصیدہ گوئی کے بادشاہ کامگار تو یقیناً ہین۔ اُردو کے کسی قصیدہ گو شاعر کو سودا کی ذہانت اور طباعی کے ساتھ برابری کا دعوی نہین ہوسکتا۔ میر ہرچند غزل سرائی مین اپنا جواب نہین رکھتے ہین مگر قصیدہ گوئی مین سودا سے کوئی نسبت نہین رکھتے۔ مومن خان نے بھی مذہبی قصائد لکھے ہین اور اچھے لکھے ہین اور غالب کے بھی دو مذہبی قصیدے اُنکے دیوان مین موجود ہین سحر اور انشا اللہ خان بھی قصیدہ گوئی کی معقول صلاحیت رکھتے تھے۔ اور ذوق کی شہرت تو زیادہ تر قصیدہ گوئی ہی کے باعث ہوئی۔ مگر انصاف یہی ہے کہ ان حضرات مین کوئی صاحب بھی اِس صنف شاعری مین سودا کو نہین پہونچتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ ہرچند سودا قصیدہ گوئی مین سنائی انوری خاقانی اور قاآنی کے جواب نہین سمجھے جاسکتے ہین۔ مگر شعرائے اُردو مین اپنا جواب نہین رکھتے۔ سودا کے قصائد جو اُنکے دیوان مین دیکھے جاتے ہین بیالیس ہین۔ ا‌ینمین چودہ قصیدے مذہبی ہین اور بقیہ یا مدح مین ہین یا ذم مین۔ تمام قصائد اعلی درجہ کی سخن آفرینی اور طباعی سے خبر دیتے ہین۔ ذیل مین انکے قصائد سے کچھ انتخابات نذر ناظرین ہوتے ہین۔

مرزا رفیع سودا جنکی نسبت قصیدہ گو

نمبر۱ قصیدہ نعت تاسی اشعار

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی	نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا	نہ ہو جوہر تو تیغ بے جوہر وگرنہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوش آمد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی
نہ جہاڑے آستین کہکشان شاہون کی پیشانی

عروج دست ہمت کو نہین ہی قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہی زرافشانی

کرے ہی کلفت ایام ضایع قدر مردون کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہی پہچانی

اکیلا ہوکے رہ دنیا مین گر چاہے ہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

نہ ہووے وصل مین وونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہی نالان فصل گل مین مرغ بستانی

ہو قدر جان ارباب ہنر کو بے لباسی مین
کہ ہو جو تیغ با جوہر اسے عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سنکر
کہ تا بد کو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہی برنگ شمع ربط باد و آتش سے
موافق گر نہووے دوست ہے وہ دشمن جانی

نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جبتک ہے داغ دل سے فرصت کیا نگہبانی

کرے ہے دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزیکو
کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھون گا پھر غزل گر اس زمین مین مطلع ثانی

مطلع

عجب نادان ہین وہ جنکو ہی عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی

نہین معلوم ان نے خاک مین کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیرا نہ پگھلاوے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی

تری زلفون سے اپنی روسیاہی کہہ نہین سکتا
کہ ہے جمعیت خاطر مجھے ان کی پریشانی

زمانہ مین نہین کھلتا ہے کار بستہ حیران ہون
گرہ غنچہ کی کھولے ہے صبا کیونکر با آسانی

جنون کے ہاتھ سے سر تا قدم کا ہیند اتنا ہون
کہ عضا دیدۂ زنجیر کے کرتے ہین مژگانی

نرکھا جگ مین رسم دوستی اندوہ وزی سنے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہی ربط پیشانی

سیہ بختی مین اے سودا نہین طول امل لازم
نمط خامہ کی سر کٹوائیگی ایسی زبان دانی

سمجھ اے ناقباحت فہم کبتک بیان ہوگا
ادائے چین پیشانی و لطف لب طولانی

خدا کیواسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نہین ہے انسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل انکے چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دین محمد پیروی مین اسکے جو ہووین
لہے خاک قدم سے اسکی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسیکو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی مین تا آیات قرآنی

خیال خلق اسکا گر شفیع کا قران ہووے
رکھین بخشش کے سر منت یہودی و نصرانی

واہ کیا خوب قصیدہ ہے - سبحان اللہ قصیدہ کاہے کو ہے مرزا سودا کا توشۂ آخرت ہے بلکہ گوش ایمان سے سننے والون کا پروانہ نجات بھی ہے - لاریب مذہبی قصیدہ کا یہ ایک عمدہ نمونہ ہے قصیدہ کے لیے جتنی باتین ہین سبھین موجود ہین -

نمبر ۲ - قصیدۂ منقبت تا چہل و ہفت اشعار

اٹھ گیا بہمن و دی کا چمنستان سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملک خزان مستاصل

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض
ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ
آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

بخشتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی
عکس گلبن یہ زمین پر ہے کہ جسکے آگے
تار بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ
پارسے آب روان عکس ہجوم گل کے
شاخ مین گل کے نزاکت یہ بہم پہونچی ہے
جوش رویدگی خاک سے کچھ دور نہین
دم عیسی سے فزون فیض ہوا ہو یہان تک
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زبان سے اپنی
حدایام کے پیش از مدد نامیہ سے
سبز ہوتا ہے قصیحی کے سبب سے ہر بار
دست گل خوردہ و شاخ گل و گلزار بہم
غنچہ پر کچھ نہین موقوف عجب فصل ہے یہ
آوے ہی آنکہ نظر لاکھ طرح کا وہ پھول
یاسمن رنگ جو رکھتی ہی خزان سے ماتا
چشم نرگس کی بصارت کی بس ہی درپے
اسقدر محو تماشا ہے کہ نرگس کی طرح
آبجو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے
سایۂ برگ سے اس لطف سے ہر ایک گل پر
نکر نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا
پوشش چھینٹ قلمکار بہرشت و جبل
کار نقاشی مانی سے ہے دویم وہ اول
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
لوٹتے ہے سبزہ پہ از بسکہ ہوا سے ہیکل
شمع ساگرمی نظارہ سے جاتی ہے پگھل
شاخ مین گاوزمین کی ہی جو پھوٹی کونپل
دین مین قسم جمادات سے شاید ہو خلل
کہین دعوے خدائی نہ کرین لات و ہبل
بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل
جو زبان سے سخن اب طوطی کے آتا ہی نکل
بجہان نشو و نما کہ نہین ہین ضرب مثل
گل بہم پہونچے ہی عقدہ ہو کسی طرح کا حل
اُن گلون چھینٹ جو نکہ کے ہین سدا مستعمل
چاہتی ہے یہ سماجت کہ سبزے سے بدل
غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہی مکحل
چشم سیار گلستان مین جھپکتی نہین پل
خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول
ساغر لعل مین جون کیجیے زمرد کو حل
تیغ کہسار ہوئی دست ہوا سے صیقل

برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہی
گل کو دیکھو تو نگہ جاتی ہے سنبل پہ پھسل

لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیابان مین نسیم
پانوٗن رکھتی ہی صبا صحن مین گلشن کے سنبھل

اتنی ہے کثرت لغزش بزمین ہر باغ
جو ثمر شاخ سے اترا سو گرا سر کے بل

فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل

دانہ جس شور زمین سے نہ پھلا دہقان سے
سبز وہان دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل

کشت کرتے مین ہر ایک تخم سے از فیض ہوا
گرتے گرتے بزمین برگ و بر آتا ہے نکل

سبز فام ان دنون آتا ہے نظر ہر گلرو
خواہ ہو شیخ پسر خواہ ہو فرزند مغل

چوہری کو چمنستان جہان مین اس فصل
آ گیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل

تا کجا شرح کرون مین کہ بقول عرفی
اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل

نسبت اس فصل کو پر کیا ہی سخن سے میرے
ہے فضا اسکی تو دو چار ہی دنمین فیصل

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام
رہیگا سبز بھر مجمع و ہر یک محفل

تا ابد طرز سخن کی ہے میری رنگینی
جلوۂ رنگ چمن جائیگا اک آن مین ڈھل

نام تلخی نہین مجھ نطق مین جز شیرینی
یک طرف تا گلستان مین ہے یکسو حنظل

ہین برومند سخنور مرے ہر مصرعہ سے
مصرعہ سرو سے پایا ہی کسی نے بھی پھل

ہو جہان کے شعرا کا مرے آگے سر سبز
نہ قصیدہ ہو نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل

ہے مجھے فیض سخن اسکے ہی مداحی کا
ذات پر جسکی مبرہن کنہ عزوجل

مہر سے جسکے منور ہے دل جون خورشید
روسیہ کینے سے جسکے ہے مانند زحل

بغض جسکا کرے جون مور سلیمان کو ضعیف
مور کو جب سے ملے جسکے پلون کا سائل

جا سے وصلت پیسنے جسکو ندے غیر از عرش
فرش گلزار زمین حق نے سمجھ مستعمل

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر
وصی ختم رسل اور امام اول

خاک نعلین کی جس کی مدد طالع سے
پہونچے اُس شخص کو جو شخص ہوا عمائے ازل

وہ نظر آئے اُسے دہر کی بینائی سے
رہ گیا اور رہیگا جو ابد تک اوجھل

مدح غائب سے کھلے اُسکے نہ مداح کا دل
روبرو مطلع ثانی سے یہ ہو عقدہ حل

مطلع

دید تیری بدوئی حق سے نگہ کا ہے خلل
ایک شے دو نظر آتی ہے یہ ہے چشم احول

بلا شبہہ مرزا سودا نے قصیدہ گوئی کا خاتمہ کردیا ہے کیا تاب کہ کوئی شاعر منقبت مین پھر ایسا لامیہ قصیدہ لکھ سکے طبیعت اری سخن آفرینی متانت جلالت شکوہ وقار بلند پروازی عالی خیالی ہر شعر مین جلوہ گر ہے حقیقت یہ ہے کہ ذہانت اور طباعی سودا کی گھٹی مین پڑی تھی - اُردو کے کسی قصیدہ گو شاعر مین خلاقی سخن کی ایسی قدرت نہین دیکھی جاتی ہے اِس قصیدہ منقبت کے علاوہ سودا نے اور بھی منقبت کے قصائد لکھے ہین اور اکثر ائمہ علیہم السلام کی شان مین قصائد نظم کیے ہین یہ سب کے سب قصائد قابل توجہ ہین - لاریب سودا نے اپنی قوت شاعری سے یہ اچھا کام لیا کہ قصائد مذہبی رقم کرکے ثواب عقبیٰ حاصل کیا - قصیدہ نگاری کے اغراض سے یہ بھی ایک بھاری غرض ہے - عربی مین بھی اِس وضع کے قصائد ہین جیسے قصیدہ بردہ و قصیدہ فرزدق وغیرہ جو مذہبی پہلو کی شاعری سے خبر دیتے ہین -

نمبر ۳ تشبیب قصیدہ در مدح نظام الملک

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی وہین آکے خوشی نے در دل پر دستک

پوچھا مین کون ہے بولی کہ وہ مین ہون غافل
نہ لگے شوق مین جسکے کبھو عشاق کی پلک

ہے خوشی تام میرا ہین ہون عزیز دولہا
کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی تا دان
سنکے یہ مژدۂ جان بخش جو مین کھولی آنکھ
انکھین ملکر کے جو دیکھون ہون تو ایک با دکہ پوش
حسن ایسا کہ جیسے ماہ شب چار دہم
چہرے مین ایسی ہے گرمی کہ شب و روز جیسے
زلفین یون بکھری ہوئی چہرہ پہ ناگنین تھین دل
جعد وہ قہر کہ ڈسنے مین ہو جسکی ہر لہر
ناگنی پیچ مین آ اُسکے نہ مانگے پانی
جبین ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جائے داغ
قتل کرنے کا یہ جوہر تو شمشیر کے بیچ
ڈھیٹ وہ تیز کہ عالم مین نہین جسکی پناہ
فتنۂ اس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار
حسن سے کان کے آویزہ مین لطف کہ جو
بحر خوبی کی گویا مچھلی ہے قلاب کے بیچ
نظر آیا نہ دہن اپنی کو تنگی کے سبب
مسی آلودہ لب اخگر سے تھے نہ خاکستر
سلک گوہر کی صفا دام لے ادن دانتون سے
دونون عارض گویا شیشے ہین مے گلگون کے

زندگانی کی حلاوت ہے جہان مین مجھ تک
پھر خدا جانے یہ دن کب مجھے دکھلائے فلک
اشعۂ نور کی سی مجھ کو نظر آئی جھلک
سر سے لے غرق جواہر وہ پری پانون تلک
یک بیک دیکھے تو تکتی ہی رہ جائے جھجک
یاد کرتی ہی رہے دامن مژگان کی جھپک
جسطرح ایک کھلونے پہ بٹھین دو بالک
گھڑ دو یا دیتے کو عشاق کے دریا لٹک
کھیل جائے وہین کالا جو ڈسے اسکی لٹک
اُسکی تشبیہ سے جب اسکو تجاوز دے فلک
اُسکے ابرو سے مشابہ نہ بناوین جب تک
چشم وہ نرگس کہ ہو قوم جنہون کا اذبک
متصل چونکتے پا کر دیا کرتے ہین تھپک
مستعد قطرۂ شبنم کہ گرے گل سے ٹپک
سنتھ کے حلقے مین جو دیکھے کوئی تھتھنے کی پھڑک
منخرین اپنے سے گو ان نے تراشی عینک
کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کو جاتی ہے دہک
برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک
رخ ان دو نین یون جیسے نکلا مین رنگ

وصف مین اسکی ملاحت کے پڑھون ایک مطلع	جس کے آگے نہ رکھے مطلع خورشید نمک

سبحان اللہ اس سے زیادہ خوبصورت تشبیب کیا ہو سکتی ہے ایسی ایک تشبیب انسان کے شاعر نامی ہونے کے واسطے کافی ہے۔ اشعار بالا مین غزل کی پرتاثیری کے ساتھ قصیدہ کی متانت اور جلالت کس آن بان سے جلوہ گر ہے فی الواقع ایسے اشعار کوئی شخص بے شاعر پیدا ہوئے نہین کہہ سکتا ہے انکو پڑھکر طبیعت کو کیا شگفتگی پیدا ہوتی ہے حضرات ناظرین اپنے اپنے دل سے پوچھ لین۔ راقم اپنی کیفیت قلبی کیا عرض کرے۔ بیشک یہ وہ اشعار ہین کہ ہر ملک کے اہل مذاق کو انکا پسند آنا ایک امر مجبوری ہے۔ کیا طرز بیان ہے کیا بندش مضامین ہے کیا خلاقی سخن ہے۔ کیا مضمون آوری ہے۔ کیا صورت نگاری ہے۔ کیا مرقع سازی ہے۔ مرحبا صد مرحبا۔ آفرین صد آفرین۔ اے سودا کن لفظون سے تیری تعریف کرون۔ کن حرفون سے تیری ثنا لکھون۔ [illegible] تو سچے شاعرون کی طرح الہامی قدرت رکھتا تھا ورنہ ہر ناظم کا یہ کام نہین ہے کہ مضمون کے زور سے تسخیر دل کر سکے۔ اے سودا تو نے اس تشبیب مین خوشی کی ایک ایسی تصویر کھینچی ہے کہ بہزاد ومانی کیا یورپ کے استادان مصوری بھی تیری قلمکاری پر قربان نظر آتے ہین سچ یہ ہے کہ تو نے کمال صناعی سے شاعری اور مصوری کو شیر و شکر کرکے دکھایا ہے تیرے حسن تقریر سے خوشی ایک معشوق مجسم دکھائی پڑتی ہے وقعی تو نے اپنے اعجاز بیان سے ایک بیجان چیز مین جان ڈالدی ہے۔ اے سودا ایسا کیا کہنا یہ شاعری نہین ہے سحر نگاری ہے

نمبر ۴۔ قصیدہ در تہنیت فتح

آیا عمل مین تیغ سے تیری وہ کارزار	دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بروزگار

بے سر ہوئے ہین آج یہ سرکش گروہ ہال
سر جنگ اسطرح کی نہ کھائی کہ تا بہ حشر
آتش غضب کی تونے یہ اُنکی فسردہ کی
نام اُسکا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا
یک خم تھا دل اُنھون کا پُر از بادۂ غرور
تھا عزم یہ ہر ایک کا گاوین گے بیٹھ ہم
آئے تھے وہ چنانچہ اسی طرح روز جنگ
گاتے بجاتے ناچتے اور کودتے ہوئے
وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح
پر حق بجانب اُنکے ہی تھا کچھ اس امر مین
جو غول تیرے سامنے آیا تو سمجھے یہ
جیسی ہی اُس گروہ نے پی تھی شراب کبر
اسباب پر حریف کے آپسمین لگتے واوان
حق ناشناس قوم یہ تھی غرہ اس قدر
لیکن خدا کے فضل سے یہان باگرفتہ قرض
شمشیر و دست و بازو کے ہین یہ بہت بلی
پر وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے
جرات مین اُنکے حرف نہین پر یہ کیا کرین
اُنمین سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا

خاک اُنکی پر ہو تو نہ ٹھہرا وے شاخسار
مدفون ہوئین جسِ زمین پہ تو وہان اُٹھ سکے غبار
تن مین نہین ہے قطرۂ خون صورت شرار
نہ عف کرے ہے سگ ہے نہ فان زاغ کوہسار
تن اس مین کر دیا تنک تیغ آبدار
تیغون کو کھینچ کھینچ کے قلقار ہی رہار
پایا تھا جون دلون مین خیال اُنکے نے قرار
سایہ مین جھنڈیون کی صفین باندھ بے شمار
گاذ بچھاوین پارچہ جون نہر کے کنار
تیرے ولاوڑون کا نہ دیکھا تھا کارزار
ایک کھیت رو برو ہے ہمارے پر از خیار
کھینچا ہے اُسکے نشہ نے ویسا ہی کچھ خمار
لشکر مین اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار
غارت یہ ہر بزد کے لیتے تھے سب اُدھار
جو لائے تھے سو دے گئے رکھا نہ ایک تار
اپنا تو حرمت حق سے گذرنا نہین شعار
آگے قدم اُنھون کے نہین اُنکا استوار
صحبت نہ دل سے اُنکی تھوڑے کی برار
مین نے کہا اُنھون سے کہ تم جیسے جانگزار

ایک قوم ویک ادری ویک گروہ کے
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ ہین تم
اُنہین سے ایک نے بدم سرد یہ کہا
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہین
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہر اولی
سنتے ہین اب ہر ایک سے اُس فوج کی بہی
محبوب اور سبنت ولطافت تھے یکطرف
لیکن اُنھون کو آدمی کہیے کہ دیو دو
اِدھر سے بان و رہکلہ و توپ متصل
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپین داغنے
لیکن مین تجھ سے کیا کہون اے یار اُس گھڑی
تھی گرتیان تلنگون کی مانند لالہ زار
توپین جو داغتے تھے فتیلون سے آن آن
گجنال مثل رعد کے کرتے تھی دمبدم
بارود گولہ توپ مین تھا یا وہ باد تھی
فرصت کسو نے اتنی نپائی کہ وہ کرے
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو
اُڑتے تھے یون پیادہ کو توڑے کو وی کے
تھے ہاتھیون پہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشین

ہو سامنے حریف کے بیحد و بے شمار
فتح و شکست مردون کو ہے پر یہ اضطرار
خواہش خدا کی یون ہے نہ تھا اپنا اختیار
آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
ہون گے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار
یکسو تھا میر سید علی مستعد کار
اُنکا قدم وغا مین یہ پایا ہم استوار
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے ہر گزار
اُس سیلے پر جہان سے جزائر کی ہوئے مار
دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار
تھا دود توپ ابر سیاہ تگرگ بار
رنجک مثال برق چمکتی تھی بار بار
آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار
جیسے کہ قوم عاد اُڑائی تھی جون غبار
بندوق و تیر و تیغ سے جا اُنکین کارزار
گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار
ندافت کا کما پچھ جون شے سے ہے انتشار
ساتھ اُسکے ہم پیالہ دیا ہم نوالہ خوار

وہ بھاگے اِسطرح کہ یہ کہتی تھی اُنکو خلق
بھاگا وہ دیکھو جا ہے ہے میدان سے کوہسا

نے لڑنے کے جو اسے تھے نہ بھاگنے کا ہو
نے سوچ جینے کا ہے نہ مرنے کا کچھ بچار

یاد رہی کچھ اسکو تو ہے یار اُس گھڑی
آیا جو کچھ عمل مین نہ تھا اُس مین اختیار

جیدھر کو اسکا مُنھ اُٹھا اودھر کو وہ چلا
سوجھے بغیر یہ کہ فلان جا کرون قرار

ہے یہ عجب تو لاش کی حافظ کے ذکر کیا
بیٹا سمیت چھوڑ کیا باپ نے فرار

حافظ کی لاش ہم سے نہ اُٹھتی تو نزد فہم
جا کہ نہین ہے طعن و تعرض کی ہم یہ بار

لازم نہ تھا اسے کہ ہوا ایسے کے سامنے
ہمت مین اور کرم مین جو ہے طاق روزگا

نے زر سے نا جواہر و از اسپ تا بہ فیل
جسکے ہمم کے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار

نہ رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت
نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار

خلعت کسی کو اسپ کسی کو کسی کو فیل
بخشے کسی کو لاکھ کسی کو دے ہزار

حافظ یہ چاہیے عہدہ سے اسکے برآ نہین
پیادہ کو دیکے تین روپیہ تو روپیہ سوار

کیا کیا کرو نہین اُسکی شجاعت کا اب بیان
ہمت کو اُسکے کیا کرون اظہار بار بار

حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ
تاریخ اُسکی فوت کی کرکے عدد شمار

تاریخ فتح عرض کی سودا نے یون کہ ہو
یہ فتح تو مبارک نواب نامدار

واضح ہو کہ یہ قصیدہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور سودا کے عہد کے معاملات ملکی سے خبر دیتا ہے اِس قصیدہ کے لکھے جانے کا یہ سبب ہوا کہ حافظ رحمت خان روہیلہ اور نواب شجاع الدولہ نواب وزیر الممالک اودھ کے درمیان جنگ واقع ہوئی جسمین روہیلون کو شکست ہوئی اور حافظ مارے بھی گئے۔ نواب اودھ کو یہ فتح زنہار نصیب نہ ہوتی — اگر لشکر انگلشیہ مددپر نہ ہوتا۔ فوج انگلشیہ کی شرکت سے یہ وجہ ہوئی کہ سرکا

اودھ سے سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کو اتحاد تھا یہ اتحاد ملکی اصول پر اور تقاضاے وقت کے مطابق تھا۔ اُس زمانہ کی تاریخ قابل سیر ہے اسوقت کے ہندوستان سے اُس عہد کے ہندوستان کو کوئی مناسبت نہ تھی۔ یہ ملک اُسوقت طوائف الملوکی کی بلا مین مبتلا ہو رہا تھا۔ دہلی کی سلطنت پرزے پرزے ہو چکی تھی۔ ہر صوبہ دار بادشاہ وقت بن بیٹھا تھا چنانچہ اودھ بھی دلی سے علیحدہ ہو کر ایک آزاد سرکار ہو گیا تھا۔ اسی طرح روہیلون نے کچھ ملک دبا لیا تھا اور نہ نواب اودھ کا ماتحت اپنے کو سمجھتے تھے اور نہ دلی کے بادشاہ کو کوئی شے جانتے تھے۔ اُسوقت اہالیان کمپنی بڑی حکمت عملیون سے کام لیے رہے تھے جن ریاستون سے موافقت کی ضرورت دیکھتے تھے موافقت کرتے تھے اور جنسے خلاف کی حاجت دیکھتے تھے مخالفانہ کارروائی عمل مین لاتے تھے اِس لڑائی مین بھی انگریزون کی شرکت اُسی ملک داری اور ملک گیری کے قاعدہ کی بنیاد پر تھی یہ شرکت سودا کے کلام سے بھی عیان ہے۔ اب حضرات ناظرین سودا کی طباعی اور قابلیت کیطرف توجہ فرمائین کہ قصیدۂ بالا مین اُس یکتاے روزگار نے کیا کیا شاعری کے تماشے دکھائے ہین۔ یہ قصیدہ تہنیت فتح مین لکھا گیا ہے۔ نواب کی تعریف کے بعد سودا روہیلون کی آمد کو کس عمدگی سے لکھتے ہین اُس عہد کی فوجین یورپین فوجون کی طرح باقاعدہ تو نہین ہوتی تھین۔ ہندوستانی لشکریون کے انداز وہی ہوتے تھے جو اسوقت بھی بعض ریاستون کے لشکریون کے دیکھے جاتے ہین۔ اب انگریزون کی تقلید سے ریاستون کے لشکریون کی کچھ ظاہری صورت درست ہوئی ہے ورنہ اکثر ریاستون کے سپاہیون کی وہی قطع ہے کہ اگر دگلا درست ہے تو موزا پھٹا ہوا ہے تلوار صاف ہے تو بندوق زنگ آلودہ یا دگلا موزا تلوار بندوق اور جمیع اسباب جنگ سب کا سب ہی مبتلاے نکبت

ہو رہا ہے۔ یہی حال حافظ کے لشکریون کا بھی تھا۔ کہ لٹیر یرون کمصورت پھٹا پرانا پہنے طرح طرح کے کہنہ آلات حرب لگائے غل شور مچاتے میدان جنگ مین آئے۔ نواب کے لشکریون کی بھی حالت اس سے اچھی نہ تھی۔ اودھ کی فوجین نپولین (Napoleon.) اور ولینگٹن (Willington.) کی تعلیم کردہ نہ تھی۔ کچھ تھوڑا با قاعدہ جو لشکر نواب تھا بھی وہ پوری یورپین تعلیم جنگ پائے ہوئے نہ تھا۔ اگر فوج انگریزی کمک نواب پر نہوتی تو اس فتح کا نصیب نواب ہونا کوئی امر یقینی نہ تھا چنانچہ غنیم کی مستعدی کا ثبوت سودا کے کلام سے بھی ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہین

شمشیر و دست و بازو کے تھی یہ بہت بلی	اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہین شعار
پر وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے	آگے قدم اُنھون کے نہین اُنکا استوار
جرأت مین اُنکے حرف نہین پر یہ کیا کرین	صحبت نہ دل سے اُنکے ہوتی نے کی برار

خیر اسکے بعد سودا جو میدان جنگ کی تصویر کھینچتے ہین ایسی ہے کہ مصوری کا عالم دکھا رہی ہے اہل مذاق بیان جنگ کو پڑھین اور لذت یاب سخن ہون اُس عہد کی لڑائی کے آلات حرب اور طریقہ حرب پر توجہ فرمائین وہ زمانہ ہنری مارٹینی اسنائیدر اور کرپ گن کا نہ تھا۔ یہی گجنال شترنال اور جزائر سے لڑائیان لڑی جاتی تھین۔ لاریب یہ بیان جنگ مورخ کی توجہ فرمائی کے بھی قابل ہے اس سے اُس عہد کی لشکر آرائی اور نبرد آزمائی کا پورا انداز ظاہر ہوتا ہے۔ واہ سودا واہ۔ شاعری واقعہ نگاری کا لطف دکھا رہی ہے۔ شاعری کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پھر تشبیہات کو ملاحظہ فرمائیے تو خوبیون سے مملو نظر آتی ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے بہتر تشبیہات

ڈھونڈھنے سے دستیاب نہین ہوسکتی ہین - ایمین غیر فطری انداز کی کوئی تشبیہ نظر نہین آتی ہے - المختصر حضرت سودا نے اِس قصیدہ مین بڑی خوش مذاقی کا اظہار کیا ہے اور فقیر کی دانست مین یہ قصیدہ نیچرل بیانات سے خالی نہین ہے -

نمبر ۵ - قصیدہ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے
دعوی نہ کرے یہ کہ مرے منھ مین زبان ہے

مین حضرت سودا کو سنا بولتے یار و
اللہ رے اللہ ہی کیا نظم بیان ہے

اتنا مین کیا عرض کہ فرمایئے حضرت
آلام سے کٹنے کیطرح کوئی بھی یہان ہے

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
اس امر مین قاصر تو فرشتہ کی زبان ہے

کیا کیا مین تباؤن کہ زمانہ کی کٹی شکل
ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے

گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیے کے یہان ہے

ثابت ہو جو دگلا تو نہین موزو مین کچھ حال
بہتر وہ ہین سے پر گیری تو بے چلہ کمان ہے

کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جاکر
بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقے سے میان ہے

یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ
شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے

اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس سے لیتے
تنخواہ کا پھر بیٹھنا اِس شکل سے یہان ہے

لیتے ہین بایں رو بھی وہ تو دو ماہہ
طبلک و دھونس دھڑکے کی جھنجھن ٹ توان ہے

قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھتے اسمین
بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر پیر و جوان ہے

ملا جو اذان دیوے تو منھ موندکے اوسکا
کہتے ہین کہ خاموش مسلمان کہان ہے

بولا جو خطیب اسمین تھماری اسے ایک ڈھول ہاتھ آگیا واعظ تو تھپیڑا او دہان ہے
رہتگیے ہے گدھا آٹھ پہر گھر مین خدا کے نے ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اذان ہے
اور وہ جو ہین کمزور دہان آن سکے بیٹھین ریتی سے کیے جوا گے کی یہ ہر ایک ڈکان ہے
اُٹھا اٹھ کے دکھاتے ہین اُنھین جال ڈ اپنا دربار روس عہد مین جو خورد و کلان ہے
یون بھی نہ ملا کچھ تو ہر ایک پالکی آگے اس سج سے رسالہ کا رسالہ ہی رواں ہے
کوئی سر پہ کیے خاک گریبان کسی کا چاک کوئی لوٹے ہے منھ پیٹ کوئی نعرہ تان ہے
ہندو و مسلمان کو اُس پالکی اوپر ارتھی کا تو ہے وہم ہے جنازہ کا گمان ہے
یہ مسخرہ گی دیکھ کے جا صاحب ارتھی کرتے ہین جو وہان عرض تو نے پھر نہیں یان ہے
گر ہو جیے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب اُسکی تو اذیت ہی بڑی آفت جان ہے
وہ جا کے جوراتون کو تو بیٹھے ہین دوزانو کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے
بیوقت خورش اُسکی جو ہو اپنے تئین بھوکھ سو کیا کہون تجھ سے کہ مصیبت کلبیان ہے
گھڑیاں کی جب بیٹھے ہوے گنتے ہین گھڑیان او رلیج خلا رو دو بھنن جو بن بٹ وان ہے
خمیازہ پہ خمیازہ ہے اور حیرت اوپر حیرت مُنتہ صورت سو فا رنگر شکل دہان ہے
صیغہ پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر سو دو سو روپیے کا جو کسی عمدہ کے یہان ہے
صحت ہو یہ اس سے ہے اگر آقا کے تئین چھینک آوے تو وہ اُسکو بجنشو نت نگران ہے
دیتے ہین منگا تیر و کمان ہاتھ مین اُسکے ٹھنڈی ہوا آنے کا گر اُسوقت گمان ہے
اور ما حضر اوپر جو وہ نواب کون دیکھے کھانا تو یہ کھاتے ہین پر اُسکو خفقان ہے
مطبخ مین ہے خربزہ اور خربزہ پر دودھ ہے دودھ پہ مچھلی بس اوپر گاؤ زبان ہے
یہ بھی تو نہین ہے کہ اسی سے ہو تسلی اس سب پہ تفنن کیلیے بیسنی نان ہے

اسمین جو کہین درد اُٹھا پیٹ مین اُنکے — پھر بو علی سینا ہے تو وہان ہیچمدان ہے
رکھتے ہین غرض مرگ سے لڑنیکو سپاہی — گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہان ہے
سوداگری کیجے تو ہے اسمین یہ مشقت — دکھن مین بکے وہ جو خرید صفہان ہے
ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل — ہر شام یہ دل وسوسۂ سود و زیان ہے
لے جا جو کسی عمدہ کی سرکار مین دے جنس — یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہے
قیمت جو چکاتے ہین سو اس طرح کی ثالث — سمجھے سے ہے فروشندہ یہ نزدیک گمان ہے
جب مول مشخص ہوا مرضی کے موافق — پھر بیسیون کی جاگیر کے عامل یہ نشان ہے
پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جس وقت — کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہان ہے
اودھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی دے جا — دیوان و بیوتات یہ کہتے ہین گران ہے
آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس — ہر ایک متصدی سے میان اور تیان ہے
ناچار ہو پھر جمع ہوے قلعہ کے آگے — جو پالکی نکلے ہے تو فریاد و فغان ہے
دو بیل کی جا کر جو کہین سے کیجیے کھیتی — اور مینہ بھی موافق ہو پڑے تو تو سمان ہے
ہین خشکی و غرقی سے تفکر مین شب و روز — نہ امن ہے ٹڈی سے نہ جسکو امان ہے
گر خان خوانین کی سے لے کوئی وکالت — اُسکا تو بیان کیا کرون تجھسے کہ عیان ہے
ہر عمدہ کے دروازہ یہ زین پوش پہ بیٹھا — پوچھے ہے اجی مردہ ہے نواب کہان ہے
ہر گھر مین وہ جا ہے کہ مین فوارہ سا چھوٹون — ہر کوچہ مین جون آب چکا پودہ وان ہے
دیوان کے بخشی کی بیوتات کے حاضر — مانند کنہیا کے جہان دیکھو تہان ہے
ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام — پیپل کے کے پتوں کی طرح منھ مین زبان ہے
لاوے جو کچہری سے وہ پاسون کا سیاہا — للچاوے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے

سو ماہی یہ بیٹھے ہے وے پانسو ہے خرچ
بتاتے ہے غرض پیسے اُڑا کر ہوے روپوش
جسوقت سُنا یہ وہین آواز بدل کر
پھر ہو جو موکل سے کہین راہ مین بیٹھا
عرضی یہ ہوا یم سیاہی یہ ہوا جیم
کاہے کی غرض عرضی سے اور کسیکا سیاہ
انصاف جو کیجیے تو نہین اُسکی بھی تقصیر
شاعر جو سنے جاتے ہین مستغنی الاحوال
مشتاق ملاقات اُنہونکا کس و ناکس
گر عید کا مسجد مین پڑھے جاکے دوگانہ
تاریخ تولد کی ہے آٹھ پہر فکر
اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا
ملائی اگر کیجیے ملا کی سے یہ قدر
اور ماحضر اخوند کا اب کیا مین بتاؤن
دن کو تو بچارا وہ پڑھا یا کرے لڑکے
تیسر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اُس کی
بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر
اب کیجیے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات
جس وز سے کاتب کا لکھا حال ہین تب سے

اور زر کے اجالے کی بھی آرزو مین کان ہے
گھر جاکے پکالے جو کوئی لالہ کہان ہے
آپ ہی کہا گھر مین سے کش جیتے کے یہان ہے
استاد کا جاگیر کے یہ اُس سے بیان ہے
پروانہ مین ہم پر ہون تصدق مُہجان ہے
کید ھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہان ہے
سب ماحصل ان باتون کا ایک پارخہ نان ہے
دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یہان ہے
ملتا اُنھین نُنسے جو فلان ابن فلان ہے
نیت قطعۂ تہنیت خان زمان ہے
گر رحم مین بیگم کے سنے نطفۂ خان ہے
پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے
ہون وہ روپے اُسکے جو کوئی مثنوی خوان ہے
یک کا سنہ زال عدس جو کی دو نان ہے
شب خرچ لکھے گھر کا اگر مہندسہ دان ہے
لڑکون کی شرارت سے سدا خانہ نہان ہے
دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب مین وہ ان ہے
آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہان ہے
ہر صفحہ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے

وہ بیت ٹکے سیکڑے لکھنے کو ہے محتاج
خوبی مین خط اب جسکا بہ از خط تبان ہے

یہ بھی مین تکلف ہی سے کہتا ہون وگرنہ
آفاق مین ان چیزون کی اب قدر کہان ہے

اچھا ہو جو موتی کا زمانے مین سراسر
خطاط کی اُتنی ہی رہی قدر کہان ہے

ہدیہ ہو سوا پانچ ٹکے گذری مین آکر
یاقوت پکارے ہے جو بکاؤ قرآن ہے

دمڑیکو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ
بیٹھے ہوے وہان میر علی چوک جہان ہے

چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت
چھٹتی ہے تو شعرا کی وہ مطعون زبان ہے

دیتا ہے دُم خر سے کوئی شملہ کو نسبت
کہتا ہے کوئی پگڑی کو تشبیہ کتان ہے

اور اُسکو جو دیکھے کوئی وہ بہر معیشت
اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک نہان ہے

پوچھے ہے مریدون سے یہ سر صبح کو اٹھکر
ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے

تحقیق ہوا عرس تو کر ڈاڑھی کو کنگھی
لے خیل مریدان گئے وہ بزم جہان ہے

ڈھولک جو لگی بجنے تو وہان سکو ہوا وجد
کوئی گوشے میں کوئی روے کوئی نعرہ زنان ہے

بے تال ہوے شیخ جو ٹک وجد مین آکر
سرگوشیون مین پھر بد اسلوبی کا بیان ہے

گر تال سے پڑتا ہے قدم تو بھی ہنس ہنس
کہتے ہین کوئی حال ہی یہ رقص زنان ہے

اور حاصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو
ڈالا ہوا وہان دال نخود قلیہ و نان ہے

سب پیشے یہ تج کر جو کوئی ہو متوکل
جورو یہ سمجھتی ہے نکھٹو یہ میان ہے

اور بیٹی کے دلکو ہے حرافت کا تیقن
بیٹے کو جنون ہونے کا بابا کے گمان ہے

پھر جب لڑکے لگے بھوک سے مرنے
ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے

جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب
تب اونکی سفارش مین اوسے رقعہ رسان ہے

مضمون بھی رقعہ کا کہ کچھ دے نہ بجھے اوسکو
مداح امامون کا ہے اور مرثیہ خوان ہے

بالفرض اگر آپ ہوے ہفت ہزاری
ٹک دیکھنا منصور علی خان جی کا احوال
دنیا مین تو آسودگی رکھتی ہو فقط نام
سوا سپہ تیغن کسی کے دل کو نہین ہے
یہان فکر معیشت ہے تو وہان دغدغہ حشر
آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال

یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے
چھاتی پہ کڑک بجلی ہے اور شیر دہان ہے
عقبی مین یہ کہتا ہو کوئی اس کا نشان ہے
یہ بات بھی گوئندہ ہی کا محض گمان ہے
آسودگی حرفیست نہ یہان ہے نہ وہان ہے
جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہے

یہ شہر آشوب قصیدہ نہ صرف سودا کی بڑی طبیعت داری سے خبر دیتا ہے بلکہ اس امر کا بھی مثبت ہے کہ یہ شاعر ہمہ دانی کی صفت سے بھی متصف تھا سودا کی پورے دیوان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے عہد کے معاملات کلی وجزی سے تمام تر با خبر تھا۔ ہندوستان کے ملکی درباری شہری بازاری سب طرح کے امور اوسپر ہویدا تھے فرمانروان کی کیا حالت تھی۔ لشکرون کا انتظام کیسا تھا وزرا اور امرا کے کیا طور تھے امن خلائق کی کیا صلوت تھی پیشہ ورون کی کس طرح گذرتی تھی مساجد و مدارس اور خانقاہون کی کیفیتین کیا تھین۔ اطبا کی اوقات بسری کیونکر ہوتی تھی شعرا کا گذران کس نہج پر ہوتا تھا ملاؤن کے مشاغل کس طرح کے تھے تاجرون کے کاروبار کیونکر چلتے تھے نوکری پیشون کی کمائی کا کیا ڈھنگ تھا۔ کاشتکارون کی کیسی کٹتی تھی الغرض اسی طرح ہر طبقہ اور ہر درجہ کے آدمی کے حالات سے یہ یکتاے روزگار اطلاع کافی رکھتا تھا اس قصیدہ سے بھی اُس کی اطلاع عام کا اظہار مقصود ہے۔ فی الواقع یہ قصیدہ بڑی طباعی اور واقف کاری سے خبر دیتا ہے۔ کلام کی خوبی یہ ہے کہ اسکے بہت اشعار ضرب المثل کی طرح زبان زد خلائق ہو رہے ہین۔

نمبر ۶- قصیدہ در ہجو اسپ

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے
موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ ادہار

تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے
خست سے اکثرون نے اٹھایا ہی ننگ و عار

ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان
پاوے سزا جو انکا کوئی نام لے ہزار

نوکر ہین سو روپیہ کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار

نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار

تا طاقتی کا اسکی کہانتک کرون بیان
فاقون کا اسکے اب مین کہانتک کرون شمار

مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا
ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہی اسکا حال
کرتا ہے راکب اسکا جو بازار مین گزار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد
امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار

جس دن سے اس قصائی کی کھونٹی بندھا ہے وہ
گذرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار

ہر روز اخترون کے تئین دانہ بوجھکر
دیکھے ہے آسمان کی طرف ہوکے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہے گھانس کا
چوسے کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستہ گیاہ
ہر دم زمین پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار

پیدا ہوئی ہے نسبت اگن باد اس قدر
ہرگز دروغ اس کو تو مت جان زینہار

گذرے وہ جسطرف سے کبھو اسطرف نسیم
یادمموم ہوئے وہین گر کرے گزار

دیکھے ہے جب وہ توبڑہ و تھان کیطرف
کھودے ہی اپنے سم سے کنوئین ٹاپین رمار

ہے اسقدر ضعیف کہ اڑ جاے باد سے
میخین گر اسکے تھان کی ہوئین نہ استوار

نہ استخوان نہ گوشت نہ کچھ اسکے پیٹ مین
دہونکے ہے دم کو اپنے کہ جون کھال کو لوہار

سمجھا نہ جاے یہ کہ وہ ابلق ہی یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بے شمار

یہ حال اسکے دیکھ غرض یون کہے ہے خلق
چنگل سے موذی کے تو چھوڑا اسکو کردگار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان
کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

لیجاوین چور یا مرے یا ہو کہین یہ گم
اس تین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار

تنہا نہ اسکے غم سے ہے دل تنگ زین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
مشہور تھا جنھون کنے وہ اسپ نابکار

خدمت مین انکی مین نے کیا جایہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب انھون نے کہ اے مہربان من
ایسے ہزار گھوڑے کرون تم پہ مین نثار

لیکن کسی کے چڑھنے کے لائق نہین ہے یہ
یہ واقعی ہے اسکو نہ جانوگے انکسار

صورت کا جسکی دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
سیرت سے ہے نت جسکی سگ خشمگین کو عار

بدرنگ جیسے لید ہو بوئی چون پیشاب
بد ہین یہ کہ اصطبل او جڑ کرے ہزار

مانند میخ چوکی لگد زن سے ہے تھان پر
لاجنب وہ زمین سے ہے جون میخ استوار

حشری ہی اسقدر کہ جو حشر اسکی پشت پر
دجال اپنے منہ کو سیہ کر کے ہو سوار

آشنا وہ سرنگون ہے کہ سب اڑ گئے ہین دانت
جبڑے پہ بسکہ ٹھوکرونکی نت اٹھی ہی مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلائے اسکے سن
پہلے وہ لیکے ریگ بیابان کرے شمار

لیکن مجھے زر وے تواریخ یاد ہے
کم رو ہے اسقدر کہ اگر اُس کی فعل کا
ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ
مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤن
ایکدن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات مین
بہرنے سے خط سیاہ وسبہ سے ہوا سفید
پہونچا غرض عروس کے گھر تک دو نوجوان
بیٹھا تو اس قدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا
دلی تک آن پہونچا تھا جس دن کہ مرہٹہ
مدت سے کوٹھیون کو اُڑایا ہے گھر مین بیٹھ
ناچار ہو کے تب تو بند باپا بین اسپ نے بین
جس شکل سے سوار تھا اُسدن مین کیا کہون
چابک تھے دونو ہاتھ مین پکڑے تھا منھ مین باگ
آگے سے توبڑہ اُسے دکھلائے تھا سئیس
ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
اس مضحکہ کو دیکھ ہوے جمع خاص و عام
پیچھے اسے لگا کو کہتا ہوئے یہ رو ان
مین کیا کہون غرض کہ ہر اک اسکی شکل دیکھ
کہتا تھا کوئی ہے بنر کو سبے نہین یہ اسپ

شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھو لوہار
رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
جز دست غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
دولہہ جو بیاہنے کو چلا اُس پہ ہو سوار
تھا سرو سا جو قد سو ہوا شاخ باردار
شیخو خبت کے در جیسے کہ اُسطرف گزار
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہون یار
مجھ سے کہا نقیب نے آکر ہے وقت کار
ہو کر سوار اب کرو میدان مین کارزار
ہتھیار باندھ کر مین ہوا جا کے پھر سوار
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یون ذلیل و خوار
ٹک ٹک سے پاشنہ کے مرے پاؤن تھے فگار
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے بار بار
ہلتا نہ تھا زمین سے مانند کوہسار
اکثر مدبرون مین سے کہتے تھے یون پکار
یا بادبان باندھ یون سے دو خشتیار
تیغ زبان سے کاٹ کے کرتا تھا گل نثار
ہنستا تھا کوئی ہیگا ولایت کا یہ حمار

کہتا تھا کوئی مجھسے ہوا تجھسے کیا گناہ
کتوال نے گدھے پہ تجھے کیون کیا سوار

کہنے لگا پھر آکے اس اجماع مین کوئی شخص
مرکب نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گناہگار

سمجھو ہو یہین تو یہ کہ سپاہی کے بھیس مین
ڈائن چلی ہے سیر کو ہو چرخ پر سوار

اس مخمصہ مین تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
فتنہ کو آسمان نے کیا مجھسے پھر دوچار

دھوبی کمہار کے گدھے اسدن ہہے تھے گم
اس ماجرے کو سُن کیا دونو نے وہان گزار

ہر ایک نے اُسکو اپنے گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمہار

دریائے کشمکش ہوا اُس آن موج زن
تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایکبار

بدشیمی اُسکی دیکھکے کر خرس کا خیال
لڑکے بھی وہان تھے جمع تماشہ کو بیشمار

رکھتا تھا کوئی لاکے سپاہی کو مُنہ کے بیچ
مُو اُسکے تن سے کوئی اُکھاڑے تھا بار بار

کہتا تھا کوئی مجھسے کہ تو مجھ کو بھی چڑھا
دو لگا لکا تجھے مین تو چند ایتوار

کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اُسکے گرد و پیش
ساتھ اُس سمند خرس نما کے ہو چشم چار

اُسوقت مین نے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار

جھگڑو کہین دھوبیون سے کہ لڑکون سے یا کہ اب
کتون سے یا لڑون کہ مرون اپنا پیٹ مار

بارے دعا مری ہوئی اُس وقت مستجاب
وان سے بھر لمظ کیا جنگ گاہ تک گزار

دست دعا اُٹھا کے مین پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الٰہی مین یون پکار

پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہ تیر کہ ہووے جگر کے پار

یہ کہکے مین خدا سے ہوا مستعد بہ جنگ
اتنے مین مرہٹا بھی ہوا مجھسے آ دوچار

گھوڑا تھا بسکہ لاغر و سست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یون خفیف مجھے وقت کارزار

جاتا تھا جب ڈپٹ کے مین اُسکو حریف پر
دوڑ ون تھا اپنے پاؤن پہ جون طفل نے سوار

جب دیکھا مین کہ جنگ کی یہان اب ہی شکل | لے جوتیون کو ہاتھ مین گھوڑا بغل مین مار
دھردھمکا وہان سے لڑتا ہوا شہر کیطرف | القصہ گھر مین آن سکے مین نے کیا قرار
گھوڑے مرے کی شکل یہ ہے ملتے جو سنی | اسپر بھی دل مین آئے تو اب ہو جیے سوار
سُنکر تب اُ سنے مین نے یہ قصہ دیا جواب | اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار
گفتن ہمین بس است کہ اسپ من ابلق است | سمجھون گا دل مین اپنے اگر ہون مین ہوشیار
سودا نے تب قصیدہ کہا سُن یہ ماجرا | ہے نام اس قصیدہ کا "تضحیک روزگار"

ہر چند یہ قصیدہ ہجو کا ہے مگر سودا کی قابلیت شاعری اس سے تمامتر آشکارا ہے کوئی مضحک بات گھوڑے اور سوار کی نسبت چھوٹ نہین رہی ہے لیکن اس تضحیک کے ساتھ اسکی نتیجہ خیزی محل گفتگو نہین ہے اکثر یہی ہوتا ہے کہ جو حضرات اپنے گھوڑے کو منگنی دینا نہین چاہتے کچھ ایسا لنگڑا عذر پیش کرتے ہین کہ فی الفور یہ قصیدہ خیال مین آجاتا ہے اور خاصکر یہ شعر۔ گفتن ہمین بس است کہ اسپ من ابلق است ۔ خیر سودا کی ہجو نگاری ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ اُسکے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ نہین کیا جاسکتا ہے اس طباع زمانہ کی ہجو گوئی مین جو نقصان ہے وہ یہ ہے کہ کلام کبھی کبھی فحش گوئی تک پہونچ جاتا ہے اگر یہ نقصان نہوتا تو سودا کی ہجو نگاری کسیطرح قابل گرفت نہ تھی ۔ کسواسطے کہ ہجو گوئی سے کسی ملک کی نظم یا نثر خالی نہین دیکھی جاتی ہے ۔ ہجو گوئی مین کریہ مضامین سے اجتناب کرنا واجبات سے ہے ہجو کو ایسا ہونا چاہیئے کہ مہذب سے مہذب آدمی بھی اسکے پڑھنے یا سننے سے احتراز نہ کرے سلاطینی شاعر جوینل اور انگریزی نثر نگار سوفٹ (SWIFT) بڑے ہجو گو گذرے ہین انکی تصنیفون کو ہر تعلیم یافتہ آدمی نے دیکھا ہے ۔ انکی تحریرون کے اغراض قابل توجہ

ہین-اُنکی تحریرین نتیجہ خیزی سے معرا نہین ہین بس کیونکر ایسی تصنیفات قابل توجہ نہین سمجھی جاسکتی ہین- البتہ قاآنی کی شرمین جو جواب گلستان کے طور پر لکھی گئی ہے- جہان جہان فحش آرائیان عمل مین آئی ہین تعلیم یافتہ اشخاص کے تحمل سے باہر ہین- بہرحال اِس قصیدہ مین صرف ایک شعر کہ یہ مضمون سے مشتمل تھا جو ترک کردیا گیا اور اسی طرح اگر تمام کرکیا ور فحش مضامین سودا کی دیگر تصنیفات سے متروک کردیے جائین تو اس یکتاے روزگار کے کلام کا حُسن دوبالا نظر آئے- ظاہر ہے کہ سودا کی طباعی فحش گوئی کی محتاج نہین ہے اِسی قصیدہ کو ارباب انصاف ملاحظہ فرمائین کہ کسقدر طبیعت داری اور خلاقی سخن سے خبر دیتا ہے اور اسی سے سودا کی ہمہ دانی کسقدر نمایان ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس دانا سے روزگار کو اپنے ملک کے ہر کلی اور جزوی امر سے اطلاع کامل حاصل تھی- ایسا قصیدہ وہی لکھے گا جو اپنے ملک کے ہر طبقہ کے آدمی اور اُنکی معاشرت اور اُنکے رسم و رواج سے پورے طور پر باخبر ہوگا- پھر اِس قصیدہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دلی کے شاہی رسالے کا یہ حال ہورہا تھا کہ گھر بیٹھے تنخواہ پایا کرتے تھے- قواعد اور پریڈ سے کوئی علاقہ نہین رکھتے تھے- جب غنیم نمودار ہوتا تھا تو نقیب اُنھین لڑائی پر جانے کو کہہ آتا تھا- سبحان اللہ کیا لشکر آرائی تھی- کوئی اِس عہد کے سرکاری رسالون کو دیکھے کہ گورے اور کالے سوار کس نہج سے رکھے جاتے ہین اور کیونکر انجام خدمت کرتے ہین- آخر مین عرض راقم یہ ہے کہ حضرات ناظرین اِس قصیدہ کی ترکیب پر نظر فرمائین کہ شاعر گھوڑے کی بدحالی کو شاعرانہ پیرایہ مین بیان کرکے مالک اسپ سے اُسکی بُرائیون کو افراط مبالغہ کے ساتھ کہلاتا ہے پھر مالک کو الزام دروغگوئی دیکر خود حقیقت حال کہہ دیتا ہے- واقعی ذہانت

ذکاوت طبیعت واری سخن آفرینی ہمہ دانی سودا پر ختم ہے۔ ان صفات سے متصف یا فارس مین سعدی تھے۔ یا انگلستان مین شکسپیر۔ جب ہزار برس زمانہ چرخ کھاتا ہے تب دوچار شخص ایسی ترکیبون کے وجود مین آتے ہین۔

ذوق بحیثیت قصیدہ گو

مرزا رفیع سودا کے بعد قصیدہ گوئی مین شیخ ابراہیم ذوق ہی کا نمبر ہے مگر ان دونون شاعران نامی مین پہاڑ اور ٹیلے کا فرق ہے۔ ذوق مین ایک بھی سودا کی طبیعت واری نہین ہے۔ سودا ایک نیچرل شاعر تھے۔ انکی فطرت نگاری کی ہوا بھی ذوق کو نہین لگی تھی۔ ذوق کی مضمون آفرینی کوئی شک نہین کہ ایک ممتاز درجہ کی ہے۔ مگر یہ مضمون آفرینی اُس قسم کی ہے کہ جو ایک درباری شاعر کے لیئے درکار ہوا کرتی ہے۔ حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ ذوق کے چوبیس قصیدہ ہین مگر ایک بھی فطری شاعری کی داد نہین دیتا ہے۔ سب کے سب مصنوعی ترکیبون سے معمور نظر آتے ہین۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ذوق کو درباری تعلق نہوتا۔ تو اُنکی شاعری کچھ نہ کچھ نیچرل رنگ نکالتی۔ مگر خدمت شاہی کے بکھیڑے سے اُنھین اتنی بھی فرصت نہ مل سکی کہ ایک قصیدہ بھی اپنے پیشوائے دین صلعم کی شان مین یادگار چھوڑ جاتے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جس وضع سے ذوق عمر بسر کرتے تھے وہ فطرت نگاری کی بہت منافی تھی۔ بہت جائے افسوس ہے کہ ایک اتنے بڑے طباع کی زندگی ایسی بدحالی سے بسر ہوگئی بایین ہمہ ذوق کو اگر آزادی حاصل رہتی اور فطرت نگاری کے سامان بہم رہتے۔ تو نیچرل شاعری سے اُنکی قصیدہ نگاری کو اسقدر بے تعلقی نہ ہوتی۔ واضح کہ راقم کو ذوق کی خلاقی سخن مین کوئی گفتگو نہین ہے۔ بلا شبہہ اس شاعر گرامی کی فکر بہت عالی ہے۔ بندش مضامین استادانہ ہے اور روش ادائے مطلب کی خوب و

مرغوب ہے مگروہ دل آویزی جونیچرل کلام کی ہوا کرتی ہے اُسکا جلوہ کسی قصیدہ مین نمایان نہین ہے۔ حضرات ناظرین پر ہویدا رہے کہ یہ رائے محض شخصی ہے۔ ممکن ہے کہ راقم نے اسکے قائم کرنے مین دھوکا کھایا ہو۔ کس واسطے کہ کسی اہل راے کی تحریر یا تقریر سے راقم کو ان امور مین کسی قسم کی مدد نہین ملی ہے۔ یہ بھی ارباب نظر سے پوشیدہ نہین ہے کہ ہندوستان بلکہ فارس مین بھی شعرا کے کلامون پر رائے زنی نہین کیجاتی ہے اس وقت تک جو تذکرے فارسی یا اُردو کے فقیر کی نظر سے گزرے ہین اُن سے کسی شاعر کے حسن و قبح کلام کا پتا نہین لگتا۔ مثلاً کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ خاقانی اور انوری کے قصائد کے امتیازی حسن و قبح کیا ہین۔ یا ہلالی اور میلی کی غزل سرائیون مین کون شے ممیز کرنے والی ہے۔ اِسی طرح اُردو کے شعرا کی نسبت کوئی تالیف یا تصنیف ایسی نہین دیکھی جا سکتی ہے۔ کہ مثلاً غالب و مومن کی غزل سرائی کا فرق دکھلاے یا اُنکے کلامون کے حسن و قبح کو واضح طور پر بتلائے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فن جسے انگریزی مین کری ٹی سیزم (Criticism) کہتے ہین۔ فارسی اور اُردو مین نہین مروج ہے۔ یہ وہ فن ہے کہ جو سخن سنجون کی کیفیت کلام سے بحث دکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص دریافت کرنا چاہے کہ پوپ (Pope) جو ایک انگریزی شاعر ہے۔ کس قابلیت کا سخن سنج تھا تو اسکی شاعری کا ایک پورا آزادانہ بیان انگریزی تصانیف مین ملیگا۔ یہ کیفیت فارسی اور اُردو کے تذکرون کی نہین ہے۔ ان ایشیائی تذکرون مین اگر دس نامی شاعرون کے کلامون کی حقیقت کو دریافت کرنا چاہیے۔ تو سب کی تعریف بکمال مبالغہ پردازی کے ساتھ ایسے انداز سے حوالۂ قلم نظر آئیگی کہ کچھ سمجھ مین نہ آئیگا کہ جامی کیا تھے اور نظامی کیا تھے۔ یا ناسخ

کیا تھے اور راسخ کیا تھے۔ یہ تو تذکرہ نگاری کی حالت ہے۔ تقریظ نگاری کی حالت پر نظر ڈالیے تو یہ بدمذاقی اور باعنوانی تحریر کا دریا اُمڈا ہوا دکھائی دیتا ہے اگر کسی طفل دبستان نے بھی ایک جزو کا دیوان ترتیب دیا ہے یا چار ورق کی مثنوی لکھی ہے تو اُسکے تقریظ نگار نے اُسے فردوسی سعدی حافظ انوری بنا چھوڑا ہے۔ المختصر فارسی یا اردو مین کوئی ایسی تصنیف فقیر کی نظر سے نہین گزری جو کسی شاعر کی سچی اور واقعی کیفیت شاعری سے خبر دے۔ خدا جانے واقعہ نگاری مین ان دونون زبانون کے مصنفین کیون پس پا نظر آتے ہین اور افسوس سے ہے کہ ابتک اُسکی صلاح کی طرف کسی صاحب علم و صاحب رائے نے توجہ نہین کی۔ امر بالا کے متعلق فقیر ایک اپنی مایوسی کی سرگذشت عرض کیا چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اِس عاجز کو معلوم ہوا کہ دیوان ذوق کو شمس العلما جناب مولوی محمد حسن صاحب آزاد نے کچھ اپنی تحریر کے ساتھ چھپوایا ہے تو یہ امید ہوئی کہ ضرور مولانائے ممدوح نے انگریزی ترکیب پر اس شاعر نامی کے کلام پر رائے زنی بھی فرمائی ہوگی۔ اس شوق مین ایک نسخہ اُسکا دستیاب کر کے شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا۔ مگر کہین سے یہ نہین معلوم ہوا کہ ذوق داخلی شاعر تھے۔ یا خارجی۔ اُنکی غزل سرائی تقاضائے غزل سرائی کے مطابق ہے یا نہین۔ اُن کی قصیدہ گوئی مناسب رنگ رکھتی ہے یا نہین۔ اُنھین فطرت نگاری کی قدرت حاصل تھی یا نہین۔ اُنکی خلاقی سخن اعلیٰ درجہ کی تھی یا نہین۔ اسی طرح یہ بھی نہین معلوم ہوا کہ انھین اور میر مومن غالب آتش ناسخ مین کیا فرق ہے۔ سودا اور دیگر قصیدہ گو شعرا کو اُنکے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ الغرض مولانا کا وہ مشرح دیوان کچھ اور ہی مطلب کا نکلا المختصر جب کوئی تصنیف راقم کے مفید مطلب نظر نہین آتی ہے

تو جو کچھ اس کتاب مین اظہار رائے کیا جاتا ہے وہ محض شخصی امر ہے اگر حضرات ناظرین اِس عاجز کو برسرخطا پاوین تو اپنی کریمی سے درگذر فرمائین - اِس جگہ پر راقم اِس امر کو بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ جو کچھ اُسنے بہ سبیل رائے زنی حوالۂ قلم کیا ہے اُسکا منشا خوش نیتی کے سوا دوسرا نہین ہے - کبھی اُسنے بد دیانتی دل آزاری بدخواہی حق فراموشی حق تلفی حق پوشی کو دیدہ و دانستہ اپنی تحریر مین جگہ نہین دی ہے - اِس معذرت کے ساتھ راقم ذیل مین قصائد ذوق کے انتخابات مع اپنی آزادانہ رائے کے نذر ناظرین کرتا ہے -

نمبر ا تشبیب قصیدہ در مدح اکبر شاہ صفحہ ۲۹ دیوان ذوق

سحر جو گھر مین بہ شکل آئینہ - تھا مین تنہا - نزار و حیران
تو ایک پری چہرہ - حور طلعت - بہ شکل بلقیس - ماہ کنعان
پری کی صورت چمن کی رنگت - گر اس کا شیوہ - تو اُسکا جلوہ
زبان شیرین - بیان رنگین - کلام رندان - خرام مستان
انیس خلوت - جلیس جلوت - حریف حکمت - ظریف صحبت
بہ بزم یاران - بہ دل بہاران - باہل عزلت - گلے بدامان
جبین بہ شکل و مہ منور - عرق کے قطرے ہین جسمین اختر
ہلال ابرو نگاہ جادو - خدنگ مژگان - و چشم فتان
بروے رنگین نگار بستان - شگوفہ خندان - مگر نہ خندان
موے پیچان سے عشق پیچان - جو ہین پریشان تو دل پریشان

وہ گوش پر زیب کجکلاہی - جو دیکھو بینی تو یا الٰہی
دہن مین غنچہ - لبون مین گلبرگ - وہ رخ روشن مین مہتابان
نگاہ ساغر کش تماشا - بیاض گردن - صراحی آسا
وہ گول بازو - وہ گورے ساعد - وہ پنجہ رنگین بخون مرجان
کمر نزاکت سے لچکی جاے - کہ ہم نزاکت کا بار اُٹھاے
ادا اُسپہ نور بھر کھاے - پھر اُس پہ ہین دو قمر فروزان
وہ ران روشن - وہ ساق سیمین - وہ پاے نازک حنا مین رنگین
وہ قد قیامت - وہ فتنہ قامت - دلون پہ شامت جو ہو خرامان
جو نام پوچھا - کہا خوشی ہون - جو وصف پوچھا - تو دلبری ہون
بہت جو پوچھا - تو ہنسکے بولا - کہ ذوق تو بھی عجب ہے نادان
وہ شاہ جو ہے - محمد اکبر - جہان مین رشک جم و سکندر
جلوس جشن اُسکا ہے فلک پر - اُسیکے پرتو مین سب ہے سامان
یہ سنتے ہی مین نے بالبداہت - لکھا وہ مطلع شفق شباہت
کہ جسکو احسن کہے سخنور - پڑھے بہ تحسین ہر اک سخندان

ارباب مذاق ملاحظہ فرمائین کہ اس تشبیب مین ذوق نے اُسی مضمون خوشی کو موزون کیا ہے - جسے سودا نے اپنے اُس قصیدے کی تشبیب مین نظم کیا ہے جسکا مطلع یہ ہے

فجر ہوتے جو گئی آنکھ مری آج جھپک
دی خوشی نے وہین آکر در دل پہ دستک

اب اہل نظر منصفی فرمائین کہ سودا نے کس [illegible]عی کے ساتھ اپنے اشعار تشبیب مین خوشی کی تصویر کھینچی ہے - اُسنے اپنے بیان سے خوشی کو ایک مجسم باجان بنا کے دکھلایا ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوشی ایک معشوقۂ دلفریب ہے جو پیش نظر کھڑی ہے۔ شاعری اتنی بھی تو ہو کہ غیر مجسم کو مجسم اور بیجان کو جاندار کرکے دکھائے۔ ذوق نے سودا کے اُسی خیال خوشی کو حوالۂ قلم کیا ہے۔ مگر خوشی کی تصویر نہین کھینچ سکے ہین۔ اُسمین جان کا داخل کرنا تو خارج از بحث ہے۔ یہ دونون تشبیبین سودا اور ذوق کی شاعریون کا خوب فرق دکھاتی ہین۔ ظاہر ذوق کے اشعار پرزور ہین۔ شوکت لفظی اعلیٰ درجہ کی رکھتے ہین۔ بندش چست ہے ترکیب درست ہے۔ یہ سب کچھ سہی۔ مگر جو شے شاعری کی جان ہے۔ وہ سودا کے شعار مین ہے۔ ذوق کے شعار مین نہین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبتک شاعری مصوری کا تماشا نہین دکھاتی ہے بلکہ جبتک جان آفرینی کا کمال اُس سے نمایان نہین ہوتا ہے تب تک شاعری شاعری کا حکم نہین رکھتی ہے۔ ذوق کا بیان خوشی زینہار ایسا نہین ہے کہ خوشی کو ایک مجسم اور ذی جان پیرایہ مین دکھاتا ہے۔ شاعر کامل کا یہ کام ہے کہ اگر غیر مجسم شے کو مجسم کرکے دکھانا چاہتا ہے تو مجسم کرکے دکھا دے اور بیجان کو باجان بنانا ہے تو اعجاز بیانی سے باجان بنا دے ملٹن نے گناہ اور موت کا بیان کیا ہے۔ اُسکے بیان نے گناہ اور موت کو باجسم اور باجان کرکے دکھایا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گناہ اور موت دو مجسم باجان شے ہین شاعری اسکو کہتے ہین۔ اسی طرح میرانیس کے اس مصراع سے۔ جب زلف کو کھولے ہوے لیلائے شب آئی۔ صاف دکھتا ہی کہ شب کوئی مجسم اور زندہ شے ہی حالانکہ شب جسم رکھتی ہے نہ جان۔

نمبر۲ تشبیب قصیدۂ غسل صحت صفحہ ۳۴۹ دیوان ذوق

واہ وا کیا معتدل ہی باغ عالم مین ہوا
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم باد بہار
بن گیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم زخم جگر
شاخ بشکستہ کو ہے باران کا قطرہ مومیا

ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ سے بے داغ سینہ پانے لگا نشو و نما

ہو گیا زائل مزاج دہر سے یان تک جنون
بید مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا

ہوتا ہے لطف ہوا سے اسقدر پیدا لہو
برگ مین ہر نخل کے سرخی ہے جون برگ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا مین کہین
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہین ہے کہربا

ہر مزاج بلغمی مین ہوتی ہے تولید خون
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا

نام کو اشیا مین نہ تلخی رہی نہ سمیت
بن گئی تریاق افیون زہر میٹھا ہو گیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
نیش کی جا نوش حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین
کام مین افعی کے ہو مہرہ بجاے آبلا

راحت و آرام کا اِس دور مین ہو دور دور
چاہیے واقف نہو دوران سر سے آسیا

موتیا بند آنکھ مین اپنے جو رکھتی تھی صدف
اب رکھی ہے روشنی مثل دل اہل صفا

آ گیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہین حرف دوا

نسخے پر لکھنے نہین پاتا ہوا نشانی طبیب
کہتا ہے بیمار بس کر مجھکو ہے بالکل شفا

فرق چاہا یانتک اعضاے بدن سے درد نے
درد کے جو حرف ہین وہ آپ ہی ہین سب جدا

لاغرون کو ہو کمالِ تاب و طاقت یہ شتاب
کیسے وہ ہفتے ہلال اک شب مین ہو بدر الدجا

صبح صادق کے ہے گو سر مین سپیدی آ گئی
لیکن اس پیری مین بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اسکو آنفس فرصت نہو
قرص سے خورشید کے جبتک نہ کرلے ناشتا

رات بھر ٹونگا کیا انجم کے دانے چرخ پر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلاً شکم مین کچھ نہ تھا

پہونچی یہ تنقیح کی نوبت کہ نوبتخانہ مین | لیتی ہے جی کھولکر کیا کیا ڈکارین کارنا
کوس پھولا ہی خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے | جون حباب اُسکے نہین مطلق شکم مین امتلا
ہضم کامل اسقدر معدے نے پہونچایا بہم | جیدالکیموس ہے جو حلق سے اُتری غذا
ہے مزاج اہل عالم یہ قریب اعتدال | ساتون اقلیمین ہین گویا اب بخط استوا
رکھیگا تعویذ اور گنڈا کوئی کیون اپنے پاس | باغ عالم مین یہی عالم جو صحت کا رہا
دیگا طاوس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو | پھینکدیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا
اسقدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج | نام گلشن مین نہین ہے نرگس بیمار کا
واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو | جبکہ ہوا اُسکی نوید غسل صحت جانفزا
وہ ولی عہد زمان مرزا محمد بو ظفر | اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنائے اقویا

کوئی شک نہین کہ اشعار بالا بہت خوب ہین ذوق کی اطلاع عام سے خبر دیتے ہین اور ہر چند نیچرل پیرایہ نہین لیے ہوئے - اسپر بھی درباری مذاق کے اعتبار سے ایسے ہین کہ بہت کچھ قابل تعریف و توصیف ہین -

نمبر ۳ - قصیدہ مدح صفحہ ۳۵۲

جس کا مطلع یہ ہے

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت | نشۂ علم مین سرمست غرور رعونت

واضح ہو کہ یہ قصیدہ بہت طولانی ہے - اس کی گنجائش اس کتاب مین نہین نظر آئی - اس لیے راقم صرف اپنے خیالات اس قصیدے کی نسبت ذیل مین عرض کر دیتا ہے - کوئی شک نہین کہ ذوق نے اچھی مضمون خیز طبیعت پائی تھی - یہ قصیدہ اُنکی انتہائے قوت

شاعری سے خبر دیتا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اُنکی درسی اطلاع ایک ممتاز درجہ کی ہے واقعی علوم کی فہرست خوب تیار کی ہے۔ گو اُس مین اظہار شاعری بہت نہین ہے۔ پھر اس علم شماری کا نتیجہ اسقدر مستخرج ہوتا ہے کہ بے قسمت علم سے کچھ فائدہ مترتب نہین ہوتا۔ یہان پر ذوق کی فکر نے لغزش کی ہے۔ کاش ذوق حصول علم کا نتیجہ کچھ معقول طور پر دکھاتے۔ ایسی تقریر سے انسان کو علم اندوزی کیطرف توجہ نہین ہو سکتی ایسی تقریر تو سراسر منافی علم اندوزی ہے مگر درباری شاعر ہونے کے باعث ذوق معذور تھے۔ اُنکو تو باوجود حاصل کرنے تمام علوم دنیا و دین کے بادشاہ کے روبرو بھی قسمت اپنے کو دکھانا ایک امر مجبوری تھا لاریب آزاد شاعر علم کو محتاج قسمت نہین دکھا سکتا ہے صاحب علم ہونا خود ایک بڑی خوش قسمتی ہے جیسا کہ امیرالمومنین فرماتے ہین لافضل الا لاہل العلم انہم علی الہدی لمن استہدی ادلاء فقم بعلم ولا تبعی لہ بدلا فالناس موتی و اہل العلم احیاء۔ بہر حال بے قسمتی کے بیان طویل کے بعد ذوق جو نوید بہجت کا مضمون رقم فرماتے ہین وہی سودا کا گڑھا ہوا مضمون ہے۔ اسمین کوئی جدت کا پہلو نظر نہین آتا جسطرح سودا کی آنکھ لگ گئی اور خوشی سامنے آکھڑی ہوئی۔ اُسی طرح ذوق کی آنکھ بند ہوتے ذوق کے روبرو نوید بہجت حاضر آئی۔ اِس نوید بہجت کو مجسم پیرایہ مین ذوق نے بڑے زورون کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بیان کیسا ہی ہو مگر سودا کے تتبع سے خالی نہین ہے لیکن اسکے ساتھ انصاف یہی ہے کہ پھر ذوق ہی کا کام تھا کہ سودا کی راہ مین قدم مار سکے اِس تتبع کی بدولت بیشک ذوق نے نوید بہجت کو مجسم کر کے دکھا دیا۔ مگر اتنی کسر رہ گئی کہ جسم مین جان نہ دے سکے۔ بیان نوید بہجت کے بعد جو مدحیہ اشعار ہین وہ درباری شاعر کے حساب سے اچھے ہین۔ ارباب مذاق صحیح پر اُنکا بار ہو تو ہو۔

نمبر ۴ تشبیب قصیدۂ مدح صفحہ ۳۷۸ دیوان ذوق

ہے آج جو یون خوشنما نور سحر رنگ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق

یہ جوش نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن مین گویا چھا گیا نور سحر رنگ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیب چمن شاخ چمن
ہر سیمبر گلگون قبا نور سحر رنگ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوش بہار و موج گل
دندان پان خوردہ ہین یا نور سحر رنگ شفق

افشان جبین پر سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھون مین حنا نور سحر رنگ شفق

ہر مجمع پیر و جوان اک طرفہ مشرق ہے کہ وان
روشن دل و رنگین ادا نور سحر رنگ شفق

جام بلورین مین ہے یون عکس شراب لالہ گون
ہو جیسے کیفیت فزا نور سحر رنگ شفق

دیکھے چمن مین برگ گل آلودہ شبنم جو گل
خجلت سے پانی ہو گیا نور سحر رنگ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ سے ہین ملکر جدا نور سحر رنگ شفق

ساقی مے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اس رنگ سے
آب و ہوا جاے فضا نور سحر رنگ شفق

جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے
ہے اس لیے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق

یہ قصیدہ ایشیائی خیالات شاعری کے اعتبار سے جو کچھ پر مضمون سمجھا جاے ورنہ حقیقت مین اسکو خوبی مضامین سے کوئی علاقہ نہین ہے ردیف کی خوشنمائی نے جو کچھ اسکی شہرت پھیلائی ہو۔ ورنہ اسمین مضمون آوری بہت کم ہے۔ اس قصیدہ مین نہ کوئی حکمت آموز بات ہے اور نہ فطرت نگاری کا کوئی لطف ہے۔ قصیدہ گوئی کی غرضین تو تمامتر فوت ہین۔ اِلّا یہ کہ ناتعلیم یافتہ دماغون کو خوش کرنے کا اچھا آلہ ہے اسی سے ایشیائی دربارون کے مذاقون کو سمجھنا چاہیے کہ وہان شاعری سے کیا شے مطلوب تھی۔

اور وہ کیسی شاعری ہے جسکی قدر کیجاتی ہے۔

نمبر۵ تشبیب قصیدۂ مدح صفحہ ۱۴۸ دیوان ذوق

لاتا ہے نیرنگ سے ہی رنگ نئے چرخ محیل
واہ بگڑا ہے کچھ اس خم مین عجب رنگ سے نیل

ڈر زمانہ سے وہ عیار ہے یہ ہوش ربا
لاکھ بہروپیون سے جسکی بھری ہے زنبیل

ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار
کہ بجز حفظ خدا جس کے نہ خندق نہ فصیل

گم ہون ظاہر کی خرابی سے صفات اصلی
رنگ دیتا ہے چھپا جوہر شمشیر اصیل

پیش دشمن نہ گزر حق سے نہین سانچ کو آنچ
بلکہ ہے آتش نمرود گلستان خلیل

ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز
ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

نہین سب بے قید علائق کسی عالم مین بزرگ
رسم تحریر مین بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے تہ خاک بھی قارون کو سفر حشر تلک
نہین ماتحت ثریٰ منزل آرام بخیل

عید اک روز جہان مین رمضان ہے یک ماہ
بعد ہے کثرت تکلیف کے یان عیش قلیل

کشت سبز فلک دون سے نہ رکھ چشم ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعۂ نیل

قابل انسان کی صحبت سے ہے انسان نہ ملک
بن گیا پیش نبی صورت وحیۂ جبریل

جتنا خورشید سے ہے اتنی ہی بارش ہو سوا
ہوئے کیونکر تپش عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچوالے ہی اک زار جفاکش سے بزور
بار صد کوہ الم سب بے عمل جر ثقیل

لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم مین اجزائے دخانی کی طرح ہون تحلیل

شمع کشتہ کے لیے ہے دم عیسیٰ آتش
سوزش عشق سے زندہ ہین محبت کے قتیل

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل درد اظہار
نالہ ہے دل کی زبان دل سے ہے موکل تو وکیل

دل کے ہو ایک ورق مین وہ حقیقت ساری — جس کا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل
جی مین ہے ور پڑھون مین کوئی مطلع ایسا — گوہر مخزن معنی سے ہو جس کو تاویل

اِس قصیدے کے اشعار تشبیب ویسے ہین کہ جیسا اشعار تشبیب کو ہونا چاہیے اِنمین کچھ اقوال حکیمانہ اور محققانہ بھی ہین پھر شاعری کا پیرایہ بھی اچھا رہا ہے مزید برآن کلام احاطہ غزلیت سے بھی نکلا ہوا ہے ان اشعار کا رنگ بعض عربی قصاید کے اشعار کا رنگ رکھتا ہے اکثر عربی قصائد کے اشعار تشبیب بکار آمد مضامین سے مشتمل ہوتے ہین حتی کہ متنبی کے اشعار تشبیب بھی حکیمانہ اور محققانہ مضامین سے خالی نہین ہوتے۔ فقیر کی دانست مین اتنے بکار آمد مضامین ذوق کے اور کسی قصیدہ مین نظر نہین آتے۔

واضح ہو کہ قصائد بالا کے علاوہ اور بھی چند قصائد ذوق کے ایسے ہین کہ توجہ طلب ہین۔ ایشیائی مذاق کے رو سے تو لاریب ذوق کے یہ سب قصائد اس شاعر نامی کی بڑی خلاقی سخن طبیعت داری عالی پروازی اور بلند خیالی سے خبر دیتے ہین۔ مگر سچی شاعری کے تقاضون کو پیش نظر رکھکر جو اُنکا موازنہ کیجیے تو اُن مین چند نقصانات پائے جاتے ہین اول یہ کہ شاعری کو جو آزادی خیالات درکار ہے اِنمین نہین ہے دوم یہ کہ اِنمین معاملات فطرت کا جلوہ کہین نظر نہین آتا ہے۔ سوم یہ کہ اِنمین ایسے اقوال کہ مفید اخلاق و تمدن و معاشرت ہون کمتر پائے جاتے ہین۔ چہارم یہ کہ اِنمین ایسے مضامین مفقود ہین کہ جن سے مذاق شاعری کی اصلاح متصور ہو بہرحال ان سب نقصانات کی معذرت اُستاد ذوق کی طرف سے صرف ایک جملہ کے ذریعہ سے کیجا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کو اقتاد وقت سے درباری شاعر بننا پڑا تھا ورنہ جو قابلیت شاعری حضرت کو مودعہ تھی اُس قابلیت کا شاعر ایک آزاد ملک مین بہت یہ کچھ

بکار آمد تصانیف سے شاعری کو زینت اور قوم کو عزت دیتا ہے۔ اس جگہ ایک امر بہت قابل لحاظ ہے کہ ہر چند تقرب شاہی سے حضرت کی شاعری کو بڑا نقصان پہونچا۔ مگر اُنکے ذاتی معاملات اخلاق مین کوئی فساد واقع نہوا۔ ذوق جسطرح کے سچے خوش نیت قانع خدا پرست آدمی تھے تادم مرگ رہے۔ اُنکی قناعت ایک ممتاز درجہ کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جس دربار سے اُنکو تعلق تھا وہ غایت بدحالی مین مبتلا ہو رہا تھا۔ ناچار اُنکو ایک قلیل رقم تنخواہ کے طور پر وصول ہوا کرتی تھی۔ اسپر بھی اُنھون نے شاہ نصیر کی چال نہین اختیار کی۔ کبھی ملک دکن کا مُنھ نہ دیکھا۔ دہلی مین رہے اور دہلی مین مرے۔ اگر شاہ صاحب کی طرح جادۂ قناعت سے قدم باہر نکالتے تو شاہ صاحب سے زیادہ مال دنیا حاصل کر لیتے۔ اسواسطے کہ درباری شاعری مین اُنکو شاہ صاحب سے بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن ذوق نے دامن قناعت کو نہ چھوڑا۔ جیسا کہ خود فرماتے ہین

گرچہ ہے ملک دکن مین انندنون قدر سخن	کون جائے ذوق پر دلی کی گلیان چھوڑ کر

واضح ہو کہ شاہ نصیر کے متواتر سفر دکن اختیار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے زمانہ مین ملک دکن ایک اچھا زراندوزی کا میدان تھا۔ یہ وہی زمانہ ہے کہ جسوقت راجہ چندولعل کی اولعلول فیاضی برسر طغیانی تھی لیکن اس عہد مین بھی ملک دکن کچھ کم مرجع اہل حاجت نہین ہے۔ ہزارون بے روزگار اب بھی بشکل امیدوار آتے جاتے ہین اور ہزارون بیرونی اشخاص سرکار دکن سے تعلق خدمت رکھتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے افلاس مین مسلمانان ہند مبتلا ہو رہے ہین۔ اگر یہ ریاست نہوتی تو بہت سے ایسے نوکر پیشہ لوگون کو جنکو انگریزی نوکری کا ملنا معلوم اوقات کی بھی کسیصورت سخت دشوار ہو جاتی واقعی یہ ریاست بہت فیض رسان ہے مگر اسکی فیض رسانی نے

ہم مسلمانون کی بدحالی کا پتا خوب لگتا ہے اسکی فیضرسانی کہہ رہی ہے کہ اے مسلمانان ہند تم اپنے ویارون کے غیر اقوام سے قابلیت مین بہت پیچھے پڑ گئے ہو تب تو میرے ہان روٹی ڈھونڈھنے آتے ہو۔ خدایا کاش وہ دن ہمکو جلد نصیب ہو کہ ہم لوگ کافی طور پر سرمایہ قابلیت حاصل کر کے اکتساب معاش مین اپنے ہم وطن غیر اقوام کے برابر ہو جائین۔ بلکہ اُن سے بڑھ جائین تاکہ ہمکو وکیلون کے حقوق کو غصب کرنے کی محتاجی باقی نہین رہے۔

قطعہ۔ عروضی ترکیب اِس صنف شاعری کی وہی ہے جو قصیدہ کی ہے اِلّا یہ کہ اس صنف شاعری مین ہمیشہ مطلع ندارد ہوتا ہے اور اشعار کے عدد چار سے کم نہین ہوتے مضامین کے اعتبار سے یہ صنف شاعری ایک اعلیٰ درجہ رکھتی ہے اسکے مضامین کو مسائل اخلاق وحکمت پر مشتمل ہونا چاہیے۔ قطعہ نگاری کا تقاضا یہی ہے۔ مگر بعض شعرا نے اِس صنف شاعری کو پست مضامین کی بندش سے درجۂ ابتذال کو پہونچا دیا ہے واضح ہو کہ قطعہ نگاری کے لیے داخلی شاعری ( ) درکار ہے۔ چنانچہ فارسی اور اُردو کے جتنے عمدہ قطعات ہین اسی پہلو کے مضامین سے مزین نظر آتے ہین مگر اس جگہ ایک امر قابل گزارش یہ ہے کہ قطعہ نگاری مین شاعر کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اُسکا کلام غزلیت کا رنگ پیدا نہ کرے اِلّا اُس حال مین کہ قطعہ بند اشعار وہ کسی غزل مین موزون کرنے کو ہے۔

فارسی کی قطعہ نگاری

راقم کی دانست مین اکثر فارسی شعرا کی قطعہ نگاری کا مذاق اچھا ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ صنف شاعری درباری شاعری کے اغراض کے لیے قصیدہ کے

برابر موزون و مناسب نہین ہے اس لیے درباری اغراض مین کمتر صرف ہوئی ہے اگر کسی شاعر نے اُسمین مدح سرائی وغیرہ کی ہے تو اسکی مثال محض شاذ و اتفاقی ہے واضح ہو کہ فارسی مین ابن یمین نے اچھے قطعات نظم فرمائے ہین۔ بلکہ اُسکے قطعات نے مدون ہو کر ایک مختصر دیوان کی صورت پیدا کی ہے۔ ابن یمین کی شہرت شاعری قطعات نگاری کی بدولت ہے ہر کہ وہ قطعات ابن یمین سے خبر رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب منظوم از سرتاپا مسائل حکمت سے معمور ہے اور ارباب مذاق کے قابل توجہ ہے ذیل مین کچھ ابن یمین کے قطعات نذر ناظرین ہوتے ہین۔

انتخاب قطعات ابن یمین

نمبر ۱ قطعہ

دانی چہ موجب است کہ فرزند از پدر	منت نگیر دار چہ فراوان دہد عطا
یعنی درین جہان کہ محل حوادث است	در محنت وجود تو افگندۂ مرا

نمبر ۲ قطعہ

سائلے حال جہان راز یکے کرد سوال	آن شنیدی کہ چہ فرمود حکیمش بجواب
گفت دنیا و نعیمش چو بیابان سراب	یا خیالیست کہ صاحب نظرش دید بخواب
خواب را مردم بیدار دل اصلا ننہند	نہ شود اہل خرد غرہ بہ تمویہ سراب

نمبر ٣ قطعه

مرد آزاد درمیان گروه　　گرچه خوش خو و عاقل و داناست
محترم اسنگهی تو اند بود　　که از ایشان بالش استغناست
وانکه محتاج خلق شد خوار است　　گرچه در علم بوعلی سیناست

واضح ہو کہ یہ ترجمہ قول امیر المومنین علیہ السلام کا ہے۔

نمبر ٤ قطعه

گر نوازد فلکت غرّه مشو از پی آن　　که صعودی نبود کش که سقوطی ز پی است
گر بلندی دهدت بخت برو نیز مناز　　کارتفاعی تبود کش که هبوطی ز پی است

نمبر ٥ قطعه

اگرچه بے ہنرے را درم فزون باشد　　گمان مبر تو که نادان برابر داناست
بہیچ حال ابوجهل چون محمدؐ نیست　　اگرچه طینت هر دو ز آدم حواست

نمبر ٦ قطعه

کسے کز طریق تواضع رود　　کند بر سریر شرف سلطنت
ولیکن محلش بدان و مکن　　ملک سیرتی در گہ شیطنت
تواضع بود با بزرگان ادب　　بود با فرومایگان مسکنت

یہ بھی قول امیرالمومنین علیہ السلام کا ترجمہ ہے۔

نمبر ۷ قطعہ

ہر کہ موجود حقیقی را شناخت ذات یزدان را بلا اشباہ گفت
رہ بہ یزدان ہیچ میدانی کہ برد آنکہ لاموجود الا اللہ گفت

نمبر ۸ قطعہ

چو میدانی کہ احوال زمانہ مبدل می شود ساعت بساعت
گرت باید کہ یابی لذت از عمر وگر خواہی کہ یابی ذوق طاعت
ز دام حرص چون سیمرغ بگریز نشیمن ساز بر قاف قناعت

نمبر ۹ قطعہ

ہر کہ دارد کفاف عیش جہان کہ نباشد دران بکس محتاج
کلبۂ نیز بایدش کہ ازان نہ کند ہر دمش کسے اخراج
در جہان پادشاہ وقت خود است وین چنین کس نہ بنگرد سوے تاج
بلیشتر زین مجوے ابن یمین تا بمانی مگر ازین محتاج
کاہچہ افزون ازین کنی حاصل بہرۂ وادنی است یا تاراج

نمبر ۱۰ قطعہ

مرد باید کہ ہر کجا باشد	عزت خویشتن نگہ دارد
خود پسندی و ابلہی نہ کند	ہر چہ کبر و منی است بگزارد
بطریقے رود کہ مردم را	سر موئے زخود دنیا زارد
ہمہ کس را ز خویشتن بہ داند	ہیچ کس را حقیر نہ شمارد
سر و زر در طلب نہد و انگہ	تا مگر دوستے بدست آرد

راقم نے قطعات بالا اس لیے انتخاب کیے ہیں کہ قطعہ نگاری کی غرض ظاہر ہو۔ جتنے مضامین قطعات بالا کے ہیں تلے اور نپے ہوئے ہیں۔ ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اُن سے قطعہ نگاری کی غرض ہویدا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس رنگ کی قطعہ نگاری ایک بڑے حکمت مآب شاعر کا کام ہے۔ ہر شعر راستی کا مرقع ہے اور سچی شاعری کا نمونہ ہے۔ اب ذیل میں کچھ قطعات سعدی علیہ الرحمہ کے عرض کیے جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس صنف شاعری میں بھی حضرت ایک بڑا ممتاز پایہ رکھتے ہیں۔ بلکہ فقیر کی دانست میں کوئی فارسی کا شاعر قطعہ نگاری میں اُنکا ہمسر نظر نہیں آتا ہے۔ جو صفائی خیالات جدت مضامین حق پسندی راست گفتاری اثر انگیزی کا جلوہ حضرت کے کلام میں پایا جاتا ہے کسی اور شاعر کے کلام میں نہیں دیکھا جاتا۔ حق یہ ہے کہ ہر چند ایران میں بڑے قطعہ نگار ہیں۔ مگر سعدی کے صفائی خیالات اور اثر انگیزی کو نہیں پہونچتے ہیں۔

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

انتخاب قطعات سعدی

نمبر ۱ قطعہ

اے کریمی کہ از خزانۂ غیب　　گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمنان نظر داری

نمبر ۲ قطعہ

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند　　تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار　　شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نبری

نمبر ۳ قطعہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر　　ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

نمبر ۴ قطعہ

گر کسے وصف او ز من پرسد　　بیدل از بے نشان چہ گوید باز
عاشقان کشتگان معشوق اند　　بر نیاید ز کشتگان آواز

نمبر ۵ قطعہ

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد

این مدعیان در طلبش بے خبر انند — کانرا که خبر شد خبرش باز نیامد

نمبر ۶ قطعه

گلے خوشبوے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم که مشکی یا عبیرے — که از بوے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال همنشین در من اثر کرد — وگرنه من همان خاکم که هستم

نمبر ۷ قطعه

کنونت که امکان گفتار هست — بگو اے برادر به لطف و خوشی
که فردا که پیک اجل در رسد — به حکم ضرورت زبان درکشی

نمبر ۸ قطعه

زبان در دهان خردمند چیست — کلید در گنج صاحب هنر
چو در بسته باشد چه داند کسے — که جوهر فروش است یا شیشه گیر

نمبر ۱۰ قطعه

اگرچه پیش خردمند خامشی ادب است — بوقت مصلحت آن به که در سخن کوشی
دو چیز طیرهٔ عقل است دم فرو بستن — بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

نمبر ۱۰ قطعہ

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند — کز ہستیش بروے زمین یک نشان نماند
آن پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک — خاکش چنان بخورد کز و استخوان نماند
زندہ است نام فرخ نوشیروان بخیر — گرچہ بسے گزشت کہ نوشیروان نماند
خیرے کن اے فلان و غنیمت شمار عمر — زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند

نمبر ۱۱ قطعہ

آن شنیدی کہ لاغرے دانا — گفت روزے بابلہے فربہ
اسپ تازی اگر ضعیف بود — ہمچنان از طویلہ خر بہ

نمبر ۱۲ قطعہ

نیم نانے گر خورد مرد خدائے — بذل درویشان کند نیمے دگر
ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ — ہمچنان در بند اقلیمے دگر

نمبر ۱۳ قطعہ

ابر گر آب زندگی بارد — ہرگز از شاخ بید بر نخوری
با فرومایہ روزگار مبر — کز نئے بوریا شکر نخوری

نمبر ۱۴ قطعہ

پسر نوح بابدان بہ نشست	خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند	پئے نیکان گرفت مردم شد

نمبر ۱۵ قطعہ

شمشیر نیک ز آہن بد چون کند کسے	ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس
باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست	در باغ لالہ روید ودر شوربوم خس

نمبر ۱۶ قطعہ

زمین شور سنبل بر نیارد	درو تخم عمل ضایع مگردان
نکوئی بابدان کردن چنان ہست	کہ بد کردن بجاے نیک مردان

واضح ہو کہ یہ سب قطعات راقم نے کتاب گلستان سے داخل ہذا کیے ہین ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کتاب کے تمام قطعات اور بہی وہ قطعات جو کلیات سعدی مین مندرج ہین مدون کر دیے جائین تو ایک عمدہ مجموعہ قطعات سعدی کا ترتیب پا سکتا ہے۔ فقیر کی دانست مین فارسی کا کوئی قطعہ نگار شاعر سعدی کے حسن بیان صفائی خیال پر تاثیری مضامین حق پسندی حق آموزی حق جوئی حق گوئی راست گفتاری راست کرداری کو نہین پہونچتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خوبیان سعدی کے قطعات مین ہین۔ زنہار ابن یمین کے قطعات مین نہین ہین۔ لاریب سعدی قطعہ نگاری

مین بھی اپنا جواب نہین رکھتے ہین۔ ذیل مین کچھ قطعات اُنکی کلیات سے بھی درج ذیل کیئے جاتے ہین۔

نمبر ۱۷ قطعہ

ناگہان بانگ در سرای فتد	کہ فلان را محل وعدہ رسید
دوستان آمدند تا لب گور	قدمی چند و باز پس گردید
وانکہ او دوست تر ہمی داری	مال و ملک و قبالہ ہر دو کلید
آنکہ پیوستہ با تو خواہد بود	عمل تست و نفس پاک و پلید
نیک دریاب و بد مکن زنہار	کہ بد و نیک باز خواہی دید

نمبر ۱۸ قطعہ

کسی بجد و ثنای برادران عزیز	زعیب خویش نباید کہ بی خبر باشد
زدشمنان شنوای دوست تا چہ میگویند	کہ عیب در نظر دوستان ہنر باشد

نمبر ۱۹ قطعہ

پدر کہ جان عزیزش بلب رسید چہ گفت	یکی نصیحت من گوش دار جان عزیز
بدوست گرچہ عزیز است راز دل مکشای	کہ دوست نیز بگوید بدوستان عزیز

نمبر ۲۰ قطعہ

ایکه وقت نطفه بودی بیخبر
وقت دیگر طفل بودی شیرخوار

مدتے بالا گرفتی تا بلوغ
سروبالاے شدی سیمین عذار

همچنان تا مرد نام آور شدی
فارس میدان و مرد کارزار

آنچه دیدی بر قرار خود نماند
وانچه بینی هم نماند بر قرار

این همه هیچ است چون می بگزرد
بخت و تخت و امر و نهی گیرودار

نام نیک رفتگان ضایع مکن
تا بماند نام نیکت پایدار

ذیل مین کچھ اور اُستادون کے بھی ایسے قطعات جنسے قطعہ گوئی کی غرضین هویدا هین - عرض کیے جاتے هین -

قطعۂ فردوسی

بیا بگوے که پرویز از زمانه چه خورد
برو به پرس که کسریٰ ز روزگار چه برد

گر او گرفت ممالک بدیگران بگزاشت
ور این نهاد خزائن بدیگران بسپرد

قطعۂ نظامی

دوش رفتم به خرابات مرا راه نبود
میزدم نعره و فریاد کس از من نشنود

یا نه بد هیچکس از باده فروشان بیدار
یا نه من هیچکسم هیچکسم در نه کشود

پاسے از شب چو بشد بیشترک یا کمتر
رندے از غرفه برون کرد سر و رخ بنمود

گفت خیر است درین وقت که امیخواهی
بے محل آمدنت بهر درما هر چه بود

گفتمش در بکشا گفت برو هرزه مگوے
کاندرین وقت کسے بهر کسے در نکشود

این نہ مسجد کہ بہر لحظہ درش بگشایند — کہ تو دیر آئی و اندر صف پیش استی نبود
این خرابات مغان است درو رندانند — شاہد و شمع و شراب و شکر و نائے سرود
ہر چہ از جملۂ آفاق درانجا حاضر — مومن و ارمنی و گبر و نصاریٰ و یہود
گر تو خواہی کہ دل از صحبت اینان بخری — خاک پائے ہمہ شو تا کہ بیابی مقصود

واضح ہو کہ اِس قطعہ کی عروضی ترکیب غزل کی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قطعہ مین مطلع بھی لکھتے ہین۔ مگر یہ غزل نما ترکیب قلیل الوجود ہے۔ لیکن غرض قطعہ نگاری سے قطعہ کو خالی نہین ہونا چاہیے اِس قطعہ کا مصراع آخر اس قطعہ کی غرض پر مشتمل ہے

قطعۂ سنائی

گویند چو پیغمبر ما رفت ز دنیا — میراث خلافت بفلان داد ز بیگان
نے نے ملکِ ملک بہ بیگانہ نداد است — رو دفتر شاہان جہان جملہ تو برخوان
یا دختر و ابن عم و داماد و دو فرزند — میراث بہ بیگانہ دہد ہیچ مسلمان

قطعہ

روزے ز سر سنگ عقابے بہوا خاست — واندر طلب طعمہ پر و بال بیار است
از کبر و منی ہا کہ در او بود ہمی گفت — امروز ہمہ ملک خدا زیر پر ما است
ناگہ ز کمینگاہ یکے سخت کمانے — تیرے بزہ آورد و فرستاد بدو راست
بر بال عقاب آمدہ آن تیر جگر دوز — در سینہ برون رفت و پس پشت ہمی کاست
در حیرت آن بود زمانے بہ تفکر — کاین آہن و این چوب بدین تیزی کجا خواست

چون بنیک نگہ کرد بر خویش در آن دید / گفتا یکہ تالیم کہ از ماست کہ بر ماست

قطعۂ غالب دہلوی

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار / ساقی و مغنی و شرابی و سرودی
زنہار ازان قوم نباشی کہ فریبند / حق را بہ سجودی و نبی را بہ درودی

قطعہ ایضاً

بہ آدم زن بہ شیطان طوق لعنت / سپردند از رہ تکریم و تذلیل
ولیکن در اسیری طوق آدم / گران تر آمد از طوق عزازیل

واضح ہو کہ قطعات بالا مین شوخی کا لطف ہے - غالب کے قطعات فارسی بہت ہین مگر بیشتر درباری رنگ کے ہین - ظاہر ہے کہ ایسے قطعات بضرورت تصنیف ہوے ہون گے اور چونکہ اغراض قطعہ نگاری کے موافق نظر نہ آئے درج ہذا نہین کیے گئے یہی حالت عرفی کے قطعاتِ کی بھی نظر آتی ہے کہ حکیمانہ مضامین پر کمتر مشتمل ہین -

اُردو کی قطعہ نگاری

معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کے شعرا نے قطعہ نگاری کیطرف بہت کم توجہ فرمائی ہے اُردو کا کوئی شاعر اِس صنف شاعری مین نہ سعدی کا نظیر نظر آتا ہے - نہ ابن یمین کا جواب دکھائی دیتا ہے - ذیل مین اُردو کے کچھ قطعات بسبیل انتخاب عرض کیے جاتے ہین

قطعات ذوق

کل ایک تارک دنیا سے مین نے پوچھا ذوق
کہ تو اُکھڑ کے اُدھر سے ادھر ہوا پیوست

گزرتی ہوگی بہ آرام زندگی تیری
کہ تجھکو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی ہست

کہا یہ اُس نے کہ قید حیات مین انسان
کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو مست الست

اُٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان
کہ با فراغ کرے کنج عافیت مین نشست

چھُٹا جو کوئی گرفتاریون سے دنیا کی
تو سلسلہ مین فقیری کے وہ ہوا پابست

رہا وہ خدمت مرشد کی قید مین برسون
کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست

گر ایک عمر مین پہونچا مقام عالی پر
کہا یہ شوق نے ہو ہمت بلند نہ پست

جو دستگاہ تصوف مین بھی ہوئی اُسکو
تو یہ ارادہ ہوا اور بھی ہون بالادست

ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی
کہ نفس دشمن سرکش ہے اُسکو دیجیے شکست

جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند
پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتون مین گر ہو مست

نہین ہے دام علائق سے مطلق آزادی
مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کر کے جست

کہا ہے خوب کسی نے یہ شعر برجستہ
گیا زبان سے نکل اُسکی جیسے تیر از شست

کہ کرد قطع تعلق کدام شد آزاد
بریدہ زہ ہمہ با خد اگرفتار است

قطعہ

دیکھتے ہین جلوہ گلہاے رنگا رنگ ہم
مثل نرگس جبتک ہے اس چمن مین چشم وا

آخرش ہوگا وہی اکدن خزان کے ہاتھ سے — ہو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا
ہے غنیمت کوئی دم نظارۂ رنگ بہار — پھر کہان یہ سبزہ و گل اور یہ ابر و ہوا
در عدم بودیم و دیگر در عدم خواہیم رفت — این تماشائے جہان را مغتنم گیریم ما

قطعہ

جنکو اسوقت مین اسلام کا دعوی ہے کمال — غور سے دیکھا تو اے ذوق ہے انکا یہ حال
جیسے محفل مین ہنسانے کو مسلمانون پر — نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

قطعہ

تو بھلا ہے تو برا ہو نہین سکتا اے ذوق — ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے — کیون برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے

قطعات غالب

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشین — اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہائے ہائے
وہ سبزہ زار ہائے مطرا کہ ہے غضب — وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہائے ہائے
صبر آزما وہ انکی نگاہین کہ حف نظر — طاقت ربا وہ انکا اشارا کہ ہائے ہائے
وہ میوہ ہائے تازۂ شیرین کہ واہ واہ — وہ بادہ ہائے ناب گوارا کہ ہائے ہائے

اس قطعہ مین صرف شوخی ہے کوئی شعر حکیمانہ مذاق نہین رکھتا ہے اس قطعہ پر کیا موقوف ہے جتنے قطعات دیوان غالب مین موجود ہین کسی مسئلہ علمی سے علاقہ نہین رکھتے ہین

قطعہ

اے شہنشاہ آسمان اورنگ
اے جہاندار آفتاب آثار

تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین
تھا مین اک دردمند سینہ فگار

تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی
ہوئی میری وہ گرمی بازار

کہ ہوا مجھ سا ذرہ ناچیز
روشناس ثوابت و سیار

گرچہ از روے ننگ بے ہنری
خود ہون اپنی نظر مین اتنا خوار

کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی
جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار

شاد ہون لیکن اپنے جیمین کہ ہون
بادشہ کا غلام کارگذار

خانہ زاد اور مرید اور مداح
تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہوگیا صد شکر
نسبتین ہوگئین مشخص چار

نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون
مدعاے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہین
ذوق آرائش سر و دستار

کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر
تا نہ دے باد زمہریر آزار

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش
جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہین ہے ابکے سال
کچھ بنایا نہین ہے ابکے بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ
بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہان تلک انسان
دھوپ کھائے کہان تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
وقنا ربنا عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے ‎ — ‎ اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک ‎ — ‎ خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو تو ہون بقید حیات ‎ — ‎ اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار
بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض ‎ — ‎ اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ مین تہائی کا ‎ — ‎ ہوگیا ہے شریک ساہوکار
آج مجھ سا نہین زمانے مین ‎ — ‎ شاعر نغز گوے خوش گفتار
رزم کی داستان گر سنیئے ‎ — ‎ ہے زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے ‎ — ‎ ہے قلم میرا ابر گوہر بار
ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد ‎ — ‎ قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار
آپ کا بندہ اور پھرون ننگا ‎ — ‎ آپ کا نوکر اور کھاؤن اُدھار
میری تنخواہ کیجیے ماہ بماہ ‎ — ‎ تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار
ختم کرتا ہون اب دعا پہ کلام ‎ — ‎ شاعری سے نہین مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس ‎ — ‎ ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

اِس قطعہ مین جسقدر شوخی ہے محتاج بیان نہین مگر راقم نے اِس قطعہ کو اسلیے منتخب کیا کہ اسمین مرزا غالب نے بڑی واقعہ نگاری خرچ کی ہے۔ ہندوستانی سرکارون کا بیشتر یہی طور ہے کہ بدانتظامیون کے باعث تنخواہین بڑی دشواریون سے ملتی ہین ہندوستانی ریاستین سرکار انگریزی نہین ہوتین کہ مشاہرہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ ملازمون کو وصول ہوجایا کرے۔ یہ قطعہ بہت عبرت خیز ہے۔ ظاہر ہے کہ جن سرکارون کی یہ حالت ہو کہ ملازمون کو مزد خدمت وقت پر نہ ملا کرے تو بالضرور یا وہ چوری کرینگے یا مارے تکلیف کے

بھاگ کھڑے ہون گے - ارباب مذاق سے پوشیدہ نہین ہے کہ یہ قطعہ ہجو کا ایک نہایت مطبوع پیرایہ رکھتا ہے - گو ایسی نیت سے لکھا نہین گیا -

ایک قطعہ ذیل مین میر پرورش علی صاحب مرحوم متخلص بہ سخی کا نذر ناظرین ہوتا ہے

ایک دن وہ لیکے کچھ لوگون کو ساتھ — تربتین یہ کہکے دکھلاتے رہے
اسمین مجنون ہے اور اسمین کوہکن — عاشقان ناز تھے جاتے رہے
بعد اس کے پھر ہماری قبر پر — دیر تک افسوس فرماتے رہے
پوچھا جب سب نے کہ اسمین کون ہے — آپ جو درہ رہ کے پچھتاتے رہے
بولے ہے ہے یہ سخی کا ہے مزار — جان دیدی لاکھ سمجھاتے رہے

رباعی

رباعی وہ صنف شاعری ہے جسکے لیے حکیمانہ مضامین کی حاجت ہے شاعر کو لازم ہے کہ مسائل اخلاق وتمدن ومعاشرت ومذہب ودیگر مضامین جلیلہ سے اپنے کلام کو زینت دے - اگر پست خیالی کیطرف اُسکے کلام کو میلان ہوگا تو اُسکی رباعی نگاری بامراد تاثیر پیدا نہ کرسکیگی - جاننا چاہیے کہ جیسی عالی خیالی قطعہ نگاری کے لیے درکار ہے اِس صنف شاعری بھی اُسیقدر اُسکی حاجت ہے مگر فرق یہ ہے کہ قطعہ مین گنجائش مضامین زیادہ ہے اس لیے کہ قطعہ صرف چار مصرعون مین محدود نہین ہوتا اور رباعی کو چار مصرع کے سوا چارہ نہین ہے، چونکہ یہ صنف شاعری عروضی ترکیب کے روسے بہت محدود صورت ہے شاعر کو لازم ہے کہ منقح مسائل کو اس طرح موزون کرے کہ تھوڑی لفظون سے بہت معنے پیدا ہون اور چوتھا مصراع بہت پرمضمون و پرزور اور ایسا ہو کہ گویا ہر سہ مصراعہاے سابق کا خلاصہ یا نتیجہ ہو اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ اِس صنف شاعری کے لیے زیادہ تر داخلی مضامین کی حاجت ہے - مسائل اخلاق وتمدن ومعاش ومعاد کے

علاوہ عشقیہ مضامین بھی اسمین موزون کیے جاسکتے ہین - بشرطیکہ ایسے مضامین پست خیالی کے عیب سے پاک متصور ہون -

فارسی کی رباعی نگاری

فقیر کی دانست مین فارسی کی رباعی نگاری فارسی کی قطعہ نگاری کیطرح ایک اعلیٰ درجہ کی شاعری سے خبر دیتی ہے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فارسی مین جو عمدہ رباعی نگار گزرے ہین وہ عموماً حکماے وقت سے بھی تھے - ذیل مین بعض شعراے نامی کا ذکر رباعی نگاری کے تعلق کے ساتھ حوالۂ قلم کیا جاتا ہے - اور اُنکے کلام کے نمونے بھی نذر ناظرین ہوتے ہین -

فردوسی کی شہرت رباعی کے ذریعہ سے نہین ہے مگر اس شاعر گرامی کی رباعی نگاری سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اُسکے عہد مین بھی رباعی نگاری فارسی مین مروج ہو چکی تھی - یہ صنف شاعری اہل عرب کا ایجاد ہے جیسا کہ کتب تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے -

رباعی فردوسی

تا چند نہی بر دل خود غصہ و درد
زان پیش کہ گردد نفس گرم تو سرد
تا جمع کنی سیم سفید و زر زرد
با دوست بخور کہ دشمنت خواہد خورد

ظاہر ہے کہ رباعی بالا اخلاق و تمدن اور معاشرت کے ایک بڑے مسئلہ سے خبر دیتی ہے - یہ رباعی تمام تر اپنے تقاضون کے مطابق ہے -

مولانائے رومی کی شہرت رباعی نگاری کیوجہ سے نہین ہے۔ بہر حال دو رباعیان مولانا کی درج ذیل ہوتی ہین۔

نمبر ۱۔ رباعی رومی

در مذہب عاشقان قرارے دگر است	وین بادۂ ناب را خمارے دگر است
ہر علم کہ در مدرسہ حاصل کردیم	کارے دگر است و عشق کارے دگر است

نمبر ۲۔ رباعی رومی

ہر دیدہ کہ در جمال جانان نگرد	شک نیست کہ در قدرت یزدان نگرد
بیزارم ازان دیدہ کہ در وقت اجل	از یار فرو ماند و در جان نگرد

واضح ہو کہ رباعیات بالا عشقیہ ہین مگر بوالہوسون کی عشقبازی کے مضامین سے تمامتر بے لگاؤ ہین یہ وہ عشق ہے جسکی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ ع تعالی العشق عن فہم الرجال۔

خاقانی کی شہرت قصیدہ نگاری کی بدولت ہے۔ بہر حال اس شاعر نامی کی ایک رباعی ذیل مین عرض کیجاتی ہے۔

رباعی خاقانی

توفیق رفیق اہل تصدیق شود	زندیق درین طریق صدیق شود
گر راز مرا نہ دانی انکار مکن	تقلید کن آن قدر کہ تحقیق شود

انوری کی حیثیت رباعی نگار

انوری قصیدہ گو ہین مگر انکی ایک رباعی ذیل مین نذر ناظرین ہوتی ہے۔

رباعی انوری

باگل گفتم ابر چرا می گرید	ماتم زدہ نیست ہر کجا می گرید
گل گفت اگر راست ہمی باید گفت	برعمر من و عہد شما می گرید

عمر خیام کی حیثیت رباعی نگار

پیرایہ شاعری مین تعلیم کا پہلو اچھا رہا ہے۔ غرض رباعی نگاری ہویدا ہے۔

اس شاعر کی شہرت مجرد رباعی نگاری کی بنیاد پر ہے جس طرح ابن یمین قطعہ نگاری کی بدولت مشہور دیار و امصار ہو رہے ہین اسی طرح رباعی نگاری کیوجہ سے عمر خیام کا نام شہرۂ آفاق ہو رہا ہے۔ یورپ مین بھی رباعیات عمر خیام کی بڑی قدر کیجاتی ہے۔ چنانچہ ملک انگلستان مین ایک کلب ( ) یعنی جلسہ اس شاعر گرامی کے نام سے قائم ہے۔ ذیل مین خیام کے کچھ حالات بہ سبیل تذکرہ عرض کیے جاتے ہین۔

واضح ہو کہ اس مشہور عالم کا نام غیاث الدین ابو الفتح عمر بن ابراہیم الخیام ہے اور وطن نیشاپور جو صوبہ خراسان کا ایک شہر ہے۔ عمر خیام سلطان سنجر کے عہد مین تھے اور انکی وفات کا سن ۵۱۷ ہجری صلعم معلوم ہوتا ہے۔ نظام الملک جو الپ ارسلان اور ملک شاہ شاہان سلجوقیہ کے زمانون مین وزیر رہے ہین اپنی کتاب وصایا مین لکھتے ہین کہ ہم اور خیام عہد طالب العلمی مین ہم سبق اور ہم استاد تھے۔ بعد اختتام تعلیم کے ہم سیر و سفر کو چلے گئے اور بعد معاودت کے وزیر ہوے۔ ہماری وزارت یابی کے بعد خیام ہمارے پاس آئے۔ ہم انکے ساتھ تنظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے اور ان سے یہ کہا کہ آپکی

قابلیت کے آدمی کو خدمت سلطان مین درآنا چاہیے۔خیام نے اُسکو پسند نہین کیا۔ اور کہا کہ مجھے علم اندوزی کے لیے چھوڑ دو۔مجھے گوشہ عافیت درکار ہے۔جب ہمنے خیام کو اِس خواہش مین مستحکم پایا تو شاہی خزانہ سے بارہ سو اشرفیان سالانہ کفاف کے طور پر مقرر کردین الپ ارسلان کے بعد جب ملک شاہ تخت نشین ہوے تب خیام مرو مین آئے۔اُسوقت اُنکے علم و فضل کا شہرہ تھا۔سلطان نے بڑی توقیر کی اور بڑے بڑے عہدے اُنکو بخشے۔ابو الفدا کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرو مین جس عہدے پر خیام کو سلطان نے سرفراز فرمایا تھا وہ علم الافلاک کے شاہی سر رشتہ کی افسری تھی اِس خدمت کے زمانے مین خیام نے سرنو سے تقویم سال فارسی کی اور بہت سے زیچ تیار کیے۔جو زیچ ملک شاہی کے نام سے مشہور ہین اِسی تقویم کو جلالی کہتے ہین اور وجہ اسکی تسمیہ کی یہ ہوئی کہ سلطان وقت جلال الدین ملک شاہ تھے اور اُنھین کی توجہ فرمائی سے یہ کار دشوار انجام کو پہونچا۔ابن خلدون کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خیام کو علم جبر و مقابلہ مین بھی بڑا دخل تھا۔اور اِس علم مین اُنکی تصنیف موجود ہے ایک کتاب اُنکی تصنیف سے جسکا موضوع اقلیدس کی تعریفات کی دشواریان ہے لیڈن (LEODEN.) کے کتب خانہ مین ابھی تک موجود ہے شہرستانی خیام کی نسبت لکھتے ہین کہ اپنے زمانہ کا یہ عالم ترین شخص تھا۔علم الافلاک اور فلسفہ مین اُسکا کوئی نظیر نہ تھا۔مختصر یہ ہے کہ خیام اُن علما مین ہے کہ جنکے نام نامی تا مرور دہور السنہ خلائق پر جاری رہ جائین گے۔خیام کے عقائد دین کی نسبت طوسی لکھتے ہین کہ اُسے تدھر کیطرف میلان تھا۔اور یہ میلان اُسکو انہماک علمی کے باعث تھا۔ابو الفدا کی تحریر سے ہویدا ہوتا ہے کہ خیام کو شاعری سے بڑی رغبت تھی

مگر راقم کو اُس یگانۂ روزگار کی رباعیات کے علاوہ اُسکے اور اصناف کلام منظوم سے خبر نہین ہے۔ یہ رباعیان مختلف مضامین پر مشتمل نظر آتی ہین۔ کچھ تو شکایت روزگار مین ہین اور کچھ ہجو مین۔ پھر کچھ فراقیہ اور وصالیہ ہین۔ تھوڑی سی بہاریہ بھی ہین۔ علاوہ انکے کفریہ اور مناجاتیہ ہین۔ یورپ مین خیام کی رباعیون کی بڑی قدر ہے۔ اسکا سبب اور کوئی نہین معلوم ہوتا ہے۔ الا یہ کہ خیام کے کفریہ مضامین مذاق یورپ کے قرین ہین۔

انتخاب از رباعیات عمر خیام

نمبر ۱

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما
کاے رند خراباتی دیوانۂ ما
برخیز کہ پر کنیم پیمانہ ز مے
زان پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

نمبر ۲

برخیز و بیا بیا براے دل ما
حل کن بہ جمال خویشتن مشکل ما
یک کوزۂ می بیار تا نوش کنیم
زان پیش کہ کوزہا کنند از گل ما

نمبر ۳

گر مے نخوری طعنہ مزن مستان را
گر توبہ دہد توبہ کنم یزدان را
تو فخر بدین کنی کہ من مے نخورم
صد کار کنی کہ مے غلام ست آن را

نمبر ۴

با بطی گفت ماہیی در تب و تاب — باشد کہ بجوے رفتہ باز آید آب

بط گفت چو من و تو بہ گشتیم کباب — بود از پس مرگ من چہ دریا چہ سراب

نمبر ۵

این کوزہ چو من عاشق زارے بودست — در بند سر زلف نگارے بودست

این دستہ کہ در گردن او می بینی — دستیست کہ بر گردن یارے بودست

نمبر ۶

پیش از من و تو لیل و نہارے بودست — گردندہ فلک ز بہر کارے بودست

زنہار قدم بہ خاک آہستہ نہی — کان مردمک چشم نگارے بودست

نمبر ۷

پر خون ز فراقت جگرے نیست کہ نیست — شیدائے تو صاحب نظرے نیست کہ نیست

با آنکہ نداری سر سودائے کسے — سودائے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

نمبر ۸

در فصل بہار با بتے حور سرشت — یک کوزہ مے اگر بود بر لب کشت

هرچند به نزد عام بد باشد این | از سنگ بترم اگر کنم یاد بهشت

نمبر ۹

مے نوش که عمر جاودانی این است | خود حاصلت از دور جوانی این است
هنگام گل است و مل و یاران سرمست | خوش باش دمے که زندگانی این است

نمبر ۱۰

چون جان بلب آمد چه نشاپور و چه بلخ | پیمانه چو پر شود چه شیرین و چه تلخ
مے نوش که بعد از من و تو ماه بسے | از سلخ به غره آید از غره به سلخ

نمبر ۱۱

این قافلهٔ عمر عجب می گزرد | دریاب دمے که از طرب می گزرد
ساقی غم فردائے حریفان چه خوری | پیش آر پیاله را که شب می گزرد

نمبر ۱۲

آن قوم که سجاده پرستند خرند | زیرا که به زیر بار سالوس درند
وین از همه طرفه تر که در پردهٔ زهد | اسلام فروشند وز کافر بترند

نمبر ۱۳

افسوس که سرمایه ز کف بیرون شد
کس نامد ازان جهان که پرسم از وے
وز دست اجل بسے جگرہا خون شد
کا حوالِ مسافران عالم چون شد

نمبر ۱۴

از گردشِ روزگار بہرے برگیر
از طاعت و معصیت خدا مستغنی است
بر بخت طرب نشین بکف ساغر گیر
بارے تو مراد خود ز عالم برگیر

نمبر ۱۵

عمر تو چه دو صد و چه سه صد چه هزار
گر پادشهے وگر گدائے بازار
زین کهنه سرا برون برندت ناچار
این هر دو به یک نرخ بود آخر کار

نمبر ۱۶

گر گوهر طاعت نسفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاه کرمت
گرد گنه از چهره نه رفتم هرگز
زیرا که یکے را دو نه گفتم هرگز

نمبر ۱۷

از حادثه زمان آینده مپرس
این یک دمه نقد را غنیمت میدان
وز هر چه رسد چو نیست پاینده مپرس
از رفته میندیش وز آینده مپرس

نمبر ۱۸

از آتش آخرت نپنداری باک — در آب ندامت نشدے ہرگز پاک
چون باد اجل چراغ عمرت بہ کشد — ترسم کہ تراز ننگ نپذیرد خاک

نمبر ۱۹

این صورت کون جملہ نقش است و خیال — عارف نہ بود ہر کہ ندارد این حال
بنشین قدح بادہ بنوش و خوش باش — فارغ شو ازین نقش و خیالات محال

نمبر ۲۰

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم — وز کردۂ خویشتن بدردم چہ کنم
گیرم کہ ز من درگزرانی بہ کرم — زان شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

سعدی علیہ الرحمہ سے رباعیان بھی ہین۔ ذیل مین کچھ رباعیان سعدی کی نذر ناظرین ہوتی ہین۔

رباعیات سعدی

نادان ہمہ جا باہمہ خلق آمیزد — چون غرفہ بہرچہ دید دست آویزد
با مردم زشت نام ہمراہ مباش — کز صحبت دیگران سیاہی خیزد

ایضاً

بشنو به ارادت سخن پیر کهن
تا فهم کنی کار جهان را سروبن
خواهی که کسی را نرسد بر تو سخن
بنگر تو و هرچه آن نه نیکوست مکن

ایضاً

تا کی بجمال و مال دنیا تازی
وقت است که برگ راه عقبی سازی
ای دیر نشسته وقت آنست که جای
یکچند بنو خواستگان پردازی

ایضاً

زانکه که ترا بر من مسکین نظر است
آثارم از آفتاب مشهورتر است
گر خود همه عیبها بدین بنده در است
هر عیب که سلطان بپسندد هنر است

ایضاً

دانی که چه گفت زال با رستم گرد
دشمن نتوان حقیر و بیچاره شمرد
دیدیم بسی آب ز سرچشمه خورد
چون بیشتر آمد شتر و بار ببرد

ایضاً

خیزم چو نماند بیش ازین تدبیرم
خصم از همه شمشیر زند یا تیرم

گر دست رسد کہ آستینش گیرم	ورنہ بروم بر آستانش میرم

اُردو کی رباعی نگاری

اُردو مین جس طرح کوئی مدون نسخہ قطعات ابن یمین کے رنگ کا نہین ہے اُسی طرح رباعیات عمر خیام کے طور کی بھی کوئی کتاب نظر نہین آتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ شعراے اُردو نے شعراے فارسی کے برابر رباعی نگاری مین ترقی نہین کی ہے۔ اُردو شعرا مین کوئی شاعر رباعی نگار عمر خیام کے درجہ کا نظر نہین آتا ہے۔ مرزا سودا اور میر صاحب نے رباعیان لکھی ہین۔ مگر اُنکی رباعیان اعلیٰ درجہ کی شاعری سے کمتر خبر دیتی ہین۔ ذوق نے تو جو کچھ رباعیان لکھی ہین اُنمین بادشاہ وقت کی خوشامد کے سوا کوئی ایسا مضمون نہین پایا جاتا ہے کہ جسکو اخلاق تمدن معاشرت معاش معاد مذہب وغیرہ سے کسی طرح کا تعلق حاصل ہو۔ قریب قریب یہی کیفیت غالب کی رباعیون کی بھی ہے۔ نہایت جاے افسوس ہے کہ ذوق اور غالب سے نامی شاعرون نے بھی اِس صنف شاعری کیطرف توجہ نہین فرمائی۔ بلکہ خوشامدانہ انداز تحریر سے اسکو درجۂ ابتذال تک پہونچا ڈالا۔ سچ ہے کہ شاعری کو درباری تعلق سے ہمیشہ ضرر مترتب ہوا ہے۔ اگر کاش ذوق اور غالب کو درباری تعلق نہوتا تو اُنکے مدحیہ قصائد قطعات اور رباعیات سے شاعری کو اسقدر ذلت نصیب نہوتی اور تب یہ ہر دو شاعران نامی آزادی کے ساتھ تصانیف معقول سے شاعری کو زینت دیتے۔ ذیل مین کچھ رباعیان خواجہ میر درد صاحب اور مومن خان کی نذر ناظرین کیجاتی ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کو رباعی نگاری کا مذاق حاصل تھا۔ مگر مومن خان اِس صنف شاعری سے چندان مناسبت نہین رکھتے تھے

بہرحال اُنکی بہت سی رباعیون سے کچھ رباعیان چن لیجاتی ہین۔ آخر مین چند رباعیان میر انیس صاحب اور مرزا دبیر صاحب کی منسلک ہذا کیجاتی ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو بزرگوار رباعی نگاری کے اعتبار سے بھی بہت قابل قدر ہین۔ بلکہ اُردو شعرا مین یہی حضرات ہین جنھون نے رباعی نگاری کی شرم رکھ لی ہے۔

رباعیات خواجہ میر درد

نمبر ۱

پیدا کرے ہرچند تقدس بندا
جنت مین بھی اکل و شرب ہے کب ہے نجات
مشکل ہے کہ حرص سے ہو دل برکندا
دوزخ کا بہشت مین بھی ہوگا دھندا

نمبر ۲

ہمنے بھی کبھی جام و سبو دیکھا تھا
جو کچھ کہ نہین سے ہے روبرو دیکھا تھا
اُن باتون کو اب غور جو کرئیے اے درد
کچھ خواب سا تھا وہ کہ کبھو دیکھا تھا

نمبر ۳

آرام نہ دن کو بیقراری کے سبب
نے رات کو چین آہ و زاری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤن سے کبھو
یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

رباعیات مومن خان

نمبر ۱

تشریف وہاں نہ لائے افسوس افسوس
سب رہ گئیں دل کی حسرتیں دل ہی میں
مرتے دم بھی نہ آئے افسوس افسوس
افسوس افسوس ہائے افسوس افسوس

نمبر ۲

مومن شوق گناہگاری کب تک
مان اپنے خدا کو باز آ بہر خدا
اے تیرہ درون سیاہ کاری کب تک
اے دشمن دین توبہ شکنی یاری کب تک

نمبر ۳

شوخی تھی یہ بس مرے ستانے کے لیے
دشمن پہ نگاہ سرد مہری کے سبب
گرمی تھی یہ آگ پر لٹانے کے لیے
تم آگ ہوئے مرے جلانے کے لیے

رباعیات میر انیس

نمبر ۱

اب خواب سے چونک وقت بیداری ہے
لے زاد سفر کوچ کی تیاری ہے

مر مر کے پہونچتے ہین مسافر وان تک
یہ قبر کی منزل بھی غضب بھاری ہے

نمبر ۲

راہی طرف عالم بالا ہون مین
دنیا سے عدم کو جانے والا ہون مین
یارب ترا نام پاک جپنے کے لیے
گویا اک ہڈّیون کا مالا ہون مین

نمبر ۳

مر مر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے
رخ سب سے پھرا کے مُنھ دکھایا ہے تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن اے قبر
مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے

نمبر ۴

زیبا ہے وقار پادشاہی کے لیے
جرأت واجب ہے کجکلاہی کے لیے
لازم ہے کہ ہو اہل سخن تیز زبان
تلوار ضرور ہے سپاہی کے لیے

نمبر ۵

جو شے ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے
جو چیز ہے کم اسے سوا سمجھا ہے
ہے بحر جہان مین عمر مانند حباب
غافل اِس زندگی کو کیا سمجھا ہے

نمبر ۶

خاموشی مین یان لذت گویائی ہے
آنکھین جو ہین بند عین بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فسانا
مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

نمبر ۷

ہر برگ سے قدرت احد پیدا ہے
ہر پھول سے صنعت صمد پیدا ہے
سینہ ہے بشر کا وہ محیط ذخار
ہر ایک نفس سے جزر و مد پیدا ہے

نمبر ۸

گلشن مین پھرون کہ سیر صحرا دیکھون
یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھون
ہر جا تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے
حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون

نمبر ۹

آغوش لحد مین جب کہ سونا ہوگا
جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی مین آہ کون ہوئیگا انیس
ہم ہوئینگے اور قبر کا کونا ہوگا

نمبر ۱۰

کھینچے ہوے سر کو تو کہان پھرتا ہے
پیری مین بہ شکل نوجوان پھرتا ہے
عرصہ ہے جہان کا بسقدر تنگ و حقیر
خم ہو کے زمین پہ آسمان پھرتا ہے

نمبر ۱۱

یارب کبھی جلد وہ زمانہ ہووے
لیکن یہ دعا ہے یا مجیب الدعوات
بندہ سوے کربلا روانہ ہووے
جانا ہووے تو پھر نہ آنا ہووے

نمبر ۱۲

بیجا ہر کوشش و طلب کو پایا
مطلوب ملا ابن ابی طالب سے
اپنی اپنی غرض کا سب کو پایا
جب شاہ عرب ملے تو رب کو پایا

نمبر ۱۳

دم الفتِ حیدر کا جو بھرتا ہون مین
ممکن مین صفات واجب اللہ اللہ
حال آتا ہے دل کو وجد کرتا ہون مین
کیا آگے کہون خدا سے ڈرتا ہون مین

نمبر ۱۴

ناکام بھی کامیاب ہوجاتا ہے
گر اک نظر مہر سے دیکھین حیدر
بیقدر فلک جناب ہوجاتا ہے
ذرہ بھی آفتاب ہوجاتا ہے

نمبر ۱۵

گر صورت دریا ہمہ تن جوش ہون مین
لب خشک ہین چشم تر ہے خاموش ہون مین

کیا پوچھتے ہو مقام و مسکن میرا	مانند حباب خانہ بر دوش ہون مین

نمبر ۱۶

آئینۂ خاطر کی جلا ہے رونا	اور دیدۂ مردم کی ضیا ہے رونا
پوچھا جو علاج دل مسیحا نے کہا	ہر درد کی دنیا مین دوا ہے رونا

نمبر ۱۷

عزت رہے یار و آشنا کے آگے	محجوب نہ ہون شاہ و گدا کے آگے
یہ پانون چلین تو راہ مولا مین چلین	یہ ہاتھ جب اُٹھین تو خدا کے آگے

نمبر ۱۸

آنکھ ابر بہاری سے لڑی رہتی ہے	اشکون کی ردا منھ پہ پڑی رہتی ہے
دونون آنکھین ہین میری ساون بھادون	یان سارے برس ایک جھڑی رہتی ہے

نمبر ۱۹

افسوس جہان سے دوست کیا کیا نہ گئے	اس باغ سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے
تھا کون سا نخل جسنے دیکھی نہ خزان	وہ کون سے گل کھلے جو مرجھا نہ گئے

نمبر ۲۰

دنیا مین نہ چین ایک ساعت دیکھا — برسون نہ کبھی روز فراغت دیکھا
راحت کا مکان امن کا گھر خانۂ عیش — دیکھا تو جہان مین کنج عزلت دیکھا

نمبر ۲۱

جز مدح سخن منھ سے کوئی کم نکلے — ہر دم سینے سے آہ پر دم نکلے
روحی بفداک یا حسینؑ ابن علیؑ — نکلے تو محبت مین تری دم نکلے

نمبر ۲۲

پیری آئی عذار بے نور ہوے — یاران شباب پاس سے دور ہوے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ — جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوے

نمبر ۲۳

کس منھ سے کہون لائق تحسین مین ہون — کیا لطف جو گل کہے کہ رنگین مین ہون
ہوتی ہے حلاوت سخن خود ظاہر — کہتی ہے کہین شکر کہ شیرین مین ہون

نمبر ۲۴

آدم کو عجب خدا نے رتبا بخشا — اوس کے لیے مقام اعلا بخشا
عقل و ہنر و تمیز و جان و ایمان — اس ایک کف خاک کو کیا کیا بخشا

نمبر ۲۵

دل کو مرے شغل غمگساری کا ہے
غفلت مین بھی طور ہوشیاری کا ہے
گردون کو اگر ہے سرکشی کا غرّہ
ہمکو بھی غرور خاکساری کا ہے

نمبر ۲۶

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہے
دنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہے
اک چشم مین کس طرح سمائین دونون
غافل یہ خواب ہے وہ بیداری ہے

نمبر ۲۷

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر
دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبان حال سے موے سپید
ہے صبح اجل کوچ کی طیاری کر

نمبر ۲۸

کیا کیا دنیا سے صاحب مال گئے
دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہونچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

نمبر ۲۹

دنیا کو نہ جانو کہ دل آرام ہے یہ
اے پختہ مزاج طمع خام ہے یہ

ہان سوچ کے پاؤن اس زمین پر رکھو
چھٹتا نہین پھنس کے جس سے وہ دام ہے یہ

نمبر ۳۱

کیون نہ رکی ہوس مین دربدر پھرتا ہے
جاتا ہے تجھے کہان کدھر پھرتا ہے
اللہ رے پیری مین ہوس دنیا کی
تھک جاتے ہین جب پاؤن تو سر پھرتا ہے

نمبر ۳۲

راحت کا مزہ عدو سے جانی نکلا
دل سے نہ کبھی غم نہانی نکلا
پیاسے رہے آ کے چاہ دنیا پہ انیس
نکلا بھی کبھی تو شور پانی نکلا

رباعیات مرزا دبیر

نمبر ۱

میزان سخن سنج مین تلتا ہون مین
فکر گہر نظم مین گھلتا ہون مین
دل رہتا ہے بند قفل ابجد کی طرح
جب حرف شناس ہو تو کھلتا ہون مین

نمبر ۲

جو روضہ مین باریاب ہو جاتا ہے
وہ اوج مین لاجواب ہو جاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبر حیدر پہ چراغ
وہ صبح کو آفتاب ہو جاتا ہے

نمبر۳

حیدر نے دم نزل نہ کیا کیا بخشا — قطرے کے طلبگار کو دریا بخشا
قربان مروت علی وقت اخیر — قاتل کو بھی شربت گوارا بخشا

نمبر۴

بن بن کے ہزار بار آئی دنیا — پر چشم علی میں نہ سمائی دنیا
جس طرح گرایا تھا در خیبر کو — نظروں سے اُسی طرح گرائی دنیا

نمبر۵

جو مجلس ماتم میں یہاں روتا ہے — ہر فرد گنہ اُس کے خدا دھوتا ہے
ثابت ہے حدیثوں سے کہ قطرۂ اشک — ہر زخم حسینؑ کی دوا ہوتا ہے

نمبر۶

ہر چند ھزار سال آدم روئے — یعقوب بھی فرزند کو پیہم روئے
جسدم کیا حاسبان قدرت نے حساب — سجاد کے رونے سے بہت کم روئے

نمبر۷

اس بزم کو دعوی ہے کہ جنت میں ہون — آنسو ہیں روان کہ بحر رحمت میں ہون

کہتا ہے یہ دل سے درہم داغ حسینؑ ۔۔ گنجینۂ مغفرت کی قیمت مین ہون

نمبر ۸

یا رب خلاق ماہ و ماہی تو ہے ۔۔ بخشندۂ تاج و تخت شاہی تو ہے
بے منت و بے سوال و بے استحقاق ۔۔ دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تو ہے

نمبر ۹

زہرا کی دعا مین ہند صادق نکلی ۔۔ کیا معتقد مخبر صادق نکلی
زندان مین جو شب کو آئی تھا شام مین غل ۔۔ کاذب کے محل سے صبح صادق نکلی

نمبر ۱۰

میدان مین جب آئے شہ عرش پناہ ۔۔ بولا ابن سعد کیجیے بیعت یا شاہ
منہ پھیر کے حضرت نے یہ غصہ سے کہا ۔۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

نمبر ۱۱

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہم کو ۔۔ دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہم کو
اوگردش افلاک ہم سمجھتے ہین سب سمجھے ۔۔ تو پیستا ہے جان کے دانہ ہم کو

نمبر ۱۲

سے کشورِ دل کو فوجِ غم نے لوٹا — اور شیشۂ صبر سنگِ غم سے ٹوٹا
یہ ماہِ رجب وہ ہے کہ اسمین شہ سے — نانا کی لحد چھٹی مدینہ چھوٹا

مثنوی - یہ وہ صنف شاعری ہے کہ مقفا اشعار پر مشتمل ہوتی ہے - اسکے واسطے اشعار کی تعداد معین نہین ہے ممکن ہے کہ چار شعر کی مثنوی ہو یا چار لاکھ کی - مضامین کے اعتبار سے جو وسعت اس صنف شاعری کو حاصل ہے کسی اور صنف کو نہین ہے - ہر طرح کے داخلی اور خارجی مضامین اسمین گنجائش پاتے ہین - تب ہی تو ضخیم اور ضخیم کتابین شاہنامہ - سکندر نامہ - یوسف زلیخا وغیرہ کی سی اسمین لکھی جا سکتی ہین - لاریب یہ وہ صنف شاعری ہے کہ جسمین شاعر شاعری کا کمال حسب مراد دکھلا سکتا ہے - چنانچہ اِس صنف شاعری مین دنیا کی بڑی بڑی منظوم تصنیفین انجام کو پہونچتی گئی ہین عروضی ترکیبون کو نظر انداز کر کے دیکھیے تو ہر زبان مین شاعری کا کمال اسی صنف مین آشکارا ہے ہومر - ورجل - ملٹن - فردوسی - بالمکی اور بیاس نے اسی صنف مین اظہار کمال کیا ہے ہان میر انیس صاحب اِس صنف کے پابند نہین رہے ہین - اگر مرثیہ نگاری کے لیے یہ صنف مروج شعرا ہوتی تو حضرت بھی کوئی نہ کوئی تصنیف ایلیڈ اینیڈ پیرڈائز لاسٹ شاہنامہ - رامائن اور مہابھارت کے رنگ کی چھوڑ جاتے حقیقت یہ ہے کہ میر صاحب کے کمال نے مسدس نگاری کو اُس درجہ تک پہونچا دیا ہے کہ جس تک شعرائے بالا کی بدولت مثنوی نگاری پہونچ گئی ہے اسپر بھی نہایت قرین خوش مذاقی ہوتا - اگر کوئی تصنیف منظوم بہ شکل مثنوی کتب بالا کے رنگ کی یادگار حضرت رہتی - ایسی تصنیف میر صاحب کے لیے کچھ مشکل نہ تھی مگر اس جانب تقاضائے ملکی سے اُنکو توجہ فرمائی کا موقع نہ ملا -

جاننا چاہیے کہ مثنوی نگاری صرف اُس شاعر سے حسب مراد انجام پا سکتی ہے

کہ جسکو امور ذہنی اور نیز معاملات خارجی کو موزون کرنے کی صلاحیت معقول حاصل رہتی ہے۔ وہ شاعر جو صرف امور ذہنی کو یا صرف معاملات خارجی کو حوالہ قلم کرسکتا ہو مثنوی نگاری کی داد نہین دیسکتا۔ آیندہ معلوم ہوگا کہ بہت سے ایسے شعرا گذرے ہین کہ اُنھون نے مثنوی نگاری کی ہے مگر اُن سے یہ کام پورے طور پر انجام نہین ہوسکا۔ ایسے ہر زبان مین انہین شعرا نے حسب مراد مثنویان لکھی ہین کہ جو داخلی اور خارجی دونون طرح کے مضامین کی بندش پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ مثنوی نگاری کے لیے شاعر کو بڑی اطلاع عام کی حاجت ہے اُسے معاملات عالم سے بحد طاقت بشریہ پورے طور پر باخبر ہونا چاہیے۔ اسکے ساتھ اُسے مصور عالم بھی ہونا درکار ہے۔ اگر بندش مضامین مین ایسے مصوری کی قدرت نہین ہے تو اُسکی مثنوی نگاری لطف کمال نہین دکھلا سکیگی۔

مثنوی مین کیسے کیسے مضامین کی گنجائش ہے ملاحظات ذیل سے اسکی حقیقت ظاہر ہوگی

نمبر ۱۔ رزمی مضامین۔ اسکی مثال فارسی مین شاہنامہ۔ انگریزی مین پیرڈائیز لاسٹ یونانی مین ایلیڈ اور اڈیسی لاطینی مین اینیڈ اور سنسکرت مین رامائن اور مہابھارت ہین۔ اُردو مین کوئی مثنوی ان کتابون کے رنگ کی نہین ہے۔ اور عربی مین تو صنف شاعری ہی نہین ہے واضح ہو کہ رزمی مثنوی کے لیے ضرور ہے کہ جو قصہ منظوم کیا جائے وہ ایسا ہو کہ اخلاقی تمدنی۔ اور مذہبی اعتبارات سے کسی خاص قوم یا اقوام دنیا کے عام اغراض سے متعلق ہو۔ یہ سب کتابین اسی اہم شکل کی ہین۔ اب کوئی واقعہ بزرگ جو بوضع کتب بالا رزمی شاعری

کے برتنے کے قابل نظر آتا ہے واقعہ کربلا ہے۔ اگر فارسی یا
اُردو کا کوئی شاعر گرامی اس واقعہ کے متعلق کوئی رزمی مثنوی
لکھے تو اُسکی تصنیف شاہنامہ ایلیڈ اینیڈ پیریڈائز لاسٹ
مہابھارت اور رامائن کا جواب نکلیگی۔ اگر وہ حضرات جو مرثیہ نگاری
کا شغل رکھتے ہین اسطرف اپنی توجہ مبذول فرمائین تو کامیابی کی
حالت مین اُنکی تصنیف خالی از ندرت سے نہوگی فقیر کی دانست مین
اسوقت وہ حضرات جو شہرت شاعری کی غرض سے مرثیہ نگاری
مین انہماک رکھتے ہین کسی طرح کا نفع شاعری کو نہین پہونچاتے
ہین۔ ابتک اس عاجز کی نظر سے کسی متتبع میر انیس کا ایسا مرثیہ
نہ گزرا جو میر صاحب کے باندھے ہوئے مضامین سے علیحدہ ہوکر
کسی قسم کا لطف خاص رکھتا ہو اکثر تو یہی دیکھا کہ جن صاحب نے
کچھ اونچ کی لی۔ بے تالے بے سرے ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے
کہ میر صاحب نے مسدس نگاری کی شکل مین آیندہ کے شعرا کے
واسطے کچھ نہین چھوڑ رکھا ہے اب جو کسی کا مرثیہ چمکیلا نظر آئے
تو سمجھنا چاہیے کہ اُسکے لکھنے والے نے میر صاحب کے مراثی
سے ضرور اقتباس نور کیا ہے۔ اور اگر اسکی تحقیق کیجائے گی
تو یہ بات روشن ہو جائیگی۔ کہ حضرت ہی کے کلامون کی شعاع
اُسمین ہر طرف جلوہ گر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مرثیہ نگاری
شاعری نہین ہے۔ نقالی ہے۔ پس ایسی نقالی سے کوئی

نقال میر صاحب کا ہمسر نہین ہو جائیگا حضرت پر فوق لے جانا تو محالات سے ہے۔ المختصر جب مسدس نگاری کی شکل مین میر صاحب نے رزمی شاعری کا خاتمہ کر دیا تو اب ضرور ہے کہ جو حضرات رزمی شاعری کیطرف توجہ فرمائین اِس عروضی صنف کو چھوڑ کر اور کوئی عروضی صنف کو رزمی شاعری کے برتنے کے واسطے اختیار فرمائین۔ ظاہر ہے کہ مثنوی کے سوا کوئی اور عروضی صنف نہین ہے کہ جسمین رزمی شاعری برتی جا سکتی ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ اس صنف مین دنیا کے تمام بڑے بڑے رزمی معاملے حوالہ قلم ہوتے گئے ہین۔

نمبر ۲۔ بزمی مضامین۔ اسکی مثال فارسی مین یوسف زلیخا و لیلی مجنون و دیگر عشقیہ مثنویان ہین۔ ساقی نامے اور شکار نامے بھی اسی مین داخل ہین۔ کوئی شک نہین کہ بزمی مثنویان شعرائے فارس نے خوب لکھی ہین جیسا کہ آیندہ ظاہر ہوگا۔ اُنکے شاعری کے نقصانات بھی حوالۂ قلم کیے جائینگے۔ اِس مد کی مثنویان ہر زبان مین موجود ہین۔ انگریزی مین لارڈ بائرن۔ سر والٹر اسکاٹ۔ الگزنڈر پوپ۔ مُور۔ اور بھی دیگر شعرا نے خوب خوب مثنویان لکھی ہین۔ ان شعرائے فرنگ کا کمال یہی ہے کہ بندش مضامین تبعیت فطرت کے ساتھ کرتے ہین۔ یہ خوبی

فارسی اور اُردو کے مثنوی نگارون مین کمتر پائی جاتی ہے۔

نمبر ۳۔ حکمت آموز مضامین۔ اسکی مثال بوستان ہے۔ اِس مد کی مثنویان اور زبانون مین بھی ہین جیسا کہ آیندہ ظاہر ہوگا۔

نمبر ۴۔ تصوف آموز مضامین۔ اسکی مثال مثنوی ملاے روم ہے۔ اس مد کی مثنویان یورپین زبانون مین کم ہین۔ لیکن اگر تصوف علم اخلاق کا مترادف سمجھا جائے۔ اور جیسا کہ اسکو مترادف سمجھنا چاہیے تو ایسی حالت مین ایسی مثنویون کی قلت یورپین زبانون مین نہین پائی جاتی ہے۔

نمبر ۵۔ متفرق مضامین۔ اسکی مثالین آیندہ حوالہ قلم ہون گی۔

واضح ہو کہ رزمی اور بزمی مثنویون کا کمال یہ ہے کہ اُنکی بندش مضامین اس درجہ کی سلجھی ہو کہ قریب قریب ڈراما کا لطف پیدا کرسکے لاریب یہی مثنوی ڈراما کا رنگ پیدا کرسکتی ہے جو فطری مضامین اور فطری ترکیبون پر مشتمل ہوگی۔ ہومر کی ایلیڈ کا یہی طور ہے کہ قریب قریب ڈراما کی خوبیون کو پہونچ گئی ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ یونان مین ڈراما کا ایجاد اسی کتاب کی بنیاد پر ظہور مین آیا۔ راقم قبل ازین ایجاد ڈراما کے اسباب حوالہ قلم کرچکا ہے۔ المختصر رزمی اور بزمی مثنویون کو اسقدر نیچرل ہونا چاہیے کہ اگر اُن کے مضامین ڈراما کی شکل مین بندش پائین تو اس صنف شاعری مین آسانی اور لطافت کے ساتھ در آسکین۔ حکمت آموز اور تصوف آموز مثنویون کے لیے یہ امر در کار ہے کہ مسلم اور منقح مسائل حکمت و تصوف سے اُنکا کوئی مضمون خلاف نہو اور دلیل و استدلال مین جھول واقع نہو۔ ان قسمون کی مثنویون مین بحد امکان شاعر کو مبالغہ پردازی سے تمامتر

احتیاط لازم ہے۔ علاوہ اسکے طریقہ بیان ایسا ہو کہ سامع کے دل پر حسب مراد اثر پیدا کر سکے متفرق مضامین کی مثنویون کو بھی فطرتی بیانات سے خالی ہونا نہین چاہیے۔ علاوہ اسکے اُنکے مضامین کو مفید عام ہونا ضروری ہے فحش گوئی اور ہذیان سرائی کو مثنوی نگاری سے کوئی تعلق نہین ہے۔

فارسی کی مثنویان

رزمی مثنویان۔ فارسی مین رزمی مثنویان بکثرت موجود ہین۔ جیسا کہ قبل مین بہت سی ایسی مثنویان نام بنام مذکور ہو چکی ہین لیکن ان سبھون مین ممتاز ترین مثنوی شاہنامہ ہے پس اغراض کتاب ہذا کے لیے راقم اس کتاب مبسوط کی نسبت اپنے خیالات ذیل مین گزارش کرتا ہے۔

شاہنامہ فردوسی

فردوسی کی شہرت اسکے شاہنامہ کی بدولت ہے۔ یہ ایک رزمی مثنوی ہے اور ایسی ہی مثنوی ہے کہ جسکا مذکور ہومر کی ایلیڈ ورجل کی اینیڈ ملٹن کی پیرڈائیز لاسٹ والمکی کی رامائن بیاس کی مہابھارت اور میرانیس کے مراثی کے ساتھ زبان اہل اطلاع پر آتا ہے۔ شاہنامہ اہل عجم کی ایک قومی رزمی کتاب ہے۔ شاہنامہ کی ساخت ایلیڈ اینیڈ پیرڈائیز لاسٹ مہابھارت اور مراثی میرانیس سے اِس طور پر علیحدہ ہے کہ یہ سب رزمی تصنیفات علیحدہ علیحدہ خاص خاص واقعات سے تعلق رکھتی ہین اور شاہنامہ ایک منظوم تاریخ کا رنگ رکھتا ہے۔ یعنی اسمین کسی واقعۂ خاص کا ذکر نہین ہے۔ یہ

کتاب ملک ایران کی ایک فسانہ نما تاریخ ہے۔ اِس کتاب مین کیومرث سے لیکر عرب کے ایران کو فتح کرنے تک کے حالات درج ہین۔ لاریب پوری تاریخی حیثیت اس کتاب کو حاصل نہین ہے اِس لیے کہ اسمین غیر فطری امور بعید داخل ہین۔ مثلاً چند بادشاہون اور پہلوانون کی عمرین عمر بنی آدم سے دہ چند زیادہ درج پائی جاتی ہین۔ اسی طرح دیو وغیرہ کے فسانے حوالہ قلم دیکھے جاتے ہین۔ کوئی شک نہین رستم ایک پہلوان تھا۔ مگر شاہنامہ کا رستم جو ہے بقول فردوسی وہ فردوسی کا رستم ہے۔

منش کردہ ام رستم داستان		وگرنہ سیلے بود در سیستان

مختصر یہ ہے کہ یہ کتاب جسیم نہ اسکو تاریخی پایہ حاصل ہے اور نہ اسکا انداز رزمی تصنیفات بالا کا ہے۔ اس کتاب مین بہت سے رزمی معاملات اِس طور پر جگہ پاتے گئے ہین کہ خاص خاص واقعات سے تعلق رکھتے ہین اور علیحدہ علیحدہ رزمی شاعری کے بر لے خود نمونے ہین مثلاً تحسین جنگ رستم با افراسیاب جنگ رستم با دیو سفید جنگ رستم با سہراب جنگ رستم۔ با برزو جنگ رستم با اسفندیار وغیرہ وغیرہ مگر خود معاملات فرداً فرداً ایسے واقعات بزرگ نہین ہین کہ جو ایلیڈ اینیڈ پیرڈایز لاسٹ رامائن مہا بھارت اور مرثئے انیس کے معاملات سے اہم ہون یہ افتاد خود ایک ایسی ہے کہ جو فردوسی کی رزم نگاری کو بلند پائیگی کا سرمایہ پورے طور پر نہین بخش سکتی ہے۔ ایسی حالت مین مقابلہ ہومر ورجل ملٹن والمکی بیاس اور میر انیس کے ان شعرا سے فردوسی کا گوے سبقت کا لیجانا یا انکا مقابل ہونا دشوار نظر آتا ہے ظاہر ہے کہ جسقدر کسی رزمی تصنیف کا سرمایہ عمدہ ہوگا۔ وہ تصنیف بھی اسیقدر عمدہ ہوگی بشرطیکہ شاعر بھی عمدگی سرمایہ سے کام لینے کی عمدہ صلاحیت رکھتا ہو۔ واقعۂ کربلا کا معاملہ ایک عمدہ سرمایہ ہے۔ لاریب

رزمی تصنیف کے لیے اِس سرمایہ سے بہتر دوسرا سرمایہ نصیب نہین ہوسکتا۔ مگر اس سرمایہ سے کام لینے کے لیے میر انیس ہی سا شاعر بھی درکار ہے۔ بالمختصر فردوسی کو سرمایہ حسب مراد کے نہین حاصل رہتے سے شعراے بالا سے مقابلہ کا اچھا موقع نظر نہین آتا ہے۔ یہ تو حالت موجودگی سرمایہ کی ہے لیکن اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ سرمایہ کلام فردوسی کا شعراے بالا کے سرمایہ کلام کے برابر ہے تو بھی فردوسی کو شاعری کی حیثیت سے شعراے بالا کے ساتھ ہمپایگی نہین حاصل ہے اور شعراے بالا سے ہومر کو انتخاب کر کے اگر ہومر کے ساتھ فردوسی کا موازنہ اختیار کیا جائے تو ہومر کا پلہ گران ثابت ہوگا۔ یہ صرف اِس بنیاد پر کہ ہومر مین کیرکٹر نگاری کی طاقت فردوسی سے بہت زیادہ دیکھی جاتی ہے شاعر کیرکٹر نگار نہین ہوسکتا جب تک کہ جزئیات کے بیانات پر اسکو پوری قدرت نہو۔ ہومر کو یہی قدرت فردوسی کے مقابل مین زیادہ تھی۔ مین اپنے بیان کی توضیح تحریر ذیل سے کرتا ہون۔

ہومر کی شاعری کی بحث جلد اول مین آچکی ہے اور اُس جلد مین اسکی تصنیف جسکا نام ایلیڈ ہے ذکر پا چکی ہے اِس ایلیڈ مین بہت سے مرد و زن کے بیانات داخل ہوتے گئے ہین۔ اسی طرح پر شاہنامہ مین بھی بہت سے مرد و زن کے مذکور آتے گئے ہین۔ مثلاً ایلیڈ مین ذکور طبقہ مین پیرایم پیرس ہکٹر اکلینر وغیرہ وغیرہ اور اناث مین ہیکوبا ہلن انڈرومیکی وغیرہا وغیرہا۔ اسی طرح شاہنامہ مین سام نریما زال رستم کودرز گیو بیژن طوس گستہم وغیرہ وغیرہ طبقہ ذکور مین اور رودابہ سودابہ تہمینہ فرنگیش منیژہ وغیرہا وغیرہا طبقہ اناث مین۔ ہومر نے اپنے بیانات مرد و زن مین ہر فرد کے کیرکٹر یعنی امور ایجادیہ کو اس خوبصورتی سے حوالۂ قلم کیا ہے کہ ہر فرد ایک دوسرے

اُسکے مختصات کیوجہ سے صاف صاف علیحدہ معلوم ہوتا ہے یعنی خوبی بیان یہ ہے کہ ہر طبقہ کا ہر شخص مثلاً پرایم پیریس ہکٹر اکلیز اوغیرہ وغیرہ اپنے امور خاصہ کے باعث ایک دوسرے سے ممتاز طور پر ممیز ہوتا ہے اور اسیطرح اناث مین سے ہر عورت مثلاً ہیکوبا ہلن انڈرومیکی وغیرہا وغیرہا اپنے کیرکٹرون کی بدولت ایک دوسرے سے علیحدہ نظر آتی ہے یہی چیز ہے کہ جسکی کمی فردوسی کو ہومر کے برابر ہونے نہین دیتی ہے اور یہی چیز ہے کہ جو میرانیس کو ہومر سے مرجح کیے دیتی ہے۔ میرانیس کی کیرکٹر نگاری اُس مرحوم کی رزمی شاعری کے بیان مین ذکر پائے گی۔ بالمختصر جس وضاحت امتیازی کے ساتھ ہومر نے اپنے فسانہ کے افراد کا بیان حوالہ قلم کیا ہے۔ فردوسی اپنی تصنیف کے افراد کو اس قدرت کے ساتھ احاطۂ تحریر مین نہین لاسکے ہین۔ شاہنامہ کے پڑھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ سام کی شجاعت سے نریمان کی شجاعت کس طور پر علیحدہ رنگ رکھتی ہے امور خاصہ طوس اور گستہم کے کیا تھے گودرز اور سام مین کیا فرق تھا۔ پیل سُم اور گیو کس کس رنگ کے شجاع تھے۔ بہمن اور پشوتن مین کیا امتیازی بات تھی۔ فرامرز اور گیو کے امتیازی کیرکٹر کیا تھے۔ خود رستم کے امور خاصہ بہت وضاحت کے ساتھ نہین بیان ہوسکے ہین وہ تیغ تنی کے مضمون سے علیحدہ ہوکر رستم اسفندیار سے کیونکر ممیز ہوتا ہے سہراب اور برزو کے کیرکٹر کا فرق مطلق نہین دکھلایا گیا ہے اسی طرح عورتون کے امور خاصہ ممتاز طور پر حوالہ قلم نہین کیے گئے ہین رودابہ اور تہمینہ یا منیزہ اور فرنگیش کیونکر ایک دوسرے سے کیرکٹر کے اعتبار سے پورے طور پر ممیز کیجا سکتی ہین شاہنامہ سے کچھ پتا نہین لگتا معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی کو امور عامہ کے بیان کی بڑی قدرت تھی۔ مگر امور خاصہ کے بیان مین اُسے حسب مراد دستگاہ نہ تھی جو شاعر امور خاصہ کے بیان پر قدرت رکھتا ہے وہ ہی کیرکٹر نگار ہوتا ہے۔ کیرکٹر نگاری رزمی شاعری کی جان ہوتی ہے۔ اِس قدرت کی بدولت شاعر کی

رزمی تصنیف ڈراما کا عالم پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ ہومر کی تصنیف ڈراما کے ایجاد کا وسیلہ ہوئی۔ جو شاعر کیرکٹر نگار نہیں ہے ڈراما نگار نہیں ہو سکتا۔ فردوسی کو امور عامہ کے بیان مین پوری صلاحیت دیکھی جاتی ہے مثلاً جب یہ شاعر گرامی مضمون شجاعت کو حوالۂ قلم کرتا ہے تو شجاعت کو پوری قابلیت کے ساتھ احاطۂ تحریر مین درلاتا ہے۔ مگر ہر شجاع کے انداز شجاعت کو علیحدہ علیحدہ نہین دکھلا سکتا ہے۔ یہی حال اور مضامین کا بھی ہے مثلاً اس شاعر کے حسن کا بیان بھی امر عام کی حیثیت سے لاجواب ہوتا ہے مگر افراد کے حسن کے مختصات کی تحریر کا انجام اس سے حسب مراد رنگ پر عمل مین نہین آتا ہے۔ صاحب شاہنامہ تہمینہ کے حسن بیان مین یون فرماتے ہین۔

دو ابرو کمان و دو گیسو کمند
بقامت بکردار سرو بلند

یہ ایسی عام تعریفین حسن کی ہین کہ ہر محبوب دلکش کی شان مین کہی جا سکتی ہین یہ تعریف تہمینہ کو فرنگیش یا منیژہ سے ممیز نہین کر سکتی ہین۔ لاریب فردوسی کو کیرکٹر نگاری کی بہت صلاحیت حاصل نہ تھی۔ اسی لیے اسکے رزمی معاملات سب کے سب ایک ہی انداز کے نظر آتے ہین اور اس عدم جدت کے باعث ہومر کے رزمی معاملات کے اعتبار سے کمتر دل آویزی رکھتے ہین۔ فردوسی کا ایک بیان جنگ پڑھکر طبیعت سیر ہو جاتی ہے۔ دوسرا بیان جنگ چونکہ اول بیان جنگ کے طور کا ہوتا ہے۔ دوسرے کے پڑھنے سے کوئی لطف تازہ نہین اُٹھتا ہے اگر فردوسی کا شاہنامہ کیرکٹر نگاری کی خوبیان رکھتا تو ایران مین ڈراما نگاری رواج پا جاتی۔ جاننا چاہیے کہ فردوسی کا شاہنامہ وہ کتاب ہے کہ جو فارسی کے اصناف شاعری کی جڑ ہے جیسا کہ راقم الحروف سابق مین عرض کر چکا ہے لیکن ڈراما نے جو اس کتاب کے ذریعہ سے رواج نہین پایا سکا

سبب یہی ہے کہ یہ کتاب کیرکٹر نگاری کی خوبیون سے بہت کچھ محروم ہے برخلاف اسکے ایلیڈ کا معاملہ ہے کہ اسکی کیرکٹر نگاری کی بدولت ڈرامانگاری بھی دیگر اصناف شاعری کی طرح یونان مین وجود مین آئی ۔

نخستین جنگ رستم با افراسیاب

چو رستم بدید آنکہ قارن چہ کرد   چہ گونہ بود ساز جنگ و نبرد
چہ پوشد کجا بر فرازد درفش   کہ پیداست تابان درفش بنفش
نشان دہ کہ پیکار سازم بدو   میان یلان سرفرازم بدو
اگر یار باشد مرا ہور و ماہ   کشانش بیارم بہ نزدیک شاہ
مرا جز بدو نیست امروز جنگ   من و گرز و میدان و پور پشنگ
من امروز بندم کمرگاہ او   بگیرم کشانش بیارم برو
بفرمان جان آفرین یک خدای   اگر کوہ باشد برآرم ز جای
بہ بندم بیارم بر کیقباد   مران بدکنش مرد بیراہ و داد
بدو گفت زال ای پسر گوش دار   یک امروز با خویشتن ہوش دار
کہ آن ترک در جنگ نر اژدہاست   دم آہنج و در کینہ ابر بلاست
درفش سیاہ است و خفتان سیاہ   ز آہنش ساعد ز آہن کلاہ
ہمہ روی آہن گرفتہ زرہ   درفش سیہ بستہ بر خود بر
بہیجا گہ گرد و دلاور بود   بہ رزم اندرش دہر برابر بود
بہ یکجای ساکن نباشد بجنگ   چنین است آئین پور پشنگ

نهنگ او ز دریا برآرد بدم ‌‌ ‌ ز هشتاد رش نیست بالاش کم
از و خویشتن را نگهدار سخت ‌ ‌ که مرد دلیر است پیروز بخت
شود کوه آهن چو دریای آب ‌ ‌ اگر بشنود نام افراسیاب
بدو گفت رستم که ای پهلوان ‌ ‌ تو از من مدار ایچ رنجه روان
جهان آفریننده یار منست ‌ ‌ دل و تیغ و بازو حصار منست
اگر اژدها باشد و دیو نر ‌ ‌ بیارمش بگرفته بند کمر
به بینی کنون در صف کارزار ‌ ‌ گران شاه جنگی برآرم دمار
بدانگونه با وی برآیم بجنگ ‌ ‌ که بر وی بگرید سپاه پشنگ
برانگیخت آن رخش روئینه سم ‌ ‌ برآمد خروشیدن گاودم
دمان رفت تا سوی توران سپاه ‌ ‌ یکی نعره زد شیر لشکر پناه
چو افراسیابش به هامون بدید ‌ ‌ شگفتید زان نودک نارسید
زگردان بپرسید کین اژدها ‌ ‌ برین گونه از بند گشته رها
کدامست کین را ندانم بنام ‌ ‌ یکی گفت این پور دستان سام
بود رستمش نام و بس سرکش است ‌ ‌ که در جنگ چون آب و چون آتش است
نه بینی که با گرز سام آمد است ‌ ‌ جوانست و جویای نام آمد است
به پیش سپه آمد افراسیاب ‌ ‌ چو کشتی که موجش برآرد در آب
چو رستم ورا دید بفشارد ران ‌ ‌ بگردن برآورد گرز گران
چو تنگ اندر آورد با او زمین ‌ ‌ فرو کرد گرز گران را بزین
چو افراسیابش بدانگونه دید ‌ ‌ نبرد جنگ و تیغ از میان برکشید

زمانی بکوشید با پور زال / تهمتن برافراخت چنگ و یال
به بند کمرش اندر آورد چنگ / جدا کردش از پشت زین پلنگ
همی خواست بردن به پیش قباد / دهد جنگ روز نخستینش یاد
ز هنگ سپهدار و چنگ سوار / نیامد دوال کمر پایدار
گسست و بخاک اندر آمد سرش / سواران گرفتند گرد اندرش
تهمتن فرو برد چنگ دراز / ربود از سرش تاج آن سرفراز
سپهبد چو از چنگ رستم بجست / بخایید رستم همی پشت دست
چرا گفت نگرفتمش زیر کش / همی بر کمر ساختم پنجه کش
چو گردان ایران همه تن به تن / برفتند نزدیک آن پیلتن
چو قارن چو گشواد و گردان همه / بر رستم شدند آفرین خوان همه
تهمتن یکی را بر خویش خواند / همه کار رفته بدو باز راند
بگفتا گرفتم کمربند شاه / بدان تا بیارم به ایران سپاه
گسسته شد از هم کمربند وی / بیفتاد از دست پیوند وی
چو برخواست از خاک آن سرکشش / چو خورشید رخشنده تاج سرش
ربودم به توفیق جان آفرین / بزودی برش نزد شاه گزین
که تا برکشم تیغ تیز از میان / کنم رستخیزی به تورانیان
چو آواز زنگ آمد از پشت پیل / خروشیدن کوس از چند میل
یکی مژده بردند نزدیک شاه / که رستم بدرید قلب سپاه
به نزد سپهدار ترکان رسید / درفش سپهدار شد ناپدید

بیکدم رستم کمر افراسیاب را گرفته برداشت و کمربند گسسته تاج از سر ربود

گرفتش کمربند و افگند خوار   خروشی برآمد ز ترکان نزار
گرفتند گردش یلاور سران   پیاده ببردندش آن سروران
سپهدار ترکان چو شد زیردست   یکی باره تیز تک از نشست
پس انگاه راه بیابان گرفت   سپه را رها کرد و خود جان گرفت
چو این مژده بشنید ازو کیقباد   بفرمود تا لشکرش همچو باد
بیکباره بر خیل توران زنند   بر و بیخ ایشان ز بن برکنند
زجای اندر آمد چو آتش قباد   بجنبید لشکر چو دریا ز باد
ز دست دگر زال و سهراب شیر   برفتند بر خاش جو دو دلیر
برآمد خروشیدن دار و گیر   درخشیدن خنجر و زخم تیر
بر آن ترک زرین و زرین سپر   غمین شد سر از چاک چاک تبر
تو گفتی که ابرے برآمد ز گنج   ز شنجرف بیرنگ زد بر ترنج
دو لشکر بیکدیگر آویختند   تو گفتی بهم اندر آمیختند
غریویدن مرد و غرنده کوس   همی کرد بر رعد غران فسوس
ز آسیب شیران پولاد چنگ   دریده دل شیر و چرم پلنگ
زمین گرده بد سرخ رستم بجنگ   یکی گرزه گاو پیکر بچنگ
بهر سو که مرکب برانگیختی   چو برگ خزان سر فرو ریختی
بشمشیر بران چو بگذاشت دست   سر سرفرازان همی کرد پست
اگر بر زدے بر سر آن سرفراز   بدو نیمه کردیش با اسپ و ساز
چو شمشیر بر گردن افراختی   چو گو از سواران سر انداختی

زخون دلیران بدشت اندرون ‌ ‌ چو دریا زمین موج زن شد زخون
ہمہ روے صحرا سر و دست و پا ‌ ‌ بزیر سم اسپ جنگ آزما
زسم ستوران دران پہن دشت ‌ ‌ زمین شش شد و آسمان گشت ہشت
فرو رفت و بر رفت روز نبرد ‌ ‌ بماہی نم خون و برماہ گرد
بزور نبرد آن یل ارجمند ‌ ‌ بہ شمشیر و خنجر بہ گرز و کمند
برید و درید و شکست و بہ بست ‌ ‌ یلان را سر و سینہ و پا و دست

بزمی مثنویان - اِس قسم کی مثنویان فارسی مین بہت ہین - نظامی - امیر خسرو - خواجہ کرمانی - جامی - ہاتفی - مکتبی - ہلالی - عرفی - فیضی وغیرہ وغیرہ نے بہت سی بزمی مثنویان لکھی ہین ان سب شعرا کی مثنویون پر ریویو کی گنجائش اِس کتاب مین نہین ہے - راقم الحروف مولانا نظامی کی اِس مثنوی سے جسکا نام خسرو شیرین ہے اور نیز جامی کی زلیخا سے کچھ اشعار ذیل مین درج کرتا ہے -

در بزم خسرو پرویز با شیرین وصف بہار می فرماید

چو پیر سبز پوش آسمانی ‌ ‌ ز سبزہ بر کشد صبح جوانی
جوانا نرا و پیران را دگر بار ‌ ‌ بسر سبزی درآرد سرخ گلزار
گل از گل تخت کاؤسی برآرد ‌ ‌ بنفشہ پر طاؤسی برآرد
بسا رتی ہی کا یہ طور نہین ہے ‌ ‌ بسا عشق کہن کان تازہ گردد
چو خرم شد بہ شیرین جان خسرو ‌ ‌ جہان می کرد عہد خرمی نو
خوش و خرم نہادہ خرمی دوست ‌ ‌ ز گلہا بر درید از خرمی پوست

گل ارشادی علم در باغ میزد ... سیاه فاختہ برزاغ میزد
سمن ساقی و نرگس جام در دست ... بنفشه در خمار و سرخ گل مست
صبا بر قع کشاده سادگان را ... صلا در داده کار افتادگان را
شمال انگیختہ ہر سو خروشے ... زده برگاو چشمے پیل گوشے
زمین نطع شقائق پوش گشته ... شقائق ہمدم زن گوش گشته
سہی سرو از چمن قامت کشیده ... ز عشقش لاله پیراہن دریده
بنفشه تاب زلف افگنده بر دوش ... کشاده باد نسرین را بنا گوش
عروسان ریاحین دست بر روے ... شگرفان شگوفه شانه در موے
نموده ناف خاک آبستینها ... ز ناف آورده بیرون رستینها
ہوا بر سبزه گوہر ہا گسسته ... زمرد را به مروارید بسته
غزال شیر مست از دلنوازی ... به گرد سبزه با مادر ببازی
تدروان بر ریاحین پر فشانده ... ریاحین بر تدروان سر فشانده
ز ہر شاخے شگفته نوبہارے ... گرفته ہر گلے بر کف نثارے
صبا از سبزه در ہر باغ و راغے ... ز گل افروخته ہر دم چراغے
گل از ہر منظر نظاره کرده ... قبائے سرخ را صد پاره کرده
درم ریزه شده ہر شاخسارے ... [illegible] حدا کرده نثارے
بطرف ہر چمن سروے چمانه ... [illegible]
صنوبر در بر سنبل نشسته ... چو مستان در میان گل نشسته
چنین فصلے بدین عاشق نوازی ... خطا باشد خطائے عشق بازی

خرامان خسرو و شیرین شب و روز سگے خوردندے در مرغزارے	بہر نزہت گہے شاد و دل افروز گہے چیدند گل در کوہسارے

واضح ہو کہ مولانا نظامی ایک معروف مثنوی نگار ہین اور بہ حیثیت مجموعی فارسی کے ایک مستند شاعر ہین اسپر بھی بہت بڑے فطرت نگار شاعر نہین معلوم ہوتے اشعار بالا مین بہار کے وصف منظوم فرماتے ہین نظم کا اسلوب کیا شک ہے کہ بہت اچھا ہے مگر کوئی عمدہ بیان کسی بہاری سینری کا حوالۂ قلم نظر نہین آتا ہے۔ وہی گل و صبا و سنبل کی بندش غیر فطری انداز کے ساتھ بالا مین پائی جاتی ہے جیسا کہ اکثر فارسی کی مثنویون مین دیکھی جاتی ہے۔ خارجی مضامین کی بندش اُس فطری ترکیب کے ساتھ جیسا کہ سر والٹر کی لیڈی آف دی لیک مین دیکھتے ہین۔ کسی فارسی کی مثنوی مین نہین دیکھتے۔ راقم الحروف کی دانست مین خارجی مضامین جسقدر فطری انداز کے ساتھ میر حسن کی مثنوی مین بندش پاتے گئے ہین۔ فارسی کی کوئی مثنوی یہ ترکیب بندش کی نہین رکھتی فارسی کی تمام بزمی مثنویون کے مقابل مین یہ اردو کی مثنوی بہت زیادہ نیچرل پیرایۂ بیان رکھتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے مثنوی نگار شعرا عموماً فطرت نگاری کا کم مذاق رکھتے ہین۔ اُن کی ساری تصنیفین نیچرل معاملات سے کم و بیش طور پر علیحدگی دکھلاتی ہین۔ جہان دیکھو مبالغون کی بھرمار ہے۔ یا اسی طرح کے مصنوعی اندازون سے اُنکے کلام بھرے ہوے ہین۔

فارسی کی شاعری ان عام طور پر اس نامطبوع پیرایہ سے بدنما ہو رہی ہین۔ صرف مثنوی نگاری ہی کا یہ ط[illegible]ام ہے۔ اب کے شعرا اگر اصلاح مذاق کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائین تو فارسی [illegible] اس توجہ فرمائی سے بہت کچھ فائدے اٹھا سکے گی ذیل مین کچھ اشعار مولانا جامی کی زلیخا [illegible] ناظرین ہوتے ہین۔

خواب دیدن یوسف سجدهٔ آفتاب و ماهتاب و یازده ستاره و استماع اخوان و ازدیاد حسد ایشان

خوش آن کز بند صورت باز رسته ... ز سحر چشم بندان چشم بسته
دلش بیدار و چشمش در شکرخواب ... ندیده کس چنین بیدار در خواب
بپوشیده ز ناپاینده دیده ... ولے بگشود و با پاینده دیده
شبے یوسف به پیش چشم یعقوب ... که پیش او چو چشمش بود محبوب
بخواب خوش نهاده سر ببالین ... بخنده لعل نوشین کرد شیرین
ز شیرین خند آن لعل شکرخند ... بدل یعقوب را شورے در افگند
چو یوسف نرگس سیراب بکشاد ... چو بخت خویش چشم از خواب بکشاد
پدر گفت اے شکر شرمندهٔ تو ... چه موجب داشت شکرخندهٔ تو
بگفتا خواب دیدم مهر و مه را ... درخشنده کواکب یازده را
که یکسر داد تعظیم بدادند ... بسجده پیش رویم سر نهادند
پدر گفتا که بس کن این سخن بس ... مگو این خواب را زنهار با کس
مبادا این خواب اخوان بدانند ... به بیداری صد آزارت رسانند
ز تو در دل هزاران غصه دارند ... درین غصه کیت فارغ گذارند
نیارند از حسد این خواب را تاب ... که بس روشن بود تعبیر این خواب
پدر کرد این وصیت لیک تقدیر ... بیارے بگسلد زنجیر تدبیر

بیک کس گفت یوسف آن فسانه ... نهاد آن را با خوان در میانه

شنیدستی که هر سر کز و و بگذشت ... بدانگه وقت ورد هر زبان گشت

چه خوش گفت آن نکوگوی نکوکار ... که سر خواهی سلامت سر نگهدار

چو وحشی مرغ از قید قفس جست ... دگر نتوان بدستان پای او بست

چو اخوان قصهٔ یوسف شنیدند ... ز غصه پیرهن بر خود دریدند

که یارب چیست در خاطر پدر را ... که نشناسد ز نفع خود ضرر را

نمی داند که از طفلی چه آید ... که طفلی جز طفیلی را نشاید

بهر یک چند بر بافد دروغی ... دهد زان گوهر خود را فروغی

خورد آن پیر مسکین زان فریبی ... شود از صحبت آن ناشکیبی

کند قطع نکو پیوندی ما ... ببرد مهر پدر ز فرزندی ما

پدر کرده ست زینسان سربلندش ... ببیند این قدر حشمت پسندش

هوس دارد که ما از تیرگی پاک ... بسجده پیش او افتیم بر خاک

نه تنها ما که مادر با پدر هم ... نباید جاه جوئی این قدر هم

پدر را ما خریداریم نی او ... پدر را ما هوا داریم نی او

اگر روز است در صحرا شبانیم ... وگر شب خانه اش را پاسبانیم

بر اعدا قوت بازوی ما ست ... بر احباب آبروی رونقش از ماست

بجز حیلت گری از وی چه دید است ... که زینسان بر سر ما برگزید است

بیا تا کار خود را چاره سازیم ... بهر راهش توان آواره سازیم

چو ما را بر سر غمخوارگی نیست ... دوای او بجز آوارگی نیست

بباید چارہ سازی رامیان بست	نرفتہ اختیار چارہ از دست
چو خارے بردمد از شور بختے	بباید کند تا گشتہ درختے
بقصد چارہ سازی عہد بستند	بعزم مشورت یکجا نشستند

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ یہ خواب حضرت یوسف علیہ السلام کا تورات مین اور یہی قرآن شریف مین مندرج ہے۔ لاریب مولانا جامی نے اسکو خوش اسلوبی کے ساتھ منظوم فرمایا ہے۔ یہ مثنوی جامی کی ایک دلکش پیرایہ رکھتی ہے فردوسی کی یوسف زلیخا ہرگز اسکو نہین پہونچتی ہے۔ فردوسی نے اپنی مثنوی کے لیے وہی رزمی بحر اختیار کی ہے جو شاہنامہ کی ہے۔ اور خلاف تقاضاے قصہ یوسف زلیخا بیانات کا انداز بھی رزمی رکھا ہے۔ فردوسی کے انداز بیان کی بدولت حضرت یوسف رستم نما معلوم ہوتے ہین۔

حکمت آموز مثنویان۔ یہ مثنویان ایک بکار آمد قسم شاعری کی ہین۔ اس مین مسائل علم الاخلاق۔ تدبیر المنزل اور سیاستہ المدن کے منظوم پیرایہ مین حوالہ قلم ہوتے ہین۔ مثال اس قسم کی مثنوی کی سعدی علیہ الرحمہ کی بوستان اور حضرت فریدالدین عطار کا پندنامہ ہے۔ انہین دونون کتابون سے بسبیل انتخاب کچھ اشعار درج ہوا ہونے ہین واضح ہو کہ بوستان سعدی مین ہر قسم کے حکمت آموز مضامین دیکھے جاتے ہین ہزارہا مسائل جو حکمت عملی سے تعلق رکھتے ہین اس کتاب لاجواب مین حضرت مصنف نے داخل کیے ہین۔ تدوین مضامین کی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ دس بابون مین کیگئی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب حضرت شیخ ممدوح کی بڑی پایہ رکھتی ہے۔ دو چار حکایتون کے سوا جتنی حکایتین اسمین پائی جاتی ہین نہ صرف حضرت کے وفور اطلاع سے خبر دیتی ہین

بلکہ ہر طرح پر ایسی حکمت آموز ہین کہ اُس کتاب گرامی ہین تمامتر درج ہونیکا پورا استحقاق رکھتی ہین - یہ سب حکایتین ایک ہی بحر مین منظوم ہوئی ہین اور حضرت مصنف کی حیرت انگیز قوت شاعری کا جلوہ دکھلاتی ہین - جاننا چاہیے کہ حکمت آموز مثنویان اُس قسم شاعری سے تعلق رکھتی ہین کہ جسکو زبان انگریزی مین ڈایڈیکٹک (شاعری کہتے ہین -

حکایت اتابک مرحوم تکلہ بن سعد زنگی

در اخبار شاہان پیشین ہست
که چون تکلہ بر تخت زنگی نشست

بدورانش از کس نیازرد کس
سبق برد اگر خود ہمین بود و بس

چنین گفت یکرہ بصاحبدلے
کہ عمرم بسر رفت بیحاصلے

چو می بگذرد ملک و جاہ و سریر
ببرد از جہان دولت الا فقیر

بخواہم بہ کنج عبادت نشست
کہ دریابم این پنج روزے کہ ہست

چو بشنید دانائے روشن نفس
بہ تندی بر آشفت کاے تکلہ بس

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تو بر تخت سلطانی خویش باش
بہ اخلاق پاکیزہ درویش باش

ز صدق و ارادت کمر بستہ دار
ز طامات و دعوی زبان بستہ دار

قدم باید اندر طریقت نہ دم
کہ اصلے ندارد دم بیقدم

بزرگان کہ نقد صفا داشتند
چنین خرقہ زیر قبا داشتند

حضرت فریدالدین عطار علیہ مرحوم کا پندنامہ بھی نہایت توجہ طلب کتاب ہے

سعدی جیسی مثنوی کا

کچھ کلام حضرت کا مندرج ذیل ہوتا ہے۔

در بیان عمل خالص

ہر کہ باشد اہل ایمان اے عزیز ‏ | ‏ پاک دارد چار چیز از چار چیز
از حسد اول تو دل را پاک دار ‏ | ‏ خویشتن را بعد ازان مومن شمار
پاک دار از کذب و از غیبت زبان ‏ | ‏ تا کہ ایمانت نیفتد در زیان
پاک گرداری عمل را از ریا ‏ | ‏ شمع ایمان ترا باشد ضیا
چون شکم را پاک داری از حرام ‏ | ‏ مرد ایمان دار باشی والسلام
ہر کہ دارد این صفت باشد شریف ‏ | ‏ ور ندارد دارد ایمان ضعیف
ہر کہ باطن از حرامش پاک نیست ‏ | ‏ روح او را رہ سوے افلاک نیست
چون نباشد پاک اعمال از ریا ‏ | ‏ ہست بیحاصل چو نقش بوریا
ہر کرا اندر عمل اخلاص نیست ‏ | ‏ در جہان از بندگان خاص نیست
ہر کہ کارش از برائے حق بود ‏ | ‏ کار او پیوستہ بارونق بود

ہر چند حضرت عطار کا پند نامہ حضرت سعدی کی شوخی تحریر سے معرا ہے اور قریب قریب صرف نظم ہی نظم کا انداز رکھتا ہے تاہم بکار آمد مضامین سے مملو ہے اور اسلیے بہت کچھ قابل تعریف ہے۔

تصوف آموز مثنویان۔ جاننا چاہیے کہ تصوف سے مراد علم روحانیات ہے۔ یہ علم اہل ہند مین درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا اور اب بھی ہندوستان مین بہتیرے ہنود و فقرا اس سے باخبر ہین اس زمانہ مین وہ ہندوستانی حضرات جنھون نے یورپ مین تعلیم پائی ہے یا اس علم کو تھیاسوفی کہتے ہین یہ علم فی زمانہ پھر گو ز اہل ہند سے امریکہ وغیرہ سے ہندوستان

بشکل جدید آیا ہے گو ماخذ اسکا وہی ہندوستان کا تصوف قدیم ہے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون مین یہ علم پہلے زرتشتیون کے میل جول سے داخل مذہب ہوا پھر جب مسلمان ہندوستان مین آئے ہندی تصوف نے اُنکے دماغ مین اچھے طور پر گھر کرلیا یہانتک کہ ہندوستانی مسلمانون کے ایک زیادہ حصہ کا مذہب تصوف ہی دکھائی دیتا ہے - فقیر کا قول یہ ہے کہ اگر تصوف سے کلام خدا اور رسول مراد ہے تو مجھے تصوف سے انکار نہین ہے - لیکن اگر تصوف سے مراد کوئی اور شے ہے تو تصوف کو سات سلام -

بہرحال فارسی مین تصوف آموز مثنویان بہت ہین مثلاً نان و حلوا تصنیف حضرت بہائی آملی کی - اور من و سلوی جناب شمس العلما مفتی سید محمد عباس صاحب کی مگر سب سے زیادہ قابل لحاظ تصنیف اس فن کی مثنوی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کی ہے -

مولانائے روم بحیثیت مثنوی نگار

مولانائے روم علیہ مرحوم کی شہرت حضرت کے علم و فضل کے علاوہ مثنوی نگاری کی بنیاد پر ہے - اہل اسلام مین خاصکر اہل سنت حضرت کی اُس تصنیف منظوم کو جو مثنوی مولانائے روم کے نام سے مشہور ہے - بعد کتاب اللہ کے قابل قدر جانتے ہین چنانچہ یہ شعر - مثنوی مولوی معنوی ؛ ہست قرآن در زبان پہلوی ؛ فقیر کے قول کی صحت پر دال ہے اسی طرح اس تصنیف گرامی کیوجہ سے حضرت مولانا ایک بہت اعلی درجہ کے بزرگ مانے جاتے ہین حتی کہ اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے

من چہ گویم وصف آن عالیجناب | نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

لاریب مولانائے روم بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہین - فرقہ امادیہ مین بھی حضرت بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین اہل اسلام کے ایک پابند شریعت جماعت نے اس مثنوی کے چند اشعار کو تعلیم قرآنی اور اسلامی توحید کے مخالف قرار دیا ہے اور ان

اعتراضات کے جوابات مولانا کے معتقدین نے مثنوی کی شرح وغیرہ مین قلمبند کیئے ہین جنہین حضرات معترضین محض تاویلات دورازکار کہتے ہین بہرحال اس بحث سے اگر درگزر کیا جائے تو نہین شک نہین کہ مولانا ایسے ہی بزرگ ہین کہ اسلام کے ہر فرقہ مین حضرتکی توقیر کیجائے حضرت کی مثنوی بہت سے قرآنی آیات کی تفسیر ہے۔ بہت سے احادیث نبوی کی شرح ہے اور بہت سے مسائل فلسفہ وحکمت کی توضیح ہے تصوف کہ عبارت ہے صفائی خیالات سے اس کتاب لاجواب مین عجب خوش جمالی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ واردات قلبیہ و جذبات روحیہ کے بیانات حیرت آگین انداز رکھتے ہین۔ تعلیمات روحانیہ کا پیرایہ تمام بے نظیر نظر آتا ہے۔ تزکیہ روحی اور تصفیہ قلبی کے اعتبار سے کمتر کوئی کتاب مولانا کی اس مثنوی مبسوط کے برابر نکلیگی نفس شاعری اس مثنوی کی بہت رفیع ہے۔ یہ مثنوی اپنے تعلیمات کے اعتبار سے انگریزی کی اس صنف شاعری مین محسوب ہوئی ہے جسکو ڈائی ڈکٹک کہتے ہین۔ ذیل مین کچھ اشعار نمونہ کلام کے طور پر درج کیے جاتے ہین۔

بشنو از نے چون حکایت میکند	وز جدائیہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرح درد اشتیاق
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش
من بہر جمعیتی نالان شدم	جفت بدحالان و خوشحالان شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من	از درون من نجست اسرار من
سر من از نالہ من دور نیست	لیک چشم و گوش را آن نور نیست
تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جان دستور نیست

آتش است این بانگ نای و نیست باد ‏— هر کہ این آتش ندارد نیست باد
آتش عشق است کاندر نے فتاد ‏— جوشش عشق است کاندر مے فتاد
نے حریف ہر کہ از یاری برید ‏— پردہایش پردہاے ما درید
ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید ‏— ہمچو نے دمساز مشتاقے کہ دید
نے حدیث راہ پرخون مے کند ‏— قصہاے عشق مجنون مے کند
محرم این ہوش جز بیہوش نیست ‏— ہر زبان را مشترے جز گوش نیست
گر نبودے نالہ نے را ثمر ‏— نے جہان را پر نکردے از شکر
در غم ما روزہا بیگاہ شد ‏— روزہا با سوزہا ہمراہ شد
روزہا گر رفت گو رو باک نیست ‏— تو بمان اے آنکہ چون تو پاک نیست
ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد ‏— وانکہ بے روزیست روزش دیر شد
در نیابد حال پختہ ہیچ خام ‏— پس سخن کوتاہ باید والسلام
بند بگسل باش آزاد اے پسر ‏— چند باشی بند سیم و بند زر
گر بریزی بحر را در کوزۂ ‏— چند گنجد قسمت یک روزۂ
کاسہ چشم حریفان پر نشد ‏— تا صدف قانع نشد پر در نشد
ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد ‏— او ز حرص عیب کلی پاک شد
شاد باش اے عشق خوش سوداے ما ‏— اے طبیب جملہ علتہاے ما
اے دواے نخوت و ناموس ما ‏— اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد ‏— کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا ‏— طور مست و خر موسے صاعقا

متفرق مضامین کی مثنویان واضح ہو کہ مثنوی چار شعر کی بھی ہوتی ہے اور چار شعر سے زیادہ کی بھی۔ جیسا کہ بالا مین حوالۂ قلم ہو چکا ہے۔ مثنوی ہر بحر مین نہین لکھی جاتی ہے۔ اسکے واسطے چند بحرین مخصوص کردی گئی ہین۔ چونکہ کسی عروضی ترکیب سے اِس کتاب کو بحث نہین ہے اِس لیے ذکر مثنوی کی بحرون کا بیان نہین کیا جاتا ہے۔ بہرحال جاننا چاہیے کہ متفرق مضامین کی مثنویان ہر طرح کی ہوتی ہین۔ کوئی رزمی کوئی بزمی کوئی حکمت آموز اور کوئی تصوف آمیز اور اُنکا کبھی مرکب انداز ہوتا ہے۔ مگر ہر حال مین اُن کے مضامین رفیع اور منقح ہوتے ہین ذیل مین حضرت سعدی کی کچھ متفرق مضامین کی مثنویان درج ہوا ہوتی ہین ہے

این حکایت شنو کہ در بغداد ۔۔۔ رایت و پردہ را خلاف افتاد
رایت از گرد راہ و رنج رکاب ۔۔۔ گفت با پردہ از طریق عتاب
من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم ۔۔۔ بندۂ بارگاہ سلطانیم
من ز خدمت دمے نیاسودم ۔۔۔ گاہ و بیگاہ در سفر بودم
تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار ۔۔۔ نہ بیابان و باد و گرد و غبار
قدم من بسعی پیشتر است ۔۔۔ پس چرا عزت تو بیشتر است
تو بر بندگان مہروئی ۔۔۔ با کنیزان یاسمن بوئی
من فتادہ بدست شاگردان ۔۔۔ بسفر پاے بند و سرگردان
گفت من سر بر آستان دارم ۔۔۔ نہ چو تو سر بر آسمان دارم
ہر کہ بیہودہ گردن افرازد ۔۔۔ خویشتن را بگردن اندازد

ایضاً ولہ

دیدم گل تازہ چند دستہ ۔۔۔ بر گنبدے از گیاہ بستہ

گفتم چه بود گیاه ناچیز — تا در صفِ گل نشیند او نیز
بگریست گیاه و گفت خاموش — صحبت نه کند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم — آخر نه گیاه باغ اویم
من بندۂ حضرتِ کریمم — پروردۂ نعمتِ قدیمم
گر بے ہنرم و گر ہنرمند — لطفست امیدم از خداوند
با آنکه بضاعتے ندارم — سرمایۂ طاعتے ندارم
او چارۂ کار بنده داند — چون ہیچ وسیلتش نماند
رسم است که مالکان تحریر — آزاد کنند بندۂ پیر
اے بار خدائے عالم آرائے — بر سعدی پیر خود ببخشائے
سعدی رہِ کعبۂ رضا گیر — اے مرد خدا رہِ خدا گیر
بدبخت کسے که سر بتابد — زین در که درِ دگر نیابد

ایضاً وله

درختے که اکنون گرفتست پائے — به نیروئے مردے برآید ز جائے
ورش ہمچنان روزگارے ہلی — بگردونش از بیخ بر نگسلی
سر چشمه شاید گرفتن به بیل — چو پر شد نشاید گذشتن به پیل

اُردو کی مثنویان

رزمی مثنویان - اُردو مین کوئی رزمی مثنوی فردوسی کے شاہنامہ یا نظامی کے سکندر نامہ کے مدارج کی نظر نہین آتی ہے جو رزمی مثنویان ہین وہ انھین کتابون کے

مختصر ترجمے ہین - ابھی تک اُردو کے کسی شاعر نے اپنی فکر سے کوئی اصلی مثنوی جو کسی واقعہ بزرگ پر مشتمل ہو نہین لکھی ہے - ظاہرا اُردو مین میر انیس یا مرزا دبیر کے سوا کوئی شاعر بھی فردوسی یا نظامی کی فکر و قابلیت کا نہین گزرا ہے مگران بزرگوار نے مثنوی نگاری کیطرف کبھی اپنی توجہ مبذول نہین فرمائی - اب بھی اگر شعراے وقت سے کچھ حضرات اس قسم کی مثنوی نگاری کی جانب میلان فرمائین تو اُردو سے رزمی مثنویون کی ناداری کا داغ مٹجائے - بہ اسباب ظاہر واقعہ کربلا ایک ایسا معاملہ رزمی ہے کہ اگر اعلی درجہ کی طباعی اور قابلیت کے ساتھ بشکل مثنوی منظوم کیا جائے تو ہومر - فردوسی - ورجل - ملٹن - بالمکی اور بیاس کی تصانیف سے کم تماشاے سخن نہین دکھلا سکتا ہے -

بزمی مثنویان - فارسی کی بعض عشقیہ مثنویون کے ترجمون کے علاوہ شعراے اُردو نے براے خود بہت عشقیہ مثنویان لکھی ہین - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بزمی مثنویون کیطرف اکثر شعرا متوجہ ہوئے ہین - ذیل مین بعض اُن شعراے نامی کی قابلیت تصنیف پر اظہار رائے کیا جاتا ہے جنھون نے عشقیہ مثنویان تحریر فرمائی ہین -

میر تقی میر بحیثیت مثنوی نگار

میر تقی میر - میر لاریب سلطان المتغزلین تھے - مگر حضرت کی مثنوی نگاری سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکو جو درجہ غزل سرائی مین حاصل ہے وہ مثنوی نگاری مین نہین ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ آپکو صرف مضامین داخلی کی بندش کی بڑی قابلیت حاصل تھی لیکن مثنوی نگاری کی وہی شاعر داد دے سکتا ہے جو مضامین خارجی کی بندش پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے یہ قدرت آپکو بہت حاصل نہ تھی - اسی لیے آپکی مثنویان تمامتر داخلی پہلو کی شاعری سے خبر دیتی ہین درحقیقت آپکی مثنوی نگاری بھی مضامین کے اعتبار سے ایک قسم کی غزل سرائی نفراتی ہے آپکی مثنویون مین خارجی مضامین گویا نادر ہین کہین آپ صحرا جنگل جبال

بجور خزان - بہار - برق - باران - سرما - گرما - طیور و وحوش آب سراب وغیرہ وغیرہ کے خوش آیند مضامین کو بیان نہین فرماتے ہین اسپر بھی جسقدر آپکی مثنویان ہین قابل توجہ ہین کسواسطے کہ روحانی اور قلبی معاملات کے بیانات سے مملو ہین - جتنی عاشقانہ کیفیتین آپنے تحریر فرمائی ہین اکثر بے حیائی کی ذلتون سے بری دکھائی دیتی ہین کمتر کوئی جزو تصنیف ایسا ہے کہ تہذیب کی آنکھین اُسے دیکھکر شرم اُٹھائین - ذیل مین کچھ آپکی عشقیہ مثنویون کے اشعار نمونے کے طور پر درج کیے جاتے ہین -

انتخاب اشعار از مثنویات میر

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال

دل مین جاکر کہین تو درد ہوا
کہین سینے مین آہ سرد ہوا

کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا
کہین سر مین جنون ہو کے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا
کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اُس کو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا

ناگہ اک کوچہ سے گزار ہوا
آفت تازہ سے دوچار ہوا

ایک غرفہ سے ایک مہ پارہ
تھی طرف اُسکے گرم نظارہ

پڑگئی اسپہ اک نظر اُس کی
پھر نہ آئی اُسے خبر اُس کی

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی
وہ نظر ہی وداع طاقت تھی

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

بیقراری نے کچھ ادائی کی　　تاب و طاقت نے بیوفائی کی
منھ جو اسکا طرف سے اسکی پھرا　　مضطرب ہو کے خاک پر یہ گرا
وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اسکا　　بے طرح ہووے گو کہ حال اسکا
جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ　　اُٹھ گئی سامنے سے یکبارہ
وہ گئی اُس کے سر بلا آئی　　خاک مین مل گئی وہ رعنائی
دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز　　رنگ چہرہ سے کر چلا پرواز
ہاتھ جانے لگا گریبان تک　　چاک کے پہلے پانو دامان تک

دیگر

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور　　نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور
محبت مسبب محبت سبب　　محبت سے آتے ہین کار عجب
محبت بن اس جا نہ آیا کوئی　　محبت سے خالی نہ پایا کوئی
محبت ہی اس کارخانے مین ہے　　محبت سے سب کچھ زمانے مین ہے
محبت سے کس کو ہوا ہے فراغ　　محبت نے کیا کیا دکھائے ہین داغ
محبت اگر کارپرداز ہو　　دلون کے تئین سوز سے ساز ہو
محبت ہے آب رخ کار دل　　محبت ہے گرمی آزار دل
محبت عجب خواب خونریز ہے　　محبت بلائے دل آویز ہے
محبت کی ہین کار پردازیان　　کہ عاشق سے ہوتی ہین جانبازیان
محبت کی آتش سے اخگر ہے دل　　محبت نہ ہووے تو پتھر ہے دل
محبت کو ہے اس گلستان مین راہ　　کلی کے دل تنگ مین ہے یہ چاہ

محبت ہی سے دلکو رو بیٹھے
محبت مین جی مفت کھو بیٹھے

محبت لگاتی ہے پانی مین آگ
محبت سے ہے تیغ و گردن مین لاگ

محبت سے ہے انتظام جہان
محبت سے گردش مین ہے آسمان

محبت سے روتے ہین سنگ یار خون
محبت سے ہو ہو گیا ہے جنون

محبت سے آتا ہے جو کچھ کہو
محبت سے ہو جو وہ ہرگز نہو

محبت سے پروانہ آتش بجان
محبت سے بلبل ہے گرم فغان

اسی آگ سے شمع کو ہے گداز
اسی کے لیے گل ہے سرگرم ناز

اشعار از ساقی نامہ

ہے قابل حمد وہ سر انداز
جو سب مین ہوا ہے جلوہ پرداز

اُس کو مے حُسن نے چکھایا
ہستی کا نشہ اسی سے پایا

پی اُن نے شراب خود پرستی
طاری ہوئی اُس پہ زور مستی

وہ مست شراب ناز ہے فرد
خورشید ہے اُسکا جام پر درد

ہے گردش چشم اُس سے افسون
پھر جاے ہے جسکے ساتھ گردون

ظلمت ہے دوئی کی بجھکے احول
آخر ہے وہی - وہی ہے اول

عالم سے ہے قرابۂ مے خام
ہے دور سپہر گردش جام

مشہور جہان جو کیف و کم ہے
بے نشہ جو ہوئے تو ستم ہے

وہ مست نیاز ہے حرم مین
وہ رفتۂ ناز ہے صنم مین

ہے آب لوح زمانہ اُس سے
روشن ہے تمام خانہ اُس سے

مینا مین جو سرکشی ہے وہ ہے	صہبا مین جو دلکشی ہے وہ ہے
شمشاد ہے سرفراز اُس سے	گل دیدہ نیم باز اُس سے
خوگر اسے ناز پیشگی سے ہے	وہ ہے کہ جسے ہمیشگی ہے
جو کس پڑا ہے جام مے مین	آتی ہے صدا اُسکی نے مین

ہرچند میر صاحب نے اچھا لطف سخن دکھلایا ہے۔ مگر ظہوری کے ساقی نامہ کو نہین پہونچتے ہین۔ حق یہ ہے کہ اگر میر حسن کی مثنوی اُردو مین نہ ہوتی تو فارسی کے مقابل مین اُردو کی کوئی مثنوی قابل ذکر نہوتی۔

واضح ہو کہ منجملہ بزمی مثنویات کے میر صاحب نے ایک مثنوی لکھی ہے کہ جسمین نواب آصف الدولہ کی شکار افگنی کے حالات رقم فرماتے ہین یہ مثنوی اُن حضرات کو جو فن صید افگنی کے ماہر ہین کسی طرح لذت بخش نہین ہوسکتی۔ صبا نے بھی ایک ایسی ہی مثنوی لکھی ہے وہ بھی مذاق صحیح نہین رکھتی۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ میر نہ صبا۔ دو مین کوئی صاحب بھی علم صید سے واقف نہ تھے۔ پس اُنکی اس قسم کی مثنویان کیا لطف سخن پیدا کرسکتی ہین ان دونون اُستادون کی شکاری مثنویان غایت صید افگنی سے مطلق خبر نہین دیتی ہین اور نہ اُن سے کسی علمی مسئلہ کی تحقیق ظہور مین آتی ہے اگر صید افگنی سے مجرد شیر و شغال کی جان لینی مراد ہے تو یہ مثنویان خوب ہین۔ مگر ارباب واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ شکار علمائے با مذاق کا کام ہے۔ اس کام کے کرنے والے سر سموئیل بیکر سنڈرسن اسٹرنڈیل بالڈون کیمبل ایس کوکسن وغیرہ وغیرہ گذرے ہین یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے صاحب علم اور صاحب تحقیق تھے۔ بلا شبہہ انکی تصنیفات حضرات اہل علم کے ملاحظہ کے قابل ہین اور وفور فوائد سے معمور ہین جس نے ان مصنفون کی تصنیفون کو بغور پڑھا ہوگا اور اُنکی ہدایتون کے مطابق شغل

صید افگنی کو ملحوظ رکھا ہوگا اُسے میر اور صبا کی شکاری مثنویون سے کیا حظ حاصل ہو سکتا ہے
ان مثنویون مین علم ریاضی علم حیوانات علم نباتات علم معدنیات وغیرہ وغیرہ کا کوئی مسئلہ نظر نہین
آتا جتنے بیانات ہین فطرت خداوندی سے کوئی علاقہ نہین رکھتے - کوئی بات تعلیم تعلم کی
کہین پر دکھائی نہین دیتی - البتہ بدمذاقی کے ساتھ جگہ جگہ نواب اودھ کی تعریفین پائی جاتی
ہین - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنویان مجرد مدحت سرائی کی غرض سے لکھی گئی ہین انکو تحقیق
و تدقیق مسائل علمیہ سے کیا علاقہ - یہ بھی امر قابل لحاظ ہے کہ چونکہ یہ مثنویان درباری رنگ
رکھتی ہین انمین وہ لطف کلام زینہار نہین پایا جاتا ہے جو امرأ القیس کے قصیدہ لامیہ کے
ان معدودہ اشعار سے اُٹھتا ہے جنمین اپنی صید افگنی کے حالات کو حوالۂ قلم کرتا ہے حضرات
ناظرین راقم کی تحریرات سابق کو ملاحظہ فرمائین اُنکے اعادہ کی یہان حاجت نہین ہے -

مومن خان - اُستاد مومن کی کلیات مین چھ مکمل مثنویان دیکھی جاتی ہین - یہ سب کی سب مثنویان
تمامتر داخلی شاعری کا رنگ رکھتی ہین اِس اعتبار سے ان مثنویون کو میر تقی صاحب کی مثنویون کی قسم
کے ساتھ اتحاد حاصل ہے مگر انداز کلام کا جو فرق ہے وہ وہی ہے جو اُن دونون اُستادون کی غزل سرائیون
مین محسوس ہوتا ہے مومن خان کی مثنویان دقت انگیز پیرایہ رکھتی ہین اِس نامطبوع انداز سے میر صاحب کی مثنویان
تمامتر بری ہین - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مومن خان بالقصد مضامین داخلی کو ایسی دشوار
بندش دیتے ہین کہ فہم کو ایذا لاحق ہوتی ہے - برخلاف اسکے میر صاحب اپنی دائمی کیفیت
سوز وگداز و خستگی کے ساتھ ادائے مضامین مین ایسی آسانی کی راہ اختیار فرماتے ہین
کہ اُنکے کلام کی پرتاثیری مین کسی قسم کا نقصان لاحق نہین ہوتا ہے - خیر اب حضرات
ناظرین مومن خان کی مثنویون کو بلا مقابلۂ احدے موازنہ فرمائین - فقیر کی دانست مین
اُستاد مومن کی مثنویان ہرچند زورِ طبیعت و سخن آفرینی سے خبر دیتی ہین - مگر اُن مین

مومن خان بحیثیت مثنوی نگار

اخلاقی یا تمدنی یا مذہبی مضمون کا نشان نہین پایا جاتا ہے - اُنکی کوئی مثنوی ایسی نہین دکھائی دیتی ہے جو خس برابر بھی مفید معاشرت ہو یا جس سے بال برابر بھی فائدہ عقبے مترتب ہو - اکثر مضامین عشقیہ ہین مگر وہ بھی ایسے ہی ہین کہ جن سے یا کوچہ گردی کی بو آتی ہے - یا ایسے ہین کہ سوا ے نوجوانان غیر مقید کے اُنکا گزار کسی اور کے دماغ مین ہو ہی نہین سکتا ہے - الغرض فقیر کی دانست مین مومن خان کی کوئی مثنوی مفید بنی آدم نظر نہین آتی ہے - ذیل مین اُستاد مومن کی دو مثنویون کے نسبت راقم اظہار خیالات کرتا ہے -

مثنوی پہلا جسکا سرنامہ یہ شعر ہے -

این نامہ شکایت ستم نام | با من خود گفت سال اتمام

واضح ہو کہ اس مثنوی مین اوّل مومن خان اپنی عاشق مزاجی کو بیان کرتے ہین - پھر ایک نوجوان عورت پر اپنے عاشق ہو جانے کو تحریر فرماتے ہین پھر اپنے عشق کی بدلیو کا مرقع کھینچتے ہین اسکے بعد اپنی محبوبہ سے اپنے ہی گھر مین ملاقات ہو جانے کی صورت دکھاتے ہین اور وہ اس طور پر کہ اُسکا آنا اُنکے گھر ایک شادی کی تقریب سے ہوا - یون تو ساری مثنوی غیر فطری اور بے سروپا ہے - مگر اس مقام پر بہت کچھ خلاف قرائن ہے - شادی کی تقریب مین کسی ناکدخدا عورت سے تنہائی مین ملاقات کا نصیب ہونا اس ملک ہندوستان مین بہت خلاف قیاس ہے - اس ملک مین ناکدخدا شریف زادیان اس طور پر مطلق العنان نہین رہتی ہین کہ اُن سے کوئی شخص نامحرم شادی وغیرہ کی تقریب مین بحالت تنہائی عشق بازی کی باتین کرے یہ بالکل رسم ملکی کے خلاف ہے اوّل تو اس ملک کی ناکدخدا لڑکی کیون تقریب شادی مین عاشقانہ گفتگو کا محل ڈھونڈھنے لگی - دوم یہ کہ اگر وہ ناہمواری سے ڈھونڈھے بھی تو اُسکی رشتہ مندی بیان کب اُسکو ایسا موقع ہاتھ لگنے دینگی - یہ قصہ عجیب

نام بوطا سا معلوم ہوتا ہے صاف ایسا دکھائی دیتا ہے کہ جس عورت کا مومن خان تذکرہ کر رہے ہین ہندوستان کی شریف زادی نہ تھی اور اگر تھی بھی تو شریف زادیون کے اُسکے انداز نہ تھے۔ اس جگہ آپ فرماتے ہین

ہوئی شادی ہمارے ہان اکبار
آئی مہمان وہ دولت بیدار

شرکت محفل سراپا زیب
اُسکے آنے کی ہوگئی تقریب

ایک خالی مکان مین آکر
لگگئی چھپ کے چھپ کے ڈھپ پاکر

کیا ملاقات رشک تنہائی
دمبدم تازہ حسرت افزائی

اس ملاقات کی گفتگو کو طول دیکر آپ اُسکی رخصت کو بیان فرماتے ہین پھر اُسکے مرجانے کا حال حوالہ قلم پایا جاتا ہے اِس سے صدمہ کا منتج ہونا امر طبعی ہے مگر آخر کار معشوق کے غم کا زائل ہوجانا چہ معنی دارد یہ وہ غم نہین ہے جو کبھی زائل ہو معشوق کا بدل معشوق کے ساتھ ہو نہین سکتا۔ انسان کو عشق دوبارہ نہین ہوتا ہے معشوق کے مرنے کے بعد یا معشوق سے مفارقت کے بعد پھر عشق نہین پیدا ہو سکتا ہے ایک دل ہین دو دلبر کی جگہ نہین ہوتی خواہ آن واحد مین اور خواہ آن مختلف ہین لیکن مومن خان کو معشوق اول کے مرنیکے بعد معشوق دوم ہاتھ لگ گیا پھر معشوق اول کو ایسا بھول بیٹھے کہ گویا کوئی ایسا شخص کبھی وجود ہی مین نہ تھا۔ اس نئے معشوق کے ساتھ جو معاشرت کا طور بیان کیا جاتا ہے وہ ویسا نظر آتا ہے جیساکہ عیش مزاج نوجوانون کا ہوا کرتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ مثنوی از ابتدا تا انتہا اخلاقی پایہ سے بہت گری ہوئی ہے اسکو میر تقی صاحب کی اُن مثنویون کی روحانیت سے کیا علاقہ جنکے کچھ اشعار داخل کتاب ہذا کیے گئے ہین۔

واضح ہو کہ مثنوی نگاری کے لیے داخلی شاعری کے ساتھ خارجی شاعری کی بھی

بڑی حاجت ہے مومن خان خارجی شاعری سے کوئی بہرہ نہین رکھتے تھے اس لیئے انکی مثنویان امور خارجیہ سے تمامتر معرّا ہین اُنکی مثنویون مین کہین بھی کوئی سینسری کا بیان نہین دیکھا جاتا ہے کوئی بیان ایسا نہین پایا جاتا ہے جس سے صبح شام سرما گرما برق باران جبال بحور صحرا دشت وغیرہ وغیرہ کی کچھ بھی کیفیت ظاہر ہوتی ہو - میرحسن نے جسقدر امور خارجیہ کو اپنی مثنوی مین حوالۂ قلم کیا ہے اُسکا بیسوان حصہ بھی مومن خان کی کسی مثنوی مین نہین پایا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ مجرد داخلی شاعری کا برتنے والا شاعر حسب مراد مثنوی لکھ نہین سکتا ہے ایسا شاعر اچھا غزل سرا ہو سکتا ہے چنانچہ مومن خان ایک اچھے غزل سرا ہین - مگر اچھے مثنوی نگار نہین ہین - اُنکی مثنویان صرف اُنھین اشخاص کو اچھی معلوم ہونگی جو تقاضاے مثنوی نگاری سے واقفیت نہین رکھتے ہین - ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مومن خان نے مضامین غزل اپنی مثنویون مین بھر دیتے ہین - ایسے مضامین غزل سرائی مین جو کچھ بھلے دکھائی دین مثنوی نگاری مین تو یقیناً بے محل نظر آتے ہین - کلام کے لیے موقع و محل کا لحاظ واجبات سے ہے - اگر ایسا نہوتا تو فردوسی کی یوسف زلیخا جامی کی یوسف و زلیخا سے بہتر ہوتی - لاریب فردوسی طوسی ایک بڑے رزمی شاعر تھے - مگر یوسف و زلیخا سی عشقیہ مثنوی لکھنے کے واسطے وہ مخلوق نہین ہوے تھے - المختصر مومن خان بہ حیثیت مثنوی نگار بڑے شاعر نہ تھے انکی مثنویان صرف داخلی مضامین سے بھری ہوئی ہین جو نقصان مثنوی نگاری پر دال ہے علاوہ اسکے جتنے داخلی مضامین اُنکی مثنویون مین پاے جاتے ہین اُنکو حکمت آموزی سے کوئی علاقہ نظر نہین آتا ہے - دس شعر بھی اُنکی ساری مثنویون مین ایسے دکھائی نہین دیتے ہین کہ جنمین کسی اعلیٰ قسم کے ذہنی مسائل حوالۂ قلم ہوے ہون - عموماً جتنے داخلی مضامین منظوم

کیے گئے ہین وہ ایسے ہی ہین کہ غیر محصل اور نا تعلیم یافتہ نوجوانون کی پسندیدگی کے قابل ہین - کوئی مضمون ارفع درجہ کے واردات قلبیہ سے خبر نہین دیتا ہے ایسے مضامین کسی حکیم کو تو کیا مطبوع ہو سکتے ہین معمولی درجہ کے ارباب فہم و فراست بھی اُنکی طرف رغبت نہین کر سکتے واقعی ایسی شاعری کہ جس سے تخریب اخلاق کا خوف ہو جس سے کوئی اخلاقی نتیجہ نہین نکل سکے نہ صرف ایک بیکار بلکہ قابل احتراز امر ہے - اب راقم مومن خان کی مثنوی نمبر ۲ کی نسبت ذیل مین اظہار خیالات کرتا ہے - اُسکے سرنامہ کا شعر یہ ہے -

نام این چند نالۂ پیہم	ہیچو تاریخ گشت قصۂ غم

واضح ہو کہ اس مثنوی کی نسبت بھی خیالات راقم وہی ہین جو بالا مین عرض کیے گئے لیکن اسکے اجزا کی نسبت مختصر طور پر کچھ اور بھی رائے زنی کی جاتی ہے حضرات ناظرین سے توجہ فرمائی کی امید ہے -

اِس مثنوی مین مومن خان پہلے ساقی کی طرف مخاطب ہو کر طالب بادہ ہوتے ہین اور فصل کی خوبیون کو ارشاد فرما کے ساقی کو خبر دیتے ہین کہ پھر ولولۂ عشق پیدا ہوا ہے بعد ازان معشوقون کی بیوفائی کا ذکر کر کے ایک عشقیہ داستان بیان فرماتے ہین - یہ مضامین بہت طول و بسط کے ساتھ حوالۂ قلم ہوے ہین مگر فطری خوبیون سے تمامتر معرا ہین اس مثنوی مین فصل بہار کا بیان فطرت سے سروکار نہین رکھتا - بقیہ مضامین جتنے ہین اعلی درجہ کے واردات قلبیہ سے کوئی تعلق نہین رکھتے حکیمانہ مضمون کا ایک شعر بھی دکھائی نہین دیتا اخلاق آموز کلام کی جھلک بھی اتنے اشعار مین کہین پر نظر نہین آتی کوئی جزو کلام روحانیت کی داد نہین دیتا جتنے خیالات ہین جوانانہ ہین اور جوانانہ بھی ایسے کہ کسی تعلیم یافتہ نوجوان کے دماغ مین گذر پا نہین سکتے - ان سب نامطبوع کیفیتون کے ساتھ بندش مضامین کی ترکیب

کچھ ایسی دشوار ہے کہ دماغ کو اُن سے ایذا ہوتی ہے بلکہ اِس عدم سلاست سے اور بھی زیادہ طبیعت متاذی ہوتی ہے جب مضامین مفیدکی معدومی ہر شعر مین پائی جاتی ہے یہ سب اشعار کوہ کندن و کاہ برآوردن کا حکم رکھتے ہین خیر اب راقم مضمون داستان عرض کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دہلی مین ایک نوجوان مومن نام عاشق مزاج تھا ہمیشہ حسینون کی صحبت مین لطف عیش اُٹھایا کرتا تھا مومن خان لکھتے ہین کہ ہمکو اُس سے بہت محبت تھی اتفاقاً وہ کسی عورت پر مائل ہوا اُس عورت نے بھی اُسکی طرف میلان دکھایا ایک زمانہ تک دونون مشغول عیش و عشرت رہے وہ نوجوان اُس عورت کا ایسا شیفتہ ہوگیا کہ اُسنے ہم سے بھی ملاقات ترک کی اور باوجود بڑی تلاش و تجسس کے کئی برس تک اُسکا نشان ہمین نہ ملا۔ ایک روز جی چاہا کہ سیر صحرا کیجیے مگر وہان کے سبزہ و لالہ و گل سے دل بستگی ہوئی وحشت ہمین کشان کشان دشت کیطرف لیگئی وہان ایک شخص بدحال نظر آیا جو حالت غم مین اپنے عشق کی سرگزشت بک رہا تھا دیکھا تو یہ وہی شخص مومن ہے جو ہمارا دوست تھا اور جسکی ہمکو تلاش تھی قصہ اِس مثنوی کا اسیقدر ہے مگر اسکا شاعرانہ بیان طولانی ہے اور بلاشبہہ مومن خان کے زور طبیعت و خلاقی سخن سے خبر دیتا ہے لیکن اُسی کے ساتھ لطف تناسب سے سارا بیان معرا ہے اور زیادہ قابل افسوس امر یہ ہے کہ اس عدم تناسب کے ساتھ عدم تہذیب کی قباحت بھی اُسمین لاحق ہے۔ مثالاً راقم ذیل مین کچھ اشعار درج ہذا کرتا ہے جس سے عدم تناسب اور عدم تہذیب دونون ظاہر ہوتے ہین۔

وہ منھ مین زبان کی لذتین ہائے	ظاہر حرکت سے رغبتین تھے
اپنا جو ہوا کچھ اور ارادہ	جی چاہا کچھ اس سے بھی زیادہ
پھر کیا ہی ادا سے کچھ ادائی	کس ناز سے کرتی ہاتھا پائی

پرستش کے قابل ہے تو اے کریم — کہ ہے ذات [illegible]
رہ حمد میں تیری عز و جل — تجھے سجدے کر[illegible]
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے — قلم جو لکھے اس سے [illegible]
سبھوں کا وہی دین ایمان ہے — [illegible] ہیں دل تمام اور [illegible] ردو ہے
وہ ظاہر میں ہر چند ظاہر نہیں — پہ ظاہر کوئی ایک ہی جان ہے
نہیں اس سے خالی غرض کوئی شے — وہ کچھ شے نہیں [illegible] اس سے باہر نہیں
نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں — ولیکن اسی پر ہر اک شے میں ہے
[illegible] — بن چمکتا ہے ہر رنگ میں

ذیل میں کچھ اشعار نعت عرض کیے جاتے ہیں میر حسن نے نعت ایسی لکھی ہے کہ قوت انتخاب کو [illegible] میں مقفل [illegible]

نبی کون یعنی رسول کریم — نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب — پہ علم لدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور رکھے بے رقم — چلے حکم پر اسکے لوح و قلم
ہوا علم دین اسکا جو آشکار — گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار
اٹھا کفر اسلام ظاہر کیا — بتوں کو خدائی سے باہر کیا
محمد کے مانند جگ میں نہیں — ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
یہ تھی رمز جو اُسکے سایہ [illegible] — کہ رنگ وہ یاں تک آیا نہ تھا

اسکے بعد میر حسن [illegible] سایہ [illegible] نہ تھا [illegible] نادر الکلامی ہے - اہل شوق نعت ہونے کی اور وجہیں بھی لکھتے ہیں - سبحان اللہ کیسے [illegible] منقبت امیر المومنین علیہ السلام [illegible] اشعار کو انکی مثنوی میں ملاحظہ فرمالیں - حمد و نعت کے بعد [illegible] نہیں ہمسر اسکا کوئی [illegible] کے اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں -

[illegible] — کہ بھائی اُکا بھائی وصی کا وصی

ہوئی جو نبوت نبی پر تمام — ہوئی النعمت اسکی وصی پر تمام

جہان شادی ... کے بے کامیاب — نبی آفتاب و علی ماہتاب

علی دین ... کہ دنیا کا سردار ہے — کہ مختار کے گھر کا مختار ہے

دیار امامت کے ... گلشن کا گل — بہار ولایت کا باغ سنبل

علی راز دار ... او نبی — خبر دار سر خفی و جلی

علی بندۂ خاص درگاہ حق — علی سالک و رہبر راہ حق

علی ولی ابن عم رسول — لقب شاہ مردان و زوج بتول

کہے یون جو چاہے کوئی پیر سے — پہ نسبت علی کو نہین غیر سے

خدا نفس پیغمبرش خوانده ست — دگر را فضیلت کجا مانده ست

یہان بات کی اب سمائی نہین — نبی و علی مین جدائی نہین

نبی و علی ہر دو نسبت بہم — دو تا و یکے چون زبان قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی — علی کا محب جنتی جنتی

نبی و علی فاطمہ اور حسن — حسین ابن حیدر یہ ہین پنجتن

ہوئی انپہ دو جگ کی خوبی تمام — انہون پر درود اور انھون پر سلام

علی سے لگا تا بہ مہدی دین — یہ ہین ایک ... نور خدائے برین

انھون سے ہے قائم امامت کا گھر — کہ بارہ ستون ... ہین یہ اثنا عشر

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہین — حساب عمل ... سے یہ بیباک ہین

ہوا یان سے ظاہر کمال رسول — کہ بہتر ہوئی ... سب سے آل رسول

واضح ہو کہ اشعار بالا کسقدر مبالغہ سے پاک ہین دوستدار ... خاندان محمد صلعم کا جیسا عقیدہ

ہونا چاہیے اس سے کوئی شعر ایک حرف برابر بھی کم و بیش نہین ہے۔ سبحان اللہ کیا شاعری ہے کہ مبالغہ سے تمامتر پاک ہین۔ درحقیقت میر حسن کی حمد و نعت و منقبت مین مبالغہ کی جھلک بھی نظر نہین آتی ہے اسکے ساتھ شاعری کا جلوہ وہی ہے جیسا کہ ہونا چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ سچی شاعری مطلق مبالغہ پردازی کی محتاج نہین ہے۔

میر حسن نے اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم کی تعریف بھی ایسی لکھی ہے کہ کیا کہنا اس سے زیادہ کیا سچی تعریف ہو سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہین۔

سلام اُنپہ جو اُسکے اصحاب ہین	وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین
خدا نے اُنھون کو کہا مومنین	وہ ہین زینت آسمان و زمین
خدا اُنسے راضی رسولؐ اُنسے خوش	علی اُنسے راضی بتول اُنسے خوش
ہوئی فرض اُنکی ہین دوستی	کہ ہین دل سے وہ جان نثار نبی

مناجات کے اشعار وِرد رکھنے کے قابل ہین اِس سے بہتر مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات کیا ہو سکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر حسن جس شے کو لکھتے ہین اُسکے مغز تک پہونچ جاتے ہین۔ پوست و استخوان و لغو و حشو سے تمامتر کنارہ کشی اختیار کرتے ہین۔

اشعار مناجات

الٰہی بحق رسولؐ امین	بحق علیؓ و باصحاب دین
بحق بتولؓ و بہ آل رسولؐ	کرون عرض جو مین ہو وہ قبول
الٰہی مین بندہ گنہگار ہون	گناہون مین اپنے گرانبار ہون
مجھے بخشیو میرے پروردگار	کہ تو ہے کریم اور آمرزگار

مری عرض ہے یہ کہ جبتک جیون / شراب محبت کو تیری پیون
سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ / یہی ہو۔ نہو اور کچھ اینچ پیچ
جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم / سوا اس الم کے نہو کچھ الم
لہے سب طرف سے مرے دل کو چین / بحق حسنؑ اور بحق حسینؑ
کسی سے نہ کرنی پڑے التجا / تو کر خود بخود میری حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجھکو رکھ / خوشی سے ہمیشہ خدا مجھکو رکھ
مری آل و اولاد کو شاد رکھ / مرے دوستون کو تو آباد رکھ
مین کھاتا ہون جسکا نمک اے کریم / سدا رحم کر اسپہ تو اے رحیم
جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ / رہو مین عزیز و مکین عزت کے ساتھ

بر آوین مرے دین و دنیا کے کام
بحق محمد علیہ السلام

واضح ہو کہ اس مناجات مین میر حسن نے اپنے آقا کو فراموش نہین کیا بحضور خداوند دو جہان بھی ادائے حق نمک مین پہلو تہی جائز نہ رکھی اس انداز کلام سے کسقدر اخلاقی تعلیم مترشح ہے پاس نمک کیا عظیم شے ہے آدمی کو ناسپاس نہین ہونا چاہیے ناسپاس دشمن خدا و دشمن بنی آدم ہوتا ہے اسی لیے اسلام شکر گزاری کا موکد ہے۔

حمد و نعت و منقبت و تعریف صحابہ و مناجات کے بعد میر حسن سخن کی تعریف زیب رقم فرماتے ہین۔ بلا قصد انتخاب دو شعر اُن کی تعریف سخن سے ذیل مین عرض کیے جاتے ہین

سخن کا سدا گرم بازار ہے / سخن سنج اُسکا خریدار ہے
رہے جب تلک داستان سخن / الٰہی رہین قدر دان سخن

اسکے بعد حضرت مصنف شاہ عالم بادشاہ کی مدح صرف چار شعرون مین ختم کرکے نواب آصف الدولہ کی مدح مین بہت اشعار حوالۂ قلم فرماتے ہین مگر اس مختصر مدح مین بڑی خوبصورتی کے ساتھ شاہ عالم اور آصف الدولہ کے فرق مراتب کو دکھلا دیتے ہین -

وہ مہر منور یہ ماہ منیر ۔۔۔ اور اُسکا یہ نجم سعادت وزیر

آصف الدولہ کی مدح ویسی ہے جیسی کہ ایشیائی شعرا لکھا کرتے ہین - مگر دو مقام اسمین قابل لحاظ ہین ایک یہ کہ ممدوح کی سخاوت کے بیان مین میرحسن یون لکھتے ہین -

سوا اسکے ہے اور یہ داستان ۔۔۔ کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جان
ہوئی کم جو اک بار کچھ برشگال ۔۔۔ گرانی سی ہونے لگی ایک سال
غریبون کا دم سا نکلنے لگا ۔۔۔ توکل کا بھی پانون چلنے لگا
وزیر الممالک نے تدبیر کر ۔۔۔ خدا کی دیا راہ مین مال و زر
محلہ محلہ کیا حکم یہ ۔۔۔ کہ باڑہی سے اس غم کے کھولین گرہ
یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیے ۔۔۔ کئی لاکھ لاکھ ایک دن مین دیے
یہ لغزش پڑی ملک مین جو تمام ۔۔۔ لیا ہاتھ نے اُسکے گرتون کو تھام

ان اشعار کی حکمت آموزی مین کیا گفتگو ہوسکتی ہے اسکی تمدنی خوبیان محتاج بیان نہین ہین - اس صدی کے شایستہ حکمران بھی اگر کرین گے تو اتنا ہی کرینگے ہوشیار سے ہوشیار گورنمنٹ اس سے زیادہ کچھ نہین کرسکتی ہے - سخاوت کی تعریف مین کمتر کسی شاعر نے ایسا بکار آمد مضمون حوالۂ قلم کیا ہے - دوسرا مقام قابل لحاظ یہ ہے کہ شجاعت کے بیان مین حضرت مصنف ممدوح کے مذاق شکار کا ذکر فرماتے ہین - حقیقت یہ ہے کہ مذاق شکار بڑی سپاہی مزاجی سے خبر دیتا ہے - افسوس ہے کہ ہم مسلمانان ہند خاصکر سلاطین ہمارے اسکا مذاق بالکل جاتا رہا

اگر یہ مذاق ہمارے ہم وطنون کو باقی رہتا تو یہان کے نوجوانون کو ایسی مہمل چیزون کی طرف میلان نہ ہوتا کہ جن سے قویٰ غارت ہو جاتے ہین خیالات پست ہو جاتے ہین چستی اور چالاکی جاتی رہتی ہے اور ہر طرح کی کاہلیان لاحق ہو جانے سے وہ نہ دنیا اور دین کے رہتے ہین

اللھم احفظنا من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا وارحمنا یا ارحم الراحمین -

مدح نواب کے بعد میر حسن اپنی مثنوی کو عجز و انکسار کے ساتھ پیشکش ممدوح فرماتے ہین - اور عذر تقصیر ایک خوش اسلوب پیرایہ شاعری مین بجالاتے ہین مصنف کا عجز و انکسار و عذر سب کا سب فطری سلاست سے معمور ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت مصنف ایک بڑے نیچرل شاعر تھے جیسا کہ آیندہ ظاہر ہوتا جائیگا -

اب راقم اس مثنوی کو ہر داستان پر علیحدہ علیحدہ ریویو تحریر کرتا ہے حضرات ناظرین باتمکین سے امید توجہ فرمائی ہے -

آغاز داستان

اس مثنوی کا قصہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ کسی شہر مین کوئی شہنشاہ تھا جس کے ماتحت کئی خراج گزار بادشاہ تھے اسکا ملک نہایت آباد تھا اور اسکی رعایا نہایت مرفہ حال تھی اُسے لاولدی کے سوا کوئی غم نہ تھا - اس غم سے وہ ایسا شکستہ ہو رہا تھا کہ آخر اُسنے سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرنے کا قصد کیا وزیرون نے بہت سمجھایا اور یون عرض کی کہ

فقیری جو کیجیے تو دنیا کے ساتھ	نہین خوب جانا اُدھر خالی ہاتھ

پھر اولاد کے غم کو دور کرنے کی نظر سے اس طرح عرض پرداز ہوے

مگر ہان یہ اولاد کا ہے جو غم	سو اسکا تردد بھی کرتے ہین ہم

عجب کیا کہ ہووے تمہارے خلاف
نہ لاؤ کبھی پاس کی گفتگو
بلاتے ہین ہم اہل تنجیم کو

کرو تم نہ اوقات اپنی تلف
کہ قرآن مین آیا ہے لاتقنطوا
نصیبون کو اپنے ذرا دیکھ لو

اسطرح بادشاہ کو تسلی دیکر وزرا نے نجومی رمال اور برہمن بلاے ان سبھون نے اپنے اپنے علم کی روسے بادشاہ کو اولاد کی خوشخبری دی ان طالع شناسون سے برہمن نے یون گذارش کی

مقرر ترے چاہیے ہو پسر
ولیکن مقدر سے ہے کچھ اور بھی
یہ لڑکا تو ہوگا وَلے کیا کہین
نہ آوے یہ خورشید بالاے بام
نہ نکلے یہ بارہ برس رشک مہ

کہ دیتی ہے یون اپنی پوتھی خبر
کہ ہین اس بھلے مین بُرے طور بھی
خطر ہے اسے بارھوین سال مین
بلندی سے خطرہ ہے اسکو تمام
رہے برج مین یہ مہ چاردہ

بادشاہ نے یہ کیفیت دریافت کر کے نہایت فطری انداز سے پوچھا کہ اسکی جان کا تو خطرہ تو نہین ہے ۔ تیسیر برہمن نے

کہا جان کی سب طرح خیر ہے
مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے

اس کے سننے سے

ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
کہ دنیا مین توام ہین شادی و غم

ان سب گفتگو کے بعد اہل تنجیم رخصت ہوے بادشاہ نے بڑے اعتقاد کے ساتھ خدا سے اولاد کی دعا مانگنی شروع کی جو دعا دل سے کیجاتی ہے وہ مقبول ہی ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خدا نے بادشاہ کو ایک صاحب جمال جیتا جاگتا بیٹا مرحمت فرمایا اس داستان کا خلاصہ اسیقدر ہے مگر میر حسن نے طول و بسط کے ساتھ مضامین بالا کو منظوم کیا ہے لیکن

بندش مضامین مین تناسب کلام کا بڑا لحاظ رکھا ہے - اس داستان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے تمام مضامین ایک ایشیائی بلکہ ایک ہندوستانی مسلمان بادشاہ کے معاملات ذاتی سے تعلق رکھتے ہین لاولدی کے غم مین ترک سلطنت کا خیال کمتر کسی یوروپین بادشاہ کے دماغ مین جگہ کر سکتا ہے اسکے علاوہ وزرا کا اہل تنجیم کو بلوانا اور ان سے طالع بادشاہ کی کیفیت کو دریافت کرانا بھی ہندوستانی ریاستون کے معمولات سے خبر دیتا ہے - واضح ہو کہ شاہان دہلی اور دیگر فرمانروایان ہندوستان کے دربارون سے ہمیشہ اہل تنجیم متعلق رہتے تھے اور اکثر امور اہم انہین طالع شناسون کی ہدایتون کے مطابق تعمیل پاتے تھے - اسلام کی رو سے علم نجوم و رمل وغیرہ لاشئے متصور ہین بلکہ ان پر کسی قسم کا اعتقاد رکھنا ممنوعات سے ہے - مگر چونکہ یہ سب علوم کہ درحقیقت علم کا حکم نہین رکھتے ہین - ایک عرصہ دراز سے شاہان ہنود کے زمانہ مین مروج تھے - اسلامی بادشاہون نے بھی انھین جاری رہنے دیا - یہان میرحسن نجومیون کی طالع شناسی کے حالات کو لکھکر بادشاہ کے اسلامی عقیدہ کیطرف فوراً رجوع کرتے ہین - اگر کسی ہندو بادشاہ کا معاملہ بیان کرتے تو برہمن کی پوتھی کے خلاف ہین یہ نہ کہتے -

کہا شہ نے اسپر نہین اعتبار ۔۔۔ جو چاہے کرے میرا پروردگار

سبحان اللہ حضرت مصنف چونکہ عجب شاعر واقعہ نگار ہین - ہر قدم پر تناسب کلام کو کسقدر ملحوظ رکھتے ہین اسیطرح حضرت کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی چند بیبیان تھین اس مین سے ایک حاملہ ہوئین یہ کثرت ازدواج برائے خود ایک ایشیائی معاملہ سے خبر دیتا ہے المختصر اس داستان مین میرحسن نے ایک حسب مراد ایشیائی بادشاہ کی پوری تصویر کھینچی ہے اجزاے داستان پر از تناسب ہین اور حضرت مصنف کی بڑی قابلیت

شاعری سے خبر دیتے ہین وہ جزو داستان جسمین نجومی رمال اور برہمن کے معاملات حوالۂ قلم ہین بہت قابل لحاظ ہے - یہ ایک پورا فوٹو ہندوستان کے مختلف طالع شناسون کا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو ایسے فن والون کے حالات سے بھی کافی اطلاع تھی

داستان تولد ہونے شاہزادۂ بینظیر کی

اس داستان مین بادشاہ کے بیٹا پیدا ہونے کا بیان ہوا ہے - ایسی خوشی کی تقریب مین ہندوستانی سلاطین کے محلون مین کیونکر خوشی رچائی جاتی ہے - اسکی پوری تصویر میر حسن نے کھینچی ہے ساقی نامہ کے رنگ کے دو شعر لکھکر حضرت مصنف لکھتے ہین کہ جب نو مہینے گزرے تو ایک فرزند صاحب جمال پیدا ہوا - خواصون اور خواجہ سراؤن نے بحضور بادشاہ حاضر ہوکر نذرین گزرانین اور وارث تاج و تخت پیدا ہونے کی مبارکبادین دین - جب بادشاہ کو یہ مژدہ پہونچا بادشاہ نے جانماز بچھا کر بہت کچھ سجدہ شکر ادا کیا اور کہا کہ اے بے نیاز - ؎ تجھے فضل کرتے نہین لگتی بار ؎ نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

اسکے بعد خواصون اور خوجون کی نذرین قبول فرماکر اُنھین خلعت و زر بخشا - بعد ازان جشن کا حکم دیا - ہر طرح کے ارباب نشاط حاضر ہوتے گئے اس جگہ حضرت مصنف تفصیل وار ہر قسم کے باجون کا ذکر کرتے ہین اور معاملات موسیقی سے پوری اطلاع دکھلاتے ہین - کوئی سامان طرب و نشاط کو اُٹھا نہین رکھا ہے - پھر خوشی کی تقریبون مین جو سلاطین انعامات تقسیم کرتے ہین اُسکا مشرح بیان بڑی خوش اسلوبی سے حوالۂ قلم کیا ہے - آپ فرماتے ہین -

دیے شاہ نے شاہزادے کو تاتون	مشائخ کو اور پیرزادون کو گانون
امیرون کو جاگیر لشکر کو زر	وزیرون کو الماس و لعل و گہر

خواصون کو خوجون کو جوڑے دیے	پیادے جو تھے انکو گھوڑے دیے
خوشی مین کیا یان تلک زر نثار	جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار

المختصر اس داستان مین یہ خوشی کی تقریب ایسی قابلیت کے ساتھ حوالۂ قلم ہوئی ہے کہ کیا کہنا واقعی لطف بیان سے حضرت مصنف نے اس خوشی کا ایک نادر فوٹو کھینچا ہے کمال شاعری یہ ہے کہ سارے بیانات مصوری کا حکم رکھتے ہین واقعی میر حسن کی نطرت نگاری بڑے غضب کی ہے۔ ایسی تقریبون مین جو راگ رنگ اور دھوم دھام کی کیفیتین ہندوستان مین ہوا کرتی ہے۔ سبحان اللہ کس خوبصورتی کے ساتھ پیرایۂ نظم مین درآئی ہین کہ اُن کے پڑھنے سے غیر ملک کے آدمی کو اس قسم کے رواج ملکی سے بڑی صحت کے ساتھ اطلاع پیدا ہو جا سکتی ہے۔ یہی کیفیت الف لیلہ کی بھی ہے کہ ملک شام و مصر وغیرہ کے رسم و رواج اُسمین بڑی عمدگی کے ساتھ ذکر پاے ہین۔ پیدائش مولود کی کیفیت لکھکر میر حسن اُسکی چھٹی کا ذکر کرتے ہین پھر اُسکے دودھ بڑھانے کا حال ادم کرتے ہین۔ پھر جب کسنے اور زیادہ سن پایا تب اُسکے واسطے جو ایک باغ اُسکے باپ نے تیار کیا اُسکا بیان بڑی قابلیت شاعرانہ کے ساتھ داستان ذیل مین حوالۂ قلم فرماتے ہین۔ سبحان اللہ کیا حسن کلام اور تناسب بیان ہے۔

داستان تیاری باغ کے بیان مین

حضرت مصنف اس داستان مین باغ و مکان کی ایسی تصویر کھینچتے ہین کہ حسب سے ایشیائی مذاق باغ و مکان کی پوری کیفیت نمایان ہوتی ہے۔ ایشیائی سلاطین و امرا کے باغات و مکانات ایسے ہی ہوتے ہین۔ اب البتہ ہندوستان مین ترتیب باغات

ومکانات مین یورپین مذاق کو بڑا دخل ہوگیا ہے ورنہ پہلے عمائد کے باغات ومکانات اسی ڈھب سے آراستہ کیے جاتے تھے جس طرح پر اس مثنوی مین زیب رقم ہوے ہین یہ بیانات میرحسن کی بڑی قوت شاعری سے خبر دیتے ہین واقعی خارجی شاعری مین بھی اس شاعر گرامی کو بڑی قوت حاصل تھی یہ وہ قوت ہے کہ میر صاحب اور مومن خان کو فطرت نے نہین بخشی تھی جیسا کہ اُن شاعران نامی کی مثنویون سے ہویدا ہے - جاننا چاہیے کہ مثنوی نگاری کے لیے خارجی شاعری پر بھی بڑی قوت کا حاصل رہنا واجبات سے ہے اِس قوت کی عدم موجودگی سے مثنوی نگاری کے پورے حقوق ادا نہین ہوسکتے حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ اشعار ذیل مین حضرت مصنف نے کسقدر اپنی اس قوت کا اظہار فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایشیائی سلطان یا امیر کا مکان اور باغ پیش نظر ہو رہا ہے -

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ	ہوا رشک سے جسکے لالہ کو داغ
عمارت کی خوبی درون کی وہ شان	لگے جسمین زربفت کے سائبان
چھتین اور پردے بندھے زرنگار	درون پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پہ اٹکا ہوا	کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریان سر بسر	کہ مہ کا بندھا جسمین تار نظر
چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال	نگہ کو وہان سے گذرنا محال
سنہری مغرق چھتین ساریان	وہ دیوار اور در کی گلکاریان
دیے ہر طرف آئینے جو لگا	گیا چوگنا لطف اُسمین سما
وہ مخمل کا فرش اُسکا ستھرا کہ بس	بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس
رہین مخلمے اُسمین روشن مدام	معطر شب و روز جس سے مشام

چھپر کھٹ مرصع وہ اُلان مین
چمکتا دمکتا تھا ہر آن مین

زمین پر تھی اِس طور اُسکی چمک
ستارون کی جیسے فلک پر چمک

زمین کا کرون اُسکی کیا مین بیان
کہ صندل کا ایک پارچہ تھا عیان

بنی سنگ مرمر کی چوپڑ کی نہر
گئی چار سو اُسکے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُسکے سرو سہی
ذرا دور دور اُس سے سیب و بہی

کہون کیا مین کیفیت اُلبست
لگاے زمین تاک وان مے پرست

ہواے بہاری سے کچھ لہلہے
چمن سارے شاداب ور ڈہڈہے

زمرد کے مانند سبزے کا رنگ
روش پر جواہر لگا جیسے سنگ

روش کی صفائی پہ بے اختیار
گل اشرفی نے کیا زر نثار

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
کہین نرگس و گل کہین یاسمن

چنبیلی کہین اور کہین موتیا
کہین رایبیل اور کہین موگرا

کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشان
مدن بان کی اور ہی آن بان

کہین ارغوان اور کہین لالہ زار
جدی اپنے موسم مین سب کی بہار

کہین جعفری اور گیندا کہین
سمان شب کو داؤدیون کا کہین

عجب چاندنی مین گلون کی بہار
ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کیطرح چنپا کے جھاڑ
کہے تو کہ خوشبوئیون کے پہاڑ

کہین زرد نسرین کہین نسترن
عجب رنگ کے زعفرانی چمن

پڑا آب جو ہر طرف کو بہے
کہین قمریان سرو پر چہچہے

گلون کا لب نہر پر جھومنا
اسی اپنے عالم مین منہ چومنا

وہ جھک جھک کے کرنا خیابان پہ
لیے ہاتھ مین بیلچے مالنین
کہین تخم پاشی کرین گود کر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال
لب جو پہ آئینے مین دیکھ قد
خرامان صبا صحن مین چارسو
کھڑے تہر پر قاز اور قرقرے
صدا قرقرون سی بطون کا وہ شور
چمن آتش گل سے دہکا ہوا
صدا ... ڈھیریان کرکے پھول
وہ کیلون کی اور مولسریونکی چھانو
خوشی سے گلون پر سد البلبلین
درختون نے برگون کے کھولے ورق
سمان قمریان دیکھ اُس آن کا

نشے کا سا عالم گلستان پر
چمن کو لگین دیکھنے بھالنے
پنیری جما دین کہین کھود کر
رہین ہاتھ جون مست گردن مین ڈال
اکڑتا کھڑے سرو کا جد نہ قد
دماغون کو دیتی ہر اک گل کی بو — جب وہ
لیے ساتھ مرغابیون کے پرے — پندرہوین
درختون پہ بگلے منڈیروا — ہے۔ اسکے
ہوا کے سبب باغ کی اس داستان مین
پڑے ہر طرف لوٹتے
لگی جائین آنکھین ہے ایام گل
تعشق کی آب ... زمت در بوستان
کہین طوطیے بولے جو کچھ ہوسکے
پڑھین بات تجھ سے ہے خزان و بہار

یہان تک باغ و مکان کا حال بیان کرکے میر حسن **لطافت مین**

کا ذکر جو اس باغ مین خدمت بےنظیر کے واسطے مقرر

ایشیائی سلاطین و امرا کے محلون کی تصویر۔ صبح ہوئی تو بادشاہ نے بیٹے سے فرمایا کہ بابا
مذکور ہے یہ بھی ایک ایشیائی شاہزادہ ہے جبکہ حمام مین گیا اُسکے بعد شاہی سواری بڑی
شاہان اسلام کے وقت مین ہوتے پھر کر بےنظیر واپس آیا تو اُسنے شب ماہ مین کوٹھے پر آرام

کھینچا ہے یہ بیان بھی خالی از نفع نہین ہے میر حسن مختلف علوم و فنون کا ذکر کر کے بے نظیر کے نتیجہ اخلاقی تعلیم کے مضمون کو بھی نہین فراموش کرتے ہین جیسا کہ فرماتے ہین۔

سوا ان کمالون کے کتنے کمال	مروت کی خو آدمیت کی چال
رزالون سے نفرت اُسے	سدا قابلون سے ہی صحبت اُسے
گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر	ہر اک فن مین سچ مچ ہوا بے نظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم مین

اِس داستان مین بادشاہ کا یہ حکم صادر فرمانا مذکور ہے کہ کل شاہزادہ سیر باغ کو جائیگا اِس سیر سے مطلب بادشاہ کا کہ شاہزادہ جب شہر ہوکر گزریگا تو شہر کی رعایا کو وارث تاج و تخت کے دیکھنے کا موقع ملیگا۔ اسکی پولٹیکل مصلحت محتاج بیان نہین ہے بادشاہ کو سیر کی اجازت دینے کی یہ وجہ ہوئی کہ جو روز شاہزادہ سیر کو نکلنے کو تھا وہ شاہزادہ کی عمر کے بارھوین سال آخر دن کے بعد کا قیاس کیا گیا تھا یعنی اہل تنجیم کے قول کے مطابق وہ دن قرار دیا گیا تھا کہ جسکے ایکدن پہلے خطرہ کی گرہ کٹ جا چکی تھی۔ مگر آئندہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کے حساب مین غلطی سرزد ہوئی تھی جس سے نتیجہ بد مترتب ہوا اور اہل تنجیم کا قول راست آیا۔ واقعہ کہ اہل تنجیم کو ہر قوم مین دخل رہا ہے البتہ اسوقت کی علم پرور قومین نجومیون کے اقوال پر نہ کچھ بہت [illegible] ہین اور نہ اُنکے فن کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہین۔ اقوام دنیا مین سب سے [illegible] لیکن انجومیون کو جھوٹا سمجھا اور اِس روسے کہ ہم انکے [illegible] اعتبار رکھتی

پیشوا حضرت رسول [illegible] پہلے اہل [illegible]	درحقیقت حال بھی یہی ہے کہ فن تنجیم کو
جیسے اہل ہند [illegible]	اسی عہد اسلام کے پہلے جتنی بہت [illegible]

قومین تھین ۔ اہل تنجیم کو قابل اعتبار جانتی تھین اور اسوقت کی بت پرست قومین بھی اُنھین اُسی عظمت کی نگاہ سے دیکھتی ہین ۔ اسمین شک نہین کہ کبھی کبھی اہل تنجیم کا قول صادق بھی آجاتا ہے مگر اُنکے اقوال ہرگز اس قابل نہین ہوتے کہ اُنپر ہمیشہ تکیہ کیا جائے جس طرح اس کہانی مین میرحسن اہل تنجیم کے قول کا صادق آنا لکھتے ہین اُسی طرح کے جولیس سینزر یعنی روم کے قیصر اول کی حکایت مندرج کتب تاریخ دیکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ قیصر مذکور سے ایک منجم نے کہا تھا کہ مارچ کی پندرھوین تاریخ سے ہوشیار رہنا ۔ جب وہ تاریخ آئی قیصر کی اُس منجم سے راہ مین ملاقات ہوئی قیصر نے منجم سے کہا کہ کہو آج پندرھوین تاریخ مارچ کی ہے منجم نے کہا ہان وہ تاریخ آئی ہے مگر ابھی تک گزر نہین گئی ہے ۔ اسکے تھوڑے ہی دیر کے بعد قیصر مارا گیا اور منجم کا قول راست نکلا ۔ بہر حال اس داستان مین میرحسن نے ساقی نامہ کے اشعار ذیل خوب لکھے ہین ۔

پلا ساقیا مجھ کو اک جام مُل ۔۔۔ جوانی پہ آیا ہے ایام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان ۔۔۔ کہ گل پنج روز ست در بوستان
ثمر ہے بھلائی کا گر ہو سکے ۔۔۔ شتابی سے بوئے جو کچھ بو سکے
کہ رنگ چمن پر نہین اعتبار ۔۔۔ یہان چرخ مین ہے خزان و بہار

داستان حمام مین نہانے کی لطافت مین

اس داستان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صبح ہوئی تو بادشاہ نے بیٹے سے فرمایا کہ بابا نہا دھو کر سیر کے لیے تیار ہو حسب حکم شاہ بےنظیر حمام مین گیا اُسکے بعد شاہی سواری بڑی تیاری سے نکلی ۔ جب سیر سے پھر کر بےنظیر واپس آیا تو اُسنے شب ماہ مین کوٹھے پر آرام

کرنے کی خواہش ظاہر کی بادشاہ نے اجازت دی۔ مگر وہ رات عرصۂ دوازدہ سال کے اندر پڑتی تھی لیکن حساب کی غلطی کے باعث اسکی خبر بادشاہ کو نہ تھی جب بے نظیر نے کوٹھے پر آرام کیا۔ ہونے والی بات جو ہونے کو تھا ظہور مین آیا۔ پھر احتیاط کی سے کوئی کام نہ نکلا۔

ومن المکتوب لامفر ولامہرب۔

یون تو میر حسن کا کوئی شعر لطف شاعری سے نہین ہوتا۔ مگر اس داستان کے دو جزو اس جگہ قابل داد ہین۔ اول بے نظیر کا حمام مین غسل کرنا۔ دوم سواری کی تیاری یہ دونون جزو خارجی شاعری کے بڑے کمال سے خبر دیتے ہین۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ حقیقت یہ ہے کہ جبتک خارجی شاعری پر اتنی قدرت نہو شاعر کو مثنوی نگاری کا قصد نہین کرنا چاہیے واقعی میر حسن ہمارے ہندوستان کے شکسپیر ہین جو خارجی اور داخلی دونون شاعریون پر یکسان قدرت رکھتے ہین اگر اردو مین ڈراما نگاری ہوتی تو ہندوستان مین میر حسن ہی کالیداس کے ہم پلہ اس صنف شاعری کے اعتبار سے نکلتے۔ بہر حال اب حضرات ناظرین پہلے کیفیت حمام کے بیان پر توجہ فرمائین۔ حضرت مصنف فرماتے ہین۔

ہوا جب کہ داخل وہ حمام مین	عرق آگیا اُس کے اندام مین
تن نازنین نم ہوا اُس کا کل	کہ جیسے طرح ڈوبے ہے شبنم مین گل
پرستار باندھے ہوے لنگیان	مہ و مہر سے طاس لیکر وہان
لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن	ہوا ڈھلڈھلا آب سے وہ چمن
نہانے مین یون تھی بدن کی دمک	برسنے مین بجلی کی جیسے چمک
لبون پر جو پانی پڑا سر بسر	نظر آئے جیسے دو گلبرگ تر
ہوا قطرۂ آب یون چشم بوس	کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر یہ اعجاز حسن ٹپکنے لگا اُس سے انداز حسن
گیا حوض مین جب شہ بے نظیر پڑا آب مین عکس ماہ منیر
وہ گورا بدن اور بال اُسکے تر کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
نمی سے تھا بالون کا عالم عجب نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس سے شب
کہون اُسکی خوبی کی کیا تجھسے بات کہ جون بھیگتی جائے صحبت مین رات
زمین پر تھا اک موجۂ نور خیز ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز
زمرد کے لے ہاتھ مین سنگ پا کیا خادمون نے وہ آہنگ پا
ہنسا کھلکھلا وہ گل نو بہار لیا کھینچ پانوٗن کو بے اختیار
عجب عالم اُس نازنین کا ہوا اثر گدگدی کا جبین پر ہوا
ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے ہوے جی سے قربان چھوٹے بڑے
دعائین لگے دینے بے اختیار کہا خوش رکھے تجھکو پروردگار
کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی مبارک تجھے روز و شب کی خوشی
نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل
کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ اُٹھا کھیس لاے اُسے ہاتھون ہاتھ
نہا دھو کے نکلا وہ گل اس طرح کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

اہل انصاف جو کچھ اِس فطری شاعری کی داد دین بجا ہے بعد غسل کرنے کے بے نظیر نے جو پوشاک پہنی اور جس طرح زیورات سے آراستہ کیا گیا اُسکا بیان بھی ایک ایشیائی شاہزادہ کے تمامتر حسب حال ہے خوف طوالت سے راقم حضرت مصنف کے اُن اشعار کو یہان درج نہین کرتا ہے ۔ دوسرا فوٹو جو حضرات ناظرین کے قابل توجہ ہے یہ ہے کہ میر حسن

بڑی خوبی کے ساتھ بادشاہ اور بادشاہزادے کی سواری کی تیاری اور روانگی کو بیان فرمائے
ہین - یہ بیان ایسا ہے کہ جسمین خس بھر بھی مبالغہ یا جھوٹ کو لگاؤ نہین ہے لاریب میرحسن کے
بیانات رسم ورواج ملکی سے نہایت صحت کے ساتھ خبر دیتے ہین جس داستان مین دیکھیے کچھ نہ
کچھ ملکی بیانات ایسے ہین کہ تمامتر اہل مذاق کی پسندیدگی کے قابل ہین - یہی کیفیت کتاب
الف لیلہ کی ہے کہ اُسمین چند اسلامی ملکون کے مراسم وغیرہ نہایت عمدگی کے ساتھ اندراج
پائے ہین - اہل واقفیت الف لیلہ کی نسبت لکھتے ہین کہ بہت سے مضامین رسم ورواج
اُس کتاب مین ایسی خوبی کے ساتھ درج پائے ہین کہ سیاحون کو بھی اُن سے ایسی صحت کے
ساتھ مطلع ہونیکا موقع نہین ملا ہے اسی طرح اِس مثنوی مین بھی بہت سے ملکی معاملات
ایسی عمدگی کے ساتھ لکھے گئے ہین کہ اُن سے بہتر بیان صورت امکان نہین رکھتا ہے بڑے
بڑے شاہان دہلی کی سواریان جس طور پر نکلتی تھین اُسکی پوری تصویر اشعار ذیل مین نظر آتی ہے
فقیر کی دانست مین یہ بیان ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور ایسے سین کو پیش نظر کرتا ہے کہ
جس سے اکبر جہانگیر شاہجہان اور عالمگیر کے زمانے آنکھون مین گھوم جاتے ہین -

نکل گھر سے جسدم ہوا وہ سوار
کیے خان گوہر کے اُس پر نثار
زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب مین دھوم
برابر برابر کھڑے تھے سوار
ہزارون ہی تھی ہاتھیون کی قطار

سواری شاہزادہ بے نظیر جانب باغ

سنہری روپہلی وہ عماریان
شب و روز کی سی طرح داریان
چمکتے ہوے بادلے کے نشان
سوارون کے غٹ اور بانونکی شان

ہزاروں ہی اطراف مین پالکی
جھلابور کی جھلکی تا لکی

کہاروں کی زربفت کی کرتیان
اور اُنکے بنے پانوُن کی پھرتیان

بندھین پگڑیان طاش کی سراوپر
چکاچوند مین جس سے آوے نظر

وہ ہاتھون مین سونے کے موٹے کڑے
جھلک جسکی ہر ہر قدم پر پڑے

وہ ماہی مراتب وہ سرو روان
وہ نوبت کا دولہ کی جیسے سمان

وہ شہنائیون کی صدا خوشنما
سُہانی وہ نوبت کی آوے صدا

وہ آہستہ گھوڑون پہ نقارچی
قدم با قدم با لباسِ زری

بجاتے ہوے شادیانے تمام
چلے آگے آگے ملے شادکام

سوار اور پیادے صغیر و کبیر
جلو مین تمامی امیر اور وزیر

وہ نذرین کہ جس جس نے تھین گذرانیان
شہ و شاہزادے کو گذرانیان

ہوے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری مین ملبس تمام

طُرق کے طرق اور رپیے کے پیے
کچھ ادھر اُدھر کچھ وڑے کچھ پرے

مرصع کے سازون سے کوتل سمند
کہ خوبی مین روح القدس سے دوچند

وہ فیلون کی اور میگڈنبر کی شان
جھلکتے وہ مقیش کے سائبان

چلے پایۂ تخت کے ہو قریب
بدستور شاہانہ نبتی جریب

سواری کے آگے سپے اہتمام
لیے سونے روپے کے عاصے تمام

نقیب اور جلودار اور چوبدار
یہ آپس مین کہتے تھے ہردم پکار

اُسی اپنے معمول و دستور سے
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

بلانو جوانو بڑھے جائیو	دو جانب سے باگین لیے آئیو
بڑھے چلے آگے سے چلتا قدم	بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
غرض سطح سے سواری چلی	کہے تو کہ دبہاری چلی
تماشائیون کا جدا تھا ہجوم	کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم
لگا قلعے سے شہر کی حد تلک	دکانون پہ تھی بادلے کی جھلک
منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در	تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر
کیا تھا زبس شہر آئینہ بند	ہوا چوک کا لطف اُن چار چند
رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ	گذرتی تھی رک رک کے ہر جا نگاہ
ہوے جمع کوٹھون پہ جون مرد و زن	ہر اک سطح تھی جون زمین چمن
یہ خالق کی سن قدرت کاملہ	تماشے کو نکلی زن حاملہ
لگا کنج سے تا ضعیف و نحیف	تماشے کو نکلے وضیع و شریف
وحوش و طیور اُس گھڑی برمحل	ٹپے آشیانون سے اپنے نکل
نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما	سو وہ آشیانے مین تڑپا کیا

حضرت مصنف بادشاہ اور شاہزادہ کی سیر سے واپس آنے اور شاہزادہ کے کوٹھے پر سونے کے حالات رقم کرنے کے بعد دنیا کی بے اعتباری مین جو شعار لکھتے ہین ذیل مین نذر ناظرین ہوتے ہین واقعی یہ اشعار آب زر سے لکھے جانے کا استحقاق رکھتے ہین

قضارا وہ دن تھا اُسی سال کا	غلط وہم ماضی مین تھا حال کا
سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم	کہ آگے قضا کے ہوا حمق حکیم
پڑے اپنے اپنے یہ سب عیش بیچ	نہ سمجھے زمانے کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یون ہی رہیگا یہ دور	نہ معلوم تھے اُس زمانے کے طور
کہ اِس بیوفا کی نئی ہے ترنگ	یہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم مین رنگ
کہ بادۂ عیش در جام ریخت	کہ بر فرق صبحش نہ صد شام ریخت
نداری تعجب ز نیرنگ دہر	کہ آرد ز یک حقہ تریاک و زہر

داستان شاہزادہ کے کوٹھے پر سونے کی اور پری کے اُڑا لیجانے کی

اس داستان مین اسیقدر بیان ہے کہ بے نظیر کوٹھے پر سوتا تھا کہ ایک پری اُسکی مفتون ہو کر اُسے پرستان مین اُڑا لیگئی مگر اس داستان مین بھی حضرت مصنف نے شاعری کا خاتمہ کر دیا ہے پہلے تو ساقی نامہ کے اشعار آبدار لکھے ہین اُنمین سے یہ شعر بہت قابل لحاظ ہے۔

جوانی کہان اور کہان پھر یہ سِن	مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دِن

بعد ازان شاہزادہ کے پلنگ کا بیان صفت راستی کے باعث نہایت مطبوع معلوم ہوتا ہے۔ ایشیائی سلاطین و امرا کے پلنگ اسی ساز و سامان کے ہوتے ہین ان اشعار مین سے پلنگ کی چادر کی تعریف کا یہ شعر نہایت قابل تحسین و آفرین ہے۔

کھنچی چادر اک اُسپہ شبنم کی صاف	کہ ہو چاندنی اُس صفا کی غلاف

خوف طوالت سے راقم اختصار پر اکتفا کرتا ہے ورنہ اور بھی اشعار اس جگہ درج کرنے کے قابل تھے۔ واقعی حضرت مصنف کی شاعری کے کمالات کچھ ایسے نظر آتے ہین کہ

بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ہر شعر پر ریویو لکھیے - بہر حال منجملہ بہت سے کمالات کے حضرت مصنف کے چند کمالات بہت کچھ قابل توجہ ہین - اول یہ کہ جہان صنعت تشبیہ کو دخل فرماتے ہین وہان تشبیہ کا ایسا انداز دیکھا جاتا ہے کہ دل کو تشبیہون سے نفرت پیدا ہونے کے عوض اُنکی طرف رغبت ہوتی ہے تشبیہون کا استعمال خوش مذاقی کے ساتھ ہر شاعر کا کام نہین ہے نہایت جائے تعجب ہے کہ میر حسن کثرت سے استعمال تشبیہات فرماتے ہین اور اُنکی سب تشبیہات خوش آیند معلوم ہوتی ہین بلکہ اکثر تشبیہات تو ایسی ہوتی ہین کہ اُنکی جدت خوش مذاقی لطافت اور صفائی کی تاثیر سے روح کو ایک حیرت انگیز تلذذ نصیب ہوتا ہے اُنکی تشبیہات کے اسقدر مطبوع ہونے کا ظاہر اسبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہات مین بھی وہ فطرت کی راہ سے انحراف نہین فرماتے ہین - یہ ایک خاص بات ہے جو ہر شاعر کو نصیب نہین ہوتی - دوم یہ کہ اُنکے استعارات اُنکی تشبیہات کی طرح فطری انداز کے ہوتے ہین اور کبھی احاطۂ فطرت سے باہر نہین جاتے - سوم یہ کہ اُنکی مبالغہ پردازی جادۂ فطرت سے دور نہین پڑتی ہے اسلیے اُنکے مبالغے مبالغہ کی طرح نفرت انگیز نہین ہوتے چہارم یہ کہ سلسلۂ بیان ایسا فطری ہوتا ہے کہ نفس ذہن کو اُس سے آسائش نصیب ہوتی ہے - پنجم یہ کہ کلام مین ہر جگہ تناسب موجود رہتا ہے - یہ وہ صفت ہے کہ اس صفت کے بغیر نہ حسن ظاہری اور نہ حسن باطنی کا وجود ممکن ہے - ششم یہ کہ اُن کا کوئی بیان بغیر کسی مارل یعنی نتیجۂ اخلاقی کے نہین ہوتا - چنانچہ اس داستان کا آخر شعر بھی مارل سے خالی نہین ہے - جیسا کہ فرماتے ہین -

کبھی خوش ہے دل اور کبھی دردمند
زمانے کا جیسے ہے پست و بلند

داستان حالت تباہ کرنے ماں باپ کی شاہزادے کے غائب ہونے سے

یہ داستان داخلی اور خارجی دونون صنف شاعری پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مصنف نے شاہزادہ کے غائب ہونے سے جو کیفیت محل والون کی ہوئی خوب منظوم فرمائی ہے۔ لاریب اُنکی خوبی بیان سے تحیر و غم کی تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے اس بیان مین غم کرنیوالون کی ظاہری اور باطنی دونون انداز بڑی تبعیت فطرت کے ساتھ حوالۂ قلم ہوئے ہین۔ بلاشبہہ یہ بیان داخلی اور خارجی دونون شاعریون کا ایک عمدہ مجموعہ ہے اشعار ذیل محلسرا کی حیرت زدہ اور غمزدہ عورتون کا ایک پورا فوٹو دکھا رہے ہین۔ سبحان اللہ کیا قادر الکلامی ہے آفرین صد ہزار آفرین

کرون حال ہجران زدون کا رقم — کہ گزرا جدائی سے کیا ان پہ غم
کھلی آنکھ جو ایک کی وان کہین — تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہین
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو — نہ وہ گل ہے اُس جا نہ وہ اُسکی بو
رہے دیکھ یہ حال حیران کار — کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی — کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی — کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو — گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
کوئی رکھ کے زیر زنخدان چھڑی — رہی نرگس سا کھڑی کی کھڑی
رہی کوئی اُنگلی کو دانتون مین داب — کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال
طمانچوں سے جوں گل کیے سرخ گال

اسکے بعد جب بادشاہ کو شاہزادہ کے گم ہونے کی خبر پہونچی تو بادشاہ و بادشاہ بیگم کا کیا حال ہوا اسکی فطری تصویر حضرت مصنف یوں کھینچتے ہین۔

سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
گرا خاک پر کہہ کے ہاے پسر
کلیجہ پکڑ مان تو بس رہ گئی
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

اس جگہ پر باپ اور مان کے غم کا فرق کس خوبصورتی کے ساتھ دکھلایا ہے سبحان اللہ کیا فطرت نگاری ہے۔ حضرت مصنف اسکے بعد بادشاہ بیگم کا کوئی ذکر نہین فرماتے ہین ظاہر ہے کہ عورت مین اتنی قدرت کہان کہ ایسی آفت مین تفتیش حالات کر سکے۔ بیٹے کے صدمہ سے اُسے عموماً چپ لگ جاتی ہے یہ کام مرد کا ہے چنانچہ بادشاہ نے دریافت حقیقت کی طرف توجہ کی جیسا کہ اشعار ذیل سے نمایان ہے۔ الحق یہی چیزین ہین کہ سچے شاعر کے سوا کسی کو نہین آتین۔

ہوا گم وہ یوسف پڑی یہ جو دھوم
کیا خادمان محل نے ہجوم
کہا شہ نے وان کا مجھے دو پتا
عزیزو جہان سے وہ یوسف گیا
گئین لے وہ شہ کو لب بام پر
دکھایا کہ سوتا تھا یان سیمبر
یہی تھی جگہ وہ جہان سے گیا
کہا ہاے بیٹا تو یان سے گیا
مرے نوجوان مین کدھر جاؤن پسر
نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحر غم مین ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے
کرون اس قیامت کا کیا مین بیان
ترقی مین ہر دم تھا شور و فغان

اسکے بعد اس خبر کے شہر مین مشہور ہونے کا بیان ہے پھر جس باغ مین بے نظیر

رہا کرتا تھا اُسکے بے رونق ہو جانے کی کیفیت نہایت شاعرانہ مذاق کے ساتھ تحریر ہے ہر چند حضرت مصنف نے ویرانی باغ کے مضمون کو شاعرانہ پیرایہ مین طول دیا ہے مگر کہین پر فطرت کی باگ ہاتھ سے نہین چھوڑی ہے تشبیہات استعارات اور مبالغہ پردازیون مین تمامتر فطرت کا رنگ عیان ہے۔ لاریب بے رونقی باغ کا مضمون نہایت فطری انداز رکھتا ہے حالت غم مین مکان و باغ کی صورت ایسی ہی دکھائی دیتی ہے جیسا کہ حضرت مصنف نے ضبط تحریر فرمایا ہے۔ مولانا حالی سلمہ اللہ تعالی فرماتے ہین ؎

اُنکے جانے سے ہوئی اور ہی گھر کی صورت	نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

حضرت ازل اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ کا یہ مطلع بھی مطلع بالا کا فطری رنگ رکھتا ہے

؎ بغیر یار بہار گل ہے خار آنکھون مین	کھٹک رہی ہے چمن کی بہار آنکھون مین

اس داستان کے آخر مین وزرا کا بادشاہ کو سمجھانا مذکور ہے اس فہمایش مین حضرت مصنف نے حسب معمول کچھ مارل اشعار حوالہ قلم فرمائے ہین اور یہ بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ دکھادیا ہے کہ کسی حال مین دنیا کے کام بند نہین ہوتے۔ ہزار آفت کیون نہ آئے دنیا جس طور پر چلا کی ہے چلا کرے گی۔ ملولفہ

خدا کی خدائی ہمیشہ رہے گی	جو ہوتا رہا ہے وہ ہوتا رہیگا

ذیل مین حضرت مصنف کے اشعار نذر ناظرین ہوتے ہین۔

وزیرون نے دیکھا جو احوال شاہ	کہ ہوتی ہے اب اسکی حالت تباہ
کہا گو جدائی گوارہ نہین	ولیکن خدائی سے چارہ نہین
نہین خوب اتنا تمھین اضطراب	نصیبون سے شاید ملے وہ شتاب
خدا جانے اب اسمین کیا بھید ہے	یہ کہتے ہین جیتون کو امید ہے

خدا کی خدائی تو معمور ہے	غرض اُسکے نزدیک کیا دور ہے
نہین ایک صورت پہ کوئی مدام	اُسی کی غرض ذات کو ہے قیام
یہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر	بہر نوع رہنے لگے یک دگر
لٹایا بہت باپ نے مال و زر	ولیکن نہ پائی کچھ اُس کی خبر

داستان پرستان مین لیجانے کی

واضح ہو کہ میر حسن اب ایک ایسا قصہ لکھتے ہین کہ جو ہمارے علم محسوسات سے باہر ہے یعنی اس داستان ہین حضرت مصنف پری اور پرستان کا ذکر فرماتے ہین - یہ ظاہر ہے کہ واقعات کے رو سے کوئی ایسا معاملہ کسی بنی آدم کو پیش نہین آیا ہے - تاریخ وسیر و آثار و اخبار وغیرہ مین کہین نہین دیکھا جاتا ہے کہ کسی نے کبھی پری دیکھی ہو یا کوئی پری کبھی آدمی کو پرستان مین اڑا لے گئی ہو اس طور کے غیر معمولی بیانات صرف فسانہ اور شاعری کی تصانیف مین دیکھے جاتے ہین - لیکن ایسے بیانات کو غایت شائستگی کی بنا پر مذموم نہین سمجھنا چاہیے یہ بیانات اس غرض سے حوالۂ قلم نہین کیے جاتے ہین کہ لوگ اُنھین قرین واقعات سمجھین اُن سے مجرد فسانہ گوئی اور شاعری کی غرضین متعلق رہتی ہین ہر خواندہ آدمی جانتا ہے کہ ایسے بیانات فسانہ نگارون اور شعرا کی قوت تخئیل کے نتائج ہوتے ہین کون آدمی ہے جو شکسپیر کے اُس پلے کو پڑھ کر جس کا نام مڈسمر نائٹس ڈرم (Midsummer Nights Dream) ہے - نہین سمجھتا ہے کہ اُسمین پریون کا جو ذکر ہے وہ مجرد اُس شاعر عدیم المثال کی قوت تخئیل کا نتیجہ نہین ہے یا ہملیٹ (Hamlet) مین جو بھوت کا مذکور ہے وہ شاعرانہ

بیان نہین ہے یا ایلیڈ اینیڈ وغیرہ مین جو کثرت کے ساتھ دیوتاؤن کی کارروائیان اور دیگر عجائبات مندرج ہین وہ سب کے سب ایسے ایجادات شاعرانہ نہین ہین کہ جنکو اس وقت مین کوئی شخص امور واقعی مانتا ہے اسی طرح الف لیلہ مین جو پریون کی حکایات ہین وہ تخئیلی بیانات نہین ہین یا مور ([illegible]) شاعر انگریزی نے جو ایک پری کا فسانہ منظوم کیا ہے وہ فسانہ نہین ہے پس مجرد اس بنیاد پر کہ ایسے قصے قرین واقعات نہین ہین - اہل مذاق اُنسے نفرت نہین کر سکتے - ایسے قصے قابل گرفت تب ہی سمجھے جاتے ہین جب اُنکے بیانات مین تناسب کی خوبی ندارد ہوتی ہے یہ وہ خوبی ہے کہ جسکی عدم موجودگی سے ہر کلام ذلیل اور بے لطف معلوم ہوتا ہے - پری دیو اجنات خبائث وغیرہ کے وہی قصے قابل تنفر ہین جنکے بیانات مین تناسب نہین پایا جاتا ہے شکسپیر ہومر ورجل مور فردوسی بالمکی کالی داس صاحب الف لیلہ وغیرہ ایسے مصنفین ہین کہ پہلے بھی اُنکی توقیر ہوا کی ہے اور آئندہ بھی ہوا کریگی - یہ محض تنگ چشمی کی بات ہے کہ کوئی شخص شکسپیر یا ہومر یا صاحب الف لیلہ کو نیچی نظر سے دیکھے - حال کی شایستگی نہ اسکی مقتضی ہے نہ آیندہ کی شایستگی اسکی مقتضی ہوگی - ایسی تنگ چشمی کا عارضہ صرف اُنھین حضرات کو لاحق دیکھا جاتا ہے جن کی وسعت نظر بہت کم ہے اور اس کمی وسعت نظر کے ساتھ اپنے کو بلند نگاہ بالا بین و حقیقت آگاہ سمجھتے ہین نعوذ باللہ اس زمانہ مین شایستگی کا مرض ایسا پھیلا ہے کہ خدا تیری پناہ ایسے حضرات جہان کچھ ادھوری یورپین وضع کے پابند ہوگئے اپنے کو شایستہ سمجھنے لگے اگر ظاہری وضع نہ بھی بدلی تو اپنے تئیں خیالات کو عین حکما و علماے یورپ کے خیالات جاننے لگے - یہ مرض طاعون چیچک ہیضہ سیاہ بخار وغیرہ سے زیادہ مضر قوم ہے اور کیون نہو جبکہ ایسے لوگ زبان و علوم یورپ سے بے بہرہ رہ کر فضل و کمالات یورپ کی راہ کے

خضر اپنے کو تبلاتے ہین۔

اڑا کان الغراب دلیل قوم	سیہدیہم طریق الہالکین

المختصر ایسے قصے جنہین دیو پری وغیرہ کے بیانات مندرج پائے جاتے ہین تب ہی مذموم سمجھے جاسکتے ہین جب اُنمین تناسب کی خوبی نہین پائی جاتی ہے۔ اب حضرات ناظرین میرحسن کے حُسن بیان کی طرف توجہ فرمائین اس شاعرلاجواب کا انداز سخن زیبا ایسا نہین ہے کہ اُس سے چشم پوشی کیجاے۔ سبحان اللہ تناسب کلام ایسا ہے کہ اہل مذاق سے طلب داد مین کبھی ناکام نہین رہتا حضرت مصنف اس داستان مین اشعار ساقی نامہ کے بعد پہلے بے نظیر کو پرستان مین اُڑا لیجانے کے مضمون کو یون حوالہ قلم فرماتے ہین

اُڑی جو پری وان سے لیکر اُسے	اُتارا پرستان کے اندر اُسے

اسکے بعد پرستان کی کیفیت بیان فرماتے ہین۔ ظاہر ہے کہ پرستان کو نہ میرحسن نے دیکھا تھا اور نہ آج تک کسی بنی آدم نے دیکھا ہے اِس سے پرستان کا بیان سوا اسے خیالی ہونے کے اور کیا ہوسکتا ہے مگر حضرت مصنف کا یہ بیان بھی قابلیت شاعرانہ سے خالی نہین ہے۔ ہر شعر اچھی فکر پر دال ہے اور حسب مراد قوت تخیل سے خبر دیتا ہے کچھ شعر ذیل مین درج کیے جاتے ہین۔

وہان ایک تھا سیر کا اُسکے باغ	کہ جسکے گلون سے ہو تازہ دماغ
ریاحین و گل اُسمین انواع کے	طلسمات کل اُسمین انواع کے
طلسمات کے سارے دیوار و در	نہ بان کیسے کوٹھے نہ بان کیسے و
نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر	نہ سردی نہ گرمی کا اُس مین خطر
کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق	نظر آوے وہ چیز بالاے طاق

جواہر کے ذی روح وحش وطیور | خراماں پھریں صحن مین دور دور
پھریں دن کو سالے وہ حیوان ہو | کریں رات کو کام انسان ہو

اس خیالی بیان باغ کے بعد بےنظیر کے پلنگ کا اُس باغ کے بنگلہ مین لایا جانا مذکور ہے۔ وہ تو عالم خواب مین تھا۔ جب بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے اور کیا اُس پر گزری ہے، اشعار ذیل سے ظاہر ہوگا ۔

قضارا کھلی آنکھ اُس گل کی جو | نہ پائی وہان شہر کی اپنے بو
نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا | تعجب سے اک ایک کو تکنے لگا
اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو وان | لگا کہنے یارب مین آیا کہان
زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ | ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

اس فطرتی بیان کے بعد حضرت مصنف فرماتے ہین ۔

سرہانے جو دیکھی مہ چار دہ | کہ ہے اجنبی سی وہ اک رشک مہ
کہا کون ہے تو یہ کسکا ہے گھر | لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر
پھرا منہ کو لے اور اُدھر سے نقاب | دیا اُس پری نے یہ ہنسکر جواب
خدا جانے تو کون مین کون ہون | مجھے بھی تعجب ہے مین کیا کہون
پر اب تو تو مہمان ہے میرے گھر | لے آئے ہین تجھ کو قضا و قدر
یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہین | پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہین

اسکے بعد اخفا کو بے ضرورت سمجھکر پری بےنظیر کو حقیقت حال سے یون آگاہ کر دیتی ہے،

ترے عشق نے مجھکو شیدا کیا | ترا غم مرے دل مین پیدا کیا
چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار | یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

پری ہون مین اور یہ پرستان ہے	یہان سب یہ قوم نبی جان ہے

اسکے بعد حضرت مصنف صحبت نا جنس کی کیفیت یون رقم فرماتے ہین ۔

کہان صورت جن کہان شکل انس	غرض قہر ہے صحبت غیر جنس
پری کو ہوئی شادی اس مہ کو غم	پہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم
کبھی یون بھی ہے گردش روزگار	کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
غرض دل کو جون تون لگایا وہان	کہا اس نے جو کچھ کہا اسکو ہان
لیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس	رہے وحشیون کیطرح وہ اُداس
کبھی اشک آنکھو نمین بھر لائے وہ	کبھی سانس لیکر سکے ہائے وہ
وہ محلون کی چہلین وہ گھر کا سمان	رہے روبرو دھیان مین ہر زمان
وہ شفقت جو مان باپ کی یاد آئے	تو راتون کو رو رو کے دریا بہائے
کبھی اپنی تنہائی کا غم کرے	کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے
کرے یاد جب اپنے ناز و نعم	فغان زیر لب وہ کرے دمبدم
بہانے سے دن رات سویا کرے	نہو جب کوئی تب وہ رویا کرے
غرض اضطراب اُسکو ہر حال مین	کہ جون مرغ تڑپے نیا جال مین

اشعار بالا کی فطری خوبیان محتاج بیان نہین ہین۔ واقعی حضرت مصنف نے اس جگہ شاعری کی اچھی داد دی ہے ۔ اے حضرات ناظرین اِس جگہ پر کیا موقوف ہے انصاف یہی ہے کہ ہر جگہ پر جہان جس صنف شاعری کا موقع آیا ہے وہان اپنے کمال شاعری کا جلوہ دکھلا جاتے ہین ۔ داخلی اور یہی خارجی شاعری پر اس قسم کی قدرت صرف چند شاعران دنیا کے سوا کسی مین نہین دیکھی جاتی ہے اتنے بیانات کے بعد اُس پری کے

زندگانی کا طور یون حوالۂ قلم پایا جاتا ہے کہ ماہرخ نے بینظیر سے پوشیدہ طور پر تعلق پیدا کیا تھا اِس لیے باپ کے پاس بھی حاضری دے آیا کرتی تھی تا افشاے راز نہو جائے اِس حاضری سے جو وقت بچتا تھا اُسے بینظیر کی صحبت مین بسر کرتی تھی - مگر بینظیر روز بروز زیادہ وطن سے کاہیدہ ہوتا جاتا - ماہرخ ہر طرح کی خاطرداری کرتی تھی اور اسباب آسائش کی فراہمی مین خس بھر کمی نہین کرتی تھی لیکن ان سب کوششون سے کوئی حسب مراد نتیجہ پیدا نہین ہوتا تھا - یہ پری پریون مین نہایت ہوشیار شعور مند اور فہیم تھی بینظیر کو اس طور مبتلاے رنج و الم دیکھکر سوچی کہ اُسکی دل بستگی کا سامان کیجیے - یہ سوچ کر کہ اہل غم کو سیر ہوا خواری سے فائدہ عظیم مترتب ہوتا ہے - ایکدن شاہزادہ سے یون کہنے لگی -

کہا ایکدن اُسنے سُن بے نظیر　　مرے دام مین تو ہوا ہے اسیر
تو اک کام کر اک پہر بھر کہین　　کیا کر تلک اک سیر روے زمین
تو رک رک کے دل کو نکر اپنے بند　　پہونچے کہین تیرے جی کو گزند
سر شام جاتی ہون مین باپ پاس　　اکیلا تو رہتا ہے اس جا اُداس
یہ گھوڑا مین دیتی ہون کل کا تجھے　　ولیکن یہ دے تو مچلکا مجھے
کہ گر شہر کی طرف جاوے کہین　　و یا دل کسی سے لگاوے کہین
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا　　وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا کیونکہ مین تمکو جاؤنگا بھول　　مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول
کہا ماہرخ نے کہ تھے تیرے بخت　　کہ بخشا تجھے مین سلیمان کا تخت
جو اُترے تو کل اُسکی یون جوڑیو　　جو برعکس جاے تو وون موڑیو
زمین سے لگا اور تا آسمان　　جہان چاہیو جائیو تو وہان

اشعار بالا کہانی کی مزہ داری کے ساتھ کیسی فطرتی خوبیون سے معمور نظر آتے ہین ماہرخ شاہزادہ کو اول مضمون اسیری یاد دلاتی ہے تا وہ خود اختیار ہو کر اُس سے آزادی کی نہ لے۔ بعد ازان اُسے ایک پہر کی سیر کی اجازت دیتی ہے اور یہ اِس لیے کہ معشوق کی صحت مین خلل واقع نہو اور پھر سیر کا وقت بتاتی ہے کہ جب وہ مجبوراً باپ کی خدمت مین حاضر ہوا کرتی ہے پھر گھوڑا دیکر اُس سے مچلکا لیتی ہے پھر شاہزادہ اتنی فرصت کو بھی غنیمت سمجھکر ماہرخ کی تشفی کر دیتا ہے۔ اسکے بعد ماہرخ شاہزادہ پر اپنا احسان جتاتی ہے اور احسان جتانے کے بعد گھوڑے سے کام لینے کی ترکیب بتاتی ہے۔ سبحان اللہ کیا انداز بیان ہے۔ لاریب حضرت مصنف اُردو کے شکسپیر ہین اِس جگہ ایک امر کل کے گھوڑے کی نسبت عرض کر دینے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ سابق مین پرستان کے بیان مین یہ مذکور آچکا ہے کہ وہان طلسماتی چیزین بہت تھین پس طلسمی گھوڑے کا بھی ایسی جگہ مین موجود ہونا خلاف توقع نہین ہے۔ حضرت مصنف کی شاعری کا یہ بڑا کمال ہے کہ کوئی بات بے وجہ حوالۂ قلم نہین فرماتے ہین۔ اکثر اِس مثنوی مین یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی بات کسی جگہ پہلے فرما جاتے ہین تو دس بیس سو پچاس شعر کے بعد اُس بات کو کہنے کی وجہ ہویدا ہوتی ہے۔ یہی کیفیت شکسپیر اور صاحب الف لیلہ کی ہے کہ دور جا کر پہلے کی کہی ہوئی باتون کا سبب کھلتا ہے۔ کل کے گھوڑے کا مضمون کتاب الف لیلہ مین بھی دیکھا جاتا ہے یہ عجب نہین ہے کہ میر حسن نے اِس خیال کو اُس کتاب سے حاصل کیا ہو۔ مگر پرستان مین کل کے گھوڑے کا موجود ہو جانا زیادہ قرین پذیرائی نظر آتا ہے گو جس طور پر الف لیلہ مین کل کے گھوڑے کا بیان ہے بجاے خود عجب فطرتی خوشنمائی کے ساتھ حوالۂ قلم ہوا ہے۔

داستان گھوڑے کی تعریف مین

حضرت مصنف کی اطلاع عام بہت حیرت انگیز نظر آتی ہے۔ اطلاع عام سے مراد راقم یہ ہے کہ اپنے ملک کے ہر قسم کے امور سے اُنھین واقفیت تھی یہی کیفیت حضرت سودا کی بھی معلوم ہوتی ہے ظاہر ہے کہ بے اس طرح کی اطلاع عام کے کوئی شاعر نہ میرحسن کی سی مثنوی لکھ سکتا ہے اور نہ سودا کی طرح اصناف شاعری پر قادر ہو سکتا ہے شکسپیر کی بھی اسی رنگ کی اطلاع دکھائی دیتی ہے۔ میرحسن اور سودا کی اطلاع عام سے شکسپیر کی اطلاع عام کا فرق یہ ہے کہ یہ دونون ہندوستانی شاعر صرف ہندوستان کے معاملات اخلاق و تمدن و معاشرت وغیرہ سے خبر رکھتے تھے اور شکسپیر کو اس طرح کی اطلاع تمام معاملات یورپ سے حاصل تھی۔ یہان پر میرحسن گھوڑے کی تعریف مین ایسی باتین رقم کرتے ہین جو اہل ہند کے مذاق کے تمام تر موافق معلوم ہوتی ہے حضرت مصنف کے اس جگہ کے اشعار جلد اول مین درج ہو چکے ہین۔ اس لیے یہان پر چھوڑ دیے جاتے ہین۔ بہر کیف اس کل کے گھوڑے پر بے نظیر روز سیر کو نکلتا تھا جیسا کہ فرماتے ہین۔

یہ گھوڑا جو اُس کل کی تھا بخش کا	فلک سیر تھا نام اُس رخش کا
سر شام وہ بے نظیر جہان	اُسی رخش پر ہو کے جلوہ کنان
ہر اک طرف سے ہو گزرتا تھا وہ	وہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ
پہر جبکہ بجتا تو پھرتا شتاب	کہ پھر قہر تھا ماہ رخ کا عتاب

داستان وارد ہونے مین بے نظیر کے

باغ مین بدر منیر کے

یہ داستان الف لیلہ کے اُس قصہ سے مشابہت رکھتی ہے جسمین فارس کے بادشاہزادہ کے کل کے گھوڑے کا بیان دیکھا جاتا ہے اُس قصہ مین فارس کے بادشاہزادہ بنگالہ کی بادشاہزادی کے پاس اُسی طرح کل کے گھوڑے کے ذریعہ سے پہونچا تھا جس طرح کہ بے نظیر کا بدر منیر کے باغ مین پہونچنا اِس داستان مین بیان کیا گیا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ الف لیلہ کے قصہ مین شاہزادۂ فارس اتفاقاً بنگال کی شاہزادی کے محل کی چھت پر جا اُترا تھا۔ یہان یہ کیفیت گذری کہ ہنگام سیر بے نظیر کو اتفاقاً ایک باغ نظر پڑا جسمین ایک عمارت بلند اُسنے دیکھی اور بالقصد اُسکے کوٹھے پر اُسنے اپنے گھوڑے کو اُتارا اسکے بعد بے نظیر کا بدر منیر سے ملنا بھی الف لیلہ کے قصہ سے مشابہت رکھتا ہے مگر دونون کا فرق جو ہے وہ اخلاقی پہلو کے اعتبار سے بہت قابل لحاظ ہے۔ الف لیلہ کا قصہ بڑی عمدگی اخلاقی سے خبر دیتا ہے۔ برعکس اسکے اِس مثنوی کی کہانی جو بےنظیر اور بدر منیر کی ملاقات پر مشتمل ہے۔ اخلاقی تنزل سے خبر دیتی ہے وہان بنگال کی شاہزادی ایک شریف وضع مہمان نواز خوش خلق پاک خیال پاک کردار ناکدخدا عورت کے پیرایہ مین دکھلائی گئی ہے برعکس اسکے یہان بدر منیر کا ایسا فوٹو کھینچا گیا ہے کہ شرفا کی ناکدخدا لڑکیان یا شرفا کی عورتین خدانخواستہ اُس طرح کی ہو ہی نہین سکتی ہین۔ ظاہر یہ بڑے تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ میر حسن ایک ایسے عمدہ شاعر نے اپنی کہانی کی ہیروئن (Heroine.) کے بیان کو ایسی بدترکیبی کے ساتھ حوالۂ قلم کیا ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت مصنف نے اپنے اِس طرح کے بیان کی روسے اُس اخلاقی تنزل کی تصویر کھینچی ہے جو عہد محمد شاہ

بادشاہ دہلی کی عیاشیون کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے شاہی اخلاق کے تنزل کی مثالین انگلستان کے بادشاہ جارج سوم و جارج چہارم کے زمانہ مین بھی ہین ان بادشاہون کے زمانون مین کیا کیا اخلاقی بے عنوانیان ظہور مین نہین آئی تھین اور اب وہی دربار ہے کہ حضرت ملکہ معظمہ آنجہانی کی بدولت کسقدر دار التہذیب ہو رہا ہے - المختصر میر حسن کے ایسے بیانات بے بنیاد نہین ہین جس طبقہ کے متعلق حضرت مصنف کا بیان ہے اُس طبقہ کے اخلاقی معاملات اُسی انداز کے ہو رہے تھے لاریب ہندوستان کا ایک ناواقف شریف و وضیع آدمی ایسے بیانات عیش و تعیش کو جو چند آیندہ کے داستانون مین مندرج ہین پڑھکر منغص ہو سکتا ہے اور واقعی بات بھی منغص ہونے کی ہے مگر جاننا چاہیے کہ یہ بیانات ایک عہد کے اخلاقی حالتون کو دکھا رہے ہین اور اس رو سے ناقابل توجہ نہین ہین -

واضح ہو کہ ہرچند ان چند داستان کے بہت ہی جوانانہ پیرایہ ہین مگر جوانان صالح اُنسے فائدے بھی اُٹھا سکتے ہین اسلیے کہ حضرت مصنف بڑے نیچرل شاعر تھے اور اپنے بیانات کو مارل یعنی نتیجہ اخلاقی کے قرین کرنا خوب جانتے تھے اِس داستان مین آپ باغ و محل کا بیان حوالۂ قلم کر کے بینظیر کی نسبت ایک عجب مضمون لکھتے ہین جو تمدنی پہلو کے رو سے اِسوقت کے ہونہار نوجوانون کو بہت مفید نظر آتا ہے آپ فرماتے ہین -

لگا تکنے حیرت سے ہر ایک سو ملی جنس کی اپنی جو اُس کو بو

اے حضرات نو رسیدگان جوانی اگر آپ صاحبون کی نظر سے اس مثنوی کا یہ جزو گزرے تو بغور اس شعر کو ملاحظہ فرمائیے گا یہ عجب شعر ہے اِس سے ایک بڑی تعلیم منتج ہوتی ہے آپ ملاحظہ فرمائین کہ میر حسن پہلے بے نظیر کا پرستان مین گرفتار رہنا بیان کرتے ہین پھر پرستان مین غیر جنسیت کے باعث بے نظیر کا دل برخاستہ رہنا تحریر کرتے ہین پھر بے نظیر کا ایک ایسے

باغ مین پہونچنا جو مسکن بنی آدم تھا رقم کرتے ہین یہان پہونچکر حوا اُسے مجنسون کی بو
ملی ہم اسے ذکر کرتے ہین - یہ ذکر تمدنی جہت سے بہت قابل لحاظ ہے حضرت مصنف
کے آیندہ کے بیانات سے معلوم ہوگا کہ اِس جلنسیت کی بنیاد پر بنیظر نے ایک ناجنس کے
مقابلہ مین اپنی جنس اور اپنے رتبہ کی ایک معشوقہ کے ساتھ وصل و پیوند کرنا پسند کیا یعنی
ہر چند ماہرخ جو اُسکی عاشقہ تھی گو کسی طرح کی حسین ہوشمند فہیم اور سلیقہ مند تھی مگر اُسنے
اُس سے دل نہ لگایا جب اُسنے موقع پایا اپنی ہی جنس سے آملا - افسوس ہے اُن ہندی
نوجوانون پر جو غیر قوم کی عورتون سے وصل و پیوند کرتے ہین اور آخرکار اپنے کیے کا نتیجہ
بھگتتے ہین - اِس زمانہ مین ہندی نوجوان تعلیم کی نظر سے بہ کثرت انگلستان جاتے ہین -
وہ ملک ہندیون کے لیے پرستان کا حکم رکھتا ہے پس وہان ہزارون ماہرخون سے انکو
سامنا پڑتا ہے - تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بے نظیر کی روش اختیار کرتے ہین اُنکی
بقیہ زندگی عافیت سے کٹجاتی ہے لاریب غیر جنس کے ساتھ مواصلت کبھی صورت عافیت
نہین ہوتی ایسی مواصلت مین سوا نقصان کے کوئی فائدہ متصور نہین ہے بہ بنیاد
تجربہ نہ فائدہ مواصلت کرنے والے کو ہوتا ہے اور نہ اُسکے خاندان کو اور نہ اُسکی قوم کو
ایسی مواصلت کے نتائج یہ ہوتے ہین کہ مواصلت کرنے والے کو ایک ناجنس ساتھی
کی بدولت تمام عزیز و اقربا سے علیحدہ رہنا پڑتا ہے یعنی اکثر وہ باپ مان بہن بھائی
سب سے چھوٹ جاتا ہے اور اُسکی بقیہ زندگی خارج از خاندان کے طور پر بسر ہوتی ہے اس
طرح کی مواصلت خرچ کثیر کا سبب بھی ہوا کرتی ہے جو بہت سی حالتون مین مالی مصالح کے
خلاف متصور ہے ذاتی نقصانات کے علاوہ خاندانی نقصانات بھی ایسی مواصلت مین
بہت ہین ظاہر ہے کہ اِس سے خرابی نسل واقع ہوتی ہے مجنسون کا پیدا ہونا کبھی خاندان کو

مفید نہین ہوسکتا یہ مجنس ایسے ہوتے ہین کہ اُنکا وصل و پیوند اُنکے باپ اور مان دونون کی قوم سے
دشوار ہوتا ہے ابھی وہ وقت نہین آیا ہے کہ اہل ہند فاتح قوم سے مواصلت پیدا کرین اور اُنکی
مجنس اولاد اپنی قوم یا قوم فاتح سے بلا تکلف رشتہ و پیوند کر سکے خاندانی نقصانات کے علاوہ
قومی نقصانات بھی کثیر ہین سر دست نقصان بین تو یہی ہے کہ جب ایک قابل آدمی غیر
جنس عورت سے بیاہ کرتا ہے تو اُسکی قوم اُسکی ذات سے وصل و پیوند کے اعتبار سے محروم
رہ جاتی ہے یعنی اگر ایسا شخص اپنی قوم مین بیاہ کرتا تو اُسکی قوم کی ایک لڑکی اُسکی مواصلت
سے ایک قابل شوہر پاتی برخلاف اسکے اُسکے اچھے ہونے کا نفع ایک غیر جنس عورت
اُٹھاتی ہے علاوہ اسکے بسا اوقات ایسی مواصلت کے کرنے والے اطوار و عادات کے
اعتبار سے اپنی قوم کے نفع و ضرر سے اسقدر علیحدہ ہو بیٹھتے ہین کہ اُنکا شمار قوم مین فضول ہی فضول ہوتا
ہے مین نہایت ہی خواہی سے اپنے ملک کے نوجوان حضرات کی خدمت مین یہ عرض کرتا ہون کہ تعلیم ولایت
کے بعد وہ جسٹس محمود صاحب کی روش اختیار فرمائین محمود صاحب کو سب سے زیادہ موقع انگلستان مین مواصلت
پیدا کرنیکا تھا اور ہند مین بھی اُنکو اُس قسم کی مواصلت کا موقع حاصل تھا جوانی خوبروئی تعلیم یافتگی بلند پایگی
نجابت شرافت عالیخاندانی سب ہی باتین حسب مراد تھین مگر مجنسون کے پیدا کرنے کیطرف مطلق مائل نہوے لمختصر
حضرت مصنف نے مضمون جنسیت کو پیش نظر رکھکر ایک عمدہ ہدایت نامہ اس عہد کے نوجوانون کیلیے چھوڑا ہے
فقیر کی دانست مین جنسیت کا مضمون ایسا قابل توقیر ہے کہ ہر باپ کا فرض منصبی ہے کہ لڑکے کو ولایت
بھیجنے کے پہلے میر حسن کی مثنوی کو خوب سمجھا کر پڑھا دے واقعی یہ تصنیف ایک حکیمانہ رنگ رکھتی ہے جناب
والد ماجد مرحوم نے راقم کو سترہ برس کی عمر مین درس کتاب کے طور پر اس مثنوی کو پڑھایا تھا عنفوان شباب کا
انطباع بہت قوی ہوتا ہے۔ اِس کتاب سے راقم نے آیندہ دن بہت فائدے اُٹھائے
فقیر نے بھی اپنے لڑکون کو اس کتاب کے بہت اجزا پڑھ کر سُنائے ہین۔ اور الحمد للہ

کہ وہ سب انگلستان سے بامراد واپس آکر اور دا ان بہ کر عافیت تمام کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین۔

اس داستان ہین حضرت مصنف بدر منیر کے باغ و محل کا بیان اُسی فطرتی رنگ سے جو اُنکی شاعری کا طور ہے زیب رقم فرماتے ہین۔ یہان اُنکی تحریر کا اعادہ خوف طوالت سے ترک کیا جاتا ہے مگر آخر کے کچھ اشعار جو تصوف کا رنگ رکھتے ہین ذیل مین درج کیے جاتے ہین

نظر جس طرف جائے نزدیک و دور	اُسی ایک مہ کا ہے ہر جا ظہور
نکل اپنی وحدت سے کثرت مین آ	وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا
حقیقت کو لیکن بصارت بھی ہو	کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

داستان تعریف بدر منیر اور عاشق ہونا بینظیر کا

اس داستان ہین حضرت مصنف پہلے بدر منیر کے حسن جمال سج دھج لباس پوشاک زیور آراستگی وغیرہ کو نہایت فطری اور خوش اسلوب رنگ سے بیان کرتے ہین۔ بعد ازان بدر منیر کا سراپا رقم کرتے ہین۔ یہ سراپا فحش وغیرہ سے تمامتر پاک ہے۔ لاریب یہ سب مضامین اعلیٰ درجہ کی قوت شاعری سے خبر دیتے ہین اور حضرت مصنف کی اطلاع عام کے مثبت ہین۔ سراپا نگاری کے بعد کے مضامین یہ ہین کہ بے نظیر بدر منیر کو دیکھکر نہایت متعجب ہوا اِسی حال ہین اُسے کسی نے دیکھ لیا اور اُسے درختون مین چھپا ہوا پاکر محل کی خواصین وغیرہ کمال حیرت کے ساتھ آپس مین یہ گفتگو کرنے لگین۔

کسی نے کہا کچھ نہ پوچھ سے ہے بلا	کسی نے کہا چاند ہے یان چھپا
کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن	کسی نے کہا ہی قیامت کا دن

لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ	ستارہ پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ
ہوئی صبح شب کا گیا اٹھ حجاب	درختون مین نکلا ہے یہ آفتاب
کسی نے کہا دیکھیو اسے نوا	کھڑا ہے کوئی صاف یہ مردوا
کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے	کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے

اسکے بعد بدر منیر کو اس واقعۂ عجیب سے خبر ہوئی وہ خود بے نظیر کو دیکھنے گئی۔ دیکھتے ہی مبتلا عشق ہو گئی۔ واضح ہو کہ انسان کو عشق دو طور پر ہوتا ہے ایک تو معشوق سے رفتہ رفتہ اور دوسرا معشوق کو دیکھکر فی الفور۔ اسے انگریزی مین فرسٹ سائٹ لو (Firs site love) کہتے ہین دونون طور کے عشق بشرطیکہ انمین نفسانیت کو دخل نہو حکم عشق رکھتے ہین بہر حال جب بے نظیر اور بدر منیر نے ایک دوسرے کو دیکھا غایت فریفتگی سے انھون نے غش کیا۔ مگر وہان نجم النساء دختر وزیر نے جو بدر منیر کی ایک ہم عمر رفیقہ تھی۔ ان دونون پر گلاب چھڑکا جس سے انھین ہوش آگیا۔ افاقہ کے بعد بے نظیر تو فرط حیرت سے وہان کا وہان ہی رہ گیا۔ مگر بدر منیر شرم کھا کر اپنے محل کیطرف چلی گئی۔

واضح ہو کہ اس ملک مین رواج ملکی کے باعث کسی شریف مرد کو کسی شریف عورت کے دیکھنے کا اس طرح پر موقع نہین ملسکتا ہے لیکن اہل یورپ کو ہمیشہ عورتون سے ملنے کا موقع حاصل رہتا ہے وہ بغیر دیکھے کسی عورت سے وصل و پیوند نہین کرتے اسمین ظاہری مصلحتین ہین مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وصل و پیوند کے مبارک اور نامبارک ہونے مین دیکھ بھال کو دخل نہین ہے خیر اس داستان کا جو سین ہے وہ اس ملک کی معاشرت شرفا کے مطابق نہین ہے لیکن حضرت مصنف کے یہ سارے بیانات تناسب سے خالی نہین ہین اس لیے کہ جو سختی پردہ کی یہان کے شرفا کے درمیان ہے وہ دیگر بلاد اسلام مین پائی نہین جاتی ہے علاوہ

اسکے جس طبقہ کے افراد کا ذکر اس داستان مین ہے نہ اُنکے یہان ایسا سخت پردہ ہے اور نہ ایسے پردہ کا التزام مناسب حال ہے اگر اس طرح کا سخت پردہ شاہان اسلام مین مروج ہوتا تو نورالدین جہانگیر بادشاہ دہلی کو نورجہان کے دیکھ لینے کا کب موقع ملتا۔ یہ بیگم کدخدائی کے پہلے جلال الدین اکبر شاہ کے محل مین اپنی مان کے ساتھ آیا جایا کرتی تھی۔ ایام شاہزادگی مین جہانگیر کو اکثر اُسکے دیکھنے کا موقع ملا کیا تھا اسواسطے وہ اُسپر فریفتہ ہو رہا تھا اگر یہ موقع حاصل نہ رہتا تو نہ جہانگیر کو فریفتگی لاحق ہوتی اور نہ شیر افگن کی جان جاتی۔ المختصر جس طبقہ کا ذکر حقیقت مصنف اس داستان مین کر رہے ہین اُس سے اِس ملک کے عامۂ شرفا کو ذاتی اطلاع نہین ہے پس حضرت مصنف کے ان بیانات کو غیر فطری یا بعید از قیاس یا خلاف رسم ملک نہین سمجھنا چاہیے۔ امر واقعی یہی ہے کہ حضرت مصنف نے کہین بھی سلسلۂ تناسب کلام کو ہاتھ سے نہین دیا ہے اور حق یہ ہے کہ حضرت مصنف ایک بڑے واقعہ نگار شاعر ہین اور اُنکی واقعہ نگاری حضرات اہل مذاق کی توجہ فرمائی کی تمام تر مستحق ہے۔

داستان زلف و رچوٹی کی تعریف مین

حضرت مصنف زلف کی تعریف اِس طرح پر حوالۂ قلم کرتے ہین کہ جسکی تعریف مین خامہ سو سو پیچ و تاب کھاتا ہے۔ سبحان اللہ تشبیہات مین کیا کیا جدتین نمایان ہین لیکن ایک شعر ایسا ہے جو فردوسی کے اس شعر کا۔ چو بر بست آن طرۂ مشکناب ٭ گرہ داد شب را بس آفتاب ٭ قریب قریب ترجمہ معلوم ہوتا ہے اور وہ شعر یہ ہے

موباف زری نے کیا ہی غضب ۔۔۔ دیا ہے گرہ دن کو دنبال شب

خیر زلف اور چوٹی کی تعریف کے بعد کہانی کا عنوان یہ ہے

غرض وہ مُڑی جب دکھا اپنے بال ۔ تو گویا کہ مارا محبت کا جال
ادائیں سب اپنی دکھاتی چلی ۔ چھپا مُنھ کو اور مُسکراتی چلی
غضب مُنھ پہ ظاہر ویے دل مین چاہ ۔ نہان آہ آہ اور عیان واہ واہ
یہ ہے کون کمبخت آیا یہان ۔ مین اب چھوڑ گھر اپنا جاؤن کہان
یہ کہتی ہوئی آن کی آن مین ۔ چھپی جا کے اپنے وہ دالان مین
دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب ۔ چھپا ابر تاریک مین آفتاب

ظاہر ہے کہ یہ ترکیب اس ملک کی شریف عورتون کی نہین ہوتی ۔ مگر ایک ایسی جوان عورت کی نسبت جو پوری آزادی اور مطلق العنانی کے ساتھ باپ ورما سے علیحدہ اور ایک پُر تکلف باغ کے پُر تکلف مکان مین ہم عمر رفقا اور خواصون کے ساتھ قیام پذیر ہو کوئی ایسا بیان جیسا کہ اِس داستان مین دیکھا جاتا ہے کبھی بے محل یا بے موقع نہین قرار دیا جا سکتا ہے اِس بیان مین خس برابر بھی تناسب کلام مین نقصان لاحق نہین ہے خیر جب بدر منیر اس طور پر بے نظیر کو چھوڑ کر اپنے مکان مین جا چھپی تب نجم النسا اُسکے پاس پہونچکر یون کہنے لگی ۔

مجھے چوچلے تو خوش آتے نہین ۔ ترے نازیجا تو بھاتے نہین
مری سمت ٹک دیکھ تو ہاے ہاے ۔ مثل ہے کہ من بھاے مُنڈیا ہلاے
کیا ہے اگر تو نے گھائل اُسے ۔ تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اُسے
ٹک اک حظ اُٹھا زندگانی کا تو ۔ مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو
مئے عیش کا جام اب نوش کر ۔ غم دین و دنیا فراموش کر
یہ حسن جوانی یہ جوش و خروش ۔ عفور است ایزد تو ساغر بنوش
کہان یہ جوانی کہان یہ بہار ۔ یہ جوبن کا عالم رہے یادگار

سدا عیش دوران دکھاتا نہین — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین
سبھی یون تو دنیا کے ہین کاروبار — ولے حاصل عمر ہے وصل یار
خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ — کرین یک دگر جلوہ ہر دمہ

ظاہر ہے کہ ایسی فہمائش سوائے ایک نوجوان ہم عمر رفیق کے کون کرسکتا ہے مگر اِس سلسلۂ تقریر کے چند اشعار تو ایسے ہین کہ ایک سن رسیدہ فلسفی بھی اُنکی خوبی سے چشم پوشی نہین کرسکتا ہے۔ خیر اِس تقریر کو سنکر بدر منیر نے جو کہا اور جو اُسکا جواب نجم النسا نے دیا اُسکا بیان کسقدر فطرتی رنگ رکھتا ہے حضرت مصنف فرماتے ہین۔

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مسکرا — لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر — بہانے تو کرتی ہے کیون مجھ پہ دھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش — ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش
تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب — بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

اِس پس کی رمزون کی باتون کے بعد نجم النسا بے نظیر کو بُلا لائی پھر بدر منیر کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بے نظیر کے پاس بٹھلایا اس جگہ پر حضرت مصنف نے ایک ہم عمر اور شفیق رفیق کی کارروائی کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حوالۂ قلم کیا ہے واقعی فطرت نگاری حضرت مصنف پر ختم ہے یہی شاعری فطرت کی بخشش کے بغیر نصیب نہین ہوتی اور فطرت کی بخشش کے بغیر سمجھ مین نہین آتی

داستان ملاقات کرنا بدر منیر کا بے نظیر سے

جب نجم النسا نے بدر منیر کو بے نظیر کے پاس بٹھلایا تو بدر منیر کے اُسوقت کے انداز نشست کو حضرت مصنف یون زیب رقم فرماتے ہین۔

وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے	بدن کو چرائے ہوئے ناز سے
منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے	لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے
پسینے پسینے ہوا سب بدن	کہ جوں شبنم آلود ہو یاسمن
گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب	رہے شرم سے پائے بند حجاب

ظاہر ہے کہ یہ حجاب ایک فطری امر تھا اسکے دفع کرنے کے واسطے نجم النساء نے شیشہ و ساغر سامنے لاکر رکھا اور قسمیں دیکر بدر منیر سے کہا کہ بے نظیر کو مے پلا جب بادہ نوشی کا شغل جاری ہوا تو سارا حجاب جاتا رہا سب بے نظیر و بدر منیر بایکدگر تفتیش حال کرنے لگے ۔ شراب کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے حجاب جاتا رہتا ہے اور راز پنہان آشکارا ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اشعار ذیل سے ظاہر ہوتا ہے ۔

کھلا جب کہ بند در گفتگو	جوان نے حقیقت کہی مو بمو
کہی ابتدا سے جو گزری تھی سب	بتایا سب اپنا حسب و نسب
پری کا بھی احوال ظاہر کیا	چھپے راز سے اسکو ماہر کیا
کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے	زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

اس گفتگو کو سنکر بدر منیر نے تقاضائے فطرت کے مطابق یون جواب دیا ۔

مروت پری پر وہ تم پر مرے	بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے
ہیں اس طرح کا دل لگاتی نہیں	یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں
عبث ہنستے کیون دل لگائے کوئی	بھلے چنگے دل کو جلائے کوئی
بہے شمع ساں کیون کوئی اشک سے	جلے کس لیے آتش رشک سے

یہ جواب پا کر بے نظیر کو بدر منیر کے پاؤن پر گر پڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا ذیل کا سین بتاتا ہے

فطری رنگ رکھتا ہے۔

یہ سن پانون پر گر پڑا بے نظیر — کہا کیا کرون آہ بدر منیر
کوئی لاکھ جی سے ہوا مجھ پر فدا — مین تجھ پر فدا ہون مجھے اس سے کیا
کہا چل سر اپنا قدم پر نہ دھر — کسی کے مجھے دل سے ہے کیا خبر
یہ رمز و کنایہ جو ہونے لگے — تو آپس مین ہنس ہنسکے رونے لگے
رہی دل ہی مین آخرش دلکی بات — پہر بہر گئی اتنے عرصے مین رات
خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر — کہا اب مین جاتا ہون بدر منیر
اگر قید سے چھوٹنے پاؤن گا — تو پھر آج کے وقت کل آؤن گا
یہ مت سمجھیو ہون مین آرام مین — کرون کیا پھنسا ہون عجب دام مین
دل اس جا سے اٹھنے کو کرتا نہین — کوئی آپ سے جان مرتا نہین
کرم مجھپہ رکھیو ذرا میری جان — مین دل چھوڑ سے جاتا ہون یہان

بے نظیر یہ کہکر روانہ ہوا اور جدائی کا قلق ساتھ لیتا گیا بقیہ رات اُسنے پری کے ساتھ بیچلینی مین بسر کی ادھر بدر منیر بھی عذاب فراق مین مبتلا رہی جب صبح ہوئی تو بدر منیر کی اندرونی حالت یہ تھی۔

کچھ امید دل مین کچھ اک جی کو یاس — لبون پر ہنسی لیک چہرہ اُداس

نجم النسا نے جو بدر منیر کی یہ کیفیت دیکھی تو باتون مین لگا کر اُس سے کہنے لگی کہ میرا یہ جی چاہتا ہے کہ تو آج خوب اپنا سنگار کرے اور اپنے حسن کی بہار مجھے دکھلاے۔ بدر منیر کو تو یہ منظور ہی تھا مگر اُسنے نجم النسا کو اس طرح پر ایک ناز آمیز جواب دیا۔

کرون کس کے خاطر مین اپنا سنگار — وہ ہے کون جسکو دکھاؤن بہار

اسکے بعد اس داستان مین بدر منیر کے سنگار اور مکان کی آرائش کے بیانات مین

یہ بیانات ایک ایشیائی شاہزادی اور ایک ایشیائی محل شاہی کی آرائش کی پوری تصویر ہے اور حضرت مصنف کی بڑی اطلاع عام سے خبر دیتی ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی شاعر جب تک کلیات وجزئیات سے بامراد طور پر باخبر نہو گا اپنے بیانات مین مصوری کا عالم نہین پیدا کر سکتا ہے۔ مثنوی نگار کے لیے اطلاع عام کی بڑی حاجت ہے ایسے شاعر کو امور خارجیہ اور معاملات ذہنیہ سے کافی طور پر مطلع رہنا چاہیے ورنہ ہزارون غلطیان اُس سے سرزد ہونگی یہ ممکن ہے کہ اُس سے زبان کی کوئی غلطی سرزد نہو۔ مگر مضامین کی غلطیون کا سرزد ہونا ایک امر یقینی ہے اسی عدم اطلاع کی وجہ سے حضرت غالب اپنی مثنوی مین یہ مصراع۔ خوک شد و پنجہ زدن ساز کرد۔ نظم فرما گئے ہین۔ اگر حضرت غفران مآب کو یہ معلوم ہوتا کہ خوک جانور سباعی نہین ہے یعنی از قسم گربہ و رنہ از قسم سگ ہے تو مرزا ناطق مکرانی کو موقع اعتراض کیا ملتا اسواسطے کہ اس مصراع مین زبان کی گرفت کا کوئی موقع پایا نہین جاتا ہے۔ المختصر سچا مثنوی نگار وہی شاعر ہو سکتا ہے جو امور ذہنیہ و معاملات خارجیہ کے کلیات وجزئیات سے حسب مراد واقفیت رکھتا ہے۔ سعدی شیکسپیر و صاحب الف لیلہ کی حیرت انگیز کامیابیون کا سبب سوائے اطلاع کے دوسرا نہین ہے۔

داستان بےنظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

اس مثنوی کی داستانون سے صرف نامطبوع داستان یہی ہے کاش میر حسن اس داستان کو داخل مثنوی نہ کیے ہوتے یا اس داستان مین اس طرح کے بے باکانہ وصل کے پہلو کو رقم نہ کرتے۔ اِس داستان کے مضامین کوئی روحانی جلوہ نہین رکھتے۔ زنہار کسی مہذب ملک مین ایسا نہین ہوتا کہ ایک ہی صحبت کے بعد کوئی ناکتخدا عورت اپنے عاشق سے

اِس طور پر ہم آغوش ہونا گوارا کر سکے - یہ ایک اسلامی شاہزادہ اور شاہزادی کی کہانی ہے وصل قبل از نکاح چہ معنی دارد - یہ طور زنان بازاری کے سوا اور کس کا ہو سکتا ہے کسی شریف طبقہ کی ناکدخدا لڑکی تو اِس طرح کا فوری وصل گوارا نہین کر سکتی - یہ داستان مثنوی زہر عشق وغیرہ کا اخلاقی انداز رکھتی ہے فرق اسیقدر ہے کہ اسکے بیانات فطری خوبیون سے خالی نہین ہین - خوب ہوتا اگر میر حسن اِس داستان مین انتظار وصل کو دکھاتے اور محبت کی پختگی کی تدریجی حالتون کو بیان کرتے اِس سے اِس داستان کی وقعت بڑھجاتی - اس فوری وصل نے تو بدر منیر و بے نظیر کو بے وقر کر دیا لیکن اگر یہ دکھایا جاتا کہ بے نظیر روز آیا کرتا تھا اور بدر منیر کی صحبت مین ایک رہا کرتا تھا اور اسکا موقع ڈھونڈھتا تھا کہ کس طرح سے پری کی گرفتاری سے مخلصی حاصل کر کے بدر منیر سے دستور ملکی کے مطابق مواصلت کیصورت پیدا کیجیے تو یہ واقعی داستان مطبوع صورت ہو جاتی - اگر اُسکی روزانہ کی حاضری اس داستان کی بیان کی جاتی تو بیشک اُسکی یہ آمد و شد وہ رنگ پیدا کرتی جیسا کہ اہل فرنگ کا طور عقد کے پہلے ہوا کرتا ہے - اسے زبان انگریزی مین کورٹ شپ (   ) کہتے ہین کورٹ شپ گو ملک ہندوستان کے رواج کے خلاف ہے مگر اہل یورپ مین مذموم نہین ہے بشرطیکہ کورٹ شپ کا زمانہ خیریت سے گذر جائے - درحقیقت یہ زمانہ انتظار کشی کا زمانہ ہوتا ہے اور کہتے ہین کہ اس سے محبوب تر زمانہ اس رواج کے پابندون کو میسر اُنکی تمام عمر مین نہین آتا ہے

جو مزا انتظار مین دیکھا ۔۔۔ نہ کبھی وصل یار مین دیکھا

خیر وصل کے بیان تک تو لاریب بڑی لغزش حضرت مصنف سے ظہور مین آئی ہے لیکن اُسکے بعد کے مضامین پھر وہی حُسن لاجواب رکھتے ہین جو نیچرل شاعری سے منفک نہین

ہو سکتا۔ اشعار ذیل قابل توجہ ہین۔

یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر
کہ اتنے مین اودھر سے باجا پہر
پہر کے وہ بجتے اُٹھا بے نظیر
ہوئی غم کی تصویر بدر منیر
نہ بولی نہ کی بات نہ کچھ کہا
نہ دیکھا ادھر آنکھ اپنی اُٹھا
کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو
پھر آؤن گا بولی کہ مختار ہو
خفا اُسکے ہونے سے وہ نوجوان
گیا تو وے منھ پہ آنسو وان

داستان خبر پانا ماہ رخ کا زبانی دیو کے عشق بے نظیر و بدر منیر سے اور قید کرنا بے نظیر کو

یہ داستان داخلی شاعری کا خاصہ نظر آتی ہے شیکسپیر بلا سخن داخلی شاعری کا مالک ہے مگر قابلیت کے روسے میر حسن بھی اُس یکتاے روزگار سے کم دکھائی نہین دیتے۔ اِس داستان مین دو سین حوالہ قلم ہوے ہین۔ ایک وہ جو بے نظیر سے متعلق ہے۔ اور دوسرا وہ جو بدر منیر سے تعلق رکھتا ہے۔ دونون سین نہایت اعلیٰ درجہ کے داخلی پہلو رکھتے ہین انکے مضامین کہے دیتے ہین کہ میر حسن کو امور ذہنیہ کے بیان کی عجب حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ واقعی انکے داخلی بیانات عالم درونی کی تصویرین ہین۔ حسب دستور پہلے حضرت مصنف ساقی نامہ کے چند آبدار اشعار رقم کرتے ہین اور وہ یہ ہین۔

پلا بھر کے ساقی مجھے بھر کے جام
کہ ہے چرخ بھی درپئے انتقام
یہ وہ دل کو اک جا بٹھاتا نہین
کسی کا اسے وصل بھاتا نہین

یہ ہے دشمن وصل و دلسوز ہجر	کرے ہے شب وصل کو روز ہجر
جدائی اُنھون کی خوش آئی اُسے	پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اُسے

اسکے بعد ماہرخ کے خبر پانے کے مضامین کو اس طرح پر حوالۂ قلم کرتے ہین۔

کسی دیو نے دی پری کو خبر	کہ معشوق عاشق ہوا اور پر
یہ سُن کر وہ شعلہ بھبوکا ہوئی	لگی کہنے این یہ بلا کیا ہوئی
قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی	ہوئی دشمن اب اسکے مین جان کی
کہا دیو سے ٹے مجھے تو بتا	کہا وہ کسی باغ مین تھا کھڑا
کوئی نازنین سی تھی اک اسکے ساتھ	کھڑی تھی دیے ہاتھ مین اُسکے ہاتھ
قضا را اُڑا مین جو ہوکر ادھر	وہ دونون مجھے وان پڑے تھے نظر
یہ اُڑتی سی اُسکی خبر سُن پری	کہا دیکھنے پاؤن اُس کو ذری
تو کھا جاؤن کچا اُسے موت ہو	لگی ہے مری وہ تو اب سوت ہو
وہ آئے تو آگے مرے نابکار	گریبان کو اُسکے کرون تار تار
یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ	بھلا اُسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ
ہمارے بزرگون نے سچ ہے کہا	کہ ہین آدمی زاد کل بے وفا

حضرات ناظرین اشعار بالا اُس غضبناک عورت کی ایک پوری تصویر ہین جسکو اپنے معشوق سے بیوفائی کے صدمہ کے اُٹھانے کا اتفاق ہوا ہو حضرت مصنف نے ایسی عورت کے معاملات درونی کی مختلف و پے در پے کیفیتون کو جس قابلیت کے ساتھ حوالۂ قلم کیا ہے بہت کچھ قابل قدر و لحاظ ہے واہ واہ کیا فطری طریقہ بیان ہے معشوق کے اوپر عاشق ہونے کی خبر پاتے ہی بلا دریافت حقیقت پری شعلہ بھبوکا ہوئی ہے پھر فرط حیرت و غضب سے جو

بولتی ہے تو اسیقدر بولتی ہے کہ این یہ بلا کیا ہوئی - پھر تحقیق حال کیطرف مائل ہنین ہوتی ہے - دفعتاً بینظیر کی دشمن جان ہونے کی قسم کھا بیٹھتی ہے یہ اضطراری فعل کسقدر فطری انداز رکھتا ہے پھر جب پہلی کیفیت شدت غضب کی کم ہوتی ہے تب مختصر طور سے دیو سے جو یا حال ہوتی ہے اُسکے پوچھنے پر دیو جسکو نہ بے نظیر اور نہ پری کے معاملات عشقیہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق تھا ایک بے لگاؤ شخص کیطرح بے نظیر اور بدر منیر کے دیکھنے کی سرگذشت بیان کر دیتا ہے اِس کیفیت کو سُنکر پری کو بدر منیر کے ساتھ فی الفور سوتیا ڈاہ پیدا ہوتی ہے اور بدر منیر کی نسبت ایسے الفاظ زبان پر لاتی ہے کہ ایک غضبناک سوتن کے سوا کسی کی زبان پر وہ آ ہنین سکتے اس اظہار عداوت کے ساتھ ہی پھر پری بینظیر کو خیال مین لاتی ہے اور اُس سے انتقام کا ارادہ مصمم کرتی ہے اور اس انتقام کی وجہ معقول سابق کے قول و اقرار کو ٹھہراتی ہے - بالآخران سب پے در پے غضبناک کیفیتون کے بعد اپنے عشقی تعلق پر اظہار ندامت کرتی ہے اور قول بزرگون سے اپنی انحراف ورزی پر سخت پشیمان ہوتی ہے آفرین صد آفرین میر حسن آپکی شاعری آئینۂ عالم درونی نظر آتی ہے - اگر آپ زبان اُردو کے شاعر نہ ہوتے تو اُردو مین شکسپیر کی شاعری کا انداز کہان دکھائی دیتا اسمین کوئی شک نہین کہ آپکے معاملات خارجیہ کے بیانات تک شکسپیر نہین پہونچتے ہین مگر آپکے امور ذہنیہ کے بیانات بھی ایسے ہین کہ قریب قریب شکسپیر کا مزا دیے جاتے ہین اور تعجب بالاے تعجب یہ ہے کہ آپ شکسپیر کی شاعری پابندی قوافی و ردیف کے ساتھ رکھتے ہین اور یہ وہ سخت پابندی ہے کہ جس سے شکسپیر کو تمامتر آزادی نصیب تھی -

پری کی غضبناکی حالتون کو بیان کرکے حضرت مصنف بینظیر کا اس کی حالت غضبناکی مین سامنے آنا یون ارشاد کرتے ہین -

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر
کہ اتنے مین آیا وہ رشک قمر
اُسے دیکھ غصے مین وہ ڈر گیا
کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلاسی وہ دیکھ اُسکے پیچھے لگی
کہا سُن تو اے موذی و مدعی
تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا
کہ اُس بالزادی کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یون لے بہا او رچھوٹنا
یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
بچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی
بھلا اس کا بدلا نہ لون تو سہی
پھرا جیسے راتون کو دل شاد تو
کریگا دنون کو بہت یاد تو
مزا چاہ کا دیکھ اسنیے ذرا
جھکائی ہون کیسے کنوین لے وہ بھلا
تجھے جیسے مارون تو کیا اے غریب
وے چاہتے تھے یہ تیرے نصیب
کہ چاہ الم مین پھنساؤن تجھے
ہنسا ہے تو جیسا رولاؤن تجھے

اشعار بالا کی فطری خوبیان حضرات اہل مذاق پر ہویدا ہین راقم کہان تک سمع خراشی کرے اِس غضبناک اور انتقام طلب تقریر کے بعد پری ایک دیو کو بینظیر کے کنوین مین بند کرنے کا حکم دیتی ہے بینظیر کے کنوین مین بند ہونے کے مضامین بھی نہایت شاعرانہ خوبیان رکھتے ہین اور اِس عاجز کی دانست مین ملا جامی علیہ الرحمہ کے بیان قید چاہ سے جو اُنکی مثنوی یوسف و زلیخا مین پایا جاتا ہے زیادہ حسن شاعرانہ رکھتے ہین ۔

واضح ہو کہ یہان تک کا بیان بینظیر سے متعلق ہے اب حضرات ناظرین سین ذیل پر توجہ فرمائین جو بدر منیر کی درونی کیفیتون سے تعلق رکھتا ہے حضرت مصنف فرماتے ہین

پھنسا اس طرح سے جو وہ بینظیر
پڑی بیقراری مین بدر منیر
بہم دو دلون مین جو ہوتی ہے چاہ
تو ہوتی ہے دل کے تئین دل سے راہ

قلق واں جو گذرا تو یاں غم ہوا
رُکا جی وہاں یاں خفا دم ہوا

کئی دن جو آیا نہ وہ رشک ماہ
نظر میں ہوا اُسکے عالم سیاہ

لگی کہنے نجم النسا سے بُوا
خدا جانے اُس شخص کو کیا ہوا

واضح ہو کہ یہ امر فطری ہے کہ جب دو دل میں راہ ہوتی ہے تو اُنمین سے اگر ایک مبتلاے غم ہوتا ہے تو دوسرا بھی مبتلاے ہوجاتا ہے اسکا ذاتی تجربہ اکثر اشخاص کو حاصل ہوا ہے حضرت مصنف نے یہاں دل را بدل رہیست کے مضمون کو خوش اسلوبی کے ساتھ حوالہ قلم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بینظیر کی مفارقت سے جو غم بدر منیر کو ہوا وہ نجم النسا کو ہو نہین سکتا تھا۔ گو نجم النسا بدر منیر کی ایک بڑی دردمند دوستدار تھی۔ بدر منیر کا تعلق بینظیر کے ساتھ عشق کی بنیاد پر بالاصل اور نجم النسا کا بالعرض تھا۔ اِس تعلق کو بدر منیر کے حضرت مصنف نے شعر آخر مین خوب دکھلایا ہے۔ رفیق سے ایسا خطاب کہ خدا جانے اُس شخص پر کیا ہوا وہی شخص کریگا جسکا تعلق قلبی انتہا کو پہونچ گیا ہوگا۔ اللہ رہی کلام کی بلاغت اللہ رہی کیفیت درونی کی مصوری۔ اللہ رہی واقعات بندی۔ اللہ رہی فطرت نگاری یہی چیزین ہین کہ تائید غیبی کے بغیر نہین آتی ہین یہ محض عنایت ایزدی ہے اگر یہ شے کسبی ہوتی۔ وہبی نہوتی۔ تو ہر مُلّاے مدرسہ سعدی شکسپیر اور میر حسن بن بیٹھتا۔ اس خطاب کا جواب جو نجم النسا نے دیا گو روکھا معلوم ہوتا ہے مگر مصلحت آمیز ہے اسکے جواب سے ہویدا ہوتا ہے کہ وہ ایک مدبرانہ مزاج کی عورت تھی جیسا کہ وزیرزادی کو باشعور اور دور اندیش ہونا چاہیے وہ تمامتر ویسی تھی اشعار ذیل نجم النسا کے جواب پر مشتمل ہین۔

کہا اُسنے بی تم کو سودا ہے کچھ
وہ معشوق ہے اُسکو پروا ہے کچھ

خدا جانے کس شغل مین لگ گیا
مری چڑھ ہے اتنا بھی ہونا فدا

وہ رہ رہ کے تم کو دلاتا ہے چاہ — عبث آپ کو تم کرو مت تباہ
رکے جو کوئی اس سے رک جائیے — جھکے آپ سے اس سے جھک جائیے
تفول بھلا کچھ نکالا کرو — ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو

یہ جواب پاکر بدرمنیر چپ ہو رہی اُسکی خاموشی تمامتر مقتضاے فطرت تھی ایسے جواب کے بعد کوئی مبتلاے غم پھر زبان کھول نہین سکتا - بدرمنیر کی خاموشی اس طور پر شعر ذیل مین حوالۂ قلم ہوتی ہے -

یہ سن چپکے ہی دلمین کھا پیچ و تاب — دیا پھر نہ اِس بات کا کچھ جواب

سبحان اللہ حضرت مصنف انسان کے کوائف درونی سے کسقدر باخبر تھے لاریب میر حسن اُردو کے شکسپیر ہین اسی باخبری کی بدولت شکسپیر کو الہامی شاعر دنیا نے مانا ہے اور بصورت اطلاع میر حسن کو بھی ویسا ہی مان سکتی ہے انصاف یہی ہے کہ میر حسن شکسپیر کیطرح الہامی شاعر مانے جانے کے تمامتر مستحق ہین اگر میر حسن انگلستان ایسے قدرشناس ملک مین ہوتے تو بیشک ایسے ہی مانے جاتے -

القصہ جب کئی دن گزر گئے اور بے نظیر کی کوئی خبر بدرمنیر نہ پاسکی تو اِس سے اُسکی کیا حالت ہو چلی اسکی پوری کیفیت اشعار ذیل سے ہویدا ہوتی ہے - سبحان اللہ کیا فطرت نگاری ہے شاعری عبارت اسی سے ہے ان اشعار مین امور قلبیہ کا بیان نہین ہے امور قلبیہ کی مصوری ہے فی الواقع میر حسن کی نیچرل شاعری کو وہی سمجھے جس نے شکسپیر کی تحصیل مین برسون جان کھپی کی ہو - نیچرل شاعری کا مذاق کھیل نہین ہے بڑی مشقتون سے یہ دولت نصیب ہوتی ہے -

گئے اسپہ جب دن کئی اور بھی — بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

دیوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے گرنے لگی

ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

تپ ہجر گھر دل میں کرنے لگی
دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی

خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے سونے لگی

تپ غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے
محبت میں دن رات گھٹنا اُسے

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو
تو اُٹھنا اُسے کہہ کے ہاں جی چلو

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے

کسی نے جو کچھ بات کی بات کی
پہن کی جو پوچھی کہی رات کی

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

کسی نے کہا سیر کیجیے ذرا
کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا

جو پانی پلانا تو پینا اُسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش
بھرا دل میں اُسکے محبت کا جوش

چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر
وہی سلسلے صورت آٹھوں پہر

نہفتہ اُسی سے سوال و جواب
سدا روبرو اُسکے غم کی کتاب

جو آ جائے کچھ ذکر شعر و سخن
تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن

غزل

یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا
مرے دل کو مجھسے چھڑانے لگا

ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا
نہین تو مرا جی ٹھکانے لگا

گنہ چشم خونبار کا کچھ نہین
مرا دل ہی مجھکو ڈبانے لگا

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جسکے عوض یون رُلانے لگا

نہین مجھکو دشمن سے شکوہ حسن
مرا دوست مجھکو ستانے لگا

غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
اسی ڈھب سے پڑھنا کہ ہو جسمین درد

سو یہ بھی جو مُنہ کو نکلے کہین
نہین کچھ اسکی بھی خواہش نہین

سبب کیا کہ دل سے تعلق ہی سب
نہو دل تو پھر بات بھی ہو غضب

گیا ہو جب اپنا ہی جوڑا نکل
کہان کی رباعی کہان کی غزل

حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ ایک ہجو رغمدیدہ آفت رسیدہ رنج کشیدہ مضطرب مبتلاے ملال بیقرار بے آرام دل سوختہ جان باختہ کی اِس سے بہتر کیا تصویر کھنچ سکتی ہے حق یہ ہے کہ اہل انصاف جسقدر داد سخن دین بیجا ہے اور اہل ہند جسقدر اِس مثنوی کو سرمایۂ ناز سمجھین سزاوار ہے۔

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عیش بائی کے بلانیمین

بدر منیر کی حالت ہجر بے نظیر سے جو ہو رہی تھی اُسکی کیفیت بالا مین لکھی جا چکی۔ لیکن ایکدن کی سرگزشت یہ ہے کہ بدر منیر خواب روز سے سو کر جو اُٹھی تو اُسکا جی چاہا کہ سیر چمن کیجیے کہ شاید اِس سے کچھ تفریح کی صورت پیدا ہو کر کثرت اندوہ و ملال مین کبھی انسان کے دل کو سیر و تفریح کیطرف میلان ہوتا ہے یہ امر خلاف فطرت نہین ہے اسی غرض سے

وہ محل سے برآمد ہوکر چمن مین ایک زمردی موڑھے پر جا بیٹھی حضرت مصنف اُسکے انداز نشست اُسکی خماری کیفیت اُسکی حقہ نوشی اُسکی خواصون کی حاضری اور چمن کے سمان کو جس قادر الکلامی کے ساتھ زیب رقم کرتے ہین اُسکی داد راقم کے احاطہ قدرت سے باہر ہے امور خارجیہ کا بیان اس ستھرے پن کے ساتھ شیکسپیر کے کسی پلے مین نظر نہین آتا ہے صرف سر والٹر اسکاٹ لیڈی آف دی لیک مین تو البتہ یہ مرقع نگاری دیکھی جاتی ہے - بہرکیف اس بیان کے بعد حضرت مصنف لکھتے ہین کہ سیر چمن مین بدر منیر کو نغمہ کا خیال آگیا - یہ امر خلاف فطرت نہین ہے سیر چمن مین نغمہ کیطرف میلان مقتضائے طبیعت ہے ایسا میلان الم کش کو بھی ہوتا ہے گو نغمہ سے اُسکے اندوہ و ملال مین کمی نہین ہوتی - آپ فرماتے ہین -

کہ اتنے مین کچھ جی مین جو آگیا	اداسے لگی کہنے وہ دلربا
ارے ہے کوئی ہان ذرا جائیو	مری عیش بائی کو لے آئیو
عجب وقت ہے اور عجب ہے سمان	کرے دو گھڑی آکے مجرا یہان
خفا ہو مرا جی بھی مشغول ہو	کوئی دم تو داغ جگر پھول ہو
کسی طرح سے دل تو لگتا نہین	جلے ہے جگر دل سلگتا نہین

یہ حکم پاتے ایک خادمہ عیش بائی کو بلا لائی - وہ عیش بائی بھی شاہی مجرائی تھی اُسکے حسن و جمال لباس زیور آرائش ساز و سامان آداب و لحاظ کا کیا کہنا تھا جب بدر منیر کے حضور مین حاضر آئی - وقت کے مطابق گوری کا حکم ہوا - اسنے گانا شروع کیا حضرت مصنف اس صحبت رقص کے سمان کی تصویر یون کھینچتے ہین -

ہوا حکم گوری کا جو برملا	لیے ساز اپنے سبھون نے اُٹھا
دیا آسمان پر جو طبلون کو کھینچ	ہر اک تھاپ مین دل لیا سب کا اینچ

لگی گانے ٹپہ وہ اس آن سے — نکلنے لگی جان ہر تان سے
عجب تان پڑتی تھی انداز سے — کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے
وہ تھی گنگری یا لڑی نور کی — مسلسل تھی اک پھلجھڑی نور کی
گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی — کھلی اور موندی دلکو مرغوب تھی
غرض کیا کہوں اُسکا میں ماجرا — عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
وہ گانے کا عالم وہ حسن بیان — وہ گلشن کی خوبی وہ دن کا سمان
گھڑی چار دن باقی اُس وقت تھا — سُہانہ ہر اک طرف سایہ ڈھلا
درختوں کی کچھ چھانو اور کچھ وہ دھوپ — وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ
لپٹے ہوے پوستوں پر تمام — روپہلے سنہرے ورق صبح و شام
وہ لالے کا عالم ہرائے کا رنگ — وہ آنکھوں سے ڈورے نشہ کا ترنگ
گلابی سا ہو جانا دیوار و در — درختوں سے آنا شفق کا نظر
وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور — ہر اک جانور کا درختوں پہ شور
وہ سرو سہی اور آب روان — وہ مستی سے پانی کا بہنا وہان
وہ اُڑتی سی نوبت کی دھیمی صدا — کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ
وہ رقص بتان اور ستھرا الاپ — وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ
وہ دل چھینا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ — تھرکنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ
تو انسان ہی کا ہو دل اسمیں بند — ہوے محو سُن کر چرند و پرند
غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے — اُڑے جس جگہ کو اُڑے رہ گئے
جو پیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے — جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل سکے

لگی دیکھنے آنکھ نرگس اُٹھا | گلون نے دیئے کان اودھر لگا
لگے ہلنے آ وجد مین سب درخت | کھڑے رہ گئے سرو ہوکر کرخت
درختون سے گرنے لگے جانور | بنے مثل آئینہ دیوار و در
عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر | کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر
بندھا اس طرح کا جو اُس جا سمان | ہوا سب کے دل کا عجب حال وان

حضرت مصنف کی اطلاع عام بہت قابل لحاظ ہے جتنی باتین رقص و نغمہ سے متعلق ہین پوری واقفیت کے ساتھ حوالۂ قلم ہوئی ہین تاثیر نغمہ کے بیانات عجب پُرتاثیری کے ساتھ رقم ہوے ہین بہت کچھ تو اُنین واقعات ہی کی حیثیت رکھتے ہین بقیہ استعارات قریب کے ساتھ اور فطری رنگ پر بندش پاسے ہین کہ دل کو اُنکی جانب عجب طرح کی رغبت ہوتی ہے علاوہ اسکے مجمع خوبان صحبت رقص تازگی چمن کیفیت وقت ان سب کا سمان ایسی خوبی کے ساتھ دکھلایا گیا ہے کہ میر حسن کے سحر البیان ہونے مین ہر کہ شک آرد کافر گردد کا مضمون صادق آتا ہے تناسب کلام کی یہ خوبی ہے کہ اُس سے زیادہ تناسب کیصورت پیدا نہین ہوسکتی۔ جن صاحب نے اِس شعر پر "درختون کی کچھ چھانو اور کچھ وہ دھوپ ؛ وہ دھانون کی سبزی وہ سرسون کا رُوپ" یہ اعتراض وارد فرمایا ہے کہ دھان اور سرسون کا ایک وقت نہین ہوتا اُنکا یہ اعتراض یا فن باغبانی یا فن زراعت کے اصول پر وارد کیا جاسکتا ہے ان دو پہلو کے سوا اور کوئی پہلو سے اِس شعر پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا ہے۔ اگر زبان کی بدترکیبی پر کوئی اعتراض وارد کیا جاے تو راقم کو اُسمین مجال گفتگو نہین ہے کسواسطے کہ یہ ناچیز نہ زبان دان ہے نہ اہل زبان سے ہے بہرکیف اگر فن باغبانی کے رو سے یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے اور قرینہ بھی ایسا ہی ہے کہ فن باغبانی کے رو سے یہ اعتراض وارد کیا گیا ہوگا کس واسطے کہ دھان

اور سرسون بدر منیر کے باغ کے اندر واقع تھے جہان وہ گانا سُن رہی تھی ظاہر ہے کہ مطر گشتی کے لیے زراعتی کھیتون مین تو وہ نہین گئی تھی پس اُسکا جواب باغبانی کے فن کے روسے یہ ہے کہ امرا کے باغون مین مجرد سبزی کے خیال سے دھان اور جو بوئے جاتے ہین اُنسے پیداوار کی غرض متعلق نہین ہوتی جس فصل مین جو کوئی چاہے سبزی کی غرض سے دھان یا جو بو کر دیکھ لے پس جب ہر وقت مین دھان یا جو کا سبز تختہ تیار کیا جا سکتا ہے تو پھولی ہوئی سرسون کے ساتھ دھان کے تختہ کا موجود رہنا خلاف امکان کیا ہے سرسون بونے کے وقت جب دھان بویا جائیگا تو سرسون کے پھولنے کے وقت دھان کا تختہ ہرا دکھائی دیگا البتہ ایسے غیر فصل کے بوئے ہوے دھان سے جو عموماً پیداوار کی امید نہین کیجا سکتی ہے مگر جس غرض سے وہ بویا جائیگا اُسمین ناکامیابی لاحق نہوگی بشکل ثانی اگر اعتراض بالا زراعت کے اصول پر وارد کیا گیا ہے تو بھی میر حسن کے کلام مین عدم تناسب کا نقصان پایا نہین جاتا ہے کسواسطے کہ جن ملکون مین دو فصلین یا تین فصلین دھان کی ہوا کرتی ہین وہان دھان کی سبزی سرسون کے پھولنے کے وقت مین پائی جاتی ہے ۔ علاوہ اسکے ایک قسم دھان کی ہوتی ہے جسے بورو کہتے ہین یہ قسم سرسون کے پھولنے کے وقت نہایت سبز رہتی ہے یہ قسم دھان کے محاصل کے اعتبار سے فصل گرما مین تیار ہوتی ہے اسوقت کے بہت پہلے سرسون تیار ہو کر کٹ جاتی ہے حضرت معترض کے ایسے اعتراض وارد کرنے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر دیسون مین جب سرسون پھولتی ہے تو دھان مین سبزی نہین باقی رہتی ہے لیکن اگر حضرت معترض کو پورے طور پر زراعتی معاملات سے اطلاع ہوتی تو ایسے اعتراض کے وارد کرنے پر جرأت نہین فرماتے ۔ ایسے دیسون مین بھی کبھی سرسون کے پھولنے کے وقت دھانون کے بعض کھیتون مین کافی طور پر سبزی باقی رہتی ہے ۔ اسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ جب دھان پچھات اور سرسون اگات ہوتی ہے تو ایسا ہی

ہوتا ہے - جاننا چاہیے کہ سرسون کے بونے کے دو زمانے ہین ایک ہتیا پچھتر کے بعد اور دوم عین سرما مین پہلی قسم جب سویرے بوئی جاتی ہے تو اُسکے پھولنے کے وقت دیر کے بوئے ہوئے دھانون کا سبز رہنا خلاف توقع نہین ہے - المختصر میر حسن کا شعر نیچرل شاعری کے خلاف نہین ہے عام اس سے کہ باغبانی یا زراعتی نگاہ سے دیکھا جائے -

القصہ ہرچند گانا بڑی خوبی کے ساتھ ہو رہا تھا مگر بدر منیر کو اُس سے تفریح طبع کی صورت پیدا نہین ہوئی - چوٹ کھایا ہوا دل کہین گانے بجانے سے بہلتا ہے سمان و رقص سے تو غم والم کی افزائش ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اشعار ذیل سے ظاہر ہوتا ہے

لگا تھا زبس عشق کا اُس کو تیر | لگی کھینچنے آہ بدر منیر
بندھا اُسکو عاشق کا اپنے خیال | لگی رونے آنکھون پہ دھر کر رومال
کہین کا کہین لے اُڑا اُسکو راگ | ہوا اسے ہوئی اور گلزار آگ
لگی کہنے ہو ہی یہ دیکھون مین سیر | نہو پاس میرے وہ یادش بخیر
وہی جانے ہو جسکے کچھ دلکو لاگ | کہ معشوق بن سب ہے گلزار آگ
بھلا کیونکہ جی اُسکا خوشحال ہو | کہ ہجران کا غم جس کے دنبال ہو
جگر مین اگر آہ کی سول ہو | لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
درختون کے عالم سے کیا ہو نہال | جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر | جسے اپنے گل کی نہووے خبر
یہ کہکر اُٹھی وان سے وہ دلربا | چھپر کھٹ مین جاکر گری منہ چھپا
خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا | ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
سب اُٹھتے ہی بس اُسکے جاتی ہین | طوائف کہین اور خواصین کہین

یہ بھی تصویر اُس شخص کی ہے جو حالت غم مین جلسۂ رقص و سرود کا شریک ہوتا ہے نغمۂ وسمے اُسکے لیے مسرت خیز ہے جنکے دل بند غم سے آزاد ہین نہ ایسون کیواسطے جو قیدی رنج ومحن ہین۔ لمولفہ

نغمہ وُسمے کا ذکر مت چھیڑو	ہجر مین ناگوار ہین دونو

حضرت سودا نے خوب فرمایا ہے۔

جنکو وصل گلرخان ہے اُنکو بھاتی ہے بہار	ہم سے مہجورون کو لیکن کب خوش آتی ہی بہار
دیدگل کیا کیجیے بڑھتی ہے دونی بیکلی	خار ہجران اور بھی دل مین چُبھاتی ہے بہار

آخر مین حضرت مصنف تین شعر اخلاقی رنگ کے یون حوالۂ قلم فرماتے ہین۔

مری عقل اِس جا پہ حیران ہے	کہ یا رب یہ کیسا گلستان ہے
ہر ایک وقت ہے اسکا عالم جُدا	جو چاہو یہ پھر ہو تو امکان کیا
کبھی ہے خزان اور کبھی ہی بہار	نہین اک وتیرے پہ لیل و نہار

داستان نجم النسا کے غم ہجر سے بدرمنیر کی بیقراری مین

حضرت مصنف نے اِس داستان مین بدرمنیر کی غمزدگی کا فوٹو اس طرح پر کھینچا ہے

زبان پر تو باتین وے دل اُداس	پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ مُنھ کی خبر اور نہ تن کی خبر	نہ سر کی خبر نہ بدن کی خبر
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہین	جو کرتی ہے میلی تو محرم نہین
جو مِسّی ہے دو دن کی تو ہے وہی	جو کنگھی نہین کی تو یون ہی سہی
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے	غم آلودہ صبح طرب ناک ہے

نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام	نظر ہین وہی تیرہ بختی کی شام

اسکے بعد حضرت مصنف فرماتے ہین کہ حسین بے آرائش بھی بھلے لگتے ہین بلکہ بے آرائش انکا حسن دوبالا ہوجاتا ہے یہ قول نہایت راست ہے اسمین مبالغہ کو خس برابر بھی دخل نہین ہے۔ آپ فرماتے ہین۔

ولیکن یہ خوبون کا دیکھا سبھاؤ	کہ بگڑے سے دونا ہو انکا بناؤ
نہین حسن کی اسطرح بھی کمی	جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی
غرض بے ادائی ہے یان کی ادا	بھلون کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا
جو ماتھے پہ چین جبین غم سے ہے	تو وہ بھی ہے اک موج دریاے مے
وہ آنکھین جو روئی ہین بس پھوٹ پھوٹ	تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپ غم سے یون تمتماے ہین گال	کہ جون رنگ لالہ ہو وقت زوال
گریبان سینہ پہ ہے جو کھلا	تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے	ویا آہ ہونٹون پہ کچھ سرد ہے
ادا سے نہین یہ بھی عالم جدا	کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

حضرت مصنف کی شاعری کا یہ بڑا کمال ہے کہ اکثر منقح مسائل بیان کرجاتے ہین۔ واقعی حسن محتاج آرائش نہین ہے جیسا کہ حضرت سودا فرماتے ہین۔

نہین محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی	کہ جیسے خوشنما لگتا ہے دیکھو چاند بن گہنے

داستان بیقراری بدر منیر کی بینظیر کے فراق مین اور نجم النسا کے تسلی دینے مین

بدر منیر ہجر بینظیر مین یون تو برابر بیقرار تھی مگر جب پورا مہینہ گذر گیا اور بینظیر نہ آیا تب

اُسکا قلق بڑھنے لگا عشق نے انداز جنون کا پیدا کیا بقول حضرت مصنف۔

محبت کا سودا سا ہونے لگا
جنون تخم وحشت کا بونے لگا
سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ
لگی عقل اور عشق مین ہونے جنگ
خموشی اُٹھانے لگی دل مین شور
جتانے لگی ناتوانی بھی زور

واضح ہو کہ عشق ایک وسواسی مرض ہے اگر اسکا علاج وقت پر نہین کیا جائے تو جنون کیطرف منتقل ہو جاتا ہے عشق کا بہترین علاج وصل معشوق ہے مگر یہ علاج دشوار صورت ہے ظاہر ہے کہ بحالت موجودہ اس طور پر بدر منیر کے علاج کی کوئی شکل نہ تھی اگر اُسکے عشق سے آثار جنون نمایان ہونے لگے تو یہ امر تمامتر قرین فطرت تھا واقعی حضرت مصنف بہت بڑی اطلاع عام رکھتے تھے زینہار ایسی شاعری ایک لا یعلم شاعر سے انجام نہین پا سکتی ہے الفقصہ جب بدر منیر کی یہ حالت پہونچی نجم النسا نے اُسکے جوش عشق کو مصلحت آمیز باتون سے کم کر دینا چاہا جیساکہ اشعار ذیل سے ظاہر ہوگا۔

یہ احوال دیکھ اُسکا دخت وزیر
لگی چلکے کہنے کہ بدر منیر
تو وہ ہے کہ سب کہتے ہین بیوقوف
کدھر دل گیا تیرا اے بیوقوف
مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی پیت
مثل ہے کہ جوگی ہوے کسکے میت
اِسے چار دن کے ہین یہ آشنا
ملا دل کو آخر کرین ہین جدا
گہے آسمان گہہ زمین کے ہین یہ
جہان بیٹھے جا بس وہین کے ہین یہ
تو بھولی ہے کس بات پر اے بوا
خبر ہے دیوانی تجھے کیا ہوا
سنو جانی اپنے پہ کوئی مرے
تو دل پہلے اپنا بھی صدقہ کرے
اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو
تو پھر چاہیے اُسکی پروا نہ ہو

وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے ۔ عبث اُسپہ بیٹھی ہو تم جی دیے
تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر ۔ تو ابتک وہ تم کو نہ آتا نظر

نجم النسا کی یہ تقریر بڑے طبی اصول پر مبنی معلوم ہوتی ہے عشق کے علاج کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ معشوق کے حالات نفرت افزا اور خصائل زشت کو عاشق کے آگے بیان کرتے ہین مگر یہ طریقہ افراط عشق کی حالت مین سودمند نہین ہوتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اشعار ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

لگی کہنے تب اُس کو بدرمنیر ۔ کہ سنتی ہے اے میری دخت وزیر
کسی کی بدی تو نہ کر عیب ہے ۔ کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے
وہ اپنے دلون سے تو ہے نیک ذات ۔ ہوئی اُسپہ کیا جانے کیا واردات
ہوا قید یا آنے پایا نہ ہو ۔ گئے اتنے دن ابتک آیا نہ ہو
مجھے راتدن اُسکا رہتا ہے ڈر ۔ پری نے سُنی ہو نہ یان کی خبر
نہ باندھا ہو اُسکو کسی صید مین ۔ کیا ہو نہ اُس کے تئین قید مین
پری نے کہین طیش کھالا ہو مین ۔ دیا ہو نہ پھینک اُسکو کُہ قاف مین
پرستان سے بھی نکالا نہ ہو ۔ کسی دیو کے مُنہ مین ڈالا نہ ہو
نہ ملنے کے دکھ اُسکے سب مین سہے ۔ بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے
یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی ۔ گہر آنسوؤن کے پرونے لگی
گئی منڈ کری مار آخر کو لیٹ ۔ چھپر کھٹ کے کونے مین منہ لپیٹ

اشعار بالا کسقدر فطری رنگ رکھتے ہین اول تو معشوق کی بُرائی کا یقین ہی پیدا نہین ہوتا ہے معشوق ہمیشہ خوش خصال ہی نظر آتا ہے جیسا کہ قول ارسطو ہے ان العشق

یعنی حبّ العاشق وثقیۃ عن ادراک عیوب معشوقہ"۔ ایسی صورت مین بدرمنیر بے نظیر کی
برائی کو کیونکر مان سکتی تھی پس ضرور ہوا کہ نجم النسا کو بدگوئی سے روکے اور نجم النسا کی تردید
مین بے نظیر کو خوبی کے ساتھ یاد کرے پھر بے نظیر کی نسبت تعلق کے ساتھ اُسکی غیر حاضری
کے احتمالات کو کہہ جائے سبحان اللہ کیا شاعری ہے اسکے بعد بے غرضی کی عاشقی کا
اظہار کیا خوب حوالۂ قلم ہوا ہے آخر مین بیکسی کا رو دینا کیا نیچرل رنگ رکھتا ہے اور رونے
کے بعد منڈ کری مار کر اور چھپرکھٹ کے کونے مین سر منھ لپیٹ کر سوجانا کیا ہی واقعہ نگاری ہے

خواب دیکھنا بدرمنیر کا بینظیر کو کوئین مین اور جوگن بنکر نکلنا نجم النسا کا اُس کی تلاش مین

واضح ہو کہ تزکیۂ روح مین ریاضت کو بڑا دخل ہے تن پروری حجاب چہرہ جان ہوتی ہے
فقرا نفس کشی سے روح کی صفائی پیدا کرتے ہین فقیر کا تو بڑا درجہ ہے اُسکی مشقتین اگر تصفیہ
قلب و روح کی شکل پیدا کرین تو عجب کیا ہے ہم اہل دنیا بھی تکلیف دلی اُٹھا کر کچھ نہ کچھ صاف
دل ہو جاتے ہین اس عاجز کا ذاتی تجربہ ہے کہ دلی مصائب کے زمانہ کے خواب نہایت حیرت
انگیز ہوتے ہین صاف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آلام قلبی کے اثر سے کچھ نہ کچھ دل کی اصلاح ہوجاتی
ہے۔ جسکے باعث روح مین بھی حسب استعداد قلبی کم وبیش طور پر صفائی آجاتی ہے۔ پس
قلبی تکلیفین اُٹھا کر ایسا خواب جیسا کہ اس داستان مین حضرت مصنف نے حوالۂ قلم کیا ہے
اگر بدرمنیر نے دیکھا تو خلاف فطرت متصور نہین ہے بلکہ علم ذہنیات (
کے رو سے اُسکا ایسے خواب کا دیکھنا نہایت قرین قیاس ہے کسواسطے کہ مضمون خواب

قریب قریب وہی دکھائی دیتا ہے جو عالم بیداری مین اُسکے ذہن مین موجود تھا اور جسے
مبتلاے خواب ہونے کے قبل وہ نجم النسا سے اعادہ کر چکی تھی بہرکیف یہ خواب خالی از حیرت
نہ تھا۔ حیرت انگیز خواب بہت لوگون نے دیکھے ہین منجملہ اُنکے ایک خواب ہے جس کو ڈاکٹر
ایبر کرامبنی نے اپنی کتاب فلسفہ مین خواب کی بحث مین درج کتاب کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ
لندن مین ایک شخص نے اپنے دوست کی نسبت جو پارلیمنٹ کا ممبر تھا یہ خواب تھا کہ وہ فلان
کا کوٹ پہنے ہوے ہوس آف کامنس مین اسپیچ دے رہا ہے اُسی حالت مین ایک شخص آیا
اور اُسنے اُس ممبر پر چھری چلائی مگر وہ چھری کی نوک اُس ممبر کی کوٹ کے ایک بٹن پر جا لگی۔
جسکے باعث وہ ممبر زخمی ہونے سے بچ گیا جب خواب دیکھنے والا بیدار ہوا تو فوراً اُس ممبر
کے پاس چلا گیا اور سارا معاملہ خواب کا کہہ سنایا اور تقاضاے دوستی سے التجا کی کہ اے
دوست زینہار ہوس آف کامنس مین نہ جانا مجھے تمھاری جان کا خطرہ نظر آتا ہے مگر ملتجی
کے دوست نے کچھ توجہ نہ کی اور جواب مین یہ کہا کہ یہ سب خواب و خیال کی باتین ہین بروز
حاضری جب وہ ممبر ہوس آف کامنس مین گیا اور جسوقت وہ اسپیچ دے رہا تھا ایک شخص آیا
اور اُسنے اُسپر چھری ماری۔ چھری نوک کوٹ کے بٹن پر پڑکے ٹوٹ گئی اور وہ قتل ہونیسے
بچ گیا۔ اتفاق وقت سے وہ ممبر اُسوقت اُسی رنگ کا کوٹ بھی پہنے ہوے تھا جیسا کہ
اُسکے دوست نے خواب مین دیکھا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ کیفیت خواب سُنکر وہ ممبر کوئی اور رنگ کا
کوٹ پہنکر حاضر پارلیمنٹ ہوتا۔ مگر چونکہ اُسنے اپنے دوست کے خواب کو محض خیالی امر سمجھا تھا
کوٹ کے پہننے کے وقت اُس ممبر کو کوٹ کے رنگ کا مضمون کچھ یاد نہ رہا۔ ایسے خوابون کی
توجیہ ابھی تک کسی ملک کے علماے ظاہری سے نہین ہو سکی ہے یہ ایسے خواب ہین کہ
کہ مجرد ہمارے اوہام اور خیالات کے نتائج نہین ہین۔ کوئی شک نہین کہ اُنکو ہمارے معاملات

سے تعلق ہے جسکو ہم اہل ظاہر کچھ نہین جانتے حضرات انبیا کے بعض خواب کتب سماویہ مین مندرج پائے جاتے ہین اُنکی صحت سے بیدین کے سوا کون انکار کرسکتا ہے خوابون مین وہ خواب بھی بہت کچھ قابل لحاظ ہے کہ جسکی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے زندان مصر مین فرمائی تھی عوام بھی کبھی کبھی حیرت انگیز خواب تکلیفات قلبی کی حالت مین دیکھتے ہین۔ یہ شخص بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبوس زندان تھا عجب نہین کہ مصائب قلبی اُٹھاتے اُٹھاتے اُسکی روح مین کچھ تزکیہ کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو جسکے باعث اُسنے یہ عجیب خواب دیکھا انبیا علیہم السلام کے خواب وایسے صادقہ ہوتے ہین اس لیے کہ اُنکی روح پر فتوح مصفّا و مزکّا ہوتی ہے لیکن کسی قسم کے تزکیہ کے باعث عوام بھی بعض اوقات ایسے خواب دیکھتے ہین کہ حیرت سے خالی نہین ہوتے۔ بیشتر عوام الناس کے خواب اُنکے خیالات کے نتائج ہوتے ہین مثل مشہور ہے کہ مرغ کے خواب مین دانہ ایسے خواب احلام کا حکم رکھتے ہین اور مطلق قابل توجہ متصور نہین ہین۔ اب حضرات ناظرین میرحسن کے اشعار پر جو بدر منیر کے مضامین خواب پر مشتمل ہین توجہ فرمائین۔

قضا نے دکھایا عجب اُسکو خواب
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب

جو دیکھی تو صحرا ہے اک لق و دق
کہ رستم جسے دیکھ ہو جاے فق

نہ انسان ہے وان نہ حیوان ہے
فقط اک کف دست میدان ہے

مگر بیچ مین اُسکے ہے اک کنوان
کہ اُٹھتا ہے آہون کا وان سے دھوان

اکنوین کا ہے منھ بند اور اُس سے اڑی
کئی لاکھ من کی ہے اک سل پڑی

صدا وان سے ہے یہ کہ بدر منیر
ترے چاہ غم مین ہوا ہون اسیر

مین بھولا نہین تجھ کو اے میرجان
کرون کیا کہ ہے قید مجھ پر گران

پر اس قید مین بھی ترا دھیان ہے / فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
تو اپنی جو صورت دکھاوے مجھے / تو اس قید غم سے چھڑاوے مجھے
نہین مجھکو مرنے سے کچھ اپنے ڈر / یہ غم ہے کہ تجھکو نہ ہووے خبر
تجھے کاش اسوقت مین دیکھ لون / جیون مین اگر تیرے آگے مرون
ولیکن یہ ہے خام میرا خیال / نہین وصل ممکن بغیر از وصال
کوئی دم کا مہمان ہون آج کل / اسی چاہ مین جائیگا دم نکل

ان اشعار کے مضامین کی خستگی پر تشنگی سوز و گداز محتاج بیان نہین ہے۔ کلام کی خوبی ایسی ہے کہ ہرچند بے نظیر ایک فرضی شخص ہے مگر اُسکی بیچارگی بیکسی رنج کسی مصیبت زدگی۔ مایوسی پیش نظر ہو کر دل کو سخت چوٹ پہونچاتی ہے۔ علاوہ اسکے عشق مین استقلال بے غرضی محبت کی ثابت قدمی معشوق کی ایذایابی کا خیال بےنظیر کی بڑی وقعت آنکھون مین پیدا کرتی ہے۔ سبحان اللہ کیا انداز بیان ہے خلاق سخن اسے کہتے ہین۔ یہی چیزین ہین کہ سیکھنے سے نہین آتین۔

این سعادت بزور بازو نیست / تا نہ بخشد خدای بخشندہ

القصہ بے نظیر کو خواب مین اس طرح کلام کرتے دیکھکر بدر منیر نے چاہا کہ کچھ بات کرے۔ مگر اتنے مین اُسکی آنکھ کھل گئی۔ یہ بیان بھی فطری ہے۔ اکثر حالت خواب مین ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مصنف نے انداز بیان رکھا ہے آنکھ کھلنے پر جو حالت بدر منیر کی ہوئی یہ کیفیت بھی بہت خوش اسلوبی کے ساتھ حوالہ قلم ہوئی ہے پہلے تو بدر منیر نے اپنی حالت غم کو چھپایا۔ مگر جب راز غم نہان نہ رکھ سکی تو ہمراز خواصون سے معاملہ خواب کو بیان کیا۔ جب نجم النسا حقیقت حال سے مطلع ہوئی تو اُسکو بڑی بیقراری لاحق ہوئی۔

اس جگہ کا سین زبان مصنف سے ذیل مین عرض کیا جاتا ہے -

لگی کہنے وہ یون نہ آنسو بہا — ترے واسطے مین نے اب دُکھ سہا
بس اب سر بصحرا نکلتی ہون مین — اُسے ڈھونڈھ لانے کو چلتی ہون مین
جو باقی رہا کچھ مرے دم مین دم — تو پھر اسکے یہ دیکھتی ہون قدم
وگر مر گئی تو بلا سے موئی — تو یون جانیو مجھپہ صدقہ ہوئی
کہا شاہزادی نے سن اے رفیق — ہوئی مین تو اس چاہ غم مین غریق
بھلی چنگی اپنی نہ کھو جان تو — کہ وہ ہے پری اور انسان تو
رسائی تری ہوگی کیونکر وہان — مجھے بھی نہ دے ہاتھ سے میری جان
مین جیتی ہون اس آسرے پر فقط — کہ ہوتا ہے تجھ سے مرا غم غلط
وگرنہ مین کر ہُک سے مرجاؤن گی — اسی طرح جی سے گذر جاؤن گی
کہا اُسنے کیا کیجیے پھر بھلا — پڑی اب تو اپنے ہی سر پر بلا
مین اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول — ترے غم سے آنے لگا مجھکو ہول
تجھے دیکھنا یون گوارا نہین — اس اندوہ کا مجھکو یارا نہین
یہ کہہ اُسنے رو رو اُتارا سنگار — کیا اپنے پشواز کو تار تار
گریبان کو مثل گل چاک کر — دیا خاک پر پھینک ادھر اُدھر
پھر آئے جو کچھ اسکو ہوش و حواس — سجا تن پہ جوگن کا اُسنے لباس

اسکے بعد اُسکے جوگن بننے کا فوٹو حضرت مصنف نے بڑی خوبصورتی اور بڑی دانست کے ساتھ کھینچا ہے جوگ کے بھیس مین تلاش معشوق مین نکلنے کا مضمون ملک ہندوستان سے خصوصیت رکھتا ہے بہت سے ہندی گیت دیکھے جاتے ہین جنمین جوگی

اور جوگن کے مضمون بڑی لطافت کے ساتھ بندش پاتے گئے ہین۔ اس بھیس کے اختیار کرنے کا ظاہرا یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین جوگ ایک مروج امر ہے۔ بہت سے زن و مرد مذہبی خیالات کی پابندی سے یہ شیوہ اختیار کرتے ہین پس اگر کوئی شخص جوگ کا پیرایہ کسی خاص ضرورت سے بھی اختیار کرتا ہے تو اُسپر تفتیش کی آنکھ نہین پڑتی ہے اور صورت سے اُسکی حقیقت حال پوشیدہ رہ جاسکتی ہے۔ انگریزی شاعری مین جوگ کا مضمون قریب قریب ندارد معلوم ہوتا ہے فقیر کو صرف دو تین ایسی انگریزی نظم سے اطلاع ہے جسمین فقیرانہ بھیس کا مضمون بندش پایا ہے اُنمین سے بہت پر درد اور دل آویز وہ فسانہ ہے جسے گولڈاسمتھ نے منظوم کیا ہے اور جو گولڈاسمتھس ہرمٹ کے نام سے معروف ہے۔ لفظ ہرمٹ انگریزی ہے اسکے معنی تارک الدنیا اور فقیر ہے مگر یہ لفظ پورے طور پر جوگی کا مترادف نظر نہین آتا ہے۔ انشاءاللہ تعالی یہ قصہ اس کتاب کا جلد رابع مین درج پائے گا۔

واضح ہو کہ نجم النسا کا جوگن بنکر بے نظیر کی تلاش مین نکلنا اُسکی بڑی پختہ مزاجی دردمندی اور دلسوزی سے خبر دیتا ہے ظاہر ہے کہ یہ عورت دختر وزیر تھی اور ہمیشہ سے بلا تکلف عیش و آرام مین پالی گئی تھی مگر دوست پر بُرا وقت جو آپڑا تو ساری ذاتی راحتون کو چھوڑکر دُکھ دینے ہر مصیبت کشی اور جانبازی کے لیے تیار ہو گئی اسی کو وفاداری کہتے ہین البتہ بُرے وقت مین کام آنا دوستداری ہے ورنہ بھلے وقت مین دوست کہلانے کے لیے دنیا موجود ہے سیکڑون

دوست مشمار آنکہ در نعمت زند — لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست — در پریشان حالی و درماندگی

یہ قصہ بڑا اخلاقی آموز پیرایہ رکھتا ہے واقعی نجم النسا کی یہ کارروائی اُس کی بڑی شرافت

نفسی سے خبر دیتی ہے اگر ذاتی غرض سے یہ عورت جوگن کا بھیس اختیار کرتی تو اُس کی یہ کارروائی معمولی طور کی ہوتی کس واسطے جوش عشق مین ایسی کارروائی اکثر زن و مرد کی نسبت بیان کی گئی ہے مگر دوست کی ہمدردی کے تقاضے سے ایسی دشوار کارروائی کو اختیار کرنا ایک وقعت خاص رکھتا ہے خیر جب نجم النسا جوگن کا بھیس لے چکی اور تلاش بینظیر مین جانے لگی۔ اِسوقت کا سین حضرت مصنف نے بڑی خوبیون کے ساتھ حوالہ قلم کیا ہے۔ اُسکی رخصت کی بندش نہایت فطری رنگ رکھتی ہے کلام کا عنوان ایسا نہین ہے کہ جس سے دل نہ بھر آئے فقیر کی دانست مین کوئی ایسا شخص نہین ہے جو اُسکی رخصت کو پڑھے اور متاثر و متالم نہو حضرات ناظرین اشعار ذیل سے لذت یاب سوز و درد ہون ۔

وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی	تو وہ صاحب خانہ رونے لگی
وہ رو رو کے دو ابر غم یون ملے	کہ جس طرح ساون سے بھادون ملے
یہانتک بندھا اُسکے رونے کا تار	بہے پھوٹ دیوار و در ایک بار
کھڑے تھے وہ جوگن کے جو گرد گل	وہ رو رو ہوئے شبنم آلودہ گل
نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار	کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار
چلی جس طرح بیٹھ اپنی دکھا	اسی طرح دکھلا ہمین منہ پھرا
کسی نے کہا بھولیو مت مجھے	خدا کے تئین مین نے سونپا تجھے
کہا اُسنے خیر اب تو جاتی ہون مین	جو ملتا ہے تو اُسکو لاتی ہون مین
تمھین بھی خدا کو مین سونپا سنا	مرا بخشیو تم کہا اور سنا

یہ رخصت پُراز درد و سوز ہونے کے علاوہ نسوانی پیرایہ کیا خوب رکھتی ہے۔ طریقہ بیان ایسا ہے کہ جس سے تمامتر ایک عورت کی رخصت اپنی ہمجولیون کے مجمع سے عیان ہوتی ہے

یہان بھی حضرت مصنف نے مصوری کا عالم دکھلایا ہے لاریب خوش اسلوبی بیان ایسی ہی ہے کہ ایک عالم مصوری اُسکی مدد سے نجم النسا کی رخصت کی ایک سچی تصویر کھینچ لے سکتا ہے۔

بقیہ داستان نجم النسا کی صحرانوردی کی کیفیتون پر مشتمل ہے اشعار ذیل بڑی قوت شاعری سے خبر دیتے ہین۔

جُدا ہوکے القصہ روتون کو چھوڑ
چلی اپنے گھر بار سے منھ کو موڑ

نہ سُدھ بُدھ کی لی ورنہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

لیے بین پھرتی تھی صحرانورد
تن چاک چاک اور رخ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے

جہان بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
تو سننے کو آتے تھے آہوے چین

بجاتی وہ جوگن جہان جو گیا
وہان بیٹھتی خلق دھونی لگا

اُسے سنکر آتا تھا صحرا کو جوش
صدا سے درختون کو آتا خروش

گل نغمہ جو اُس سے گرتے ہزار
تو لیتا اُنھین دشت دامن پسار

کہین حلقہ حلقہ کہین لخت لخت
کھڑے ہوکے گرد اُسکے سنتے درخت

بجاتی تھی جون جون وہ بن بنکے بین
خس و خار سنتے تھے بن بن کے بین

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی
ہر اک عالم شوق مین تھی کھڑی

تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی
دد و دشت غش ہو پڑے تھے سبھی

یہان تک کہ رہ مین جو تھے نقش پا
وہ بیٹھے تھے کان اپنے اودھر لگا

گل نغمہ ترکی تھی یہ بہار
کہ صحرا کے گل اُسکے آگے تھے خار

سن آواز کی اُسکی شان و شکوہ | نکلنے لگی دب کے آواز کوہ
نہ پانی ہی سن شور اُس کا چلے | کنوئین کے بھی دل مین اُٹھے ولولے
نہ چشمہ ہی کچھ آبدیدہ رہے | گریبان کر چاک دریا بہے
ہوا بلبل و گل کا یان تک ہجوم | کہ گرتی تھی وان ڈالیان جھوم جھوم
تحیر کا تھا وان ہر اک کو مقام | زبان کا نکلتا تھا ہاتھون سے کام
چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کے تئین | بساتی تھی جنگل مین دنگل کے تئین
یہ ہر جا پہ تھا اُسکے دم سے طلسم | بندھا تھا اُسی دم قدم سے طلسم
شب و روز سرگشتہ مثل صبا | اسی طرح پھرتی تھی وہ جابجا

واضح ہو کہ ان اشعار مین حضرت مصنف نے مبالغون کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا ہے۔ ہر چند کثرت مبالغہ کلام مین بے تاثیری پیدا کرتی ہے مگر چونکہ یہان ایسے مبالغون سے کام لیا گیا ہے کہ فطری کیفیتون سے علیحدگی نہین رکھتے طبیعت کو اُن سے نفرت پیدا ہونے کے عوض رغبت پیدا ہوتی ہے واقعی یہ حضرت مصنف ہی کا کام ہے کہ استعمال مبالغہ مین بھی فطری شاعری کے لطف کو ہاتھ سے نہ دین۔

داستان فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونا جوگن پر

جیسا کہ بالا مین ذکر ہوا۔ نجم النسا جوگن کے بھیس مین جابجا پھرا کرتی تھی۔ آخر کار اُسکی نیل مرام کی صورت مسبب الاسباب نے پیدا کر دی۔

مسبب کے اسباب دیکھو ذرا | کہ قدرت مین اُسکی ہے کیا کیا بھرا
سپید و سیہ اُسکے ہے اختیار | بنایا ہے اُسنے یہ لیل و نہار

جہان مین ہے اندوہ عشرت بہم	کہین صبح عیش اور کہین شام غم
دورنگی زمانے کی مشہور ہے	کہین سایہ ہے اور کہین نور ہے

اشعار بالا آب زر سے لکھے جانے کے مستحق ہین انمین قدرت خداوندی کا بیان خوب ادا ہوا ہے۔ واقعی مسبب الاسباب کے معاملات سمجھ مین نہین آتے ع اینچہ در وہمت نہ آید آن کند۔ بسا اوقات بے سروسامانی کی حالت مین ایسے ایسے سروسامان مہیا ہوجاتے ہین کہ اُنکے ظہور کا احتمال بھی نہین ہوتا ہے اگر کوئی میر سامان نہین ہے تو ایسے سروسامان کہان سے موجود ہوجاتے ہین۔ انسان کو چاہیے کہ بے سروسامانی کی حالت مین پریشان نہو۔ خدا پر تکیہ رکھکر ہمت نہ ہارے اپنی کوشش و فکر سے باز نہ آئے۔ خداوند تعالےٰ محنت کی مزدوری دیتا ہے کوئی نہ کوئی صورت سے حصول مدعا کی شکل پیدا ہی کردیتا ہے البتہ اُنھین کو حرمانی نصیب ہوتی ہے کہ جو جد وجہد سے جان چراتے ہین اور اپنی کاہلی و جودی کا نام توکل رکھتے ہین۔ ایسون کو جو اپنے کو مدد نہین دیتے کبھی خدا مدد نہین دیتا۔ اس کہانی مین جب بخم النسا نے کوشش کی مصیبت اختیار کی تب خدا نے اُسکی بامرادی کا سامان بہم فرمایا۔ حضرت مصنف اس سامان فرمائی کی سرگزشت اس طور پر ابتدا کرتے ہین۔

قضارا سہانا سا اک دشت تھا	کہ اک شب ہوا اُسکا وان بسترا
وہ بھی اتفاقاً شبِ چاردہ	اوا سے وہ بیٹھی وہان رشک مہ
بچھی ہر طرف چادر نور تھی	یہی چاندنی اُسکو منظور تھی
بچھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین	دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
کدارا بجانے لگی شوق مین	لگی دست و پا مارنے ذوق مین
کدارا یہ بجنے لگا اُس کے ہاتھ	کہ مہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ

بندھا اُس جگہ اس طرح کا سمان | صبا بھی لگی رقص کرنے وہان
وہ سُنسان جنگل وہ نورِ قمر | وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت | اُگا نور سے چاند تارون کا کھیت
درختون کے پتے چمکتے ہوے | خس و خار سارے جھلکتے ہوے
درختون کے سایہ سے مہ کا ظہور | گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور
دیا یہ کہ جوگن کا منھ دیکھ کر | ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
گیا ہاتھ سے بین سُنکر جو دل | گئے سایہ و نور آپس مین مل
وہ صورت خوش آئی جو اُس نور کی | دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
ہوا بندھ گئی اُس گھڑی اس اصول | بسیرا گئے جانور اپنا بھول
درختون سے لگ لگ کے باد صبا | لگی وجد مین بولنے واہ واہ
کدارے کا عالم یہ تھا اُس گھڑی | کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی

سبحان اللہ ثم سبحان اللہ یہ سین عجب خوش اسلوبی اور راستی کے ساتھ حوالۂ قلم ہوا ہے مگر اُسکی حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے کہ جسے ایسے سین کا ذاتی تجربہ حاصل ہوا ہے اس سین کے بیان مین خس برابر بھی حضرت مصنف نے واقعات سے انحراف نہین کیا ہے اگر بے دیکھے ایسے سین کو حوالۂ قلم کیا ہے تو معاملۂ الہامی کے سوا اسکو کیا کہہ سکتے ہین فقیر کو اپنے ایک دورۂ شکار افگنی مین پورے طور ایسے سین کے دیکھنے کا اتفاق پڑا ہے فرق اسی قدر ہے کہ اُسوقت فقیر تنہا دشت نورد نہ تھا جمعیت کے ساتھ جس طرح سفر شکار اختیار کیا کرتا ہے تیس چالیس آدمی شامل تھے ورنہ سنسان جنگل شب چاردہ سہانا دشت اجلا سا میدان چمکتی سی ریت نور قمر درختون کے پتے چمکتے خس و خار جھلکتے درختون کے سایہ سے مہ کا ظہور

یہ سب کیفیتین حضرت مصنف کے بیان کے مطابق موجود تھین ایسے سمان مین موسیقی کی جیسی ضرورت متصور ہے محتاج بیان نہین فقیر نے بین کار کو چاندنی راگ کی فرمائش کی۔ (کدارا اور چاندنی واحد راگ کا نام ہے) وقت کی چیز کا کیا کہنا ہے ایسی بین بجی کہ شاید و باید۔ سامعین کے دل ہاتھون سے جاتے رہے اُسوقت فقیر نے اِس سین کے دو تین شعر بھی پڑھے قول راست کا عجب اثر ہوتا ہے احباب باذاق جنھون نے دعوت شکار قبول فرمائی تھی اور غایت کرم فرمائی سے شریک حال ہو رہے تھے حالت انشراح مین یک زبان ہوکر حضرت مصنف کی طباعی کی نسبت فرمانے لگے کہ یہ شاعری نہین ہے یہ الہام غیبی ہے اور حقیقت امر بھی یہی ہے کہ شاعری الہام غیبی سے خالی نہین ہوسکتی جو شاعری الہام غیبی سے خالی ہو وہ شاعری نہین ہے تک بندی ہے اَلقصہ ایسے سمان مین نجم النسا بین بجا رہی تھی کہ اتفاق وقت سے فیروزشاہ جنون کے بادشاہ کا بیٹا شب ماہ مین ہوا پر اپنا تخت اُڑائے ہوے چلا جارہا تھا بین کی صدا سُنکر اپنے تخت کو زمین پر اُتار لایا اور نجم النسا کے حُسن و جمال کو دیکھکر فریفتہ ہوگیا۔ اُسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھا کہ حقیقت مین وہ کوئی جوگن نہین ہے یہ سب بناوٹ کا بھیس ہے یہ سمجھکر اُس سے اس طور پر سوال کیا۔

	لیا واسطے کس کے تمنے یہ جوگ دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے	پڑا تم پر ایسا کہو کیا بجوگ کدھر سے تم آئے کدھر جاؤ گے	

اس سوال سے وہ سمجھی کہ دل آئے بغیر یہ سوال نہین ہوا ہے جیسا کہ حضرت مصنف فرماتے ہین

	کہ دل بھی تو رکھتا ہے دل کی خبر	وہ سمجھی کہ اُس کا دل آیا ادھر	

یہ تو عام حالت دل کی ہوتی ہے مگر قابل لحاظ امر یہ ہے کہ عورت کو ایک خاص صلاحیت مودعہ ہے جسکے ذریعہ سے وہ فوراً کیفیت عشق کو پہچان جاتی ہے۔ گو کتنا ہی اُس کا

عاشق اخفائے عشق مین کوشان ہو اِس شعر کے بعد حضرت مصنف یہ دو شعر رقم کرتے ہین جو محض امور فطری پر مشتمل ہین اور جنکی خوبی بیان محتاج بیان نہین ہے۔

خس و خار ہے عشق حسن آگ ہے دلے راگ ہے اور اُن مین ہوا	سدا حُسن اور عشق مین لاگ ہے کہ دونون طرف آگ دے ہے لگا

یہان دل آنے کے اسباب ہمہ وجوہ موجود ہین کیونکر بیچارہ فیروزشاہ مبتلائے عشق نہ ہوتا۔ اِس جگہ پر راگ کا مضمون بہت قابل لحاظ ہے واقعی راگ سے حسن و عشق دونون کا عالم بے انتہا ترقی کرجاتا ہے اول تو حسن خود بلائے جان ہے اُسپر سے راگ پس عشق کا سُر جہان تک نہ چڑھ جائے وہی تعجب ہے۔

فیروزشاہ کی کیفیت عشق کو سمجھکر نجم النسا نے اُس سے کہا کہ مہر بول ہر تو جدھر سے آیا ہے اُدھر ہی چلا جا۔ مگر یہ جو کہا ہنسکر کہا۔ اسکا مطلب وہی سمجھین گے جو انداز خوبان سے واقفیت رکھتے ہین۔ واقعی اِس ایک لفظ سے شاعر کے کلام نے اِس سین جان دیدی ہے اگر نجم النسا ہنسکر فیروزشاہ کے سوال کا جواب نہ دیتی تو ایسے روکھے جواب سے فیروزشاہ کے دل پر چوٹ لگتی اور جو مطلب نجم النسا کا اپنی تقریر سے تھا ہرگز نہ نکلتا۔ فیروزشاہ نے گو روکھا جواب پایا مگر اس سے بیدل نہوا اسواسطے کہ معشوق کا ہنسکر جواب دینا گو روکھا ہی سہی بہت امید افزا ہوتا ہے ظاہراً ایسا ترش اور باطناً ایسا شیرین جواب پاکر

کہا تب پریزاد نے واہ جی نہ روکھے ہو اتنا بھلا جاؤن گا	بہت گرم ہین آپ اللہ جی ذرا بین سُنکر چلا جاؤن گا

ایسے جواب کی متوقع تو نجم النسا تھی ہی یہ سنکر

کہا ہوتے سوتے سے اپنے کہو	فقیرون کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہی تو فیروزشاہ کی مانگی مراد تھی ان آپس کے لطیفون کے بعد نجم النسا کے روبرو اُسی ریت بین وہ آبیٹھا حضرت مصنف اِس جگہ فیروزشاہ کی محویت کا فوٹو اِس طور پر کھینچتے ہین۔

نظر حسن پر گاہ گہ بین پر — سراپا دل اُس لعبت چین پر
رہا تن بدن کا نہ کچھ اُسکو ہوش — بنا کل وہ جون نقش پا چشم و گوش
وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر — ہوا غم مین جوگن کے یہ بھی فقیر
نہ سُدھ گھر کی لی اور نہ لی راہ کی — جب آئی ذرا سُدھ تو پھر آہ کی

نجم النسا صبح تک بین بجاتی رہی اور فیروزشاہ برابر زار زار روتا رہا جب صبح ہوئی نجم النسا نے کاندھے پر بین دھری اور انگڑائی لیکر اُٹھی ۔ مگر وہ کیا جانے پاتی۔

پریزادنے تب پکڑا اُس کا ہاتھ — شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ
زمین سے اُڑا آسمان کے تئین — وہ کتنا کہا کی نہین رہے نہین
نہ مانا اور اُسنے اُڑا یا اُسے — پرستان مین لا بٹھایا اُسے

فیروزشاہ کا ایک غیر قوم کی جوان عورت کو پرستان مین لانا کب اُسکے باپ سے چھپا رہتا ۔ اِس لیے نہایت خوش خوش باپ سے جاکر حقیقت حال یون عرض کی۔

یہ جوگی ہین ایک صاحب کمال — ذرا بین سنیے اور اُسکے خیال
بہت آپ اُس سے اُٹھائین گے حظ — بہت ہین سے اُسکی پائینگے حظ

فیروزشاہ کا باپ پارۂ عقل رکھتا تھا جوان بیٹے کی رضامندی ملحوظ رکھکر ... بین کاری ہمیشہ سے راگ ... ہیت ظاہر ہوتی ہے

کہا اُسنے بابا بہت خوب ہے — کرو روشن دے جو تھے نکتہ چین
کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر — سرون پر تی جی آپ نے
کھلے بخت بیٹے کے اور باپ کے

الغرض اُسکے باپ نے مصلحت وقت کو خیال کر کے

بہت اُسکی تعظیم و تکریم کی جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

واضح ہو کہ یہ جزو داستان تدبیر المنزل کے ایک بڑے ضروری مسئلہ سے خبر دیتا ہے اکثر جو باپ اور بیٹے کے درمیان جھگڑے پیدا ہوتے ہین اُسکا سبب یہی ہوتا ہے کہ باپ کمال نادانی سے جوان بیٹے کو مولود تازہ کے برابر بے اختیار اور مجبور سمجھتا ہے یہ ایک بڑی غلطی ہے اس نافہمی کا باعث عجب عجب طرح کے خانگی فسادات پیدا ہوتے ہین۔ ہر باپ کا فرض منصبی ہے کہ جب بیٹا جوان ہو جائے تو اُسکی آزادی مین خلل انداز نہو فقیر نے اپنی آنکھون سے چند ایسے قصے دیکھے ہین جنمین باپ کی طرف سے حضرت مصنف کے بیان کے برعکس کارروائیان ظہور مین آئی ہین عموماً ایسی بدعقلی کی کارروائیون کے نتایج آپس کی پھوٹ اور خانہ بربادی کے سبب ہوا کرتے ہین۔

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بُلانے مین

جب رات ہوئی نجم النسا کو فیروز شاہ کے باپ نے مجلس مین بلایا اور اُس کی بڑی خاطرداری کی۔ پریزاد سارے جوگن کی بین سننے کو جمع ہوے جب نجم النسا آکر مجلس مین بیٹھی۔ جنون کے بادشاہ نے بڑی تمنا کے ساتھ اُس سے

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے سمان بین کا ہم کو دکھلائیے

نہ روکھے ہو اتنا بھی وائی مگر معقول انداز کے ساتھ

ایسے جواب کی متوقع تو نجم النسا اپنا کام ہر اک طرح لینا ہمین ہر کا نام

کہا ہوتے سوتے سے) سے فقیر وسلے کیا کرین اب ہوئے ہین اسیر

اس جواب کو پاکر بادشاہ جن نے معذرت کے طور پر اور بڑی دلجوئی کے ساتھ

کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے
کرم آپ کا ہم پہ دن رات ہے
جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دین
نہین جس مین مرضی ہو تم سو کرین

نجم النساء نے ایسی نرمی کا جواب پاکر

کہا اس طرح سے جو فرماؤ گے
تو ہان بندگی ہی مین کچھ پاؤ گے

یہ کہکر اُسنے بین کاندھے پر دھری اور ایسی خوبی کے ساتھ یہان تک بجائی کہ اہل محفل کے دل پگھل گئے اور سبھون کی آنکھین شمع محفل کیطرح اشکون سے بھر آئین مگر فیروز شاہ جو مبتلاے عشق ہو رہا تھا اُسکا حال اشعار ذیل ہی سے خوب عیان ہوتا ہے۔

کبھی سامنے آکے کرتا نظر
کبھی دیکھتا چھپ کے ادھر اودھر
ستون کے کبھی اوٹ مین ہوکے وہ
کھڑا دیکھتا اُسکو رہ رہ کے وہ
کبھی ادھر اودھر سے پھر پھر کے آ
چھپے اُسکے مکھڑے کی لیتا بلا
وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اُسے
کن انکھیون سے پر دیکھ رہتی اُسے
نظر اُسکی جب آن پڑتی ادھر
تو یہ اور کی طرف کرتی نظر
اس آن و ادا پر وہ فیروز شاہ
دل وجان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ
اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا
تو کھا رشک کہتا کہ پھر تم کو کیا

ایسی سچی محفل نغمہ مین سوا عاشق کے کسکو ہوسکتی ہے الغرض نجم النساء کی بین کاری نے جمیع سامعین کو محو کر ڈالا جیسا کہ اشعار ذیل سے اس صحبت کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے

بجی پہلی صحبت مین وہ ان ایسی بین
کہ غش کر گئے وے جو تھے نکتہ چین
سراہا پر یزاد کے باپ نے
کہا کیا دیا جوگی جی آپ نے

اسی طرح ہر شب کرم کیجیے — مری بزم رشک ارم کیجیے
مقدم ہمارا اچھا نا کرو — ہمین اپنا مشتاق جا نا کرو
یہ گھر بار ہے آپ ہی کا تمام — ہوے آج سے ہم تمھارے غلام
تکلف کو موقوف کردیجیے — جو کچھ تم کو درکار ہو لیجیے
کہا اُس نے مطلب نہین کچھ ہمین — تمھارا مبارک رہے گھر تمھین
کہان ہم کہان تم ہوا یہ جو ساتھ — یہ تھی بات سب آپ ؐ دانہ کے ہاتھ

گانے بجانے کے بعد نجم النسا اپنی قیامگاہ مین چلی گئی مگر اُس شب سے اُسکا یہ معمول بندھا کر وہ ہر شب بادشاہ جن کی خدمت مین جاتی اور اُسے اپنے نغمون سے مسرور و ممنون کرتی۔ اس درمیان مین فیروزشاہ کا جوش عشق ترقی کرتا گیا اُسکی حالت روز بروز تباہ ہوتی گئی۔ اُسکی بدحالیون کی کیفیت بڑی صراحت اور قابلیت کے ساتھ حضرت مصنف نے حوالۂ قلم کی ہے بخوف طوالت یہان اُسکا اعادہ نہین کیا جاتا۔ یہ جزو داستان بھی دیدنی ہے ارباب شوق خود شنوہی مین ملاحظہ فرمالین۔ المختصر جب فیروزشاہ کے عشق کی حالت برداشت سے باہر ہوگئی تب اُسنے ایک روز موقع پاکر نجم النسا سے اظہار مدعا کیا نجم النسا نے بڑے دکھ کے بعد وصل کی امید دلائی مگر اس شرط کے ساتھ کہ اُسکی کہانی غور سے سنکر فیروزشاہ اُسکے برار مدعا مین کوشان ہو فیروزشاہ نے وعدہ واثق کیا۔ تبتیر نجم النسا نے ساری سرگزشت بدرمنیر کے عشق اور اپنے جوگن کے بھیس اختیار کرنے کی کہہ سنائی۔ جن کے شاہزادہ نے اپنی قوم کو بلاکر اُنسے کہا کہ پرستان مین ایک آدمی قید ہے تم جاؤ اور اُسکا پتا لگاؤ کامیابی کیصورت مین حسب دستور ملک لعالم یاد کے پریزاد تلاش مین نکلے آخر اُنمین سے ایک کا وہان گزر ہوا جہان ماہرخ کا قیدی مبتلاے چاہ الم تھا نگہبان چاہ سے بھید لیکر وہ پریزاد شاہزادہ کے

پاس واپس آیا اور اُس سے حقیقت حال عرض کی پھر اداے مجرا کے بعد انعام کا طالب ہوا حسب معمول شاہزادہ نے انعام مین اُسے جواہر کے پر لگا دیے واضح ہو کہ سب مضامین اس داستان مین بڑی خوبی کے ساتھ بیان ہوے ہین لیکن بخوف طوالت راقم اُنکے ریویو سے قلم کو روک لیتا ہے

داستان پیغام بھیجنے مین فیروز شاہ کے ماہ رخ کو

مخبر سے دریافت حقیقت کر کے فیروز شاہ نے ماہ رخ کو ایک سخت حکم بھیجا وہ ڈری اور شاہزادہ سے عذر تقصیر چاہا جیسا کہ اشعار ذیل سے ظاہر ہوگا۔

کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی	کہوا سکو لیجاے یان سے کوئی
اگر اب مین لاگو ہون اُسکی کبھی	تو پھر پھونک دیجیو مجھے تم تبھی
پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو	کہ اسکا پرستان مین چرچا نہو
مرے باپ کو یہ نہ ہووے خبر	کہ پھر مین نہ ایدھر کی ہون نے اُدھر

یہ التجا بھی نہایت نیچرل رنگ رکھتی ہے اکثر اشخاص جو اس طرح کی بد اطواری کے مرتکب ہوتے ہین۔ اپنے عیب کے پنہان رہنے کے بڑے متمنی ہوتے ہین مگر اُنکے افعال قبیحہ کبھی پوشیدہ نہین رہتے شیطان گھر گھر اُنکی بدفعلیون کی منادی کراتا ہے۔ ماہ رخ کا جواب پاکر فیروز شاہ وہان گیا جہان بے نظیر قید تھا۔ اُس کے حکم سے ایک دیو بے نظیر کو بڑی حفاظت کے ساتھ کنوئین سے باہر نکال لایا۔ یہ سب مضامین بڑی قابلیت شاعرانہ کے ساتھ حضرت مصنف نے حوالۂ قلم کیے ہین۔ سبحان اللہ کیا سحر البیانی ہے۔ شاعری ہے کہ اعجاز ہے۔

داستان کنوین سے نکلنے مین بےنظیر کے

جب بےنظیر کنوئین سے نکلا تو اس طرح کی قید شدید سے جو اُسکی حالت ہو رہی تھی - اُسکی تصویر اشعار ذیل مین کھینچی ہے -

وہ جیتا تو نکلا و لے اس طرح ۔ کہ بیمار ہو نزع مین جس طرح
زبس اوپر اُسنے کا تھا اُسکو غم ۔ کہے تو کہ پھرتا تھا اوپر کا دم
جمی خاک تن پر برنگ زمین ۔ گڑا جیسے نکلے ہے پتلا کہین
نہ آنکھون مین طاقت نہ تن مین توان ۔ کہ جون خشک ہو نرگس بوستان
وہ تن سُرخ جو تھا سو پیلا ہوا ۔ وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
وہ سر مین جو تھے اُسکے سنبل سے بال ۔ ہوے لاغری سے بدن کی وبال
فقط پوست باقی تھا یا استخوان ۔ نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان
بدن سے رگون کی تھی اُٹھ ھب نمود ۔ کہ اُلجھی ہو جیون ریسمان کبود
بدن خشک و زرد اس طرح تھا وہ گل ۔ خزان دیدہ ہو جس طرح برگ گل
وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال ۔ سو وہ ہو گئے بڑھ کے پُر کمال

حسن بیان محتاج ستایش نہین ہے میر حسن کے مبالغے بھی فطرت سے علیحدہ نہین ہوتے اُسیسے مبالغون سے سچی شاعری مین بٹا نہین لگتا واقعی حضرت مصنف بڑے نیچرل شاعر ہین - یہی حال شکسپیر کا ہے کہ اُسکے مبالغہ خواہ تشبیہ اور خواہ استعارہ کی بنیاد پر ہون کبھی فطرت سے بے لگاؤ نہین ہوتے القصہ جب بےنظیر اس طرح پر کنوئین سے نکلا فیروز شاہ اُسکی حالت دیکھ کر رونے لگا اور ازان بعد بےنظیر کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھا کر وہان سے آیا جہان نجم النسا تھی مگر پہلے

فیروز شاہ نے اُسے کسی جگہ مصلحتاً چھپا رکھا پھر نجم النسا سے جا کر بے نظیر کے آنے کی خبر کی۔ چونکہ وہ بے نظیر کے لیے بدحال ہو رہی تھی ایسی غیر متوقع خبر پا کر بڑے اضطراب کے ساتھ حقیقت حال دریافت کرنے لگی اور وہان چلنے کے لیے جہان بےنظیر تھا جلدی کرنے لگی۔ فیروز شاہ نے اس امر کو خیال کر کے کہ خوشی مین بہت عاجلانہ کارروائی نہین کرتے نجم النسا سے کہا کہ اسقدر عجلت کو راہ نہ دو پھر اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اطمینان کے ساتھ اُسے وہان لے آیا جہان بےنظیر کو وہ تخت پر بٹھا چھوڑ آیا تھا۔ اِس جگہ پر نجم النسا اور بدر منیر کے آپس مین ملنے کا سین حضرت مصنف یون رقم فرماتے ہین۔

یہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی — بلا اُسکی لے لیکے گرنے لگی
گلے لگ کے رونے لگی زار زار — کیا اپنے تن من کو اُس پر نثار
وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اُٹھا بے نظیر — تو نجم النسا ہے یہ دخت وزیر
کہا تو کہان اور کس کا یہ جوگ — کہان یہ لباس اور کہان تم یہ سوگ
کہا تیرے غم نے دیوانہ کیا — کہ عالم سے اپنے بیگانہ کیا
بغل کھول کر پھر تو آپس مین مل — وہ رویا کیے دیر تک متصل
بیان دونون اپنا جو کرنے لگے — دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگے
کہی سرگزشت اُسنے اُس دم تلک — کہ اس طرح پہونچے ہو تم ہم تلک

اسکے بعد فیروز شاہ بے نظیر اور نجم النسا ایک روز وہان مقام کر کے مرکب ہوائی یعنی تخت کے ذریعہ سے بدر منیر کے باغ مین جا اُترے بدر منیر سے نجم النسا کے پھر ملنے کا سین بطرز ذیل بیان ہوا ہے

یکایک جو اُدھر وہ قدم پر گری — تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری
پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہے یہ — مرے درد و غم کی بروگن ہے یہ

کہا میری نجم النسا تو ہے جان ‏— ارے تیرے صدقے مری مہربان
ہمین تیرے ملنے کی کب آس تھی ‏— کہ جینے سے اپنے ہمین یاس تھی
بہت اُسنے چاہا کہ ہووے کھڑی ‏— کھڑی ہوتے ہوتے وہین گر پڑی
کہا بارِ غم سے افاقت نہین ‏— ارے کیا کرون مجھمین طاقت نہین
بلائین لگی لینے نجم النسا ‏— لگی گرد پھرنے برنگ صبا

ان اشعار کی قدر اہل مذاق صحیح کے سوا کون کر سکتا ہے واقعی ایسے اشعار کی قدر دانی کے لیے بڑی تعلیم یافتگی کی حاجت ہے نا تعلیم یافتہ زمانون مین فطرت نگاری کبھی اپنے حق کو نہین پہونچتی ہے جسوقت مین شکسپیر نے اپنے حیرت انگیز پے تصنیف کیے تھے اُسوقت اِس نادر روزگار کی کچھ بڑی قدر نہین ہوئی تھی مگر جیون جیون تعلیم یافتگی دنیا مین پھیلتی گئی اِس شاعر الہامی کی قدر بڑھتی گئی۔ اسی طرح ایک وقت آئیگا جب میر حسن کی مثنوی بھی دیدۂ حیرت سے دیکھی جائیگی اور اُسکی نا پرسانی زائل ہوجائیگی۔

اِس سین کے بعد حضرت مصنف بدر منیر اور تمام محل و باغ کی اُس انقلابی حالت کو جو نجم النسا کی غیبت مین پیدا ہوئی تھی یون رقم فرماتے ہین۔

اُسے شاہزادی کا تھا حال یاد ‏— جو دیکھا تو یان اُس سے کچھ ہے زیاد
نہ گھر کی وہ رونق نہ اُسکا وہ حال ‏— گلون سے لگا دل تلک پائمال
پڑے سارے بیداشت دیوار و در ‏— محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
خواصین جو تھین پاس تا دور نین ‏— سو میلی کچیلی کہین کی کہین
نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست ‏— ہوا حال ایسا کہ تھی ہنگی دو بھی سست
مبارک ہے اپنے عالم مین دیکھو تو رنگ ‏— اُڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ

نہ آپس کی چہلین نہ وہ تہچہے — نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے
غم آلودہ ہر ایک زار و نزار — نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
جو بیٹھین تو رونا جو اُٹھین تو غم — غرض بیٹھتے اُٹھتے اپنے ستم
چمن سارے ویران سے ہین پڑے — شجر گُل کے اک جھاڑ سے ہین کھڑے
جو خود ہے تو حیران و بیمار سی — کہ جون زرد شیشے کی ہو آرسی
نہ تاب و توان اور نہ ہوش و حواس — ضعیف و نحیف و پریشان اُداس
یہ دیکھ اُس کا احوال نجم النسا — جلی شمع کی طرح آنسو بہا

اسکے بعد کا سین وہ ہے کہ جب نجم النسا کے آنے کی خبر محل کے رہنے والیون کو معلوم ہوئی تو انھون نے اُسے گھیر لیا۔ یہ سین نہ صرف فطری خوبی رکھتا ہے بلکہ اِس مین زنانہ رسوم ملکی بھی خوب ادا ہوے ہین۔ اشعار ذیل قابل لحاظ ہین۔

ولیکن محل مین پڑی جب یہ دھوم — کیا مثل پروانہ اُس پر ہجوم
سُنی ایک سے ایک نے یہ خبر — مبارک سلامت ہوئی یک گر
کوئی غنچہ کی طرح کھلنے لگی — کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی
ٹکے کوئی صدقے کو لانے لگی — کوئی سر سے روٹی چھوانے لگی
کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی — ادھر سے کوئی اور اُدھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی — لگی کرنے آپس مین چرچا کوئی
ہوا سر پہ اُسکے زبس اژدہام — لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
کہا بیبیو کل کہون گی مین حال — کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال

جب زنان محل کی بھیڑ چھٹی تب بڑی تمیز داری کے ساتھ نجم النسا مہمبر کو خلوت مین لیگئی اور

بے نظیر کے آنے سے مطلع کیا یہ سنکر بدر منیر غایت مسرت سے غش کر گئی پھر افاقہ کے بعد افراط حیرت کی حالت مین اُسنے پوچھا کہ کیا یہ سچ سچ ہے یا اس سے کوئی چھیڑ مراد ہے۔ نجم النسا نے بدر منیر کی بڑی خوبصورتی کے ساتھ تشفی کر دی بعد ازان ساری سرگزشت کہہ سُنائی علاوہ اسکے پریزاد کے آنے سے بھی خبر دی بدر منیر نے پوچھا کہ پھر وہ دونون کہان ہین تب نجم النسا نے کہا کہ ہم نے اُنھین درختون مین چھپا رکھا ہے۔ اب نجم النسا کی بقیہ گفتگو و بقیہ کیفیتین اس داستان کی ذیل مین بزبان حضرت مصنف عرض کیجاتی ہین۔

عجب وقت مین مین ہوئی تھی جدا ۔۔۔ کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا
مگر ایک یہ آپڑی ہے بسی ۔۔۔ کہ مین تیرے خاطر بلا مین پھنسی
سوا اپنے ایک کو تو لے آتی ہون مین ۔۔۔ ہوا دوسرے کو بتاتی ہون مین
یہ سُن شاہزادی ہنسی کھلکھلا ۔۔۔ کہا کیون اُڑاتی ہے نجم النسا
ارے ایک ہے تو بڑی قہر ہے ۔۔۔ کہین تو ہے امرت کہین زہر ہے
چل اب چوچلے بس زیادہ نہ کر ۔۔۔ اُنھین جا کے جلدی لے آ تو ادھر
کہا پھر پریزاد کے رو برو ۔۔۔ بغیر ازکے کس طرح ہوگی تو
کہا وہ تو ایسا دیوانا نہین ۔۔۔ وہ اِس بات کو کیا کہیگا نہین
اگر دل مین کچھ تیرے وسواس ہے ۔۔۔ نہین ور وہ بھی تیرے پاس ہے
ذرا پوچھ لیجیو تو اِس بات کو ۔۔۔ کہ وہ روبرو اسکے ہو یا نہ ہو
یہ سنکر شتابی گئی وہ نگار ۔۔۔ لیا جا کے آہستہ اُنکو پکار
چھپائے ہوئے لا بٹھایا وہان ۔۔۔ وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکان
پھر اُس سے یہ پوچھا کہ اے بے نظیر ۔۔۔ کہے تو چلی آوے بدر منیر

	پچھپے ہے کہین بھائی سے بھی بہن کہ اسکے سبب سے مریجان ہے مجھے اس سے پردہ ہے کس بات کا	کہا خیر ہے تجھکو رشک چمن مرا جان و مال اس پہ قربان ہے مرا یہ تو ہمدم ہے دن رات کا	

یہان حضرت مصنف نے پردہ کے اصول کی نسبت ایک ایسی بات حوالہ قلم فرمائی ہے کہ بہت کچھ قابل لحاظ ہے اِس ملک مین بڑے سخت پردہ کا رواج دیکھا جاتا ہے - ایسا پردہ نہ ایران مین ہے نہ روم مین - اسپربھی شرعی پردہ ندارد ہے یعنی عورتین ایسے لوگون سے حضور ہوتی ہین جو اُنکے محض غیر ہین مثلاً شوہر کے چھوٹے بھائیون یا شوہر کی بہنون کے شوہرون سے ظاہرا صرف رواج ملکی کی بنیاد پر یہ حضور ہوتا ہے ورنہ ایسے رشتہ مندون سے حضور ہی کی قرآنی اجازت نہین ہے - لیکن راقم کی دانست مین جب ایسے رشتہ مندون سے حضوری و حجاب مجازمان لی گئی ہے تو میر حسن کا قائم کردہ اصول خلاف قیاس نہین معلوم ہوتا ہے واقعی اگر حجاب شخص بنظیر بدر منیر فیروز شاہ اور نجم النسا کی خصوصیت اور آزاد شربی کے کہین ہون تو اُنکے آپس کے پردہ کا التزام نہ صرف ذریعۂ تکلیف یا خود ہا بلکہ تمام تر مخل عیش و نشاط ہوگا - اس جگہ حضرت مصنف نے بدر منیر کے خیال فرمانبرداری کو بھی خوب کھلایا ہے یعنی فیروز شاہ سے حضور ہونے کی بات کو بے نظیر کے امتزاج پر موقوف رکھا ہے عورت کو شوہر کی اتباع کا خیال ایسا ہی چاہیے - جس عورت مین یہ خوبی نہین وہ کبھی اپنے شوہر کو رضامند نہین رکھ سکتی جسکا نتیجہ یقینی تنگی عافیت اور بربادی عاقبت ہے -

داستان بے نظیر و بدر منیر کے ملنے اور اُسکے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے مین

فطرتی طریقہ بیان تو میر حسن پر ختم ہے مگر جہان بد اخلاقی لغزشین موجود ہین اُنکا دکھا دینا

بھی کلام کرہی ٹک (C r i t i c .) کا ہے یہ لفظ انگریزی ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو مصنف کے کلام کے حسن و قبح پر نظر ڈال کر اظہار رائے کرتا ہے۔ اس داستان مین حضرت مصنف پہلے بینظیر اور بدر منیر کے ملنے کو رقم فرماتے ہین۔ اسکا سین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کھینچا ہے۔ واقعی جب وہ بچھڑے ہوے عاشق و معشوق ملتے ہین تو اسی طرح سے ملتے ہین۔ پھر مفارقت کے بعد کی پہلی شب کو جو گفتگو آپسمین ہوتی ہے اُسکا وہی انداز ہوتا ہے جیسے مصنف نے حوالہ قلم فرمایا ہے۔ کوئی شک نہین کہ یہ سب بیانات بہت کچھ قابل توجہ ہین اور راقم بہ طوالت اُنکی خوبیون کو حوالہ قلم کرتا مگر ضرورت اختصار کے باعث قلم کو روک لیتا ہے اور صرف کلام کی اخلاقی لغزش کیطرف متوجہ ہوتا ہے جاننا چاہیے کہ اس داستان کے انداز بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بدر منیر اور بینظیر کی طرح فیروز شاہ اور نجم النسا بھی ناجائز طور پر زن و شو کیطرح رہنے لگے۔ یہ دوسری لغزش حضرت مصنف کی ہے۔ پہلی وہ تھی کہ جو قبل کی ایک داستان مین بدر منیر اور بینظیر کی نسبت بیان کیجا چکی ہے اس وضع کی مواصلت کسی مذہب مین جائز نہین ہے۔ بیشک اخلاقی پایہ سے یہ بیان گرا ہوا نظر آتا ہے۔ بہت خوب ہوتا اگر حضرت مصنف نو عورتون کا قبل از نکاح کنواری حالت مین قائم رہنا بیان فرمایا ہوتا۔ کہا نہین دینے سے یہ اخلاقی لغزش ظہور مین نہین آتی۔ موجودہ صورت اس کہانی کی ایسے کے باعث معیوب و زشت نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسی ناجائز مواصلہ ہو سے یہ مثنوی بدنام ہوگئی ہے ورنہ جسقدر اخلاق آموز بیان اس مثنوی مین ہین اور مثنوی مین پائی نہین جاتی ہین اگر حضرت مصنف نے بدر منیر اور نجم النسا کا ان عشق دکھایا ہوتا اور قبل از نکاح آلودہ مواصلت نہین بیان کیا ہوتا تو ایسا نہیر

پہلو بہت ترقی کرجاتا اور یہ مثنوی اخلاقی پایہ کے اعتبار سے اپنا جواب نہین رکھتی لیکن افسوس ہے کہ بدر منیر اور نجم النسا کی بینظیر اور فیروز شاہ کے ساتھ ایسی مواصلت دکھائی گئی ہے کہ ان چارون اشخاص نے اپنی حالتون کو ناپسندیدہ سمجھکر اُنکی صلاح کیطرف مائل ہونا ایک امر ضروری جانا چنانچہ اُن سبھون مین یہ رائے قائم ہوتی گئی کہ بدر منیر اور نجم النسا اپنے اپنے باپ کے گھر چلی جائین اور بینظیر اور فیروز شاہ رسمی طور سے بیاہ کے خواستگار ہون

نامہ بھیجنا بے نظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری مین بدر منیر کی

بے نظیر نے جو رقعہ لکھا یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ صدہا سابق کے بادشاہون کی خواستگاری کے رقعہ اکثر ہوتے تھے ۔ یہ رقعہ خواستگاری کا ہیکو ہے یہ تو خاصا پیام جنگ ہے اگر مخاطب نافہم ہو تو لڑائی کے نہ ہونے مین کیا باقی رہ جاتا ہے ۔ ہندو راجاؤن مین اکثر بیاہ لڑائیون کے بعد انجام پاے ہین اسی لیے ایک بیاہ اُنکے یہان ہوتا تھا کہ جسے رکشاس کہتے ہین ۔ اس بیاہ کا یہ طور تھا کہ دولہا صاحب سسر سالے سب کو لڑائی مین قتل کرکے دلھن کو میدان جنگ سے رد تی ہوئی اپنے ملک کو لیجاتے تھے ۔

جواب نامہ بے نظیر کا ملک مسعود شاہ سے

رقعہ خواستگاری کا جواب بھی ترکی بہ ترکی نظر آتا ہے ۔ بہرحال مسعود شاہ نے درخواست بینظیر کی منظور کی اور طرفین سے شادی کے سامان ہونے لگے

داستان بینظیر اور اُسکے تجمل مین

اس داستان مین حضرت مصنف نے ہندوستانی امیرون کی بارات کی ایسی سچی تصویر کھینچی ہے کہ کسی اور شاعر سے نہین کھینچ سکتی ہے اسی طرح بارات کی محفل آرائی اور سارات کے معاملات کے بیانات اپنا جواب نہین رکھتے ہین۔ سبحان اللہ سبحان اللہ ملکی رسومات بڑی قوت شاعری کے ساتھ اس طور پر حوالہ قلم ہوے ہین کہ غیر ملک کا سیّاح بمجرد میرحسن کے بیانات کو پڑھکر ہندوستانی بارات اور سارات کے جزوی معاملات کو آسانی کے ساتھ درک کر سکتا ہے۔ کیا خوبی بیان ہے کہ اس داستان کو پڑھنے سے محسوس ہونے لگتا ہے کہ کوئی بھاری بارات بڑی تیاری کے ساتھ جا رہی ہے پھر بارات کی قیام گاہ مین ایک نہایت آراستہ و پیراستہ محفل ہو رہی ہے اسی طرح سارات مین جو کیفیتین گذرتی ہین وہ سب کی سب پیش نظر ہو رہی ہین۔ واقعی میرحسن عجب حیرت انگیز شاعر گذرے ہین کہ معاملات خارجی و داخلی دونون کے بیان پر یکسان قدرت رکھتے ہین لاریب شکسپیر کو معاملات ذہنی کے بیان کی لاجواب قدرت ہے مگر معاملات خارجی کی مصوری میرحسن کے برابر یہ شاعر گرامی نہین کر سکتا ہے۔ راقم الحروف کی دانست مین اس قدرت کے اعتبار سے میرحسن کو شکسپیر پر یقینی ترجیح ہے۔

نکاح ہونا بے نظیر کا بدر منیر سے اور شادی نجم النسا کی پری زاد سے اور رخصت ہونا آپس مین

یہ داستان بھی میرحسن کے کمال شاعری کا ایک نمونہ ہے۔ اس مین حضرت مصنف پہلے بے نظیر کے نکاح کا ذکر فرماتے ہین بعد ازان پھر اسکے محل مین دولہ بنکر جانے کو بیان کرتے ہین ان امور کے ساتھ جو رسوم انجام پاتے ہین وہ اس فور طلاع

اور خوش اسلوبی کے ساتھ حوالۂ قلم ہوئے ہین کہ پڑھنے والے کو حیرت دامنگیر ہوتی ہے پھر صبح کو رخصتی کا سین جو بیان کیا گیا ہے اور اُسکے متعلق کے رسوم جو احاطۂ تحریر مین آئے ہین نہایت ہی قابل لحاظ ہین اس سین کا داخلی (Subjective.) پہلو بھی کمال قابلیت کے ساتھ مذکور ہوا ہے - دلھن کو اپنی عیش گاہ مین لانے کے بعد بےنظیر پریزاد کے بیاہ کا سامان کرتا ہے - اسکے بیاہ کی چوتھی کے ساتھ اُسی دھوم دھام سے پری زاد اور نجم النسا کی شادی انجام پائی ہے اس شادی کے انجام کے بعد پریزاد اور نجم النسا پرستان کو چلے جاتے ہین - مگر بےنظیر سے اسکا اقرار کر جاتے ہین کہ گو اسوقت کی مفارقت ایک امر مجبوری ہے مگر آئندہ ہمیشہ آپس مین ملتے رہین گے - پریزاد اور نجم النسا کی روانگی کے بعد بےنظیر بدرمنیر کے ساتھ اپنے باپ کے ملک کی طرف رخ کرتا ہے تمام اجزا اس داستان کے کسقدر نیچرل اور خوش اسلوب ہین سبحان اللہ سبحان اللہ -

داستان بےنظیر کا بدرمنیر کو اپنے وطن لیجانے اور وہان باپ سے ملاقات کرنے مین

باپ کے شہر کے نزدیک پہونچکر بےنظیر نے ایک دریا کے کنارے قیام کیا جب لوگون نے اُسے دیکھا تو تمام شہر مین اُسکے آنے کا شور مچ گیا - اسکے ماں باپ کو بھی خبر ہوئی ایسی خبر سُنکر جو اُنکا حال ہوا اسکو حضرت مصنف کس نیچرل خوبی کے ساتھ ذیل مین منظوم فرماتے ہین -

خبر یہ ہوئی جبکہ ماں باپ کو — کیا گم اُنھون نے وہین آپ کو
زبس دل تو تھا یاس ہی سے بھرا — یہ سُن ہاتھ اور پاؤں گئے تھرتھرا
لگے رونے آپس مین زار و نزار — کہا ہائے ہم کو نہین اعتبار

ملا دیگا ہم سے ہمارا حبیب　　یہ دشمن نہین اپنے ایسے نصیب
یہ ہوگا کوئی دشمنِ ملک و مال　　سو سُن کر وہ ہمکو گرفتار حال
کوئی اسکا وارث تو آخر نہین　　وہی لیکے جائے یہ جھگڑا کہین

ظاہر ہے کہ مصیبت زدگی مین اچھی خبر ایسا ہی حال پیدا کر دیتی ہے - سبحان اللہ فطرت کی تبعیت حضرت مصنف کو کسقدر ملحوظ رہتی ہے اس جگہ داخلی پہلو کے حقوق کیا خوب ادا ہوے ہین - کیا کہنا ہے - کہین حضرت مصنف شکسپیر کی داخلی شاعری کا اور کہین سر والٹر اسکاٹ کی خارجی شاعری کا تماشا دکھلاتے ہین حقیقت یہ ہے کہ وہی شاعر مثنوی نگاری کی داد دیسکتا ہے جسکو بیان کی یہ دوہری قوت خدا ے تعالی کی جانب سے نوودیع ہوئی ہے ظاہر حضرت مصنف شکسپیر اور سر والٹر اسکاٹ کی قوتون کے مجموعہ معلوم ہوتے ہین - خیر جب لوگون نے بے نظیر کے باپ کو بے نظیر کے آنے کا یقین دلایا اور بکر رمنیظیر کا نام اُسکے آگے لیا گیا تب تو باپ صاحب ننگے پانو بیٹے کیطرف دوڑے - ادھر سے بیٹے صاحب بھی چلے ہی آتے تھے - باپ پر جو نظر پڑی باپ کے پانو پر بے نظیر یہ کہکے کہ ”خدا نے دکھائے قدم آپ کے“ گر پڑا - اُسکے بعد حضرت مصنف یون فرماتے ہین -

سُنی یہ صدا جون ہی اُس ماہ کی　　تو اُس غم رسیدہ نے پھر آہ کی
اُٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا　　لپٹ کے گھڑی دو تلک غش رہا
یہ رویا بشدت کہ غش کر چلا　　کہے تو کہ آنسو کا لشکر چلا
ملے پھر تو آپس مین وہ خوب سے　　کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے

پھر تو چھوٹے بڑے سب کو دلی مسرت حاصل ہوئی - اُجڑا گھر سر نو سے آباد ہوا بے نظیر بدر منیر کی سواری کو محلسرا مین لیجا کر بدر منیر کو اُتارا - اسی عرصہ مین بے نظیر کی آنکھین جو مان پر پڑین

تو قدمون پر گر پڑا - دونون تقاضاے فطرت سے خوب روئے - مان نے بہوا ور بیٹے دونون کو چھاتی سے لگایا - اِس جگہ پر حضرت مصنف کا فرمودہ مندرج ذیل ہوتا ہے -

وہ مان خوب بیٹے کے لگ کر گلے — یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا — وہ دونون کی لے ہاتھ سے وہ بلا
ہوئی جان اور جی سے اُسپر نثار — پیا پانی ان دونون پر وار وار

اسکے بعد حضرت مصنف اس کہانی کو اس طور پر تمام فرماتے ہین کہ شاہی گھرانے والے سب کے سب مل ملا کر آپس مین رہنے لگے - بینظیر کے باپ مان نے بینظیر کا سر نو سے بیاہ کیا - خوب حوصلے دل کے نکالے - ذیل مین خوشی اور بہبودی کے مضامین بیان حضرت مصنف درج پاتے ہین -

محل مین عجائب ہوے چہچہے — وہ مرجھائے گل پھر ہوے لہلہے
ہوا شہر پر فضل پروردگار — وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام — وہی ناز و انداز کے اپنے کام
وہی بلبلین اور وہی بوستان — شگفتہ گل و مجمع دوستان

اِس کہانی کے اتمام پر حضرت مصنف کچھ دعائیہ مضامین یون زیب رقم فرماتے ہین

اُنھون کے جہا مین پھرے جیسے دن — ہمارے تمھارے پھرین ویسے دن
ملین سب سے بچھڑے الٰہی تمام — بحق محمد علیہ السلام
ہوے جیسے وہ شاد ہون شاد ہم — رہین شہر مین اپنے آباد ہم
لہے شاد نواب عالی جناب — کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
خوشی اسکی لہے سرو باغ مراد — ہے اُسکا روشن چراغ مراد

بحق حسین و بحق حسن ‏ ‏ ‏ ‏ زہون شادین بھی غلام حسن

حضرت مصنف کو جس طرح ہر قسم کے مضامین کی بندش پر قدرت ہے اسی طرح دعائیہ مضامین کی بندش پر بھی اختیار حاصل ہے پہلے سب بنی آدم کی خیر چاہتے ہین پھر آقا کے لیے دعا فرماتے ہین اور آخر مین اپنی ذات خاص کی نسبت دست بدعا ہوتے ہین سبحان اللہ کیا خوش مذاقی ہے کیا خوش کلامی ہے یہ خوش اسلوبی ایک امر موہوع ہے سیکھنے سے نہین آ سکتی - ؎ این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ٭ اسکے بعد حضرت مصنف اپنی اس مثنوی کی داد مانگتے ہین اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ اگر ایسی مثنوی کی داد نہ ملے تو اس سے بڑھ کر انصاف کشی اور کیا ہو سکتی ہے آپ فرماتے ہین -

ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا

زبس عمر کی اس کہانی مین صرف ‏ ‏ ‏ ‏ تب ایسے یہ نکلے ہین موتی سے حرف

جوانی مین جب بن گیا ہو نمین پیر ‏ ‏ ‏ ‏ تب ایسے ہوے ہین سخن بے نظیر

نہین مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی ‏ ‏ ‏ ‏ مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی

نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان ‏ ‏ ‏ ‏ نئی مثنوی ہے یہ سحر البیان

رہیگا جہان مین مرا اس سے نام ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہے یادگار جہان یہ کلام

ہر اک بات پر دل کو مین خون کیا ‏ ‏ ‏ ‏ تب اس طرح رنگین یہ مضمون کیا

اگر واقعی غور ٹک کیجیے ‏ ‏ ‏ ‏ صلہ اسکا کم ہے جو کچھ دیجیے

غرض جس نے اسکو سنا یہ کہا ‏ ‏ ‏ ‏ حسن آفرین مرحبا مرحبا

جو منصف سنین گے کہین گے یہی ‏ ‏ ‏ ‏ نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

انصاف یہی ہے کہ حضرت مصنف نے اپنی مثنوی کی تعریف یا لاہین کوئی امر احاطہ حق سے

باہر نہین ارشاد فرمایا ہے۔ اشعار بالا مین خس برابر بھی مبالغہ نے جگہ نہین پائی ہے۔ بلا شبہہ
یہ مثنوی ایسی ہی ہے کہ "نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی" مرزا قتیل کا مصرعہ تاریخ بھی جادۂ راستی
سے باہر نہین ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ "برین مثنوی باد ہر دل فدا" حقیقت حال بھی یہی ہے
کہ وہ حضرات جو شاعری کا مذاق صحیح رکھتے ہین اس مثنوی پر دل سے فدا ہین۔ حضرت مصحفی کا
فرمانا کہ "یہ بتخانۂ چین ہے بے بدل" تمامتر قرین حق ہے۔ واقعی یہ مثنوی ایک لاجواب بتخانۂ
چین سے بھی زیادہ خوشنما اور دل آویز ہے۔

یہ مثنوی بھی بڑی شہرت رکھتی ہے اسکے مصنف حضرت نسیم خواجہ حیدر علی آتش کے
شاگرد تھے کہتے ہین کہ خواجہ نے اسکی اشاعت کے پہلے اسکی نظر ثانی فرمائی تھی خیر۔ بجالت
موجودہ یہ مثنوی بہت توجہ طلب ہے۔ اسکی نظم ایک حیرت انگیز اخ
بھی ادائے مطلب کا ایسا جلوہ دکھلاتی ہے کہ شاید
ہے۔ یون تو کوئی کلام بشری اعتراض سے پاک
عمدگی زبان بہت کچھ لائق تحسین ہے۔ البتہ
کم ہین۔ وہ تناسب خیالات جو مثنوی میر حس
میر حسن ایک نیچرل شاعر تھے اُنکے امور ذہ
بھی جدا نہین دیکھے جاتے ہین یہ خ
کرتا ہون کہ تاج الملوک کے چارون بیٹون

خالق نے دئے ہے چار فرزند	

لاریب زبان کیا خوب ہے اور نظم
حضرت نسیم کی ساری مثنوی پڑھ جانے کے

عقلمندی دانائی ذکاوت اور خردمندی کا کوئی پتہ نہین لگتا ہے بلکہ حضرت نسیم کے آیندہ کے بیان حالات سے اُنکی بیوقوفیان اور بے ترکیبیان ظاہر ہوئی ہین - برخلاف اسکے میرحسن کی مثنوی کا انداز ہے کہ ساری مثنوی مین سلسلۂ کلام ایسے تناسب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ بے اختیار دل میرحسن کے حسن کلام کا معترف ہوجاتا ہے - جاننا چاہیے کہ تناسب ہی حسن ہے - انسان اسی تناسب کے حاصل رہنے سے حسین کہلاتا ہے اور ہر شے جو تناسب رکھتی ہے دل آویز ہوتی ہے - اگر یہ تناسب گلزار نسیم کو حاصل رہتا تو اس مثنوی کی دل آویزی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی - بہرحال یہ مثنوی اپنے رنگ مین اچھی ہے ذیل مین کچھ اشعار اس مثنوی کے عرض ہوتے ہین -

آوارہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک گلچین کی تلاش مین

یون بلبل خامہ نعرہ زن ہے
اور غنچۂ صبح کھلکھلایا
یعنی وہ بکاولی گل اندام
اُٹھی نگہت سی فرش گل سے
پرآب وہ چشم حوض پائی
کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے
جھنجھلائی کہ کون دے گیا جل
ہے ہے مجھے خار دے گیا کون
بو ہو کے تو پھول اُڑا نہین

ہے
ایا
ا

نرگس تو دکھا کدھر گیا گل — سوسن تو بتا کدھر گیا گل
سنبل مرا تازیانہ لانا — شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
تھرائین خواصین صورتِ بید — ایک ایک سے پوچھنے لگین بھید
نرگس نے نگاہ بازیان کین — سوسن نے زبان درازیان کین
پتا بھی سپتے کو جب نہ پایا — کہنے لگین کیا ہوا خدایا
اپنون مین سے پھول لیگیا کون — بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون
شبنم کے سوا چرانے والا — اوپر کا تھا کون آنے والا
جس کف مین وہ گل ہو داغ ہو جائے — جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے
بولی وہ بکاولی کہ افسوس — غفلت سے یہ پھول اسپہ پڑی اوس
آنکھون سے عزیز گل مرا تھا — پتلی وہی چشم حوض کا تھا
نام اُسکا صبا نہ لیتی تھی مین — اُس گل کو ہوا نہ دیتی تھی مین
گلچین کا جو ہاے ہاتھ ٹوٹا — غنچے کے بھی منھ سے کچھ نہ پھوٹا
او خار پڑا نہ تیرا چنگل — مشکین کس لین نہ تو نے سنبل
او باد صبا ہوا نہ تبلا — خوشبو ہی سونگھا تیا نہ تبلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے — گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

لاریب زبان کی خوبی اور بندش کی چستی اپنا جواب نہین رکھتی ہے مگر اشعار بالا کے مضامین نہ جذبات قلبیہ کا کوئی زور دکھلاتے ہین اور نہ کسی سین یا سینری کا تماشا پیش نظر کردیتے ہین شاعری کے اعتبار سے یہ اشعار اعلیٰ درجہ کے داخلی یا خارجی مضامین کی کوئی خوبیان نہین رکھتے حکمت وفلسفہ سے تو انکو کوئی لگاؤ ہی نہین ہے اور اخلاقی تعلیم کی

بھی انکو ہوا نہین لگی ہے - فطری شاعری کے نمونے یہ اشعار ہرگز نہین مانے جاسکتے ہین انکی جو خوبیان ہین مصنوعی انداز کی ہین فطرت پسندون کے لیے اور یہی انداز کی شاعری درکار ہے - جو حضرات میر حسن اور شکسپیر کے کلامون کے لذت یاب ہین انکو اس ترکیب کے مضامین سے بہجت قلبی کیونکر نصیب ہوسکتی ہے کلام کا فطری انداز کچھ عجیب لطف رکھتا ہے - ذیل مین کچھ اشعار مثنوی کی ترکیب کے کتاب مذہب عشق معروف بہ گل بکاولی سے درج کیے جاتے ہین - ہرچند یہ اشعار کوئی علمی مسئلے سے خبر نہین دیتے ہین مگر چونکہ انمین ایک امیر گھر کے ہندوستانی وطن کا سچا فوٹو ہے یہ اشعار لطف سے خالی نہین ہین - یہ اشعار بکاولی کے عروس بننے سے تعلق رکھتے ہین اور اہل مذاق کے قابل توجہ ہین -

پرستاریون نے یہ اسکو بنایا ۔ جہان مین حور جنت کو دکھایا
عجب صورت سے کی باونمین کنگھی ۔ کہ بکھرا دیکھ کر ہر ایک کا جی
لپٹ آئی جو یون زلفون کی کیا بار ۔ ہوئی کافور بوے مشک تاتار
کھجوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی ۔ کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی
جب اسکی موتیون سے مانگ بھر دی ۔ فلک نے کہکشان قربان کر دی

جو ٹیکا اسکے ماتھے پر لگایا ۔ قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا
برنگ مہر تابان تھا جو چہرہ ۔ ہوا تار شعاعی منھ پہ سہرا

وہ آنکھین بند کرنا بھی ادا تھی ۔ چق مژگان مین پوشیدہ حیا تھی
جب اُسکے کان مین پہنایا جھمکا ۔ پریشان ہوگیا عقد ثریا

پہنکر نتھ خوشی سے رنگ دمکا — وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ مین چمکا
مسی آلودہ دندان پیارے پیارے — چمکتے تھے شب یلدا مین تارے
مسی ملکر جب اُسنے پان کھایا — یہ مطلع پڑھ کے ناسخ کا سنایا
مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے — تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے
بنایا خال کاجل سے ذقن پر — عجب جوبن تھا اُس رشک چمن پر
چڑھی منھ پر دولھن کے ایسی شیرین — کہ پھیکی پڑ گئی نظرون سے شیرین
گلے مین پہنا جب موتی کا مالا — بنات النعش کو حیرت مین ڈالا
اگر ہاتھو مین ہیرے کے کڑے تھے — زر خالص کے زیبا چھڑے تھے
بہت اسکے سوا بھی اور گہنا — مناسب جس جگہ تھا اُسنے پہنا

ظاہر ہے کہ یورپ کا کوئی آدمی جو ہندوستان کی رسمی اور رواجی باتون سے واقف نہین ہے اشعار بالا سے کوئی حظ نہین اُٹھا سکتا مگر ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی آدمی جو شاعری کا مذاق صحیح رکھتا ہے ضرور ہے کہ بیانات بالا سے متلذذ ہو۔ اس لیے کہ یہ اشعار واقعات سے تمامتر تعلق رکھتے ہین حقیقت حال یہ ہے کہ ہندوستان مین دولھنین دولتمند گھرون کی اسی طور پر سنواری جاتی ہین۔ پس ایسا سچا بیان واقعات کا جو شاعرانہ انداز کے ساتھ ہو کیونکر مطبوع اہل مذاق نہین ہو سکتا۔

حکمت آموز مثنویان۔ اس ترکیب کی مثنوی اُردو مین بوستان سعدی اور پندنامہ عطار کے پایہ کی کوئی نہین ہے۔

تصوف آموز مثنویان۔ اس قسم کی مثنویان بھی اُردو مین اعلیٰ درجہ کی نہین ہین۔ کوئی مثنوی ایسی نہین ہے کہ جو مولانائے روم کا جواب سمجھی جاے۔

متفرق مضامین کی مثنویان - اس انداز کی مثنویان بہت ہین - سیکڑون قصص و حکایات رنگ برنگ کے منظوم ہوتے گئے ہین - ذیل مین ایک مثنوی غالب کی جو آم کی تعریف مین ہے درج کی جاتی ہے -

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز | کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز
خامہ کا صفحہ پر روان ہونا | شاخِ گل کا ہے گل فشان ہونا
مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے | نکتہ ہاے خرد فزا لکھیے
بارے آمون کا کچھ بیان ہو جاے | خامہ نخلِ رطب فشان ہو جاے
آم کا کون مردِ میدان ہے | ثمر و شاخ گوی و چوگان ہے
تاک کے جی مین کیون رہے ارمان | آئے یہ گوے اور یہ چوگان
آم کے آگے پیش جاوے خاک | پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک
نہ چلا جب کسی طرح مقدور | بادۂ ناب بن گیا انگور
یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے | شرم سے پانی پانی ہونا ہے
مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے | آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار | جب خزان آئے تب ہو اسکی بہار
اور دوڑائیے قیاس کہان | جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی | کوہکن باوجود غمگینی
جان دینے مین اُسکو یکتا جان | پردہ یون سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر | کہ دواخانۂ ازل مین مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام | شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام

یا یہ ہوگا کہ فرط راحت سے	باغبانون نے باغ جنت سے
انگبین کی بہ حکم رب الناس	بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخ نبات	مدتون تک دیا ہے آب حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل	ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنج زر ایک خسرو پاس	رنگ کا زرد پر کہان بو باس
آم کو دیکھتا اگر ایک بار	پھینک دیتا طلائے دست فشار
رونق کارگاہ برگ و نوا	نازش دودمان آب و ہوا
رہرو راہ خلد کا توشہ	طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ
صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم	ناز پروردۂ بہار ہے آم

واضح ہو کہ مرزا رفیع سودا نے بہت سی مثنویان مختلف مضامین کی لکھی ہین یہ مثنویان انکے کلیات مین موجود ہین حضرت سودا کی طباعی جواب نہین رکھتی ہے اس شاعر گرامی کو اصناف شاعری پر قدرت حاصل تھی - ان مثنویون مین چند ہجو کی بھی مثنویان ہین جنسے کم وبیش طور پر عام و خاص واقف ہین - لاریب حضرت سودا کو ہجو نگاری مین بڑا دخل تھا اور زیادہ تر انکی طباعی اسکی محتاج نہ تھی کہ فحش گوئی سے وہ کسی قسم کی اعانت لیتے - مگر اس قبیح انداز سے اپنے کو بچا نہ سکے - اگر ایسے نازیبا اشعار انکی ان مثنویون سے نکال دیے جائین تو انکی ہجو نگاری اہل تہذیب کے لئے بھی قابل توجہ ہو جا سکتی ہے اس لیے کہ ان مثنویون سے حضرت سودا کی طباعی کا اظہار اس درجہ ہوتا ہے کہ اسکے لطف سے کوئی شخص طبیعت دار اپنے کو محروم رکھنا پسند نہین کرسکتا ہے یہ مثنویان علاوہ اظہار طباعی کے حضرت سودا کے اطلاع عام سے بہت کچھ خبر دیتی ہین وہ مثنویان جو قابل ملاحظہ ہین

اُنکے نام درج ذیل ہوتے ہین -

ہجو پیل راجہ نرپت سنگھ - ہجو شیدی کوتوال -

ہجو امیر دولتمند - ہجو ضاحک -

ہجو حکیم غوث - ہجو چیپک میرزا فیضو -

کمال حضرت سودا کا یہ ہے کہ بسبب اطلاع عام کے جس چیز کو لکھتے ہین اسکے متعلقات کو اپنے بیان مین فروگذاشت نہین کرتے ہین - ذیل مین نمونہ کے طور پر کچھ اشعار مثنوی ہاے بالا سے درج کیے جاتے ہین -

اشعار از مثنوی ہجو پیل راجہ نرپت سنگھ

کیا ساقی نے گو مجھکو سیہ مست
تو کر فکر بلند اے ہمتِ پست

قلم سے کہ ہو سرگرم تحریر
بنے تا صفحۂ کاغذ پہ زنجیر

قوی ہاتھی سے بھی اپنا سخن ہے
زبان خامہ پر یان کجلی بن ہے

اگر ہم فیل معنے کا بنا دین
تو بہتر ہاتھیون سے کر دکھا دین

پھر اسکو جو کوئی سمجھے سو جھوے
قدم آ حضرت سودا کا چومے

یہ دعوی گو کوئی شاعر نہ مانے
پہ اس کو جو سخن رس ہو سو جانے

کہ طرز شاعری نسبت یہی ہے
سخن کا ہے جو کچھ فن سب یہی ہے

کہون مین پیل نے کی جو اوقات
تو شیخی ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات

بندھے ہی وہ سدا آکر مری پاین
جگہ ہے گشت کی فہم سخندان

تو اردے اگر وہ چھوٹ جاوے
کوئی شاعر ہی اسکو باندھ لاوے

دبے ہو اُس سے جو کوئی ہو کج فہم
کہ اُسکی طبع کو آکس کرے وہم

بنا ہے پاک طینت اس قدر وہ
قدم ہرگز نہ رکھے خاک پر وہ

سبک چلنا کوئی کیا اسکو بتلائے
جہانتک ہیچ کاغذ پر چلا جاے

کرین ہین آفرین اسپر سو کیا ہے
گویا اسکی وہ آواز درا ہے

نہ لگوائے کبھی مستک پہ سیندور
بہت اسکی بزرگی سے ہے یہ دور

ہوا کیا گر نہین کرتا ہے تزئین
اُسے کہتے ہین اہل طبع رنگین

نمو ہے قد و قامت مین ہو موجود
بلندی عرش سے ہے اسکی افزود

بھلا اس شان کا ہاتھی کہین ہے
کہ جسپر ہر کوئی ایسا یقین ہے

بھاوت دل ہے نالہ بھالہ بردار
ہے چرخی پیچش آہ شرر بار

نہ کچھ پیوے کبھو نہ کچھ وہ کھاوے
نظر بھی اس بزرگی پر نہ آوے

کوئی ہاتھی کی ہوتی ہے یہ اوقات
نہین دم مارنے کی اس جگہ بات

غرض ہاتھی خدا دیوے تو ایسا
نہ فیل راجہ نریت سنگھ جیسا

اسکے بعد اُس ہاتھی کی ہجو ہے۔ ہاتھی سے جو باتین متعلق ہین ایک بھی نہین اُٹھا رکھی گئی ہین افسوس کہ اس کتاب مین ہر پہلو سے اختصار ہی کی ضرورت ہے ورنہ ہجو کے اشعار کم از کم دس بیس تو ضرور داخل کتاب ہذا کر دیے جاتے سبحان اللہ کیا شاعر گرامی سودا گذرا ہے حقیقت یہ ہے کہ سوا حضرت سودا کے اس قابلیت کی مثنویان کسی شاعر سے انجام نہین پا سکتی ہین۔

اشعار از مثنوی ہجو شیدی کوتوال

قوت انتخاب جواب دینے لگتی ہے کیا کلام ہے سبحان اللہ مجبوراً ذیل مین

کچھ اشعار عرض کر دیے جاتے ہیں ورنہ لطف کلام تو پوری مثنوی پڑھے بغیر حاصل نہیں

گشت جب اُسکا پھرتا آتا ہے
یہی نرسنگیا بجاتا ہے

سُن لو چورو یہ مختصر قصہ
صبح کو بیچ دیجیو حصہ

شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب
روز محشر کی دھوم ہے ہر شب

شب ہے نرسنگیوں کی قال و قیل
گویا پھنکتی ہے صور اسرافیل

کتنے آہٹ سے اُنکی چونکتے ہیں
مردے خواب عدم سے چونکتے ہیں

آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہے
چوروں کے ڈر سے فتنہ جاگے ہے

آسمان پر بھی منعدم ہے خواب
کھلا رہتا ہے دیدۂ مہتاب

بزم میں شب ہر ایک پیر و جوان
بیٹھے کر کے رزم کا سامان

بس پہ یہ ہے کہ ہر طرف زر ر
لگے چور شمع سے آکر

طرۂ شمع یک طرف اے یار
گم ہے خورشید کی بھی شب دستار

شام سے صبح تک یہی ہے شور
دوڑیو گٹھری لیے چلا ہے چور

صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہے
بقچہ کو غنچہ کے وہ روتی ہے

اس مثنوی میں کوئی بات جو کوتوال کے متعلق ہے اس شاعر نامی سے چھوٹ نہیں پائی ہے اپنی اطلاع عام سے کام لینا حضرت سودا ہی کا کام ہے۔ اس قسم کا شاعر جو اصناف شاعری پر اسقدر قادر ہو اردو میں کوئی نہیں ہے۔ حضرت سودا اپنے جواب آپ ہی ہیں

اشعار از مثنوی ہجو امیر دولتمند

حضرت سودا اس مثنوی میں لکھتے ہیں کہ آپ کے ایک آشنا ایک امیر کی ملاقات کو

گئے اونکے وہان جاتے ہی ابر گہر آیا اور بارش ہونے لگی وہ امیر محل مین چلا گیا اور انہین وہ رات مجبوری سے اسکے گہر رہنا پڑا بکاول سے حسب ہدایت امیر جو کہانے کیوا سطے کہا تو اُسنے اس امیر کی بخالت کے حالات بہت کچہ بیان کیے یہ بیانات حضرت سودا کی بڑی طباعی اور مضمون آفرینی سے خبر دیتے ہین آخر مین بکاول نے یہ باتین کہین جو اشعار ذیل مین منظوم ہین -

ایک فرزند یہ کہیں تہا اولانچ — سارے گہر کا تہا اسکے ختم پر بیخ
اُسنے اک روز یہ حماقت کی — آشنا اپنے کی ضیافت کی
بہ ضیافت کہ جس مین ہو رنگ رس — اک رکابی طعام و دیگر بس
تس پہ یون پیش آیا یہ مردود — یاد آیا اُسے چہٹی کا دود
چاہتا تہا کرے یہ اسکو عاق — اور ہان کو بہی اسکے دیوے طلاق
بارے لوگون نے آکے سمجہایا — تب یہ جورو کے حق مین فرمایا
پتہر اسکے عوض یہ کیون جنی — کاش پہنس مرتا وان یہ ناشدنی
یارو مجہ سے تو لاولد بہتر — میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اسکا دادا بہی گرچہ تہا عیاش — اس سلیقہ سے پر کرے تہا معاش
جو کوئی اسکے گہر مین نوکر تہے — رات کو اُسپہ یہ مقرر تہے
پہرتا وہ ٹکڑے مانگتا گہر گہر — لاتا آقا کے آگے جہولی بہر
اچہے چن چن کے آپ کہاتے تہے — بری تنخواہ مین لگاتے تہے
پیدا جو کر گئے تہے یون اجداد — سو یہ بدبخت دے ہے یون برباد
جانتا تہا مین آپ ہی کو فضول — پر یہ مجہ سے بہی نکلا نا معقول

گرڑے پیسے یہ سب اڑا دے گا — اینٹوں تک بیچ بیچ کھاوے گا
اسکے دادی کے باپ کا اک نوز — آشنا تھا سو وہ نپٹ دل سوز
لایا کھچڑی پکا شراکت سے — دونوں کھانے لگے رفاقت سے
ان نے اک دو لیے نوالے بڑے — جد مرحوم دو وہیں ہو کے کھڑے
لگے کہنے نہیں شراکت نیک — میرے سو لقمے اور تیرا ایک
تھی بزرگوں کے اپنے تو یہ چال — کرتی ہیں یاں ضیافتیں پامال
خوب جو کچھ اٹھا خزینہ سے — تو اتالیق کے مہینے سے
سنا اس گھر کا یار تو نے حال — مجھ سے کھانے کا پھر نہ کیجو سوال

خوبی بیان کا کیا کہنا ہے بکاول اپنے آقا کے حالات بیان کرتا ہے پھر بکاول خود کچھ نہیں کہتا۔ ہے صرف اپنے آقا کے اقوال کا اعادہ کرتا ہے۔ اس اعادہ میں اقا کی بی بی بیٹے دادا پردادا سب کی ہجو ہو جاتی ہے۔ یہ ترکیبیں حضرت سودا کے سوا کس سے انجام پا سکتی ہیں۔ واہ ری طباعی۔ واہ ری مضمون آفرینی۔ واہ ری خوش اسلوبی بیان۔ کیا حیرت انگیز قدرت شاعری کی اس شاعر گرامی کو عطا ہوئی تھی۔ اہل اطلاع حضرت سودا کی جس قدر قدر فرمائیں بجا ہے۔

اشعار از مثنوی ہجو ضاحک

اس مثنوی میں میر ضاحک کی بسیار خواری کی ہجو ہے معلوم ہوتا ہے کہ میر ضاحک نے سودا کی ہجو کی تھی۔ یہ مثنوی انکی ہجو نگاری کی مکافات ہے۔ خلاق سخن حضرت سودا پر ختم ہے

ذیل مین کچھ اشعار اس مثنوی کے درج ہوتے ہین۔ پوری مثنوی دیدنی ہے۔ مگر اس کتاب مین اسکی گنجایش نہین ہے۔

جو اُسے میہمان بلاوے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
یہی کہتا پھر اس کے گھر بیٹھے — اور کوئی نہ کھانے پر بیٹھے
بولتا آوے ہے قدم بہ قدم — کہو کھانے کو جلد دیوین دم
نہ سلام و علیک نہ کچھ بات — صاحب خانہ سے کہے بذات
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر — پیٹ کی میرے تمکو ہے کچھ فکر
بھوک کچھ ان دنون ہے کم میری — روٹیان سو پچاس ادھ سیری
نان با کو کہو یہ بلوا کر — جلد انکو تنور لگوا کر
جبتلک کھانے پک چکین سارے — ان ہی کو لا کے میرے سر مارے
جتنے دنیا کے بیچ ہین اشکال — اشتہا اینی تھامنا ہے محال
جبتلک کھانا دوے ہی آوے — اسی بک بک مین جان کھا جاوے
کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
مارے یقین تو اس طرح بذات — جیسے جھاڑے کوئی پٹے کے ہات
وہ جو نوکر کھڑے ہون جس لت کے — منھ کو حیران ہو تکتے ہین اُسکے
دیکھے جب یہ چاٹ کر چھوڑے — منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

اشعار از مثنوی ہجو حکیم غوث

حضرت سودا کی بڑی اطلاع عام اور حیرت انگیز قابلیت شاعری کا ثبوت یہ

مثنوی بھی ہے واقعی مضمون آفرینی اس شاعر جادو نگار پر ختم ہے کچھ اشعار اس مثنوی کے نذر ناظرین ہوتے ہیں ۔

کتنے فنی بیمار تھے اور ایک گھر — سو ہی تو وہ گور سے تھا تنگ تر
آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب — گرد ہوئے اُسکے یہ بیمار سب
پہنچتے ہی ایک شخص کی دیکھی جو نبض — کہنے لگا تمکو بشدت ہے قبض
کچھ نہیں کرنیکا بجز اسکے سود — لکھدیا یہ کہکے سفوف یہود
اور غذا اسکو یہ بتلائی درست — ماش کی روٹی سے تو کہا ساگ سست
صاحب پیچش کو بتایا کٹول — واسطہ ہیضہ کے لکھا اسپغول
لکھدیا مجنون کو شیر شتر — کہدیا مستسقی کو جا فصد کر
پوچھا جو اُن نے کہ غذا کیا کہی — ساتھ کلتھی کے کہا کھا دہی
یہ کہا اسکو جسے تھی آتشک — موضع مخصوص پہ چھڑکو نمک
کہنے لگا دیکھ کے ایک اور کو — زخم کو دنبل کے کرانا رفو
بیٹھ کے پھر پاس وہ ایک ڈولی کے — نبض کہا دیکھوں میں لا ہاتھ دے
دیکھ چکا نبض کو جب بے تمیز — خادمہ سے اسکی کہا اے کنیز
درد شکم اسکو ہے یا درد سر — پیر مجھے نقرس کا ہے ڈر بیشتر
کر کے پھر آخر کو مقرر صرع — کہنے لگا دوا سے ماء القرع
اور جو کھانے کی لگے اسکو لو — کچھ نہ ایسے دیجیو جز آش جو
کہنے لگی سنکے یہ کیا قہر ہے — واسطے اسکے یہ دوا زہر ہے
لقوہ و فالج اسے ہے پہر ازل — کرتے ہو کیوں قتل کا اسکی خیال

لقوہ و فالج ہو جسے یا صرع	دیجیو اسکے تئین ماء القرع	

یہ کمال ہجو نگاری ہے مرض مشخص کے خلاف دوا و غذا کی تجویز کیا خوش اسلوبی کے ساتھ دکھلائی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت سودا کی طباعی اپنا جواب نہین رکھتی ہے لاریب حضرت سودا ایک بڑے شاعر گزرے ہین فطرت نے انہین شاعری کی بیحد قابلیت بخشی تھی اپنے اطلاع عام سے جسقدر انھین کام لینے کی صلاحیت حاصل تھی وہ دنیا مین بہت تھوڑے شاعرون کو نصیب ہوئی ہے۔

اشعار از مثنوی ہجو حکیم مرزا فیضو

اس اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ اطلاع عام مرزا رفیع سودا کی ایک حیرت خیز انداز رکھتی ہے ہندوستان کے ہر قسم کے معاملات سے اس شاعر گرامی کو خبر تھی حضرت سودا کی کلیات کی سیر سے صاف ہویدا ہوتا ہے کہ اپنی اطلاع عام کی بدولت حضرت سودا ہر قسم کی شاعری پر قدرت رکھتے تھے واقعی کون سی بات شاعری کے متعلق ایسی ہے جو حضرت کی کلیات مین نہین ہے۔ اس مثنوی کے اشعار بھی حضرت کی بڑی اطلاع عام سے خبر دیتے مین معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میر شکاری کے فن سے بھی پوری اطلاع رکھتے تھے۔ ناواقف فن ہرگز اس خوبصورتی کے ساتھ ایسی مثنوی نہین لکھہ سکتا ہے حضرت سودا نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ شاعر کو ہمہ دان ہونا چاہئے حقیقت حال یہی ہے کہ اصناف شاعری پر قادر ہونیکے لئے اطلاع عام کی بڑی ضرورت ہے میری دانست مین حضرت سودا اطلاع عام کے اعتبار سے ہندوستان مین اپنے جواب آپ ہین جیسا کہ

شکسپیرِ انگلستانمین ذیل مین کچھ اشعار اِس مثنوی کے ہدیۂ ناظرین ہوتے ہین -

آہ و واویلا ز دستِ روزگار — قوش خانون مین یہ غم ہوا آشکار
سر سے ہر یک باز نے پٹکی کلاہ — رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ
ہو گئے جرّون کے دل غم سے دونیم — باشہ و باشین و شکری بھی یتیم
ترمتی کیا کوئی کیا کیا بانسرا — یک بیک اُنکے زمانہ پھر گیا
صید اگر چاہین کرین پڑی کے تئین — پنجون مین اتنی بھی گیرائی نہین
آہ کچھ مت پوچھو اب اسکا سبب — کیا کہون یارو مین ہوتا ہے غضب
میرزا فیضو کی چیک مر گئی — قوش خانے جگ کے ویران کر گئی
کس قدر ہے آسمان بے امتیاز — آہ کیا مارا ہے اسنے شاہباز
وضع دوران سخت ناانصاف ہے — دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے
میرزا غمگین ہون چڑیان شاد ہون — گھونسلے چہیون کے یون آباد ہون
دیکھ تو سارو کو کیا خرسند ہے — ڈھدھو کو اِس سے خوشی دہ چند ہے
ہائے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج — سُرخ و غوغائی کے گھر آیا ہے راج
کبک کیا کیا مارتی ہے قہقہے — کیسی دہ سیر کر رہی ہے چہچہے
ہائے وہ مرزا کہ جسکا سنکے نام — آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام
سو کیا اسکو فلک نے یون ذلیل — مرتے ہی چیک کے بگڑا ہے یہ نیل
جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو — تیز کرتے وان چُھری کی دھار کو
دیکھکر انکے تئین نبیے تمام — بند کر آنکھون کو کہتے رام رام
ان سے یہ کہتے اگر منظور ہو — ہے تمہین اور دہرم کی اپنی سوگم

مت چھوڑ او پھتکیون کے جانور — جتنے ہون پیسے انھون کے جمع کر
بھیج دو جلدی نہو ایسا کہین — کھو لو مین ہتوا زسے چپک کے تئین
اس سخن کو جس گھڑی سنتے تھے وُ — وہین کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو
یہ تو بنیے کیا ہین کبہی ایک وزین — راجپوتانہ سے آ ئین رشو تین
جب سے مرنا ہو گیا اُسکا یقین — ایک خر مہرہ کوئی دیتا نہین

ذیل مین ایک حکایت منظوم بھی اس شاعر گرامی کی داخل کر دی جاتی ہے - یہ ترکیب حضرت سعدیؒ کی بوستان کی ہے - اگر حضرت سودا نے اس صنف شاعری کی طرف توجہ فرمائی ہوتی تو اُردو مین ایک کتاب بوستان کا جواب ہو جاتی -

حکایت

سُنا ہے کہ اک مرد اہل طریق — نہایت ہی واقع ہوا تھا خلیق
صفت سے تواضع کی موصوف تھا — کریمی کے عالم مین معروف تھا
غرض چاہیے آدمی مین جو چیز — رکھے تھا سبھی خوبیان وہ عزیز
قضا کار مجلس مین ہوتا کہین — اُڑاتا نہ مُنھ سے مگس کے تئین
کسی نے کیا اُس سے اکدن سوال — کہ اس وضع سے کیا ہے تیرا مآل
جو ہلنے مین ٹک ہاتھ کے ہوئے کام — تو حاصل اُٹھانے سے تکلیف نام
کہا راستی ہے جو تم نے کہا — ولے اس سے یہ ہے مرا مدعا
پس ہمت کے نزدیک ہے کیا بھلا — کہ مین اور پر ڈالون اپنی بلا
غرض جتنے گذرے ہین اہل کمال — ہر اک کا سمجھتے تھے اپنا سا حال

کہ جس جا ملین وون مین اسکو اڑاے — ہے ممکن کسی اور پر بیٹھے جا

تو کز محنت دیگران بے غمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

مثلث و مخمس

یہ دونون تضمینین ہین عام اس سے کہ شاعر خود اپنے کلام یا کسی دوسرے شاعر کے کلام پر تضمین کرے۔ مثلث عبارت ہے تین مصراعون سے جسمین اول مصراع تضمین کا ہوتا ہے اسی طرح مخمس مراد ہے پانچ مصراعون سے جسمین تین مصرعے تضمین کے ہوا کرتے ہین۔ یہ عروضی ترکیب مثلث اور مخمس کی ہے مگر نفس شاعری کے اعتبار سے مثلث اور خمسہ کو ایسا ہونا چاہیے کہ تضمین کے مصرعے اصل مصراعون سے ایسے دست وگریبان ہون کہ سرمو بھی انکے آپس مین کوئی امتیازی امر لاحق ہو یعنی تینون یا پانچون مصراعون مین ایسی چسپانی پیدا ہو کہ اصل مصراعون سے تضمین کے مصرعے نام کو بھی جدا نہ معلوم ہون۔ اکثر غزلون پر تضمین کیجاتی ہے۔ گر مثلث کے اعتبار سے مخمس تضمین زیادہ دیکھی جاتی ہے سلامون کی بھی تضمین ہوتی ہے اور زیادہ مخمس ہی ہوتی ہے۔

تضمین فارسی

ذیل مین حضرت حافظ علیہ الرحمہ کی ایک غزل کا خمسہ عرض ہوتا ہے۔

ہر کسے را در درون خلوت دل راہ نیست	ہر گدائے لائق قرب و جوار شاہ نیست
حق شناسی کار ہر بد طینت گمراہ نیست	زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست

در حق ما ہر چہ گوید جاے ہیچ اکراہ نیست

ایکہ ما را دست مطلب خالی از ہر مدعاست	دوش ہمت عاری از اندازہ شال و قباست

ہر چہ ہست از قامت ناساز و کج اندام ماست	بندہ پرور بار آنہا از تو نالیدن خطاست

ورنہ تشریف تو بر بالاے کس کوتاہ نیست

آنکہ دانا سینہ بریان و جگر خون کباب	جاہلان در فکر شرب و شاہد و نقل و شراب
صاحب دیوان ما گویا نمیداند حساب	فاش گویم بر ملا گو جرم باشد یا صواب

کاندرین طغرا نشانے حسبۃً للہ نیست

گرچہ با ما مہرہ ہا بر تخت رحیلت نشاند	از حریف حیلہ گر غافل کجا خواہیم ماند
تا چہ بازی رخ نماید بیرقی خواہیم راند	اسپ ما را پیل دولت کے جلو خواہد ستاند

عرصۂ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست

یہ مصرعے جناب حضرت سید شاہ عبد الودود صاحب کے ہین۔ آپکا شیراز وطن ہے ترک دنیا کرکے ۱۸۶۵ء مین اپنے دیس سے ہندوستان مین تشریف لائے پٹنہ مین ۲۳ برس تک قیام پذیر رہے۔ بہت ذی علم اور ظاہرا صوفی مشرب تھے۔ فقر کی ساری باتین انکی ذات بابرکات مین موجود تھین۔ کیمیا گر ہونے کا شبہہ اُنپر لوگ کرتے تھے۔ کہتے ہین کہ کسی شخص نے انہین دنیاوی غرض سے مسموم کر ڈالا۔ بوقت رحلت انکی عمر ۹۶ برس کی تھی۔ نور اللہ مرقدہ۔

تضمین غزل مرزا فاخر مکین از مرزا رفیع سودا

جائے پے گزراندن اوقات نرفتیم	ما خانۂ کس بہر مدارات نرفتیم
در دیر و حرم بہر مناجات نرفتیم	این ننگ بجز کردن اثبات نرفتیم

جز کوے تو اے قبلۂ حاجات نرفتیم

بستیم اگر بہر طواف حرم احرام	ما توبہ نکردیم و لے از مے گلفام
در میکدہ چون ساختہ رندان مرا بدنام	صد بار گرفتیم رہ کعبہ بیک گام

بے مصلحت پیر خرابات نرفتیم

آن شوخ ازان روز کہ با شدہ باغی	داریم دل غمزدہ چون بلبل باغی
کو خرمی عید درین سینۂ داغی	صد عید شد و رفت در آشفتہ دماغی

ہرگز بہ کسے بہر ملاقات نرفتیم

جستیم بہ آفاق ہمہ روے زمین را	دیدیم بزیر فلک اُستاد حزین را
بر خاک درش رفتہ بسائیم جبین را	اشعار شنیدیم ونہ دیدیم مکین را

مشغول صفاتیم و پے ذات نرفتیم

تضمین اُردو

اُردو میں غزلون اور سلامون پر زیادہ تضمینین لکھی جاتی ہین - اُردو غزلون اور سلامون کے علاوہ فارسی غزلون اور سلامون پر بھی اُردو تضمینین پائی جاتی ہین- ذیل مین کچھ اردو تضمینین بشکل مثلث ومخمس ہدیۂ ناظرین ہوتی ہین -

مثلث اُردو

یہ مثلث میر پرورش علی مرحوم کا ہے -آپ کڑا مانک پور علاقہ فتحپور ہسوا کے ساکن تھے سخی تخلص فرماتے تھے آپ کا زمانہ اور خواجہ آتش صاحب کا زمانہ ایک تھا - اُستاد مصحفی کے تقاضا سے شعرگوئی کا شغل شروع کیا تھا صاحب دیوان

ہین - مگر آخر عمر مین نوحے اور سلام کہا کرتے تھے - موسیقی مین پورا دخل رکھتے تھے بے نہتا خوش آواز بھی تھے - اکثر پوربی زبان مین باتی یعنی نامے تصنیف کرکے بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے - آپ سادات کرام سے تھے اور مولوی وحید صاحب الہ آبادی کے چچا ہوتے تھے - مولوی صاحب ممدوح بھی جنکا ذکر سابق مین آچکا ہے سندی سادات مین سے تھے - میر پرورش علی صاحب جسوقت پٹنہ مین تشریف لائے تھے - سن شریف اُن کا اسّی سے متجاوز تھا - آدمی بہت قد آور جسیم اور وجیہہ تھے - ایک قطعہ آپ کا سابق مین درج ہذا ہوچکا ہے - اب ذیل مین آپنے جو اپنی غزل کو مثلث فرمایا ہے یہ بھی نذر ناظرین ہوتا ہے -

مثالِ شمع ہم ثابت قدم ہین سر کٹاتے ہین
مزا کیا ضربت شمشیر قاتل کا اُٹھاتے ہین
شہادت کی جو ہمکو بھوکھ ہے تلوار کھاتے ہین

وہان سے قاصد آتا ہے کہ عزرائیل آتے ہین
بڑا اندیشہ ہے دیکھین کدھر فرقت مین جاتے ہین
خدا پہلے بلاتا ہے کہ وہ پہلے بلاتے ہین

کسی دن مہربانی اور عنایت پر جو آتے ہین
یہ فرماتے ہوئے کوٹھے سے جلوہ دکھاتے ہین
کلیجا تھام لو کھڑکی کا پردہ ہم اُٹھاتے ہین

تعالی شانہ کیا وقت ہے اور کیا زمانہ ہے
عجب اس عاشقی کا اُلٹا پلٹا کارخانہ ہے
ہمین روٹھے ہین اُنسے اور ہمین اُنکو مناتے ہین

ذرا سُننا کہ میرا ماجرا سننے کے قابل ہے
جہان تھا بیٹھنا مشکل وہان سے اُٹھنا مشکل ہے
کہ پاؤن کے انگوٹھے سے مراد امن پاتے ہین

سنا تھی بے تحاشا جو زمین پر منہ کے بل آئے
ابھی رو کا تھا اشکون کو مگر باہر نکل آئے

یہ لڑکے کیا کسی کی بات کچھ خاطر مین لاتے ہین

یہ کوئی بات ہے اپنی نگاہ ہو کین سمائے گا
فلک کیا چودھوین کا چاند توہمکو دکھائے گا
ہم ایسے طشت ہین تو اک حسین کا منھ دھلاتے ہین

کرین اہل زمین تدبیر کچھ اپنے مکانون کی
فرشتون سے کہو اب خیر مانگین آسمانون کی
وہ نالے کرتا ہون جو عرش کے پائے ہلاتے ہین

کوئی پوچھے تو اُسنے اسمین کچھ میر ابھی ہو مقصد
سُنی ہے صید آہو کے لیے کس شوخ کی آمد
سنکی جو خار ہاے دشت پر آنکھین بچھاتے ہین

اُردو مین غزل حافظ شیراز کی تخمیس

عنادل گل روے تو گلعذار انند
اسیر دام بلاے تو دل شکار انند
غبار راہ وفاے تو شہسوار انند
غلام نرگس مست تو تاجدار انند
خراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند

ہمارے مد نظر تھے بہت نشیب و فراز
نہ کوئی واقف اسرار تھا نہ محرم راز
پہ کیا کرین کہ یہ ہے تقتضاے راز و نیاز
ترا حیا و مرا آبدیدہ شد غماز
وگرنہ عاشق و معشوق راز دار انند

خرام ناز سے پامال ہے جہان یکسر
ہے عاشقون کا ترے ساتھ ساتھ اک لشکر
دیے نہین تجھے احوال پر کسی کے نظر
ززیر زلف دوتا چون نگہ کنی بنگر
کہ درمین و یسار ت چہ بیقرار انند

کہے ہے پیر مغان دیکھنا یہ رنگ سخن
ہے تازہ توبہ ابھی یاد کر شراب کہن

سکھے ہے تیرہ درونؔ اعظ اسکی بات نہ سُن ۔ بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن

مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند

سیاہ پوش ہے اک خلق اک جہان غمگین ۔ وہ کون ہے کہ پریشان خستہ حال نہین
ہمارے کہنے کا تجکو اگر نہ آئے یقین ۔ گزار کن چو صبا بر بنفشہ زار و بہ بین

کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند

ہمین امید رہائی نہ آرزوے خلاص ۔ نہ حادث تاک دو ہے نہ جستجوے خلاص
ہے ناگوار بہت جی کو گفتگوے خلاص ۔ ز دام زلف تو دل را مباد روے خلاص

کہ بستگان کمند تو رستگارانند

ہے سر پہ خاک کلہ گرد ہے لباس تن ۔ کدورت دل غمگین عبیر پیراہن
غبار فرق سے آئینہ جبین روشن ۔ ز نقش چہرہ حافظ ہمی توان دانست

کہ ساکنان در دوست خاکسارانند

یہ تخمیس اُستاد مومن خان کی ہے ۔ حافظ علیہ الرحمہ کے شعرون پر اُردو کے مصرعے
لگاے ہین ۔ مطلع مین فارسی کی تضمین سے چارہ نہ تھا ۔

تخمیس غزل زندار زند

جسے کہ یاد نہ ہوا اپنا آشیان صیاد ۔ بھلا وہ خاک کہے حال بوستان صیاد
عبث عبث تو نہو مجھ سے بدگمان صیاد ۔ کھلی ہے کنج قفس مین مری زبان صیاد

مین ماجراے چمن کیا کرون بیان صیاد

خراب تھا مرے ہمراہ سایہ سان صیاد ۔ چمن مین تنہا کبھی ہم نہیں وان صیاد

غرض کہ ساتھ ہی پہونچا جہان تہان صیاد — جہان گیا مین گیا دام لے کے وان صیاد
پھرا تلاش مین میری کہان کہان صیاد

تبنگ کردیا دنیا کے کارخانے نے — بٹھایا خاک مذلت پہ سر اُٹھانے نے
پھنسایا لاکے کہان حیف اس زمانے نے — دکھایا کنج قفس مجھکو آب و دانے نے
وگرنہ دام کہان مین کہان کہان صیاد

کچھ اور مجھکو شکایت نہین یہ ہے یہ گلا — بہار کیا کہ خزان مین چھوا نہ اک تنکا
عبث یہ اوستم ایجاد کیون غضب توڑا — اُجاڑا موسم گل ہی مین آشیان میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسمان صیاد

بیان کر نہین سکتا جو میری حالت ہے — حواس باختہ ہون مجھپر اک مصیبت ہے
ابھی ہون تازہ گرفتار زور وحشت ہے — عجیب قصہ ہے دلچسپ اک حکایت ہے
سناؤن گا گل و بلبل کی داستان صیاد

کلام کرتا ہے وہ دلکو جو خوش آتا ہے — حکایت گل و بلبل مجھے سناتا ہے
ہر ایک بات مین سو سو طرح لبھاتا ہے — اُداس دیکھ کے مجھکو چمن دکھاتا ہے
کئی برس مین ہوا ہے مزا جدان صیاد

خدا گواہ ہے تعریف ہو نہین سکتی — زیادہ گھر سے ہو راحت مجھے قفس مین بھی
کب اسکی ذات سے اتنی مجھے توقع تھی — عزیز رکھتا ہے کرتا ہے خاطرین میری
ملا ہے خوبی قسمت سے قدردان صیاد

مین اسکے دام مین آتا نہ زینہار اے رند — یہ کشمکش نہ اُٹھاتا مین زینہار اے رند
کبھی فریب نہ کھاتا مین زینہار اے رند — فریب دانہ نہ کھاتا مین زینہار اے رند

نہ کرتا دام اگر خاک مین نہان صیاد

حضرت زند نے خود اپنی غزل کی تضمین حسب ارشاد امجد علی شاہ بہادر مرحوم کی ہے -

میر تقی میر کی غزل کی تخمیس

میری وحشت کا جو کچھ حال سنا میرے بعد ۔ ہو گیا جوش جنون حد سے سوا میرے بعد
سونا جنگل جو نظر اُس کو پڑا میرے بعد ۔ آکے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد

باغ عالم مین وہ بلبل ہون کہ ہون جان چمن ۔ مین نہون گا تو نہو گا کوئی خواہان چمن
پھاڑ ڈالین گے گریبان کو جوانان چمن ۔ مُنھ پہ رکھ دامن گل روئینگے مرغان چمن
ہر روش خاک اُڑائے گی صبا میرے بعد

کیا کہون اُس سے کہ وہ تو ہے نہایت کمسن ۔ یاد کا ہیکو رہینگے اُسے طفلی کے دن
سب پہ ظاہر کیے دیتا ہون مین حال باطن ۔ ابتو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن
خون رُلائے گا اُسے رنگ حنا میرے بعد

سنسناہٹ سی اک اُٹھتی ہی بدن مین ہر صبح ۔ جان آجاتی ہے گویا مرے تن مین ہر صبح
آہ بھر کر یہی کہتا ہون کفن مین ہر صبح ۔ وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح
پہلے مین جاتا تھا اور باد صبا میرے بعد

مین ہی دیوانہ اکیلا نہین صحرا مین ہون ۔ بعد میرے ابھی ہونگے بہت سے مجنون
کتنے تلوون کا ابھی مجھکو بہانا ہے خون ۔ تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون
شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد

مر گیا جبکہ امانت تو پھری کچھ تقدیر
غم ہوا اسکو بہت ہو گئی حالت تغییر
جیتے جی تو نہ خبر لی نہ ذرا کی تدبیر
بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر
یاد آئی مرے عیسی کو دوا میرے بعد

مخمس سلام فصیح از مونس رحمہما اللہ تعالی

السلام اے گہر معدن عالی نسبی
السلام اے ثمر گلشن والا حسبی
السلام اے قمر برج رسول عربی
السلام اے جگر فاطمہ و جان نبی
انت مولائی فافدیک بامی و ابی

خسرو کون و مکان حق نے دیا تجھکو لقب
کس نے پایا ہے جہان میں یہ حسب اور نسب
عابد و زاہد و معشوق خدا عاشق رب
جگر شیر خدا جان شہنشاہ عرب
فخر حمزہ شرف ہاشمی و مطلبی

کٹ گیا دشت مصیبت میں گلستان نبی
چاک اس غم سے نہ کیونکر ہو گریبان نبی
کس طرح تر نہ رہے اشکوں سے دامان نبی
جان بقربان لب خشک تو اے جان نبی
پدرت زیب لب کوثر و تو تشنہ لبی

لب رنگین ترے اے بادشہ عالی جود
رات دن جن پہ رہا ذکر خدائے معبود
وا دریغا وہ ہوئے پیاس کی گرمی سے کبود
آہ آن سینہ کہ آغوش نبی جایش بود
پا نہد شمر بدان سینہ باین بے ادبی

قبلہ خلق سمجھتے ہیں تجھے کعبہ پرست
عرش اعلی بھی ترے پایہ رفعت سے ہے پست
ایکدن وہ تھا کہ تھی دوش محمد پہ نشست
این چہ حال است کہ در خاک تنت عریان است

کفن از خلد نیاورد رسول عربی

تیری توقیر سے آگاہ ہے دنیا ساری … ہے رسولانِ سلف سے ترا پلا بھاری
تو نے سر دے کے کیا دین کا سکہ جاری … اللہ اللہ کہ عجب رتبۂ عالی داری

آنکہ با حمزۂ شاہ شہدا ہم لقبی

کیا قیامت ہے کہ قبر و یمین ہوئے دفن لعین … رہ گئی لاش تری بے کفن اے سرورِ دین
تن نازک یہ ترا ہے غضب اور گرم زمین … مگر از حالِ تو آگاہ نشد روح الامین

مہد جنبان تو مے بود در ایام صبی

دل لرز جائیں جدھر ہو تری آواز بلند … سُن کے تقریر تری نطق فصیحوں کے ہوں بند
اے شہنشاہ زمان چھیڑ کے میدان میں سمند … رجز از بہر چہ خوانی ہمہ کس میدانند

خسروِ ملک حجازی شہ والا حسبی

چاہتا تو جو سپاہ ستم آرا کی شکست … جتنے سرکش تھے وہ اک آن میں ہو جاتے پست
لاے شک اور نہ کچھ دل میں کوئی ظلم پرست … راز در سجدہ بزیر دم خنجر این است

مغفرت بہر غلامان ز خدا می طلبی

کام لکھا تھا ترے نام پہ جو روز الست … حق نے وہ ختم تجھی پر کیا اے رحم پرست
جانتے ہیں یہ وہی جو مئے عرفان سے ہیں مست … بخششِ امتِ عاصی دیت خون تو ہست

بہر آسائشِ امت تو بہ رنج و تعبی

فیض پاتا ہی ترے در سے ہر اک حاجتمند … تیری ہر بات ہے اللہ و محمد کو پسند
مثل خورشید فلک بزم جہان میں ہر چند … چاردہ نور بلا شبہہ و شک یکسانند

تو از ان ہا گر اسے نور خدا منتخبی

ہے بجا روح محمدؐ جو ہو تجھ سے گلہ مند
باغ فردوس ہے گھر جسکا وہ نہ ابھی ہیں بند

گوشۂ قبر میں پہونچائے ہیں زہرا کو گزند
آل یسین بہ پرسن آل زیاد آزاد اند

واد اے چرخ جفا کار بہاین بوالعجبی

چھوڑ مونس کی طرح الفت دنیائے قبیح
عرض کر چلکے تمنائے دلی پیش ضریح

در در کھتا ہے تو مولے تجھے کردینگے صحیح
قدر دان تو امام تو حسین است فصیح

پس چرا مطلب خود از دگران می طلبی

مسدس

عروضی ترکیب مسدس کی یہ ہوتی ہے کہ ایک بند چھ مصرعوں کا ہوتا ہے۔ چار مصرعے تو ایک ہی قافیہ رکھتے ہیں مگر آخر کے دو مصرعے جو ٹیپ کے مصرعے کہلاتے ہیں پہلے چار مصرعوں سے علیحدہ قافیہ رکھتے ہیں۔ اُردو میں اس عروضی ترکیب کی پابندی کے ساتھ تین قسموں کی شاعریاں برتی جاتی ہیں وہ یہ ہیں

(۱) واسوخت جیسے واسوخت امانت و اسوخت مومن وغیرہ وغیرہ

(۲) مسدس حکمت آموز جیسے مسدس کریما۔ مسدس حالی مدظلہ وغیرہ وغیرہ

(۳) مراثی حال جیسے مرثیہ ہائے میر ضمیر و مرزا دلگیر و میر انیس و مرزا دبیر و میر مونس وغیرہ وغیرہ

واضح ہو کہ فارسی میں یہ قسمیں شاعری کی اس عروضی ترکیب کے ساتھ کمتر دیکھی جاتی ہیں۔ اور اگر ہیں تو حسب مراد تصنیفیں راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزری ہیں اس لیے فارسی کی کوئی ایسی تصنیف درج ہذا نہیں کیجاتی ہے۔ اب حضرات ناظرین صرف اردو کی

مسدس نگاریوں پر نظر توجہ ڈالیں۔

نمبر ا۔ واسوخت

یہ ایک عاشقانہ رنگ شاعری کا ہے اور مسلسل طور پر غزل سے زیادہ اسمین موقع جذبات قلبیہ اور واردات ذہنیہ کی بندش کا حاصل ہے مگر افسوس ہے کہ کوئی واسوخت آجتک حسب مراد تصنیف نہین ہوا۔ اِسوقت تک جتنے واسوخت اُردو مین دیکھے جاتے ہین نہایت پوچ خیالات سے بھرے ہوے نظر آتے ہین بلکہ اس قدر بے ربط خلاف فطرت اور پست مضمون ہین کہ طبیعت اُنکے پڑھنے سے گریز کرتی ہے ایسے واسوخت کسی تعلیم یافتہ خوش مذاق شریف طبیعت پاک طینت شخص کو پسند نہین آسکتے۔ ایسے واسوخت کے وہی حضرات قدردان ہوسکتے ہین جنکے دل و دماغ خیالات فاسد سے خراب ہو رہے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عشق کی تفضیح کی سیر کسی کو دیکھنا ہو تو اُردو کے واسوختون کو دیکھے۔ فقیر کی دانست مین اُردو کا جو بہترین واسوخت سمجھا جاتا ہے وہ عشق کی تفضیح کا بڑا اسلیے بڑا کارنامہ ہے۔ جس واسوخت کو دیکھیے اسمین عشق تمامتر فسق کے پیرایہ مین دکھلایا گیا ہے۔ واسوخت مین عموماً اسی طرح کے مضامین باندھے جاتے ہین جو قابل اعادہ متصور نہین ہین۔ گر مثالاً اصلاح مذاق کے خیال سے درج ذیل ہوتے ہین۔

پہلے شاعر صاحب اپنے ایسے زمانہ کو بیان فرماتے ہین کہ جب انہین عشق سے سروکار نہ تھا۔ عشق کے نام سے انہین وحشت ہوتی تھی۔ مگر اُن کا ایک دوست تھا جو مبتلاے عشق ہو رہا تھا۔ اُس سے شاعر صاحب نے پوچھا تو جو عاشق ہے تو

یہ بتا کہ عشق کیا چیز ہے۔ دوست صاحب نے فرمایا کہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ تونے کبھی دل کسی کو نہین دیا شربت وصل نہین پیا کسی سے ہم بغل نہین ہوا۔ لذت بوس و کنار سے واقف نہین ہوا۔ اپنے دوست سے ایسی تقریر سُنکر شاعر صاحب کے دل مین عشق جگہ کر گیا اسی کا سودا پیدا ہو گیا کہ عشق کرنے کے واسطے کسی خوبصورت کو ڈھونڈھ نکالئے۔ اب ہر مجمع مین شاعر صاحب تلاش معشوق کی نظر سے جانے لگے کہان گئے کہان گئے۔ آخر ایک معشوق نظر آ گیا۔ اب اسکے وصل کی فکر مین اسکے کوچہ مین روز جانے لگے۔ اُسکے دروازے کے سامنے کھڑے ہونے لگے پھر اشارہ بازی شروع کی پھر اُس سے اُسکے گھر کے اندر جانے کی تمنا دکھلائی۔ وہ معشوق بھی چونکہ کسی اصول زندگی کا پابند نہ تھا۔ اُسنے شاعر صاحب کو اندر گھر کے بُلا لیا۔ گھر کے اندر کچھ بے سرو پا گفتگو آپس مین ہوتی گئی۔ اُس روز سے عاشق معشوق ساتھ رہنے لگے۔ شاعر صاحب نے اپنے معشوق کو معاشرت کے طریقے بتلائے۔ لباس و آرائش کے ڈھنگ سکھلائے۔ جب کچھ روز اِس طرز پر گزرے اور شاعر صاحب کی عیش سے گزرنے لگی تو اُنکے معشوق نے پہلے پوشیدہ طور سے پھر کھلے ڈلے رنگ پر اغیار کے گھر جانا شروع کیا ایسے معشوق سے اور کیا چیز کی امید ہو سکتی تھی ایسا معشوق ایسا نہین کرتا تو کیا کرتا۔ بہرحال بیچارے شاعر صاحب نے اُس آوارہ مزاج معشوق کو بہت کچھ سمجھایا۔ اپنے احسانات جتائے۔ ذکر احسانات مین یہ بھی فرمایا کہ تو فن معاشرت سے بالکل بے بہرہ تھا۔ تجھکو لباس پہننا نہین آتا تھا۔ چوٹی کنگھی کے طریقہ سے تو کچھ بھی واقف نہ تھا۔ تجھے مسی لگانا نہین آتی تھی۔ گفتگو کا طریقہ تجھے کچھ نہین معلوم تھا۔ یہ سب کمالات تجھ مین میری بدولت پیدا ہوے۔ جب تو سب کچھ مجھ سے سیکھ چکا تو اب میرے پاس نہین رہتا ہے۔ دس دس روزون تک غیرون مین پڑا رہتا ہے۔ خیر

شاگرد احسان فراموش کب اُستاد کی سنتا ہے ۔ بیچارے شاعر کی فہمائشین کچھ کارگر نہین ہوئین اور وہ آوارہ مزاج معشوق مبتلا سے بدحالی رہا ۔ تب شاعر صاحب نے ایک اور معشوق پیدا کیا جسکے ساتھ شب و روز صحبت گرم رکھنے لگے ۔ پھر حضرت نے معشوق سابق کو اپنے اِس نئے معشوق کی خبر کی اور اُسکے کمالات صوری و معنوی اُسپر یعنی معشوق سابق پر ایک بیان طولانی کے ساتھ ظاہر کیے ۔ اِس سے معشوق سابق کے دل مین رقابت کی آگ جو اٹھی دوڑ کر شاعر صاحب کے گلے لگ گیا اور پوچھنے لگا کہ واقعی تمنے کوئی نیا معشوق پیدا کیا ہے ۔ مین قسم کھاتا ہون کہ اب تم سے مین انحراف ورزی نہ کرونگا ۔ جب وہ قسم کھا چکا تو شاعر صاحب نے بھی قسم کھائی کہ صرف تجھکو چھیڑنے کے لیے نئے معشوق کا قصہ گڑھا تھا ۔ اُس روز سے معشوق سابق کے ساتھ شاعر صاحب کی پھر عیش سے گزرنے لگی

حضرات اہل مذاق میری اس سمع خراشی کو معاف فرمائین ۔ ظاہر ہے کہ سارا قصہ بالا طومار خرافات ہے ۔ اُسکے جتنے مضامین ہین غیر فطری مہمل اور ناپاک ہین ۔ اگر اسی کا نام واسوخت نگاری ہے تو ایسی شاعری پر سو سو نفرین ۔ حضرات ۔ شاعری کوئی بیکار شے نہین ہے اس سے دنیا اور دین دونون کو نفع پہونچ سکتا ہے ۔ یہ کون سی شاعری ہے کہ جس سے نہ دنیا کا فائدہ حاصل ہو اور نہ دین کا ۔ یہ شاعری کیا ہے یہ تو اوباشی کا ہدایتنامہ ہے ۔ اوباش سے اوباش شخص اس سے اور زیادہ کیا کرسکتا ہے ۔ تعجب ہے اُن شخاص سے جو ایسے واسوخت ذوق شوق سے پڑھتے ہین اور ایسی زبان سرایہ سمجھتے ہین ۔ جب خدا تعالی کسی قوم پر ادبار نازل کرتا ہے تو پہلے اُسکے خراب ہو جاتے ہین ۔ ایسی شاعریان معاذ اللہ قوم کے کس و فور ابتذال ارحمنا یا ارحم الراحمین ۔ اگر کاش صحت مذاق کے ساتھ کوئی واسوخت

مین عاشقانہ شاعری کا عجب تماشا نظر آتا - چونکہ غزل کے اعتبار سے واسوخت کا دائرہ وسیع تر ہے اسمین جذباتی مضامین زیادہ گنجائش کے ساتھ جگہ پا سکتے ہین - اگر شعرائے حال غیر فطری مہمل اور ناپاک مضامین سے بچکر واسوخت نگاری مذاق صحیح کے ساتھ فرمادین تو اُردو کی شاعری کی بڑی ترقی متصور ہے - یہ میدان حضرات شعرائے باکمال کی توجہ کے قابل ہے - داخلی (Subjective.) شاعری غزل سرائی کے اعتبار سے واسوخت نگاری کے طریقہ پر زیادہ وسعت کے ساتھ برتی جا سکتی ہے -

نمبر ۲ مسدس حکمت آموز

اِس عروضی ترکیب کے ساتھ دو تصنیفین بہت قابل توجہ ہین - ایک تو مسدس کریما اور دوسرا مسدس حالی - کریما برائے خود شیخ سعدی کی ایک لاجواب تصنیف ہے - اسکے اشعار کی تضمین جو نظیر اکبر آبادی سے ہے مضامین کے اعتبار سے اچھی ہے اچھے شعر کا یہی تقاضا ہے کہ اسکی تضمین بھی اچھی ہو

- راقم الحروف کی دانست مین ہر شخص کو چاہیے کہ ایک بار نظیر کے اُس مسدس کو پڑھ لے اور لڑکون کو ضرور پڑھائے - کریما کے پہلے شعر کی تضمین جو اُس فطری شاعر کے ڈھنگ سے ہی درج ذیل ہوتی ہے -

مدد دل سے لے مومن پاکباز
وضو کر کے پڑھ پنج وقتی نماز
تو کہہ اپنے ہاتھون کو کر کے دراز
عبادت منت مناجات با صد نیاز

کریما بہ بخشاے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

سے تو کچھ بھی و
تھا - یہ سب کمالا

اب میرے پاس ہیر بالا کو پڑھتا ہون تو مجھے وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ جب مسلمانون مین نماز

ایک ضروری فرض خداوندی سمجھی جاتی تھی اور بے نماز کو پیروان اسلام گمراہ اور قابل احتراز
سمجھتے تھے اور اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ نماز گذار ذلیل اور بیوقوف سمجھا جاتا ہے یوروپین تعلیم کا
یہی تقاضا ہے کہ نماز روزہ حج خمس اور زکوۃ کو نئی روشنی والے لایعنی فعل سمجھتے ہین یہ کوئی
تعجب کی بات نہین ہے اسلئے کہ یوروپین تعلیم کا وہی اثر یوروپین عیسائیون پر ہوتا ہے
جو مسلمانون پر ہوتا ہے یعنی یوروپین عیسائی کی عیسائیت بھی اُسی قدر ضعیف ہوجاتی ہے
جیسا کہ یوروپین تعلیم سے مسلمانون کے اسلام مین ضعف آجاتا ہے مین اس جگہ مسلمانان ہند کی
نسبت عرض کررہا ہون ترک و ایران کے مسلمان یوروپین تعلیم پاکر کیا ہوجاتے ہین مجھے اسکی
خبر نہین ہے یوروپین تعلیم کے مسلمان سو مین ایک ہی دو ایسے نظر آتے ہین جو پنج وقتی نماز کے
پابند ہین ورنہ پنج وقتی نماز تو درکنار عید کے نماز ی بھی ایسے تعلیم یافتہ مسلمانون مین قریب
قریب ندارد ہین یوروپین تعلیم جو عیسائی اور مسلمان دونون کو اپنے اپنے مذہب مین ضعیف
کردیتی ہے اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ تعلیم خس برابر بھی روحانی انداز نہین رکھتی ہے یہ تعلیم سراسر
مادیات سے تعلق رکھتی ہے اس تعلیم کو معاد سے کوئی بحث ہی نہین ہے - اس تعلیم کی غرض معاش
ہی معاش ہے تعجب ہے کہ اس نقصان عظیم پر بھی یہ تعلیم بنی آدم کے لیے مفید سمجھی جاتی ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابنائے زمانہ کے نزدیک انسان بے روح بنا ہے اور جب بے روح
اسکی خلقت واقع ہوئی ہے تو اُسکو روحانی تعلیم کی کیا حاجت ہے - میری دانست مین تمام
یوروپ کی حالت قابل گریہ ہے - کہان ہین حضرت مسیح - اپنی دنیا طلب امت پر توجہ کیون
نہین فرماتے - کہان اس جناب کی روحانی تعلیمات اور کہان آپکی امت کے تعلقات مادی
مصرع ؏ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔ اے نوجوان مسلمانون تم بالیقین جانو کہ تمھاری
تعلیم کی غایت میز کرسی چھری کانٹا کوٹ پتلون نہین ہے - افسوس ہے کہ تم اپنے روحانی

معاملات سے غافل ہین بیٹھے ہو تمکو یاد رکھنا چاہیے کہ تمکو دنیا اور دین دونون سے یکسان تعلق ہے صرف دنیا کے ہو رہنا بڑے خسارے کی بات ہے۔ فرائض خداوندی کی پابندی ایک ضروری امر ہے۔ مرد آخر بین مبارک بندہ است۔

دوسرا حکمت آموز مسدس شمس العلما مولانا حالی مدظلہ کا ہے یہ مسدس مسلمانون کے سابق اور موجودہ حالات کی تصویر ہے اور غرض اس تصنیف کی یہ ہے کہ مسلمانان حال جو مبتلائے بدحالی ہین ترقیون کی راہین اختیار کرین جس سے دنیا کی سرابرآوردہ قومون کی طرح انکو بھی خوش حالی نصیب ہو۔ مسدس تا مطبوع رنگینیون سے تمامتر پاک ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ مولانا حالی کے سوا کوئی دوسرا شاعر ایسا مسدس لکھ بھی نہین سکتا تھا۔ ایسے مسدس کے لکھنے کے واسطے شاعر کو تاریخی معاملات سے پورے طور پر باخبر ہونا ضرور ہے۔ علاوہ اسکے اسکو مبالغہ تشبیہ استعارہ وغیرہ کی طرف فطری طور پر کم میلان ہونا چاہیے۔ واقعی یہ مسدس "ایک ابالی کھچڑی اور بے مرچ سالن" ہے اور ایسا ہی ہے کہ ہر کچی بریانی اور مرغ مسلم پکانے والے طعام پز سے پک نہین سکتا۔ مین اطمینان کے ساتھ عرض کر سکتا ہون کہ میر مومن غالب آتش اور دیگر رنگین طبع شعرا ہرگز ایسی مسدس نگاری پر قادر نہین ہو سکتے تھے۔ اون کی اعلے رنگین مزاجی ایسی سادہ تصنیف پر انکو نہین قادر ہونے دے سکتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کارے و ہر مردے۔ اسیطرح مولانا حالی ہرگز اساتذہ بالا کے مقابلہ مین غزل سرائی کے میدان مین گوے سبقت لیجانا چاہتے تو ہرگز کامیاب نہین ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ میرے اس بیان کی تائید خود مولانا کا دیوان کرتا ہے۔

ذیل مین کچھ بند مسدس حالی کے نذر ناظرین ہوتے ہین

بیان ملک عرب و بعثت آں صلعم

عرب جسکا مذکور ہے یہ وہ کیا تھا	جہان سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانہ سے پیوند اسکا جدا تھا	نہ کشور ستان تھا نہ کشور کشا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور	کہ قابل ہی پیدا ہون خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے سامان تھے وان میسر	کنول جس سے کھل جائین دل کے سراسر

نہ سبزہ تھا صحرا مین پیدا نہ پانی
بدقت بسر ہوتی تھی زندگانی

زمین سنگلاخ اور ہوا آتش افشان	لوؤن کی لپٹ باد صرصر کے طوفان
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیابان	کھجورون کے جھنڈ اور خار مغیلان

نہ صحرا مین غلہ نہ جنگل مین کھیتی
عرب اور کل کائنات اُسکی یہ تھی

نہ وان مصر کی روشنی جلوہ گر تھی	نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبع بشر تھی	خدا کی زمین بن جُتی سربسر تھی

پہاڑ اور صحرا مین ڈیرا تھا سب کا
تلے آسمان کے بسیرا تھا سب کا

کہین آگ پجتی تھی وان بے محابا	کہین تھا کواکب پرستی کا چرچا

بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بتون کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشمون کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسمون مین کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا مین گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل مین مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلیگا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستون کا گویا
جہان نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلہ قبیلہ کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّےٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

چلن اُنکے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار مین تھا یگانہ
فسادون مین کٹتا تھا اُن کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت مین چالاک ایسے
درندے ہون جنگل مین بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس مین لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر وان شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی اُنھوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جس نے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہی روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جو اُنکی دن رات کی دل لگی تھی
شراب اُنکی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

بہت اِس طرح گزری تھیں اُنکو صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعاے خلیل و نوید مسیحا

ہوسے محو عالم سے آثار ظلمت — کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر مین ماہتاب رسالت

یہ چالیسوین سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

نبیون مین رحمت لقب پانے والا — مرادین غریبون کی بر لانے والا
مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیرون کا ملجا ضعیفون کا ماوےٰ
یتیمون کا والی غلامون کا مولےٰ

خطاکار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل مین گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حرا سے سوے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اللھم صل علی محمد و آل محمد

(نمبر ۳ ۔ مراثی)

اس زمانہ مین مراثی بشکل مسدس لکھے جاتے ہین - میر ضمیر مرحوم کے عہد کے پہلے اسکی عروضی ترکیب مربع اور مخمس کی ہوا کرتی تھی - جاننا چاہیے کہ عہد میر انیس سے اردو مین مرثیہ نگاری شاعری کی دشوارترین صنف ہوگئی ہے اور اسکا درجہ اسقدر رفیع ہوگیا ہے کہ اسکے ذکر کے ساتھ ہومر درجل ملٹن ولمکی بیاس اور فردوسی کی رزمی تصنیفات کا ذکر اتفاقاً نہایت قرین محل دکھلائی دیتا ہے - فارسی مین یہ صنف شاعری کی گویا ندارد ہے

میر انیس صاحب کی شاعری

اہل ایران کی مرثیہ نگاری اُردو کی مرثیہ نگاری کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتی ہے میر انیس کے مراثی معاملات محمدؐ و آل محمدؐ سے تعلق رکھتے ہین - ان معاملات کو دینی حیثیت کے ساتھ تاریخی حیثیت بھی حاصل ہے مصائب کشی کی بنا پر ممتاز ترین ان معاملات سے واقعہ کربلا ہے - اِس واقعہ کے سمجھنے کے لیے اسلام کے تاریخی معاملات تمدن و مذہب سے پوری واقفیت کا حاصل رہنا ایک امر ضروری ہے مگر یہان ایسے معاملات کے درج کرنے کی گنجایش نہین ہے پس جن حضرات کو اِس واقعہ عظیمہ کے اسباب و ماتعلق بہا پر نظر ڈالنا منظور ہو تو فقیر کی کتاب معروف بہ نذر آل محمد کو ملاحظہ فرمائین -

میر انیس صاحب ہندوستان کے اُردو بولنے والے حصون مین مرثیہ نگاری کی شہرت رکھتے ہین - جاننا چاہیے کہ میر صاحب کی مرثیہ نگاری ایک رزمی قریۂ نگاری ہے - یہ اِس لیے کہ واقعہ کربلا کی مرثیہ نگاری رزمی شاعری کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے پس حضرت کی شاعری کا شمار ہومر و رجل ملٹن فردوسی اور بیاس کی شاعرون کے ساتھ ایک ضروری امر ہے - جس طرح یہ سب شعرا ے نامی رزمی مضامین جرّ القلم کرتے گئے ہین - میر صاحب بھی اسی طرح رزمی مضامین کو تقاضاے واقعہ کے باعث اپنے مراثی مین کثرت کے ساتھ جگہ دیتے گئے ہین - ایسی حالت مین میر صاحب کو شعراے مسبوق الذکر کی طرح رزمی شاعر کہنا بے محل نہوگا - واضح ہو کہ انگریزی مین رزمی شاعری کو ایپک پوئٹری (Epic Poetry.) اور رزمی شاعر کو ایپک پوئیٹ (Epic Poet.) کہتے ہین - پس میر صاحب اصطلاح انگریزی کے مطابق ایک ایپک پوئیٹ تھے - مگر کس درجہ کے ایپک پوئیٹ تھے - اسکی حقیقت راقم کی آیندہ کی تحریرون سے منکشف ہوگی -

راقم اسوقت تک صرف ہومر رجل اور فردوسی کی رزمی شاعریون پر اپنے خیالات کا اظہار کرچکا ہے - ملٹن والمکی اور بیاس کی رزمی شاعریون پر اُسے رائے زنی کا ابھی تک موقع نہین ملا ہے - اگر حیات نے وفا کی - ان شعرائے نامی کے کلام پر بھی انشاءاللہ تعالی ریویو کی نوبت آہی جائیگی - بہرحال ان تینون شعراے نامی یعنی ہومر ورجل اور فردوسی مین صرف ابوالشعرا ہومر ہی ہے - جسکے ساتھ میر صاحب کا موازنہ صورت رکھتا ہے - ورنہ ورجل جو ہومر کا متبع ہے میر صاحب کا ہرگز ہمپایہ قرار نہین دیا جاسکتا ہے اور نہ اس ہمپائگی کا استحقاق فردوسی کو حاصل ہے - میر صاحب کو فردوسی ہند کہنا بے شک میر صاحب کی ایک بڑی ناقدرشناسی ہے - حضرات ناظرین راقم کے اُس ریویو پر نظر غور ڈالین جسے اُسنے کتاب شاہنامہ پر سابق مین لکھا ہے - تب طالبان تحقیق پر روشن ہوجائے گا کہ فردوسی مین اور میر صاحب مین کیا فرق حائل ہے - میری دانست مین ہومر ایک بڑا رزمی شاعر تھا - لیکن اگر ہومر سیر تھا تو میر صاحب سوا سیر تھے - اس افزونی کی وجہ یا یہ تھی کہ میر صاحب خود نفس قوت شاعری مین ہومر سے زیادہ تھے - یا یہ کہ میر صاحب کو سبجکٹ (Subject) یعنی شاعری کا موضوع ایک ایسا واقعہ بزرگ ہاتھ لگا ہے کہ جسکا جواب دنیا مین نظر نہین آتا ہے اس واقعہ عظیمہ سے ساتھ واقعہ (ٹرائی) کو کوئی نسبت حاصل نہین ہے شاہزادہ ٹرائی کا قصہ ایک ناپاک قصہ ہے - اور ہر گونہ قابل نفرین ہے - یہ ہومر ہی کی قابلیت شاعری تھی کہ جسنے اُسے قابل توجہ بنا دیا ہے - ورنہ شاہزادۂ ٹرائی کے قصہ مین کوئی ایسی عظمت کی بات نہین پائی جاتی ہے جسکی طرف اہل مذاق کو کسی طرح کی رغبت خاص پیدا ہوسکے - برخلاف

اسکے کربلا کا معاملہ ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کے امور دین امور اخلاق امور تدبیر المنزل اور امور سیاست مدن وغیرہ پر مشتمل ہے ایسے معاملات کی طرف توجہ کرنا ہر دینداری علم حکیم اور فلسفی کا کام ہے - یہ واقعہ معاملات عالم کی تمام خوبیوں کا خلاصہ ہے پس کچھ تعجب نہین اگر میر صاحب کی شاعری کو اس طرح کے ارفع مضامین نے ایک بےقیاس مدد دی ہے جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک عمدہ سبجکٹ کے دستیاب ہونے سے میر صاحب ہومر سے سوا سیر معلوم ہوتے ہین - لاریب یہ امر میر صاحب کے مرجح سمجھے جانے کا ایک بڑا سبب دکھائی دیتا ہے - مگر نفس شاعری کے اعتبار سے بھی راقم کی دانست مین میر صاحب کی کیرکٹر نگاری ہومر کی کیرکٹر نگاری سے بڑھی معلوم ہوتی ہے اگر رائے راقم کی صحیح ہے تو ایسی صورت مین شاعر ہونے کی حیثیت سے میر انیس صاحب ہومر پر فوقیت رکھتے ہین میر صاحب کی کیرکٹر نگاری کی بحث آیندہ آنے کو ہے -

واقعہ کربلا ہر پہلو سے ایک اہم امر دکھائی دیتا ہے - اسکو اپنا سبجکٹ بنانے کے لیے لاریب میر انیس صاحب شایستہ ترین شخص نظر آتے ہین - کوئی شک نہین کہ میر صاحب نے رزمی شاعری کا خاتمہ کر دیا ہے - میر صاحب کے مراثی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری ایک فطری امر ہے زنہار کسبی نہین ہے - اگر کسبی ہوتا تو ہر شخص جو پڑھا لکھا ہے میر صاحب کا کمال پیدا کر لیتا - بلاشبہہ و شک میر صاحب وہ الہامی شاعر گرامی ہین کہ تایید غیبی کے بغیر میر صاحب کا کمال کوئی بنی آدم پیدا نہین کر سکتا ہے - یہ امر راقم کے داخل عقیدہ ہے کہ شعرا خدا کے شاگرد ہوتے ہین اور جو لوگ زیادہ صلاحیت شاعری بنا کی رکھتا ہے - اسکے ساتھ زیادہ تایید غیبی شامل حال ہوتی ہے - ہر ملک مین شعرا کو ایسے الہام ہوا کرتے ہین شکسپیر کی روح جو ارواح خوانی کے ذریعہ سے طلب کی گئی تو کہا نان

اسنے بیان کیا کہ فلان فلان (Plaq.) ہم نے محض الہامی طور پر حوالہ قلم کیئے ہین اون سلسلے کی تحریر کے وقت مجھے کچھ نہین معلوم ہوتا تہا کہ مین کیا لکھ رہا ہون - البتہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تائید غیبی میرا ساتھ دے رہی ہے اور مین لکہہ رہا ہون - مگر کیا لکھ رہا ہون اس کو سمجھ نہین سکتا تھا - میرے خیال مین میر صاحب کا بھی حال دم مرثیہ نگاری ایسا ہی ہوتا ہو گا کہ تائید غیبی جنبش قلم مین پیدا کرتی ہوگی اور میر صاحب بند پر بند لکھے جاتے ہون گے جو حضرات تائید غیبی کے قائل نہین ہین لازم ہے کہ ارواح خوانی کا فن سیکھین - مین بھی ایک زمانہ مین الہام و تائید غیبی و دعوت ارواح و استمداد و ہمت سے انکار کرتا تھا - مگر الحمد اللہ کہ پہلے کے وہ سب ملحدانہ خیالات ائمہ معصومین کی روحانی تعلیمات کی بدولت رفع دفع ہو گئے اب مین بدیہیات کی طرح مانتا ہون کہ ائمہ معصومین اپنے غلامون کی ہر طرح پر تائید کر سکتے ہین اور کرتے ہین مین اب شیخ نجدی کے اس خیال کا ہرگز شریک نہین ہون جسکو اُسنے اپنی نہایت شامت سے قبر رسالتماب پر ظاہر کیا تھا - اہل اطلاع سے پوشیدہ نہین ہے کہ جب یہ تنگ حوصلہ ظاہر بین خود پرست قبر شاہنشاہ کونین پر گیا تو اُسنے نہایت بے ادبانہ انداز سے قبر پاک کی طرف رخ کر کے یہ کہا کہ اے وہ شخص جو اسمین مدفون ہے اس وقت تجھ سے میرا عصا بہتر ہے - اس راندہ درگاہ کو نہین معلوم ہو سکا کہ انبیا و اوصیا بعد وفات بھی احیا کا حکم رکھتے ہین اور جو واقعات و حالات گذرتے ہین اُن سے باخبر رہتے ہین - اس کمبخت نجدی کے دماغ مین یہ بات پیچیدہ تھی کہ سرور کائنات جب ادبیت حیات فرما چکے تو خاک ہو گئے - پس خاک ہو کر اُس جناب مین کیا باقی رہ گیا - بنا بریں اس شامتی نجدی کا عصا ضرور بہتر ہو گا - معلوم ہوتا ہے کہ شمس العلما نعوی صاحب نے ایسے ہی نجدیون مین تعلیم پائی ہے جو رسول و آل رسول کے مقابلہ جاتی ہے

مین ایسی بے ادبیون سے پیش آتے ہین - لاحول ثم لاحول یہ بات کوئی تعجب کی نہین ہے - جب مین بھی شیخ نجدی کے پیروان مین تہا تو اسی طرح کی شامت کی باتین کیا کرتا تھا - خیر - جاننا چاہیے کہ شعرا کو تائید غیبی ضرور شامل حال ہوا کرتی ہے - میر انیس صاحب کا موید من اللہ ہونا ایک امر یقینی ہے - اگر بلا تائید غیبی کوئی شخص میر صاحب کے برابر کا شاعر ہونا چاہے تو کوشان ہو کر دیکھ لے - میر صاحب کے کلام مین اسقدر خوبیان ہین کہ خود میر صاحب اپنے کلام کے تصنیف کے وقت اُن سے خبر نہین ہوتے ہونگے بعد تصنیف جب اپنے کلام معجز نظام پر نظر ڈالتے ہون گے تو اسپر بھی بہت سی خوبیان انکے کلام کی اُن سے مخفی رہ جاتی ہون گی - الہامی کلام کا یہی حال ہوتا ہے کہ وقت تصنیف کہنے والا اُنکی تمام خوبیون پر اطلاع نہین پاتا ہے - بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کہنے والے کو تمام عمر اپنے کلام کی بہت سی خوبیون سے بیخبری رہ جاتی ہے - مین مثالاً ایک شعر میر صاحب کا اس موقع پر درج کرتا ہون جسکی نسبت میرا گمان یہی ہے کہ میر صاحب خود اُسکی تمام خوبیون سے واقفیت نہین رکھتے تھے وہ شعر یہ ہے -

طائر ہوا مین محو ہرن سبزہ زار مین | جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہ شعر مضامین صبح سے تعلق رکھتا ہے - مگر اس شعر سے وہی شخص حسب مراد متلذذ ہو سکتا ہے جو علم حیوانات سے باخبر ہے علم حیوانات سے مراد وہ علم ہے کہ جسکو انگریزی مین زوالوجی (Zoology) کہتے ہین اس علم کی دانست سے انسان تمام حیوانات روے زمین کی سچی کیفیتون سے بحد طاقت بشریہ اطلاع پا سکتا ہے یہ علم کوئی ظنی یا خیالی نہین ہے - اس علم کی بنا تحقیق پر واقع ہوئی ہے اس لیے کہ اسکے مسائل تصفح اور استقرا کے ذریعہ سے تنقیح پاتے گئے ہین اور اس بنا پر یہ علم تمامتر علم کا حکم رکھتا ہے - یہ علم مسلمانان

ہندسے بالکل جاتا رہا ہے اس وقت اس علم کی کوئی حسب مراد کتاب عربی فارسی یا اردو مین نہین دکھائی دیتی ہے۔ علی بن علامہ فخرالدین رازی کی کتاب مؤلید مشکلۃ ہے جس مین علم حیوانات سے علامہ موصوف نے بحث کی ہے مگر وہ ایکنا کافی ہی تصنیف ہے اور اس عہد کے لیئے کوئی ہماری سرمایہ تحقیق نہین ہے۔ بلاشبہ حضرات علماے ہند تمامتر اس علم سے دور ہین صرف دور ہی نہین ہین بلکہ اس علم کو چندان قابل توجہ نہین سمجھتے ہین۔ صرف وہی اشخاص ہندی اس علم سے مناسبت رکھتے ہین کہ جنھون نے ہندوستان یا انگلستان مین انگریزی یا اور کسی یورپین زبان کے ذریعہ سے اس علم کی تحصیل کی ہے۔ اردو مین جو کتاب عجائب المخلوقات دیکھی جاتی ہے وہ ایک لغو کتاب ہے اور علم حیوانات سے کوئی علاقہ نہین رکھتی ہے۔ خیر میر صاحب کے شعر بالا سے وہی شخص لذت یاب ہوسکتا ہے کہ جسکو علم حیوانات سے بہرہ حاصل ہے۔ جاننا چاہیئے کہ صبح کے وقت طیور کو ہوا کے ساتھ محویت رہتی ہے یہ محویت طیور کو ہوا کے ساتھ دوپہر یا شام کو نہین ہوتی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ صبح کو طیور کو اسکی حاجت ہوتی ہے کہ قبل اسکے کہ وہ تلاش رزق مین اوڑین اپنے بازوؤن کو پرواز کے قابل بنالین، شب بہر بیکار رہنے سے انکے بازو مشق تازہ کے محتاج ہوجاتے ہین اس لیئے کچہ طیور تو آسمان مین گہنٹے آدہے گہنٹے تک ادہر اودہر پہرا کرتے پہرتے ہین اور کچہ جنگلوں اور باغون مین ورزش کی ترکیب سے جہاڑی جہاڑی اور درخت درخت اڑتے پہرتے ہین اس ریاضت کی محتاجی تمام ایسے طیور کو ہوتی ہے کہ جنکو اپنی پرواز کے ذریعہ سے دن بہر سامان رزق بہم کرنا ہوتا ہے زیادہ طیور ایسے ہی دیکھے جاتے ہین جنکی رزق یابی کا مدار انکی پرواز پر ہے پس صبح کو طیور کا محو ہوا ہونا ایک فطری امر ہے اور کسقدر تحقیقات علم حیوانات

قرین ہے ہرن کو صبح کے وقت سبزہ زار کے ساتھ محویت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس قسم کے ہرن کو صبح کے وقت سبزہ زار کے ساتھ محویت ہوتی ہے وہ قسم بیشتر سبزہ زار ہی مین رہتی ہے جنگلون مین نہین رہتی چونکہ اس قسم کے ہرن شب کو چری نہین کرتے ہین اور چری کے عوض ا شب بھر جگالی کیا کرتے ہین صبح ہوتے نہایت بھوکے ہو جاتے ہین پس صبح کے ہوتے چری مین مشغول ہو جاتے ہین - چونکہ صبح کو اُنھین بھوکھ کی شدت پیدا ہو جاتی ہے بھوکھ اُن کو سبزہ زار کے ساتھ محویت پیدا کر دیتی ہے - یہ ہرن اقسام غزال سے ہوتے ہین - انکے نر کے صرف دو شاخین خم بخم نسر پر ہوتی ہین اور بیشتر یہ ہرن صحرا پسند ہوتے ہین اور قسمین ہرن کی یا پہاڑون مین رہتی ہین یا جنگلون مین صبح کے وقت یہ قسمین سبزہ زار کی طرف نہین رخ کرتی ہین - اس لیے کہ شب کو چری کر کے آسودہ رہتی ہین برخلاف غزالون کے جو شب کو چری نہین کرتے اور جنسے مراد شاعر شعر بالا مین ہے - دوسرے مصراع مین میر صاحب جنگل کے شیر کے ہونکنے کا ذکر فرماتے ہین اور اُسکے ہونکنے کی جگہ کو کچھار قرار دیتے ہین - سبحان اللہ سبحان اللہ کیا تناسب کلام ہے - عالم علم حیوانات کے سوا کون شخص ایسا پیرایہ بیان اختیار کر سکتا ہے - جاے لحاظ ہے کہ اس شاعر گرامی نے صرف شیر کا تذکرہ نہین فرمایا بلکہ "جنگل کے شیر" کی قید لگا دی - جاننا چاہیے کہ شیر دو قسم کے ہوتے ہین - ایک کا مسکن پہاڑ ہوتا ہے اور دوسرے کا جنگل - عادات وخواص مین بھی یہ دونون قسم کے شیر موافقت نہین رکھتے - مزاج بھی دونون کے دو طرح کے ہوتے ہین اور معاشرت کے طور بھی دونون کے جداگانہ دکھائی دیتے ہین - پہاڑی شیر رات بھر تلاش رزق مین ادھر اُدھر پھر کر صبح کو پہاڑ کے کسی غار مین جو اُسکا مسکن ہوتا ہے جا چھپتا ہے اور شام کے قریب تک سوتا رہتا ہے - پھر شام ہوتے تلاش رزق مین نکلتا ہے - یہ شیر کچھار سے کوئی علاقہ نہین رکھتا - مگر جو جنگل کا شیر ہوتا ہے وہ دن

کچھار ہی مین بسر کرتا ہے اور صبح کو بیشتر ہونکا کرتا ہے - راقم نے دونون طرح کے شیر دیکھے ہین اور شکار بھی کیے ہین - لاریب علم حیوانات کی اطلاع اور ذاتی معلومات کے حاصل رہنے سے میر صاحب کا یہ شعر اُنکے پڑھنے والے کو عجب لطف کلام بخشتا ہے - راقم کو اسکی اطلاع نہین ہے کہ میر صاحب علم حیوانات سے واقفیت رکھتے ہین یا نہین - زیادہ قرینہ اسی کا ہے کہ اس علم کے غیر مروج ہونے کے باعث حضرت کو اسکی تحصیل کا موقع نہین ملا تھا - یہ بھی راقم کو نہین معلوم ہے کہ حضرت سفر شکار اختیار فرمایا کرتے تھے یا نہین - زیادہ تو اسیکا قرینہ ہے کہ سیر و شکار کیطرف توجہ فرمانے کا کم موقع رکھتے تھے مگر علم حیوانات کی بڑی اطلاع سے جو یہ شعر خبر دیتا ہے اس کی تاویل اسکے سوا اور کیا کی جا سکتی ہے کہ میر صاحب کو الہامی طور پر ایسے ایسے عالی مضامین دستیاب ہوا کرتے تھے -

کیرکٹر نگاری کی بحث راقم نے شاہنامہ کے لگاؤ مین کی ہے - فردوسی کی کیرکٹر نگاری کا نقص دکھلایا جا چکا ہے - اسی کے ساتھ ہومر کی کیرکٹر نگاری کی خوبیان بھی نہ صرف شاہنامہ کے لگاؤ سے دکھلائی جا چکی ہین بلکہ خود ہومر کی شاعری کے بیان مین حوالہ قلم ہو چکی ہین - لاریب ہومر کی کیرکٹر نگاری بہت اعلیٰ درجہ کی ہے اور ایسی ہی ہے کہ اُسکی کیرکٹر نگاری کی بنیاد پر ڈراما جیسی صنف شاعری کا ایجاد ظہور مین آیا - اب ہم میر انیس صاحب کی کیرکٹر نگاری کی خوبیون کو عرض کرنا چاہتے ہین - یہ خوبیان دشوار پیرایہ رکھتی ہین - اور میر صاحب کی بڑی قابلیت شاعری سے خبر دیتی ہین - یون تو میر صاحب کی کیرکٹر نگاری بھی ایجاد ڈراما کی باعث ہو سکتی تھی - اگر دنیا مین ڈراما کو وجود نہین ہوا ہوتا - مگر میر صاحب کی کیرکٹر نگاری کی

بڑی دشواری یہ ہے کہ میر صاحب کو اپنی کیرکٹر نگاری مین معاملات روحانیہ کو پیش نظر رکھنا پڑا ہے۔ معاملات روحانیہ کا التزام کوئی آسان کام نہین ہے۔ میر صاحب کے کیرکٹرس (Character) وہ اشخاص گرامی ہین جو واقعہ کربلا سے تعلق رکھتے ہین۔ شاہنامہ اور ایلیڈ کے رستم وکیو یا ہکٹر وا کلینز نہین ہین یہ وہ حضرات ہین کہ امام من جانب اللہ اور عزیزان و پیروان امام من جانب اللہ ہین۔ یہ سب کے سب ایسے ہین جو دنیا کو ایک ذلیل شے جانتے اور حیات وثروت دنیا کو خس برابر بھی نہین سمجھتے ہین۔ اُنکے دل توحید و عدل و معرفت کے انوار سے روشن ہین اور کفر و ظلم و حرص و ہوا کی ظلمتون سے تمام تر پاک ہین۔ یہ سب کے سب ایسے ہی ابرار ہین کہ معاد و آخرت کے خیالات کے سوا کوئی اِس دنیا کا خیال انکا مرکوز خاطر نہین ہوسکتا۔ تمام صفات روحانیہ سے متصف ہین۔ اور ایسے ہی ہین کہ اپنے کمالات باطنی کے ذریعہ سے فعلاً و قولاً دین محمدی کو حق ثابت کرسکتے ہین۔ ملٹن کی رزمی تصنیف جو پیریڈائز لاسٹ کے نام سے مشہور ہے ہرچند معاملات عالم بالا سے سراسر تعلق رکھتی ہے مگر روحانی نقطۂ نظر سے خالی نہین ہے۔ ملٹن نے اِس تصنیف نامی مین دکھلایا ہے کہ خدائے تعالی سے شیطان نے کس طرح بغاوت کی اور اس نافرمانی سے کس طرح وہ لعین قعر دوزخ مین ڈالا گیا۔ پھر اپنی ذریات کو لیکر اِس عاقبت برباد نے کیونکر خدائے تعالے کے لشکر ملائکہ سے مقابلہ کیا اور کس طرح پر لشکر خدا کو اُسنے شکست دی۔ مگر میری دانست مین یہ شاعر نامی اپنی تصنیف گرامی مین شان خداوندی کو اس شکست کے بعد قائم نہین رکھ سکا ہے۔ ملٹن لکھتے ہین کہ شیطان نے زمین کے اندر بیٹھکر لوہے نکالے اور توپین ڈھالین اور باروت ترکیب دی۔ جب لشکر ملائکہ سے صف آرائی ہوئی تو اُسنے جبرئیل و میکائیل اور دیگر ملائکہ پر ایسی گولہ باری کی کہ سارے ملائکہ سخت زخمی ہوتے گئے اور گولون کے

صدمے سے یہ کیفیت گزری کہ غیر مقرب ملائکہ مقرب ملائکہ پر چوٹ کھا کھا کر گرے - بالمختصر لشکر ملائکہ کو سخت ہزیمت نصیب ہوئی جب اس شکست کی خبر خدا تعالی کو ہوئی تو خدا تعالی کو سخت تشویش و اشنگیر ہوئی - جناب باری کو اسکا یقین ہوگیا کہ شیطان اُس ذات پاک اور جمیع ملائکہ کو آسمانی مقامات سے نکال پھینکے گا - اس حالت بیچارگی مین خدائے تعالے کو چین نہین آتا تھا حضرت جل شانہ کو شیطان کے غضب سے بچنے کی کوئی تدبیر نہین سوجھتی تھی بالاخر حالت پریشانی مین خدا صاحب اپنے اکلوتے بیٹے حضرت مسیح کے پاس تشریف لیگئے اور خدا زادے سے شکست فوج ملائکہ اور اپنی بے بسی کا معاملہ کہہ سنایا خدا زادے نے اپنے پدر محترم کی پریشانیون کے حالات سُنکر نہایت تشفی بخش کلمات فرمائے - جس سے فی الجملہ خدا صاحب کو تسکین کیصورت پیدا ہوگئی - اسکے بعد خدا زادے ایک تخت نور پر سوار ہوکر شیطان کے مقابلہ کو تشریف لے گئے اور شیطان کو شکست فاش دی - **مصرع**

اگر پدر نتواند پسر تمام کند ۔ واضح ہو کہ ہر چند پیریڈائز لاسٹ ایک ایسی تصنیف ہے کہ جس کو تمامتر روحانیات سے تعلق ہے مگر ظاہرا اس کتاب کے بعض معاملات روحانیہ کچھ ایسی ترکیبی سے حوالہ قلم ہوئے ہین کہ دل مین عظمت پیدا کرنے کے عوض طبیعت کو اُن سے تنفر پیدا ہوتا ہے - لاریب ملٹن کے بیانات بالا نہ صرف عزت و جبروت خداوندی کے کم کر دینے والے نظر آتے ہین بلکہ اپنے ابتدائی انداز سے بیحد محقر اور مضحک بھی دکھائی دیتے ہین - برخلاف اسکے میر صاحب کے بیانات ہین کہ جس سے خدائے تعالے کی تمجید و تقدیس کی ایسی شکل قائم ہوتی ہے کہ شان کبریائی پیش نظر ہو جاتی ہے -

واضح ہو کہ رزمی شاعری جن جن زبانون مین دیکھی جاتی ہے نہ صرف تمام دنیا مین انہین بلند پایگی حاصل رہی ہے - بلکہ قومی اعتبار سے ان زبانون کے بولنے والون

بھی وجاہت اور ثروت حاصل رہی ہے - ہومر اہل یونان سے تھا اور اُسکی شاعری کی زبان
یونانی ہے - ورجل اہل اِیطالیہ سے تھا اور اسکی شاعری کی زبان لاطینی ہے - ملٹن اہل انگلستان سے
تھا اور اُسکی شاعری کی زبان انگریزی ہے - فردوسی اہل عجم سے تھا اور اُسکی شاعری کی زبان
فارسی ہے - والمکی اہل ہند سے تھا اور اُسکی شاعری کی زبان سنسکرت ہے - ظاہر ہے کہ یہ سب
زبانین پایۂ امتیاز رکھتی ہین اور اُنکے بولنے والے بھی قومی اعتبار سے اہل ثروت سے شمار
کیے جانے کا استحقاق رکھتے ہین (مگر میر انیس صاحب نے رزمی شاعری کا جلوہ ایک ایسی ۵
زبان مین دکھلایا ہے کہ نہ وہ زبان ابھی تک اعلی درجہ کی سمجھی جاتی ہے اور نہ اُسکے بولنے والے
کسی طرح کا دنیاوی امتیاز رکھتے ہین - ایسی حالت مین اگر میر انیس صاحب کے کمالات اہل دنیا
سے پوشیدہ رہ جائین تو جائے تعجب نہین ہے - حقیقت حال یہ ہے کہ ابھی تک یورپ اور
امریکہ میر صاحب کے نام سے بھی واقف نہین ہے تعلیم یافتہ دنیا ابھی تک نہین جانتی ہے
کہ بزمانہ حال ہندوستان کی ایک ناپرسان اور مظلوم زبان مین ایک ایسے شاعر نے رزمی
شاعری کی اتنی بڑی داد دی ہے کہ اگر ہومر اسوقت زندہ ہوتا تو اس ناپرسان شاعر کی طباعی
سے حیرت زدہ ہوتا - میر صاحب کو کم سے کم عباس اعظم کے عہد مین پیدا ہونا اور فارسی زبان
مین اپنے کلام کا جلوہ دکھلانا تھا - مگر ایسی مرضی الٰہی نہ تھی - حیف صد حیف کہ میر صاحب نے
ایسے زمانہ مین نشو و نما پکڑی کہ جب مسلمانان ہند اخلاقی تمدنی اور تمام جہتون سے انتہائی
ابتذال کو پہونچ چکے تھے - لاریب یہ زمانہ میر صاحب کے ظہور کے لیے مناسب نہ تھا -
پس زبان اور قوم دونون کی وجہون سے میر صاحب کی طباعی کو دنیوی شہرت کے حاصل
کرنے کا موقع نہ مل سکا - اب اسکی کم امید ہوتی ہے کہ میر صاحب کی شہرت اُردو بولنے والے
صوبجات ہند سے باہر قدم رکھ سکے - اُردو کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ سرکار انگلشیہ کی

مردود ہے اور اُردو بولنے والے مسلمان ایسی پستی مین مبتلا ہین کہ ممتاز اقوام دنیا سے ان کا کسی مین شمار نہین ہے۔ اگر زبان کی حیثیت سے اُردو کوئی ممتاز زبان ہوتی اور اُسکے بولنے والے کسی طرح کا وقار دنیا مین رکھتے تو میر صاحب کی شہرت آپ ہی آپ تمام تعلیم یافتہ دنیا مین پھیل جاتی۔ بحالت موجودہ باوجود حاصل رہنے ایک عدیم المثال قوت شاعری کے میر صاحب کی نسبت یہ ہرگز امید نہین کیجا سکتی ہے کہ میر صاحب یورپ ایشیا اور امریکہ مین ہومر ورجل ملٹن فردوسی والمکی اور بیاس کی طرح ایک معروف رزمی شاعر مانے جائین گے کسقدر رجائے تعجب ہے کہ یورپ مین عمر خیام کے نام کے کلب قائم ہوتے گئے ہین مگر ابھی تک کوئی انیس کلب قائم نہین ہوا ہے اور نہ ایسے کلب کے قائم ہونے کی کوئی امید کیجا سکتی ہے۔ حالانکہ شاعری کے اعتبار سے میر صاحب عمر خیام سے کہین ارفع درجہ کے شاعر ہین۔ واقعی دنیا کے لیے یہ ایک ستم کی بات ہے کہ میر صاحب جیسا شاعر دنیا مین آیا اور دنیا اُس سے بے خبر رہ گئی۔ اسی کو انقلاب زمانہ کہتے ہین۔ خیر۔ اگر دنیا میر صاحب سے واقف نہو سکی تو اسکا علاج ہی کیا ہے۔ مگر زیادہ تر ستم کی بات ہے کہ ہندوستان کے اُردو بولنے والے صوبجات بھی میر صاحب کے کمالات سے حسب مراد طور پر اطلاع نہین رکھتے ہین ہندو اصحاب مین بہت تھوڑے حضرات ہین جو فی زمانہ اُردو شاعری کا مذاق رکھتے ہین پس ہندوستانیون مین میر صاحب کی قدرشناسی کیونکر ہو سکتی ہے مسلمانون کی یہ کیفیت ہے کہ وہ بھی شاعری کا مذاق صحیح بہت کم رکھتے ہین۔ کچھ مسلمانون کو مذہبی اسباب میر صاحب کی شاعری کیطرف متوجہ نہین ہونے دیتے ہین۔ کچھ مسلمان حضرات مولویت کے تقاضا سے عموماً شاعری سے اجتناب رکھتے ہین۔ غرض یہ کہ ہندوستان کے اُردو بولنے والے صوبون مین بھی میر صاحب قریب قریب ایک غیر معروف شخص ہو رہے ہین۔ خدا بھلا کرے مولانا شبلی مولانا شہری

اور بعض دیگر اہل مذاق کا جو میر انیس کو روشناس اہل ہند بنانے مین کوشان ہوے ہین ۔
کاش ایسے صاحبان علم و فضل اہل یورپ کو بھی میر صاحب کے کمالات سے باخبر کر دینے مین
سعی مناسب فرماتے ۔ ایسی کارروائی سے نہ صرف اہل یورپ کی آنکھون کے آگے
ایک نیا اور بڑا میدان خیالات رفیع کا پیش ہو جاتا ۔ بلکہ خود اُردو بھی ایک غیر متوقع توقیر
پیدا کرتی ۔

رزمی شاعری کی تعریف

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ رزمی شاعری کا درجہ ہر زبان مین ارفع کھائی
دیتا ہے ۔ اِس صنف شاعری کے برتنے مین شاعر کو داخلی (Subjective.) اور خارجی
(objective.) دونون پہلو کے مضامین بندی پر یکسان اختیار حاصل رہنا چاہیے
جس شاعر کو ان دونون پہلوؤن کے مضامین بندی پر اختیار حاصل نہین ہے ۔ اُس سے
رزمی شاعری کا مرحلہ طے نہین پا سکتا ہے ۔ ہومیر دس جہان اندرونی معاملات کو حوالہ
قلم کرتا ہے وہان اندرونی معاملات کی تصویر پیش نظر کر دیتا ہے ۔ اسکے بیان سے غضب
غصہ ۔ رحم ۔ محبت ۔ عداوت ۔ رشک وغیرہ وغیرہ جو اندرونی کیفیتین ہین سامع کی نظر مین
متشکل ہو جاتی ہین ۔ اسی طرح جب یہ شاعر نامی اشیاے خارجیہ کو زیب رقم کرتا ہے تو خارجی
چیزین تمام تر آنکھون کے سامنے حاضر ہو جاتی ہین ۔ اسکی صورت نگاری لڑائی کے میدانون
کو اور بہادران جنگ کی نبرد آزمائیون کو فوٹو سے بھی زیادہ واضح طریقہ پر آنکھون کے آگے
قائم کر دیتی ہے ۔ یہی حال میر انیس کی شاعری کا بھی ہے ۔ میر صاحب
معاملات خواہ اندرونی ہون خواہ بیرونی یکسان طور پر پیش نظر ہو جاتے
ہین گی ۔ داخلی اور خارجی پہلوؤن پر قدرت رکھنے کے علاوہ رزمیہ کے خاطر امام دہر
کی آمیزش پر بھی اختیار حاصل رہنا چاہیے ۔ رزمی شاعر کو اس مین لیکن بہ جبر و قہر

ہوتی ہے - اس آمیزش کی صلاحیت حسب مراد طور پر نہین حاصل رہنے سے شاعر کا کلام سیٹھا اور بد مزہ معلوم ہوتا ہے - ہومر کو اسکی بڑی صلاحیت مودعہ تھی اور میر صاحب بھی اسکی بیحد قابلیت رکھتے تھے - مثلاً ہر خیمہ گاہ کا مضمون خارجی پہلو کے سوا داخلی پہلو نہین رکھ سکتا ہے - اور جب کسی خیمہ گاہ کا بیان قابلیت کے ساتھ انجام پائیگا تو اُس خیمہ گاہ کا فوٹو پیش نظر ہو جائیگا - مگر خیمہ گاہ امام حسین علیہ السلام کا بیان ایسا ہونا چاہیے کہ مجرد ظاہری فوٹو کی کیفیت نہ پیدا کرے بلکہ ایسا ہو کہ رنج و ملال و بیچارگی و بےبسی و مظلومیت وغیرہ کے داخلی پہلوؤن کو بھی لیے ہو - جس سے امام حسین کی خیمہ گاہ اور خیمہ گاہون سے صرف میز ہو سکے بلکہ دل پر حسب مراد محزونیت کا عالم بھی پیدا کر سکے -

اب ہم ذیل مین کچھ خارجی اور کچھ داخلی مضامین کی مثالین پیش کرتے ہین - یہ تو ناممکن ہے کہ اس کتاب کے تنگ دائرہ مین تمام ایسے ایسے مضامین کو جگہ مل سکے ہی - جنکو میر صاحب حوالۂ قلم فرما گئے ہین - تاہم ذیل کی مثالون سے کسیقدر اسکا اندازہ ہو سکیگا کہ آپ کو واہب العطایا نے کس درجہ کا شاعر بنایا تھا اور آپکی قوت شاعری کیا عدیم المثال پیرایہ رکھتی ہے جو خارجی اور داخلی دونون قسم کی مضمون بندی کا کمال یکسان طور پر دکھلاتی ہے -

مین میرے پہلے راقم خارجی مضامین کی مثالین پیش کرتا ہے -

مذاق صحیح بہت کم رہے سے عمر سعد کا کربلا مین آنا اور امام علیہ السلام کے فوجی معاملات کا دریافت حال کرنا

متوجہ نہین ہونے دیتے ہین ہائی یہ دھوم | آپہونچا شام سے پسر سعد نحس و شوم
اجتناب رکھتے ہین - غرض ان کا ہے ہجوم | اکثر ہین یکہ تاز جو اثنان شام و روم

قریب قریب ایک غیر معروس کھل گیا نہ طور صفائی کا ہوئیگا

اب کل سے بندوبست لڑائی کا ہوئیگا

یہ ذکر تھا کہ دور سے ظاہر ہوا نشان ۔ اُمڈا زمین پہ ظلم کا دریاے بیکران
موجون کیطرح سب تھین صفین پیش و پس عیان ۔ لہراتے تھے ہوا سے علم مثل بادبان
ہلتا تھا دشت کین دہل اسطرح بجتے تھے
باجون کا تھا یہ شور کہ بادل گرجتے تھے

جنگی وہ رومیون کے پرے شامیون کے دل ۔ خوف خدا نہ جن کو نہ اندیشۂ اجل
مکار و بدشعار و دغا باز و پر دغل ۔ شکلین مہیب پوسے قدابرون پہ بل
بدخواہ خاندان رسالت پناہ سے تھے
ایسے جلے ہوے تھے کہ چہرے سیاہ تھے

تلوار کھینچے بڑھکے جے دو طرف سوار ۔ غل ہوگیا سلامی کے باجون کا ایکبار
ڈنکے کی دمبدم تھی صدا آسمان کے پار ۔ آگے بڑھے جلو یہ نقیبون کی تھی پکار
گھوڑون پہ گرد و پیش رئیسان شام تھے
زرین کمر جلو مین ہزارون غلام تھے

اترا قریب خیمہ فرس سے وہ خیرہ سر ۔ سر پر لگا یا دوڑکے خادم نے چتر زر
پہلے تو اپنی فوج پہ ظالم نے کی نظر ۔ بولا کسی سے پھر وہ سوے نہر دیکھ کر
خیمہ ہے کس طرف کو شہ خوش خصال کا
دریا پہ تو عمل نہین زہرا کے لال کا

خولی نے تب کہا کہ ہماری طرف ہے نہر ۔ آئے تھے یان اترنے کے خاطر امام دہر
فرماتے تھے یہ نہر تو ہے میری مان کا مہر ۔ ہم نے اٹھا دیا انھین لیکن بہ جبر و قہر

عباس مستعد تھے سبھون سے لڑائی کو
شبیر پھیر لے گئے سمجھا کے بھائی کو

وہ دھوپ مین ہے خیمۂ زنگاری حسین
پہرون علی کی بیٹیان روتی ہین کرکے بین
راحت نہ رات کو ہے کوئی دم نہ دن کو چین
آفت مین مبتلا ہے محمد کا نور عین

بچون کی مارے پیاس کے حالت عجیب ہے
خیمہ نہ سائے مین ہے نہ دریا قریب ہے

بولا شقی کہ کتنی ہے فوج ستم شعار
اُس نے کہا حسین کے یاور بہت ہین کم
سنتے تھے وان سپاہ حسینی کی دھوم ہے
فاقون کے مارے دم مین کسی کے نہین ہے دم

ایسی نہ فوج کچھ ہے نہ ایسے نشان ہین
مین نے تو خود گنا ہے اکاسی جوان ہین

ہے اک علم یہ قلت لشکر کا ہے نشان
اردو مین جنس غم کے سوا جنس ہے گران
یہ حال ہے لٹا ہوا جیسے ہو کاروان
غلہ کی یہ کمی ہے کہ ہے قحط آب و نان

اسوار بھی قلیل ہین پیادے بھی تھوڑے ہین
کل سترہ تو اونٹ ہین اور بیس گھوڑے ہین

بند ہاے بالا ارض کربلا مین عمر ابن سعد کی آمد کا سین پیش نظر کرتے ہین۔ ابن سعد شام سے ایک لاکھ سوار لیکر میدان کربلا مین پہنچتا ہے۔ اسکی فوج کے نشانات نمودار ہوتے ہین۔ اسکا لشکر عظیم پیکر ہے یا ظلم کا ایک موج زن سمندر۔ جنگی باجے اس کے لشکر سے بادل کی طرح گرجتے ہین۔ اُسکے لشکری رومی اور شامی ہین۔ یہ ایسے ہین کہ نہ خدا سے ڈرتے ہین اور نہ موت کی پروا کرتے ہین۔ اطوار اُنکے نامحمود شکلین اُنکی مہیب اور قد اُنکے

دیو کے سے - یہ سب کے سب خاندان پیمبر سے عداوت رکھنے والے ہین جسوقت ابن سعد آپہونچا سلامی کے باجے بجنے لگے - رئیسان شام گھوڑون پر اسکے گرد وپیش تھے اور ہزارون غلام زرین کمر جلو مین - سبحان اللہ کیا سچی تصویر میر صاحب نے ایک ایشیائی فوج اور ایک ایشیائی میر لشکر کی کھینچی ہے - خاصکر ایک ایسے میر لشکر کی جو خلیفۂ وقت یعنی یزید کی طرف سے امام حسین عؑ کے انسداد اور مقابلہ کو بھیجا گیا ہے - خیر - اپنے خیمہ کے قریب گھوڑے سے ابن سعد اُترتا ہے - حسب دستور خادم اسکے سر پر چتر زر لگاتا ہے - چونکہ یہ شخص میر لشکر ہے - پہلے اپنی فوج کیطرف نظر کرتا ہے - اسکے ساتھ ہی فرات کیطرف دیکھکر کسی سے پوچھتا ہے کہ امام حسین عؑ کا خیمہ کدھر ہے اور فرات پر تو ان کا کہین قبضہ نہین ہے یہان میر صاحب ایک ہوشیار جنرل کا فوٹو اپنے ناظرین مراثی کے سامنے پیش کرتے ہین لاریب کیمپ پر پہونچکر نپولین اور ویلنگٹن بھی غنیم کی نسبت اسی طرح پر دریافت حال کرتے ہون گے جیسا کہ ابن سعد سے ظہور مین آیا - المختصر حاضرین سے خولی نے فوراً ابن سعد کا اطمینان کر دیا - کہ دریا لشکر یزید کے ہاتھ مین ہے - اسکے بعد اس نے خبر دی کہ امام علیہ السلام دریا کے کنارے اترا چاہتے تھے مگر اُترنے نہین پائے - اس پر عباس مستعد جنگ ہوے مگر اُنکے بھائی امام حسین انھین سمجھا کر پھیر لے گئے - اب خیمہ امام حسین کا دھوپ مین استادہ ہے - انھین اور اُنکے تمام لوگون کو نہ دن کو راحت اور نہ رات کو چین نصیب ہے - اُن کے بچون کا پیاس سے بُرا حال ہے - اُن کا خیمہ دھوپ مین ہے - اور اُن سے دریا دور پر واقع ہے - اِس امر سے اطمینان پاکر کہ دریا امام حسین کے قبضہ مین نہین ہے اب ابن سعد لشکر امام علیہ السلام کا حال پوچھتا ہے کہ آپ کی فوج کتنی ہے - شام مین تو فوج حسینی کی بڑی دھوم سنتے ہین - یہ سنکر خولی جواب مین کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کے مددگار بہت

تھوڑے ہین - وہ بھی فاقون سے تباہ حال ہو رہے ہین نہ کچھ ایسی فوج ہے اور نہ کچھ ایسے نشان ہین - گنتی کے فقط اکاسی جوان ہین - لشکر مین صرف ایک علم ہے جس سے ہویدا ہے کہ فوج کم ہے - لشکر کا حال لٹے ہوے کاروان کا حال ہو رہا ہے - کھانے پینے کا کوئی سامان نہین ہے - سوار پیادے بہت تھوڑے ہین - سترہ اونٹ اور بیس گھوڑے ہین - سبحان اللہ کیا اسلوب کلام ہے - میر صاحب کے تناسب کلام کا کوئی جواب نہین ہے یہی تناسب ہے جو کسی مرثیہ نگار کو اب تک نصیب نہین ہوا ہے - یہ تناسب اگر کہین ہے تو پھر ہومر ہی کے کلام مین دیکھا جاتا ہے - میر صاحب کے کسی پورے مرثیہ پر نظر ڈالیے یا اُسکے کسی جزو کو ملاحظہ کیجیے تو اُسکے کل یا جزو کو تناسب سے خالی نہین پائیگا - یہ تناسب کی خوبی میر صاحب کے حصہ کی ہے - جاننا چاہیے کہ دوسرا نام تناسب کا اعتدال ہے - واقعی جو اعتدال میر صاحب کے مراثی مین موجود ہے کسی شاعر کے مراثی مین نہین ہے - میر صاحب کی تشبیہون مین اعتدال ہے - میر صاحب کے استعارات مین اعتدال ہے - اور میر صاحب کے مبالغون مین اعتدال ہے - یہی اعتدال ہے جس نے میر صاحب کو جمیع مرثیہ نگاران عالم سے علیحدہ کر رکھا ہے - جاننا چاہیے کہ تمام عالم کا انتظام اعتدال پر موقوف ہے - حکیم کی نظر سے دیکھیے تو معلوم ہو کہ نظام شمسی اور جمیع نظام فلکی کا مدار اعتدال پر ہے - یہ نظام شمسی جس سے ہمکو تمام تر تعلق ہے اسکا مرکز آفتاب ہے اسکے گرد بہت سے سیارے گھوما کرتے ہین - اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ اگر آفتاب اور سیارات مین جسمی تناسب نہ ہوتا تو یہ نظام شمسی حالت موجودہ پر نہین رہتا - آج جسامت آفتاب کی دونی ہو جائے تو سب سیارے کھنچکر آفتاب سے چسپان ہو جاتے ہین - پھر یہ سال و ماہ کسوف و خسوف وغیرہ وغیرہ بیحساب کو نادارد ہی سمجھیے گا - صرف یہ تناسب ہی ہے جس سے روز آفتاب طالع ہوتا ہے

اور غروب ہوتا ہے۔ چاند نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے اور جو کچھ ہوتا رہتا ہے ہوتا رہتا ہے یہ تناسب ہی ہے جس سے حسن کو وجود حاصل ہے یہ تناسب ہی ہے کہ جس سے ہر ذی حیات زندہ ہے۔ اگر تناسب نہین تو کچھ نہین۔ اسی طرح یہ تناسب ہی ہے کہ جس نے میر صاحب کے کلام کو لاجواب بنا رکھا ہے۔ بندہاے بالا از ابتدا تا انتہا سبحان اللہ کس طرح زیور تناسب سے آراستہ ہین کہ خط و خال کو بھی بے اعتدالی کہین پر نظر نہین آتی ہے یہ طرز بیان لاریب عین تناسب ہے اور اسی لیے کمال حسن کا مظہر اتم ہے۔ حضرات ناظرین آخر کے ٹیپ کے دونون مصرعون کو ملاحظہ فرمائیے کہ تناسب کے پورے نمونے اور بے تکلفی کی پوری تصویر ہین۔

نمبر ۲ - لشکر اعدا سے حضرت قاسم علیہ السلام کی جنگ

کیونکر تمام فوج سے وہ تشنہ لب لڑے — اک اک لڑا نہ آہ بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثل ابر غضب لڑے — چا بناز یان غضب کی دکھا ین غضب لڑے

جلوہ میان تشنہ دہانی دکھا دیا
بچپن مین لڑ کے زور جوانی دکھا دیا

للکارا جسے بس مین گھوڑا ڈپٹ کے آئے — یون آئے جیسے شیر ولاور جھپٹ کے آئے
بجلی گری اُدھر کو جدھر کو پلٹ کے آئے — صف کو چھپا کے آئے پرے کو پلٹ کے آئے

منھ سرخ تھا کھلے ہوے تھے زخم سینے کے
بناگہ لہو ٹپکتے تھے قطرے پسینے کے

کاٹے رسالے تیغ سے کار قلم لیا — دست یمین نے جنگ سے آرام کم لیا
پھر دست چپ مین تیغ دو سر کو بہم لیا — تیور اے سنبھلے منھ سے لہو پوچھا دم لیا

یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں
سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

آخر کہا سپاہ میں وہ چودھویں کا ماہ
روکے تھی فوج تیروں سے اور برچھیوں سے راہ
لشکر کے ساتھ تھا پسر سعد روسیاہ
تلوار چل رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
غل تھا کہ روند ڈالا ہے لشکر کے باغ کو
ہاں غازیو بجھا دو حسن کے چراغ کو

تیغیں چڑہائی تھیں جو لعینوں نے سان پر
پڑتی تھیں وہ قریب سے اس ناتوان پر
تیروں پہ تیر تھے تو کمانیں کمان پر
حملہ تمام فوج کا تھا ایک جان پر
یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

غش میں جھکا فرس پہ جو وہ غیرت قمر
مارا کسی نے فرق پہ اک گرز گاو سر
برچھی لگی جو سینہ پہ ٹکڑے ہوا جگر
گرتے تھے اسپ سے کہ کمر پر پڑا تبر
طارق کی تیغ کھا کے پکارے امام کو
فریاد یا حسین بچاؤ غلام کو

یہ سین دکھلا رہا ہے کہ حضرت قاسم علیہ السلام لشکر اعدا سے عقدہ سم ۱۰۰۲ رہ دکھائی تنہا بڑی بہادری کے ساتھ ایک فوج کثیر سے لڑ کر زخمی ہو رہے ہیں اور آخر کار زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرتے ہیں - لاریب یہاں بھی تناسب کلام وہی ہے جو میر انیس کی شان ہے - تناسب سے تو آپ کا کلام کبھی خالی نہیں ہوتا - ان بندوں میں بھی وہی اعتدال ملحوظ رہا ہے جس سے آپکی شاعری ہمیشہ ممتاز نظر آتی ہے - کوئی شک

نہین کہ تبعیت فطرت میر صاحب کا کام ہے - یہی تبعیت فطرت آپکے کلام مین تناسب
اور اعتدال پیدا کرتی ہے جس سے آپکی شاعری مصوری کی داد دیتی ہے - واضح رہے
کہ میر صاحب کے مراثی کے بند ایسے نہین ہین کہ صرف فرداً فرداً خوب ہین بلکہ اجمالی حیثیت سے
اُنکے تناسب و اعتدال کا جلوہ اور بھی واضح طور پر دکھلائی دیتا ہے - تناسب کی خوبی
عجب خوبی ہوتی ہے - بغیر تناسب کے حسن کا وجود ناممکن ہے - اگر کسی شخص کے جسم کے
اعضا فرداً فرداً خوبصورت ہون مگر اُنمین تناسب موجود نہو تو ایسا شخص حسین نہین کہا
جاسکتا ہے - تناسب کی معدومی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہر جزو بدن کی خوبصورتی وہ اجمالی
حیثیت نہین پیدا کر سکتی ہے جسکو حسن کہتے ہین - میر صاحب کا ہر مرثیہ جو اسقدر حسین انداز
رکھتا ہے اسکا سبب یہی ہے کہ حضرت کا مرثیہ مطلع سے مقطع تک تناسب کی خوبی سے
خالی نہین پایا جاتا ہے - یہ وہ خوبی ہے کہ اُنکے صاحبزادے میر نفیس صاحب مرحوم کے مراثی
مین بدرجۂ اتم نہین پائی جاتی ہے - اس لیے میر نفیس صاحب کے مراثی میر انیس صاحب کے
مراثی کے درجہ کو نہین پہونچتے ہین - میر انیس صاحب کا اعتدال کلام ایک حیرت انگیز انداز
رکھتا ہے - سبحان اللہ آپکے مبالغے تشبیہات اور استعارے بھی اعتدال سے خالی نہین ہوتے
ہین - آپ ... ایک بند کی ٹیپ یون رقم فرماتے ہین -

یون برچھیان تھین چار طرف اُس جناب کے	
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے	

اس تشبیہ کا اعتدال قابل لحاظ ہے اور صنعت اِس تشبیہ مین یہ رکھی گئی ہے کہ یہ تشبیہ
اپنی ذاتی حیثیت سے مدح کا ایک نفیس پہلو پیدا کرتی ہے - لاریب میر صاحب کا کلام بیحد
بلیغ ہوا کرتا ہے - یہ عوام کی لاعلمی ہے جو کہا کرتے ہین کہ میر صاحب صرف فصیح تھے بلیغ

نہ تھے۔ کسقدر یہ قول بے معنی ہے۔ فصاحت بلاغت سے جدا نہین ہوتی۔ چونکہ میر صاحب کی بلاغت ہمیشہ احاطۂ اعتدال مین رہتی ہے۔ اس لیے آپ کا کلام بادی النظر مین بلیغ نہین معلوم ہوتا ہے۔ عوام غیر معتدل بلاغت کو بلاغت جانتے ہین اس لیے انھین میر صاحب کے کلام کی بلاغت بلاغت نہین معلوم ہوتی ہے ۔۔

نمبر ۳۔ تلوار کی تعریف۔

فارسی مضامین کی ہمسری مثال

اک آگ سی تھی چار طرف شعلہ فشان برق ۔۔۔ وہ برق کہ خود مانگتی ہے جس سے امان برق
یان موج تو وان سیل جو یان ابر تو وان برق ۔۔۔ منھ زہر برش تھر بدن آگ زبان برق
سرکش تھا جو ناری یہ جلاتی تھی اُسی کو
لوہے پہ بھی گرتی تھی تو کھاتی تھی اُسی کو

اُٹھ کر کبھی ٹھہری کبھی لپکی کبھی چمکی ۔۔۔ ہر گر گئے گردن جدھر اُس تیغ نے خم کی
سیدھی صفت دشمن کو ملی راہ عدم کی ۔۔۔ سیفی تھی کہ گویا دم شمشیر پہ دم کی
دم بھر مین صفین صاف تھین بیداد گرون کی
تھی مینھ کی طرح خاک پہ بوچھار سرون کی

کسکے سر و گردن مین جدائی نہ دکھائی ۔۔۔ صف کون سی تھی جسکو صفائی نہ دکھائی
کسکو اسدِ حق کی لڑائی نہ دکھائی ۔۔۔ مقتل مین کسے عقدہ کشائی نہ دکھائی
ریلا جو ہوا ناریون کا رول سے نکلی
شیرازہ اجزائے بدن کھول کے نکلی

اک ضرب مین ہاتھ اسکے اُڑائے تو سر اُسکا ۔۔۔ شاخین کٹین اس نخل ستم کی ثمر اُسکا
دل اُسکا دو پارہ کیا کاٹا جگر اُسکا ۔۔۔ دم ہو گیا آخر ادھر اسکا اُدھر اُسکا

جس جا پہ جھکے خون کی ندی وہین بہ جاے
کیا دخل تھا اسکا کہ کسی بات پہ رہ جاے

تھا صورت آئینہ تمام اسکا بدن صاف
چلتی تھی جو سن سن یہ نکلتا تھا سخن صاف

خون پیتی تھی پر دیکھو تو منھ صاف دہن صاف
ہو دن ہین تو وہ جاروب کہ کردیتی ہون رن صاف

نااہل ہین نامرد ہین ناپاک ہین اعدا
مین برق غضب ہون خس و خاشاک ہین اعدا

پہ خم سے ہلال فلک نیلوفری تھی
شوخی تھی نئی اور نئی جلوہ گری تھی

مارا تھا ہزارون کو مگر خون سے بری تھی
تھی تیغ کہ قبضہ مین سلیمان کے پری تھی

آگ آگ لگی وار جدھر چل گیا اس کا
جو آ گیا سایہ مین بدن جل گیا اس کا

ایک اور ٹیپ تلوار کی تعریف مین نہایت لاجواب ہے وہ یہ ہے

اشراف کا بناؤ رئیسون کی شان ہے
شاہون کی آبرو ہے سپاہی کی جان ہے

واقعی یہ کیا اچھی تعریف تلوار کی ہے ۔ سچ یہ ہے کہ واقعہ نگاری میر صاحب پر ختم ہے ۔ واضح ہو کہ کسی زبان مین تلوار کی تعریف ان ترکیبون سے نہین دیکھی جاتی ہے ۔ اہل عرب ہمیشہ سے شمشیر دوست رہے ہین مگر ذکر شمشیر کے علاوہ کوئی خاص تعریف شمشیر کی عربی زبان مین راقم کی نظر سے نہین گزری ہے ۔ ہومر کی ایلیڈ اور ورجل کی اینیڈ بھی ایسی تعریفات سے معرا نظر آتی ہین ۔ خیر ۔ فطری حد تک ہر شئے کی تعریف کوئی مضائقہ نہین رکھتی ۔ مگر جب تلوار کی تعریف مین زمین اور آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہین ۔ تو ایسی تعریفون کا

پنجاب ۱۱ ستمبر ۰۸ء

مطلق اثر دل پر نہین ہوتا ہے بلکہ ایسی تعریفین موجب نفرت ہو جاتی ہین - ایسی تعریفین جو ممدوح کے ہاتھی گھوڑے اور تلوار کو عجائب المخلوقات بنا دیتی ہین - قصیدہ گو شعرا کا ایک خاص شیوہ ہے - مگر بعض مرثیہ گویون نے بھی وہی روش اختیار کی ہے - لاریب یہ تتبع نہایت ناپسندیدہ ہے - بہرحال میر انیس صاحب نے ہر چند تلوار اور گھوڑے کی تعریفین اکثر نظم کی ہین لیکن فطری انداز سے آپکے بیانات چندان علیحدہ نہین رہے ہین اس لیے دل آویزی سے بھی چندان خالی نہین پائے جاتے ہین -

نمبر ۴ - گھوڑے کا بیان -

لکھتا ہے اد ہم قلم اب سرعت عقاب
پستی مین سیل ہو تو بلندی مین ہو سحاب

نعل اُسکی ماہ نو ہین تو سم رشک آفتاب
سرعت مین برق گرم روانی مین جیسے آب

اُڑنے مین اس فرس کو پرندون پہ اوج ہے
اک شور تھا قدم نہین دریا کی موج ہے

افزون ہے زلف حور سے خوشبو ایال کی
پریان خرام ناز مین شاگرد چال کی

دیکھین تو لین بلائین سدا بال بال کی
غصہ مین جست شیر کی شوخی غزال کی

وہ حسن تن پہ ساز کا جوبن یراق کا
دلدل کے ہاتھ پاؤن تو چہرہ براق کا

نازک مزاج و نسترن اندام و تیز رو
اسکا نہ اک قدم نہ زغند ہرن کی سو

گردون مسیر بادیہ پیما و برق دو
دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اُسے نہ جو

رفتار مین ہوا تھا اشارے مین برق تھا
سرعت مین کچھ کمی تھی نہ چھل بل مین فرق تھا

صرصر سے تند بو سے سبک رو ہوا سے تیز
چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز

طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز
جانے میں اُڑ کے ہدہد شہر سبا سے تیز

ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا
رہوار کیا ہوا پہ سلیمان کا تخت تھا

سمٹا۔ جما۔ اُڑا۔ ادھر آیا۔ اُدھر گیا
چمکا۔ بڑھا۔ جمال دکھایا۔ ٹھہر گیا

تیروں سے اُڑ کے برچھیوں میں بے خطر گیا
برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا

گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اسکی فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

کوئی شک نہین کہ گھوڑے کی تعریفین شعراے عرب کے کلام مین حسب مراد طور پر دیکھی جاتی ہین۔ جیسا کہ کچھ اشعار گھوڑے کی تعریف مین اس کتاب کی جلد اول مین جہان امرار القیس کے قصیدۂ لامیہ نے جگہ پائی ہے درج ہوتے گئے ہین۔ میر صاحب کے اشعار بالا بھی قابل توجہ ہین اسلیے کہ اُنمین بہت سے فطرتی مضامین پاے جاتے ہین اور جہان جہان میر صاحب نے مبالغون سے کام لیا ہے اُنکے اسلوب لطف سے خالی نہین دکھائی دیتے ہین۔ عموماً فارسی گو اور اُردو گو شعرا جو قصیدہ نگاری کا پیشہ کرتے ہین اُنکے ممدوح کے گھوڑے عجب حالات کے گھوڑا نظر آتے ہین۔ اِس ابتذال سے تو یقیناً میر صاحب نے اپنے بیانات کو محفوظ رکھا ہے یہ کم قابل قدر بات نہین ہے۔ ایشیائی بدمذاقی سے تھوڑا اجتناب بھی ایشیائی شاعر کے لیے ایک بڑا سرمایۂ امتیاز متصور ہے۔

بعد پیش کرنے خارجی مضامین کی مثالون کے راقم ذیل مین داخلی مضامین کی مثالین نذر ناظرین کرتا ہے۔

واضح مضامین کی بہتری کا خیال

نمبر ا - میر انیس صاحب کی التجا درگاہ باری تعالی مین واسطے بخشش مضامین اور حصول حسن کلام کے -

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر
اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
گمنام کو اعجاز بیانون مین رقم کر
جبتک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میری قلمرو سے نہ جائے

اس باغ مین چشمے ہین ترے فیض کے جاری
بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرت باری
پھل ہمکو بھی ملجائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہون عنایت چمن طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولون کی بو کو

غواص طبیعت کو عطا کر وہ لآلی
ہو جسکی جگہ تاج سر عرش پہ خالی
ایک ایک لڑی نظم ثریا سے ہو عالی
عالم کی نگاہون سے گرے قطب شمالی
سب ہون دُر یکتا نہ علاقہ ہو کسی سے
نذر اُنکی یہ ہون سگے جنھین رشتہ ہے نبی سے

بھر دے در مقصود سے اس درج دہان کو
دریاے معانی سے بڑھا طبع روان کو
آگاہ کر انداز تکلم سے زبان کو
عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حسن بیان کو
تحسین کا سموات سے غل تا بہ سمک ہو
ہر گوش بنے کان ملاحت وہ نمک ہو

ساقی کے کرم سے ہو وہ دور اور چلین جام
جس مین عوض نشہ ہو کیفیت انجام

ہر مست فراموش کرے گردش ایام | صوفی کی زبان بھی نہ رہے فیض سے ناکام
ہاں بادہ کشو پوچھ لو میخانہ نشین سے
کوثر کی یہ موج آ گئی ہے خلد برین سے

آؤں طرف رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم | خیبر کی خبر لائے مری طبع اولو العزم
قطع سر اعدا کا ارادہ ہو جو بالجزم | دکھلائے ہیں سب کو زبان معرکۂ رزم
جل جائیں عدو آگ بھڑکتی نظر آئے
تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے

ہو ایک نے بان ماہ سے تا مسکن ماہی | عالم کو دکھا دی برش سیف الٰہی
جرأت کا دھنی تو ہے یہ چلائیں سپاہی | لاریب ترے نام پہ ہے سکۂ شاہی
ہر دم یہ اشارہ ہو دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا

یہ مناجات طولانی ہے۔ یہاں صرف چند بند ابتدائے مطلع سے نمونہ کے طور پر درج کیے گئے ہیں۔ لاریب شاعر کی مناجات اِس سے زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ حوالۂ قلم نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ ایسی ہی مناجات ہے کہ یقیناً درگاہ مجیب الدعوات میں قرین اجابت ہوئی۔ میر صاحب جس نعمت کے طلب ہوئے لاریب اُس سرکار واہب العطایا سے انہیں ملگئی ورنہ عنایات ازلی کے بغیر ایسے کلام کا نصیب ہونا توقع سے باہر ہے۔ سبحان اللہ داخلی مضامین ہے میر صاحب کی طبیعت عالی کس قدر اختیار رکھتی ہے۔ اس مناجات میں یا ہے دفتر داخلی پہلو رکھتے ہیں اور کسقدر حسن قبول کی شان اُسنے اسکا جان حزین جسم میں گھی یہ ہے کہ کوئی شاعر رزمی شاعر

نہین ہوسکتا۔ جب تک کہ اُسے خارجی اور داخلی مضامین کی بندش پر یکسان قدرت حاصل نہین ہوتی ہے۔ اب ذیل مین اور بھی دو مثالین داخلی مضامین کی ہدیۂ ناظرین ہوتی ہین۔

نمبر ۲۔ حالت قلب امام حسین علیہ السلام و حضرت بانو کی بوقت رخصت علی اکبر۔

ہتھیار پسر سجتا ہے گھبراتے ہین ماباپ — سرتا بقدم بید سے تھراتے ہین ماباپ
زخم اُسنے نہین کھائے پہ غم کھاتے ہین ماباپ — اکبر ابھی جیتے ہین موے جاتے ہین ماباپ
اللہ رے الفت پسر ماہ لقا کی
دل سینے مین کہتا ہے دہائی ہے خدا کی

سر پیٹ کے جب گرد پسر پھرتی ہے مادر — ہین بال کھلے سر سے گری پڑتی ہے چادر
آہستہ اشارہ ہے کہ یا سبط پیمبر — روکو انھین ہاتھون سے چلے اب علی اکبر
ہین صاحب الفت انھین رحم آئے گا ہم پر
تم بیٹے کو روکو نہین گرتی ہون قدم پر

صاحب مرے فرزند کو چھاتی سے لگاؤ — روٹھے ہون جو مجھ سے علی اکبر کو مناؤ
مان اُنکی ہین زینب انھین اسوقت بلاؤ — اس داغ سے لونڈی کے کلیجے کو بچاؤ
اٹھارہ برس رد سامنے آنکھون کے رہے ہین
پالا ہے بیٹے کو سے بڑے رنج سہے ہین

بانو سے اشارے مین یہ فرماتے ہین شہ کو — اسوقت کلیجے پہ مرے چلتی ہے شمشیر
سہتا ہے مین کرون کیا کوئی نہین تلوار سے غل ہا سے چھڑاتی ہے ترے لال کو تقدیر
کس طرح سے کان ملاحت وہ ماہ لقا کو
تنہائی شبیہ جام — جس مین ... کو

اتنے مین کمر باندھ چکے اکبر جرار
سینے مین دھڑکنے لگا بانو کا دل زار
فرزند کا منہ تکنے لگے سید ابرار
ہمشکل پیمبر ہوے رخصت کے طلبگار
ہاتھون سے کلیجا شہ بے پر نے سنبھالا
گرنے جو لگی مان علی اکبر نے سنبھالا

فرمایا پدر صدقے ہوے اکبر ذی شان
کیا کہتے ہو رخصت کسے کہتے ہین مری جان
دم کس مین ہے دے کون تمھین رخصت میدان
دنیا سے یہ شبیر کی رحلت کا ہے سامان
مان باپ چراغ سحری ہین علی اکبر
ہم تم سے بھی پہلے سفری ہین علی اکبر

کس طرح بھلا داغ جوانی ہو گوارا
سہرا بھی تو دیکھا نہین بانو نے تمھارا
عباس سے قوت تھی وہ دنیا سے سدھارا
اب کوئی نہین ہے مری پیری کا سہارا
میدان بلا مین یہ وغا کرنے کے دن ہین
بتلا علی اکبر یہ ترے مرنے کے دن ہین

اکبر نے کہا شرم سے گردن کو جھکا کر
مین قبلہ و کعبہ کی رضا سے نہین باہر
ہے آپ سے انصاف طلب آپ کا دلبر
سب قتل ہون اور جان بچائے علی اکبر
فرزند حسن کی تو شجاعت کا بیان ہو
اور جوہر شمشیر حسینی نہ عیان ہو

جوہر ہمین خالق نے شجاعت کا دیا ہے
مردون سے عوض خون عزیزان کا لیا ہے
مولے کوئی دنیا مین ہمیشہ بھی جیا ہے
دو روز سے پانی نہین خادم نے پیا ہے
اب جان حزین جسم مین گھبراتی ہے بابا

کوثر پہ ہمیں پیاس لیے جاتی ہے بابا

ٹکڑے ہوا تقریر پسر سے دلِ سرور / کچھ بس نہ چلا رو دیے گردن کو جھکا کر
فرمایا کہ پانی مجھے ہوتا جو میسر / تم کاہے کو بابا سے بچھڑتے علی اکبر
کوثر پہ چلے تشنہ دہان باپ کے گھر سے
افسوس تمھیں پیاس چھڑاتی ہے پدر سے

اکبر نے کہا ہمیں نے بہت پیاس کو مارا / حضرت کی قسم ہے نہیں اب ضبط کا یارا
شہ نے کہا یہ داغ بھی کر لیں گے گوارا / روتا تو ہے اسکا کہ نہیں کوئی ہمارا
آفت کا کبھی دکھ میں نہ شکوا کیا ہم نے
عباس علی مر گئے تب کیا کیا ہم نے

تم ہوتے تو یہ ہوتا کہ لاشے کو اٹھاتے / اور قبر ہماری اسی جنگل میں بناتے
ہم غسل و کفن ہاتھ سے فرزند کے پاتے / اس دشت میں مرتے تو بھلا دھوپ نہ کھاتے
مرضی جو تمھاری نہیں بس باپ کا کیا ہے
کچھ غم نہیں پر خیر ہمارا بھی خدا ہے

بندہائے بالا میں عجب درد انگیز سین میر انیس صاحب کی فطرت نگاری نے پیش نظر کر دیا ہے۔ حضرت علی اکبر لشکر یزید سے سامنا کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام دو بھانجے حضرت عون و محمد بھائی حضرت عباس اور بھتیجے حضرت قاسم کے داغ غم اٹھا چکے ہیں اور اب آپ کے بیٹے علی اکبر کی شہادت کی باری آ رہی ہے۔ حضرت شہر بانو کے دم میں دم نہیں ہے۔ حضرت امام علیہ السلام کے دل پر جو گذر رہی ہے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ مادر و پدر کی جو حالت ایسے وقت میں تقاضائے

فطرت سے ہوسکتی ہے اُسے میر صاحب کی قابلیت شاعری نے خوب دکھلایا ہے مادر و پدر کے فرق غم کی تصویر نہایت تبعیت فطرت کے ساتھ کھینچی گئی ہے اضطراب مادر اور استقلال پدر کے بیانات ایک حیرت انگیز انداز رکھتے ہین - لاریب حضرت علی کبر کے رخصت کا سین بند ہاے بالا مین اُس قوت ڈرامانگاری کے ساتھ حوالہ قلم ہوا ہے جو شکسپیر اور کالی داس کو واہب العطایا نے بخشی تھی -

بنبر ۳ - حال استقلال حضرت زینب علیہا السلام وقت رخصت حضرت عون و محمد -

ناگاہ ہوا شور مبارز طلبی کا
منہ سرخ ہوا غیظ سے ہمشکل نبی کا
پھر قصد لعینون نے کیا بے ادبی کا
رایت بھی بڑھا فوج رسول عربی کا
حیدر کے نواسون کے بھی ابرو پہ بل آیا
چھوٹا تو یہ بگڑا کہ پرے سے نکل آیا

گھبرا کے پکارے جو اُنھین سید ابرار
کی عرض بصد عجز کہ اے کل کے مددگار
بس پھر کے گرے پانون پہ آقا کے وہ جرار
ہم دونون غلام اب ہین اجازت کے طلبگار
بیتاب ہین دل جان مصیبت مین پڑی ہے
اے نور خدا ذرہ نوازی کی گھڑی ہے

مرنے کو اگر پہلے گئے قاسم و اکبر
شنبر کی وہ تصویر یہ ہمشکل پیمبر
یا شاہ یہین دودھ نہ بخشینگی مادر
توقیر اسی مین ہے کہ ہم صدقہ ہون اُپنر
مالک ہین خداوند ہین سردار ہین دونون
ہم اُنکے بزرگون کے نمکخوار ہین دونون

بسمل ہو جو مسلم مظلوم کے پیارے
ہم خیمہ مین جاسکتے نہین شرم کے مارے

امان نے کہا ہوگا کہ ابتک شہ سدہارے
جانون کو بچاتے ہین جگر بند ہمارے

قاصر ہین جو توقیر شہادت نہین ملتی
کیا جانین اسے وہ کہ اجازت نہین ملتی

حضرت پہ ہے روشن جو ہمارا ہے ارادا
سن کم ہین پہ ہمت ہے جوانون سے زیادا
نانا تو علی جعفر طیار ہے دادا
ہم ڈھونڈھتے ہین صبح سے فردوس کا جادا

شیرون کی طرح بیشۂ حیدر مین پلے ہین
تلوارون سے ہم کھیل کے اس گھر مین پلے ہین

وہ تیغ کے مالک ہین تو مختار ہین ہم بھی
دادا کی طرح مرنے پہ تیار ہین ہم بھی
نانا تھے جو کرار تو جرار ہین ہم بھی
سر دے کے شہادت کے طلبگار ہین ہم بھی

ہے جوش وفا عمر کے پیمانے بھرے ہین
ہم صبح سے سر نذر کو ہاتھون پہ دھرے ہین

ہم آپ سے مرنے کے لیے جا نہین سکتے
زخم تبر و تیر و سنان کھا نہین سکتے
بے حکم جو مطلب ہے اُسے پا نہین سکتے
آداب سے کچھ لب پہ سخن لا نہین سکتے

ہم پیچھے رہین سب سے یہ تقدیر ہماری
ہاتھ آپ کے ہے عزت و توقیر ہماری

ہم دونون غلام اکبر و اصغر کے ہین یا شاہ
الفت کو بس اب دل سے اُٹھا دیجیے للہ
امان کا تو نازک ہے مزاج آپ ہین آگاہ
بنت اسد حضرت باری ہین وہ ذی جاہ

پوچھین گی خفا ہو کے تو کیا اُنسے کہین گے
آزردہ ہوئین وہ تو کہین کے نہ رہین گے

عورت ہین یہ خوبو شہ مردان کی ہے ساری … شب کو بھی یہ فرمایا تھا ہم سے کئی باری
تم یہ نہ سمجھیو کہ مین عاشق ہون تمہاری … بھائی سے مجھے جان نہ اولاد ہے پیاری
کس کام کے پھر سر جو تصدق نہ کرو گے
تب دودھ مین بخشون گی جو عزت سے مرو گے

یہ کہکے جو رونے لگے زینب کے جگر بند … حضرت نے کہا مین ہون بہر حال رضامند
کھوتے ہین کسی بھائی نے ہمشیر کے فرزند … کس منھ سے کہون آہ کہ ہو خاک کے پیوند
تنہائی کا دکھ فاطمہ کا لال سہے گا
لاشے کے اُٹھانے کو بھی کوئی نہ رہیگا

اکبر کو تو ہمشیر نے مین نے تھین پالا … ماموں سے جدا ہوتے ہو جب ہوش سنبھالا
اب کون ہے غربت مین مرا تھامنے والا … دل کا کوئی ارمان نہین تم نے نکالا
دس سال بھی پورے نہین دونون کے سنون مین
دنیا سے اجل لے چلی بچپن کے دنون مین

دونون سے یہ فرما کے ادھر روتے تھے شبیر … جب بیٹھی تھی رانڈون مین اُدھر شاہ کی ہمشیر
سرزانو پہ تھا فکر مین اور لب پہ یہ تقریر … محجوب کیا بیٹون نے ہے ہے مری تقدیر
مین جانتی تھی پہلے اجازت وہی لینگے
اسکی نہ خبر تھی کہ دغا وقت پہ دین گے

آتا ہے دم صبح سے یان لاشے پہ لاشا … اُنکے لیے اورون کی لڑائی ہے تماشا
پائی نہ اجازت یہ سخن خوب تراشا … باتین ہین یہ ساری مجھے باور نہین جاشا
رکتے ہین ولا ور کہین روکے سے کسی کے

وہ سب بھی تو پیارے تھے حسین ابن علی کے

بانو نے کہا دونوں کی عمریں ہیں ابھی کیا
نہ گھر سے وہ نکلے نہ کوئی معرکہ دیکھا
میدان کی رضا دیتے نہ ہوں گے شہ والا
آزردہ نہ ہوں آپ یہ غصہ کی نہیں جا
سُن لیجیے کارن میں جو کچھ کام کرین گے
حیدر کے نواسے ہیں بڑا نام کرین گے

فرمایا کہ ہاں جو مجھے تقدیر دکھائے
جی جاؤں گی مر کر جو وہ میدان سے آئے
کیوں شاہ سے رخصت کا سخن لیکے نہ لائے
کیا جانیے کس فکر میں ہیں وہ مرے جائے
جو چاہیں کرین بیٹوں کے قابل ہیں کہاں ہو
اب وہ مرے فرزند نہ ہیں دونوں کی ماں ہوں

یہ ذکر تھا فضہ جو خبر لے کے یہ آئی
فرمایا کہ اب لٹتی ہے زینب کی کمائی
لو میرے خوشزادوں نے رضا جنگ کی پائی
اے بنت علی روتے ہیں آپکے بھائی
بچے بھی شریک شہدا ہوتے ہیں لوگو
دو بھانجے ماموں پہ فدا ہوتے ہیں لوگو

فضہ سے یہ سننا تھا کہ بس رونے لگے سب
اور خاک پہ سجدے میں جھکیں حضرت زینب
فرمایا کہ صد شکر بر آیا مرا مطلب
عزت مرے بچوں کی ترے ہاتھ ہے یارب
بہتر ہے جو لڑنے کو وہ پیارے گئے دونوں
یہ خوشخبری آئے کہ مارے گئے دونوں

فطرت نگاری میر انیس صاحب کا حصہ ہے۔ بند ہاے بالا تمام تر ڈراما کی خوبیوں کا انداز رکھتے ہیں۔ حضرت زینب کا کیرکٹر خوب ہی حوالہ قلم ہوا ہے۔ جو جو صفتیں شہنشاہ الافتی

کی بیٹی مین ہونی چاہیین - آپ مین موجود تھین - چونکہ بھائی کی فدائی تھین بیٹون کو بھی
بھائی پر تصدق کرڈالنا آسان سمجھتی تھین - ظاہر مین تو ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ امام
علیہ السلام کی محبت مین اپنے لڑکون کا خیال بھی آپ کو باقی نہین رہا تھا - مگر اصل وجہ
اِس شیفتگی کی یہ تھی کہ بالیقین آپ اپنے بھائی کو امام من جانب اللہ جانتی تھین - اِس لیے
بیٹون کی شہادت کی بھی آپ کو کوئی پروا نہین رہی تھی - یہ بات آپ ہی کے ساتھ مختص
نہ تھی - جتنے ذکور واناث حضرت امام علیہ السلام کے شریک حال تھے - ان سب افراد کا
بھی یہی عقیدہ تھا کہ امام علیہ السلام امام من جانب اللہ ہین - من جانب الناس نہین
ہین - ظاہر ہے کہ اِس زورِ عقیدہ کے ساتھ کون کمبخت ایسا ہو سکتا تھا کہ امام علیہ السلام
کا فدائی نہ ہوتا - خاندان پیمبر کے حضرات اور اُنکے تابعین جو شریک واقعہ کربلا تھے یہ سب
حضرات تو امام علیہ السلام کو امام من جانب اللہ جانتے ہی تھے - مگر یہی سمجھ حضرت حر کو بھی
لشکر یزید سے نکال لائی - ورنہ حضرت امام علیہ السلام کا طرفدار ہو جانا ایک ایسے غیر
شخص کا جسکو دنیاوی فائدہ کی خس برابر امید نہو محض خلاف فطرت ہوتا - لیکن حقیقت
حال یہ ہے کہ حر نے امام علیہ السلام کو امام من جانب اللہ مانا اور حضرت کے لیے
مر جانے کو ایک آسان امر جانا - ظاہر ہے کہ اس زورِ عقیدہ کے بغیر کوئی شخص اپنی
ہلاکت گوارا نہین کر سکتا ہے - پس حضرت زینب اِس یقین کے ساتھ کہ امام علیہ السلام
امام من جانب اللہ ہین کیونکر اپنے بیٹون کو حضرت پر تصدق کرڈالنا ایک امر ضروری
نہین سمجھتین - واضح ہو کہ حضرت زینب کے کیرکٹر کے علاوہ حضرت امام علیہ السلام
حضرت بانو حضرت عون حضرت محمد اور حضرت فضہ کے پارٹ (PART)
یعنی اُنکے قولی اور فعلی معاملات میر صاحب نے ڈراما نگاری کے اعلی اصول کی پابندی

کے ساتھ نہایت احسن نہج پر حوالۂ قلم فرمائے ہیں۔ ہومر اور شکسپیر بھی اس سے زیادہ ڈراما نگاری کا جوہر نہیں دکھلا سکتے تھے۔

واضح ہو کہ میر صاحب کے مراثی عموماً ایسے ایسے مضامین پر مشتمل ہیں جیسے حمد و احکام خداوند تعالیٰ جل شانہ۔ ثنا و کلام حضرت رسالتمآب صلعم۔ مناقب و کلام حضرت امیر علیہ السلام۔ مدح و کلام حضرت خاتون جنت علیہا السلام۔ مدح جناب امام حسن علیہ السلام۔ مدح جناب امام حسین علیہ السلام۔ مدح حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔ مدح حضرت علی اکبر و حضرت قاسم و حضرت عون و حضرت محمد سلام اللہ علیہم۔ مدح حضرت زینب علیہا السلام مدح حضرت شہربانو علیہا السلام۔ ذکر ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام۔ ذکر ولادت امام حسین علیہ السلام وصایا و کرم و اخلاق و مناجات و کلمۂ صبر و رضائے آنحضرت۔ حال روانگی آنحضرت از مدینۂ منورہ جانب مکۂ معظمہ۔ حال روانگی آنحضرت جانب کوفہ از مکۂ معظمہ۔ حال زحمت سفر۔ ذکر انصار جناب امام حسین علیہ السلام۔ تیاری ہائے جنگ فریقین در مقام کربلا۔ رجز حضرت امام حسین علیہ السلام مع کلمات وعظ و پند و جنگ امام علیہ السلام با اعدائے دین۔ رجز و جنگ علی اکبر علیہ السلام۔ رجز و جنگ حضرت عباس علیہ السلام رجز و جنگ حضرت قاسم علیہ السلام۔ رجز و جنگ حضرت عون و محمد علیہما السلام۔ رجز و جنگ حضرت حر علیہ السلام۔ حالت قلب حضرت امام حسین علیہ السلام وقت رخصت و شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام۔ حالت قلب آنحضرت وقت شہادت علی اصغر علیہ السلام حالت قلب آنحضرت وقت رخصت و شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔ حالت قلب آنحضرت وقت شہادت حضرت قاسم علیہ السلام۔ وفاداری حضرت عباس علیہ السلام جلال حضرت عباس علیہ السلام۔ وفاداری و دینداری حضرت حر علیہ السلام۔ قدردانی

وعزت افزائی حضرت حُر علیہ السلام ازجانب امام حسین علیہ السلام۔ استقلال حضرت زینب وقت رخصت حضرت عون و حضرت محمد علیہما السلام۔ اضطراب حضرت زینب وقت روانگی امام حسین علیہ السلام جانب میدان جنگ و شہادت آنحضرت۔ جنگ امام علیہ السلام با اعدائے دین و شہادت آنحضرت۔ ہنگامہ میدان جنگ۔ صبر و استقلال حضرت امام زین العابدین علیہ السلام در حالت مصیبت۔ روانگی اہل حرم جانب شام۔ دربار یزید۔ زندان شام۔ سامان مہمانداری ازجانب شیریں (کنیز آزاد کردہ حضرت امام حسین علیہ السلام) بیانات مناظر قدرت۔ بیانات صبح و شام۔ بیانات امور خارجیہ۔ بیانات امور ذہنیہ۔ تعریف اسپ۔ تعریف شمشیر۔ بیان لشکر یزید۔ بیان مبارزان لشکر یزید۔ بیانات بے ثباتی دنیا۔ و انقلابات عالم۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک مختصر فہرست میر صاحب کے مضامین مراثی کی ہے۔ ان میں سے کچھ بند جو مضامین بالا سے تعلق رکھتے ہیں ذیل میں درج پاتے ہیں۔

نمبر ۱۔ حضرت عباس علمدار کی وفاداری

گھبرا کے بڑھا خود پسر سعد بد انجام	عباس سے کی عرض کہ اے صاحب صمصام
سُن لیجیے کچھ شام کے حاکم کا ہے پیغام	پر آپ تک آتے ہوئے گھبراتا ہے اندام

جھنجھلائے ہوئے شیر سے اندیشہ ہے جان کا
میں چند نفس آپ سے طالب ہوں امان کا

کی چین بہ جبیں ہو کے یہ عباس نے تقریر	پیغام مجھے بھیجے گا کیا حاکم بے پیر
بندہ ہوں میں حاکم ہیں مرے حضرت شبیر	شیوہ ہے تمھیں لوگوں کا یہ حیلہ و تزویر

ہے کام وفا سے ہمیں اور ہم سے وفا کو

فرزند علی ننگ سمجھتے ہین دغا کو

وہ تم ہو جو کرتے ہو دغا اہل وفا سے
سادات کا سر کاٹتے ہو تیغ جفا سے
مطلب ہے محمدؐ سے تمھین کچھ نہ خدا سے
مہمان ہین یہ کس کے جو ہین دو روز سے پیاسے
کھا کھا کے قسم پھر گئے تم اپنے سخن سے
ہم وہ ہین کہ لکھنے پہ چلے آئے وطن سے

گر صلح کا پیغام بھی لایا ہے تو بیکار
دو بھانجے مارے گئے اک بھائی کا دلدار
مین کہتا ہون مانینگے نہین سید ابرار
صدمہ یہ اُٹھایا ہے کہ ہے زیست سے بیزار
کھلجائے گا شمشیر و سپر باندھ چکے ہین
وہ دیر سے مرنے پہ کمر باندھ چکے ہین

کچھ سوچ کے یہ کہنے لگا ظلم کا بانی
پر آپ گنواتے ہین عبث اپنی جوانی
سچ ہے کہ نہ بچے گا نہ یداللہ کا جانی
کوئی تو رہے خلق مین حیدر کی نشانی
غصہ کے نہ اندوہ کے نہ طیش کے دن ہین
راتین ہین یہ آرام کی یہ عیش کے دن ہین

کیون کرتے ہو بے فائدہ جینے سے کنارا
جب آپنے دی جان تو گویا اُسے مارا
چھوٹا ہے ابھی عمر مین فرزند تمھارا
عباس جدائی کرو بھائی کی گوارا
مابین لحد ساتھ برادر نہین جاتا
بھائی کوئی بھائی کے لیے مر نہین جاتا

یہ سنتے ہی تھرا گیا اُس شیر کا اندام
قبضہ کو جو دیکھا تو اُگلنے لگی صمصام
غصہ کے سبب سُرخ ہوئی چشم سیہ فام
فرمایا کہ ظالم مجھے دیتا ہے یہ پیغام

شاید نہین آگاہ مرے جد و پدر سے
ایسا ہون کہ پھر جاؤن گا زہرا کے پسر سے

بس دور ہو آگے نہین سننے کی مجھے تاب
مین بھائی کا دشمن ہون یہ ہو کون سا آداب
سرتن سے اُتارون ترا او ظالم کذاب
کیا قدر پھر اسکی ہے جو موتی کی گئی آب

رتبہ ہے یہ سب شاہ ولایت کا تصدق
ہم جانتے ہین جان کو عزت کا تصدق

آگے مرے تو ذکر پسر کا مرے لایا
اصغر سے تو ہے سن مین زیادہ مرا جایا
شبیر کے بچپن پہ تجھے رحم نہ آیا
پانی تو کہان دودھ بھی جسنے نہین پایا

دل سینہ مین ٹکڑے ہو کہ صدمہ ہو جگر پر
سو بیٹے ہون تو صدقہ کرون اُنکے پسر پر

ہوتا ہے چمن فاطمہ کا ظلم سے برباد
مارا گیا بیوہ کا پسر قاسم ناشاد
موسم یہ مرے عیش کا ہے اے ستم ایجاد؟
روتے ہین نبی شیر خدا کرتے ہین فریاد

ہم سے جنھین الفت ہے وہ ماتم مین رہینگے
تا حشر اسے حشر کا دن لوگ گنین گے

بھائی کے لیے جی سے گزر جاتا ہی بھائی
کیا بھائی ہو تیغون مین تو ڈر جاتا ہے بھائی
جاتا ہے برادر بھی جدھر جاتا ہی بھائی
آنچ آتی ہے بھائی پہ تو مر جاتا ہے بھائی

نعشین بھی بہم زیر زمین ہوتی ہین اکثر
قبرین بھی پس از مرگ قرین ہوتی ہین اکثر

بھائی نے مرے کون سی کی مجھ سے بُرائی
پالا ہے مجھے جانتی ہے ساری خدائی

کیا کچھ نہ ملا کون سی عزت نہین پائی
جان اُن پہ تصدق ہے اجل آئی تو آئی
ہم پائین گے جو شرط محبت کی جزا ہی
نا فہم اسی موت مین جینے کا مزا ہے

کافر ہون کہ منھ قبلۂ ایمان سے پھراؤن
تو کوہ طلا دے تو مین لالچ مین آؤن
فاقے ہون تو بھائی کے عوض یہ چھپان کھاؤن
مقتل سے تڑپتا ہوا اُن قدمون پہ جاؤن
کس منھ سے کہون مین کہ قرابت مین قرین ہون
بھائی تھے حسن مین تو غلام شہِ دین ہون

بلبل کو کبھی ہجرِ گل تر نہین بھاتا
پروانہ کہین شمع کو ہے چھوڑ کے جاتا
ہے موت جو معشوق کو عاشق نہین پاتا
قمری کو سوا سرو کے کچھ خوش نہین آتا
شبیر جہان یہ دلِ فرزانہ وہین ہے
محفل مین جہان شمع ہے پروانہ وہین ہے

کہنے پہ چلون تجھ سے جفا جو کے نہ ہے فہم
دو رنج مین دل کو شہ خوشخو کے نہ ہے فہم
پہونچے انھین دکھ ہاتھ سے بازو کے نہ ہے فہم
آنکھون کی بدی سامنے ابرو کے نہ ہے فہم
ہٹ جا نہین تیغ اب مری واللہ چلیگی
شیرون سے نہ یہ بازیِ روباہ چلیگی

جرأت کو جری نے کبھی چھوڑا ہے تو کہدے
آقا کو کسی نے کبھی چھوڑا ہو تو کہدے
شبر کو اخی نے کبھی چھوڑا ہو تو کہدے
احمدؐ کو علیؑ نے کبھی چھوڑا ہو تو کہدے
وہ ہم نہین کرتے جو زمانے کا چلن ہے
دنیا مین وفا اپنے گھرانے کا چلن ہے

میں حشمت دنیا کی تمنا نہیں رکھتا	قطرہ کی طمع فیض کا دریا نہیں رکھتا
اعلیٰ جو ہے ادنیٰ کی وہ پروا نہیں رکھتا	نیچے سے علاقہ سر طوبیٰ نہیں رکھتا

کافر کی طرف صاحب ایمان نہیں جاتے
بتخانہ کو کعبے سے مسلمان نہیں جاتے

۴۷ واضح ہو کہ بندہائے بالا میں میر انیس صاحب نے داخلی شاعری کے پہلو کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ برتا ہے اور ڈرامانگاری کا لطف بڑی قابلیت شاعرانہ کے ساتھ دکھلایا ہے۔ ہرچند میر صاحب رزمی شاعری برتتے ہیں مگر یہ امر محقق ہے کہ اعلیٰ درجہ کی رزمی شاعری سے ڈرامانگاری نے وجود پکڑا ہے پس کوئی جائے تعجب نہیں ہے کہ میر صاحب کے مراثی اعلیٰ درجہ کے ڈراما کا حسن انداز رکھتے ہیں۔ ہومر کی رزمی شاعری ڈرامانگاری کی موجد گزری ہے جیسا کہ سابق میں عرض ہو چکا ہے۔ لاریب میر صاحب کی رزمی شاعری سے بھی یہ صنف شاعری وجود پذیر ہو سکتی تھی۔ اگر اس عہد کے عوض میر صاحب ہومر یا ہومر کے پہلے کا زمانہ اپنے ظہور کے لیے پاتے ہوتے۔ خیر۔ بحالت موجودہ میر صاحب کی رزمی شاعری بہت کچھ ڈراما کی اعلیٰ درجہ کی خوبیاں رکھتی ہے اور اس پہلو سے بھی اہل مذاق صحیح کی بہت کچھ قابل توجہ ہے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ڈرامانگاری کی کامیابی کے لیے شاعر میں نہ صرف داخلی اور خارجی امور کی بندش کی بڑی صلاحیت درکار ہے۔ بلکہ ان دونوں کی آمیزش کی بھی بڑی قوت حاصل رہنی چاہیے۔ میر صاحب کو یہ قوت بھی واہب العطایا نے بہ درجہ اتم بخشی ہے آپکے تمام مراثی آپ کی اس قوت کی شہادت دیتے ہیں۔ اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ اس قوت کے بغیر کوئی شاعر رزمی شاعری کی داد نہیں دے سکتا ہے کما لا یخفی علی

اہل التحقیق۔

جاننا چاہیے کہ بندہاے بالا مین میر صاحب نے ابن سعد کی ترغیب وہی کے مضمون کو حوالہ قلم فرمایا ہے۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ یزیدیون کی طرف سے یہ کوشش عمل مین لائی گئی تھی۔ کہ آل مرتضیٰ سے کوئی آدمی بھی یزیدیون کا ساتھ دیتا۔ یہ ایسی ترکیب تھی کہ اگر کوئی بھی آل مرتضیٰ سے انکا ساتھ دیدیتا تو واقعہ کربلا کا اور ہی نقشہ پیدا ہوجاتا۔ بالفرض اگر حضرت عباس علمدار عمر ابن سعد کے کہنے سے لشکر امام علیہ السلام سے کنارہ کش ہوجاتے تو دنیا کو یہ کہنے کو ہوجاتا کہ یہ واقعہ ایسا تھا کہ حسین علیہ السلام کے مخالفون مین خود حضرت کے بھائی بھی تھے۔ مگر حضرت عباس کب امام علیہ السلام کے مخالف بن سکتے تھے۔ یا کوئی بھی آل ہاشم سے حضرت کی مخالفت گوارا کر سکتا تھا اُس وقت کے علوی کسی حالت مین اپنے خاندانی تعلقات سے علیحدہ نہین ہوسکتے تھے۔ اور خاندانی دینی اور دنیوی تعلقات سے علیحدہ ہونے کو ننگ جانتے تھے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے

	اذا العلوی تابع ناصبیاً	بمذہبہ فما ہو من ابیہ	
	وان الکلب خیر منہ طبعاً	فان الکلب طبع ابیہ فیہ	

یعنی جو علوی یعنی سید ناصبی کا مذہب اختیار کرتا ہے تو اُس سے کتا بہتر ہے اس لیے کہ کتا اپنے باپ کا طور قائم رکھتا ہے۔ اسوقت کے آل مصطفیٰ اور اولاد مرتضیٰ جو طریقۂ آبائی سے علیحدگی اختیار کرتے گئے ہین۔ ان چار مصرعون پر نظر غور ڈال کر اپنی موجودہ حالت کا موازنہ فرمائین۔ خیر۔ میر انیس صاحب اُسی ترغیب وہی کو پیش نظر رکھکر فرماتے ہین کہ عمر ابن سعد ضرورت وقت دیکھکر حضرت عباس سے کہتا ہے کہ کچھ حاکم شام کا پیام ہے سُن لیجیے۔ مگر حضرت عباس اُسکے پیام سُننے کے متحمل نہین ہوتے ہین اور

فرماتے ہین کہ حاکم شام مجھے کیا پیام بھیجے گا۔ مین حضرت شبیر کا بندہ ہون۔ مجھ سے بیوفائی ممکن نہین۔ تو اور تیری قوم کا شیوہ مکر اور بیوفائی ہے۔ مین فرزند علی ہون۔ فرزند علی دغا کے مرتکب نہین ہوسکتے۔ بالفرض اگر تو صلح کا پیام بھی لایا ہے تو اب صلح کا وقت نہین ہا حضرت شبیر کے دو بھانجے اور ایک بھتیجا مارے جا چکے ہین حضرت امام ہرگز صلح پر راضی نہون گے۔ حضرت والا شمشیر و سپر باندھ کر جنگ کے لیے مستعد ہو چکے ہین۔ اس تقریر کو سنکر ابن سعد بولا کہ لڑائی مین شبیر تو مارے ہی جائینگے۔ آپ اپنے کو کیون تباہ کرتے ہین۔ آپ جوان ہین اور ابھی آپ کا لڑکا صغیر سن ہے۔ آپ اپنی ہلاکت کیون گوارا کرتے ہین۔ کوئی تو جہان مین حیدر کی نشانی رہے۔ آپ اپنی جان نہ کھوئین۔

حضرت عباس نے اسکے جواب مین جو کچھ فرمایا وہ سراپا وفا شعاری سے مملو نظر آتا ہے۔ لاریب ان بندہاے بالا مین حضرت عباس کا کیرکٹر جس خوبصورتی کے ساتھ دکھلایا گیا ہے احاطۂ توصیف سے باہر ہے۔ حضرت عباس کی اخلاقی قوتین از قسم شجاعت وفاداری۔ استقلال۔ خودداری۔ بیغرضی۔ انکساری۔ وضعداری۔ آزادی۔ استغنا۔ وغیرہ وغیرہ اس ندرت کے ساتھ دکھلائی گئی ہین۔ کہ اسکا جواب شاہنامہ تو کیا ایلیڈ کے کسی حصہ مین بھی نہین پایا جاتا ہے۔ یہ چند بند حضرت عباس کے کیرکٹر کو اس صفائی کے ساتھ دکھلاتے ہین کہ آپ دیگر شجاعان لشکر امام علیہ السلام سے ایک علیحدہ رنگ کے شجاع دکھائی دیتے ہین۔ آپ کے کردار سے آپ کا ایک خاص طرح کا جلال نمایان ہے اور آپکی گفتار سے آپ کا ایک خاص طرح پر حضرت امام علیہ السلام کے ساتھ متمسک ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ واہ کیا حسن بیان ہے۔ آپ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے کو امام علیہ السلام کا بھائی بھی دکھلاتے ہین۔ پھر امام حسن کے مقابلہ مین اپنے کو امام علیہ السلام کا

ایک بندہ بھی قرار دیتے ہین - یہ فرق مراتب کا مضمون نہایت عمدہ انداز سے حوالۂ قلم ہوا ہے مختصر یہ ہے کہ اپنے زور قلم سے میر صاحب نے حضرت عباس علمدار کی ایک ایسی سچی تصویر کھینچی ہے کہ دیکھنے والا ہزار شجاعون مین آسانی کے ساتھ آپکو پہچان لے سکتا ہی اہل واقفیت سے پوشیدہ نہین ہے کہ یہی کیرکٹر نگاری رزمی شاعری کی جان ہے - اسی طرح ہومر بھی بڑی قابلیت شاعرانہ کے ساتھ بہادران ٹرائی و یونان کے مختلف انداز کی ایسی تصویرین کھینچتا ہے کہ ہر بہادر ایک دوسرے سے علیحدہ دکھائی دیتا ہے - مثلاً اُسکے بیان سے ایکیلیز اور ہکٹر ایسے دو بہادر نظر آتے ہین کہ جنکو ایک دوسرے سے ممیز کرنے کے لیے کوئی بڑی صلاحیت درکار نہین ہے - ایکیلیز ایک سفاک بے باک پر غیظ و غضب نبرد آزما کی تصویر پیش کرتا ہے - اسکے برخلاف ہکٹر ایک متین - رحمدل مستقل مزاج - اور مآل اندیش مرد میدان کا فوٹو سامنے لاکر رکھ دیتا ہے - اِس کیرکٹر نگاری نے ہومر کو جسکا ذکر ابو الفدا مورخ اپنی کتاب المختصر فی احوال البشر مین کرتا ہے - ابو الشعرا کہلایا ہے اور لاریب اب اِس خطاب کے تمامتر مستحق میر صاحب ہین - کیا کسیکو معلوم تھا کہ زمانہ ہومر سے سیکڑون صدیون کے بعد ہندوستان مین پھر ایک ایسا شاعر گرامی اُردو زبان کا پیدا ہوگا جسکو ابو الشعرا نہین کہنا ایک عظیم حق تلفی کا حکم رکھتا ہے - مگر افسوس ہے کہ جسقدر ہومر کی شہرت دنیا مین پھیلی ہوئی ہے - اسیقدر میر صاحب کی شہرت دنیا کے ایک تنگ دائرہ مین محدود ہو رہی ہے - میر صاحب کی قوت شاعری سے یورپ کو بے خبر رہنا نہین چاہیے مسلمانون مین ماشاء اللہ اسوقت نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی صاحب بالقابہ ایک ایسے جوہر یکتا موجود ہین کہ اگر نواب ممدوح میر صاحب کی قابلیت شاعری سے انگلستان کو باخبر کرنا چاہین تو اُن صاحب سے یہ کار دشوار کسی حد تک انجام پا سکتا ہے - مین

نواب ممدوح کی تخصیص اس لیے کرتا ہون کہ وہ صاحب انگریزی زبان کے پورے ماہر ہین انگریزی مین جو انکی نظمین فقیر کی نظر سے گزری ہین وہ اسکی شاہد ہین کہ نواب ممدوح انگریزی زبان پر غیر معمولی طور سے قادر ہین اور انگریزی شاعری کا عمدہ مذاق بھی رکھتے ہین علاوہ عربی فارسی وغیرہ کے اُردو اُنکے لیے زبان مادری کا بھی حکم رکھتی ہے - اگر نواب ممدوح میر انیس کی روح کو خوش نہ کرسکین تو پھر ہم مسلمانون مین ظاہراً نواب ممدوح کے بعد مسٹر حامد علی خانصاحب بارسٹر لکھنؤ کو مستثنیٰ کرکے کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا ہے جو اُردو اور انگریزی پر یکسان قدرت اور اُسکے ساتھ اچھا مذاق شاعری بھی رکھتا ہو

نمبر ۲ - صبح شب عاشورہ اور نماز صبح کا بیان -

مضامین بالا کا دوسرا نمونہ

جب رات عبادت مین بسر کی شہ دین نے — سجدون مین ہم عشق کی سر کی شہ دین نے
دیکھا جو سپیدی کو سحر کی شہ دین نے — مڑکر رخ اکبر پہ نظر کی شہ دین نے
فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیٹا
لو اُٹھکے اذان دو کہ شب آخر ہوئی بیٹا

دنیا مین ازل سے سحر ایسی نہین آئی — یہ صبح دکھائیگی بھرے گھر کی صفائی
دولت نہ رہیگی نہ بضاعت نہ کمائی — بیٹے سے جدا ہوگا پدر بھائی سے بھائی
آج احمدؐ و حیدرؑ کے گریبان پھٹین گے
اٹھارہ بنی فاطمہ کے حلق کٹین گے

بندہ وہی جو دکھ مین رہے صابر و شاکر — اک جان ہے سو موجود ہی اک سر ہے سو حاضر
بہتر ہے اُٹھے جلنا سبک بار مسافر — یہ مرحلۂ عمر کی ہے منزل آخر
خلقت ہمین سر پیٹیگی روئیگی جہان مین

اب صبح کوئی ہمکو نہ ہونے لگی جہان مین

جو اہل حرم پردۂ عصمت مین ہین مشہور
حجلے سے نئی رانڈ نہ نکلے یہ ہے دستور
کھلجا ہین گے انبوہ مین اُن کے سر پرنور
ان رانڈون کا خیمہ بھی جلادینگے یہ مقہور
غش ہوگی کبھی اور کبھی اشتر سے گر یگی
زہرا کی بہو شام مین سر ننگے پھرے گی

مرتا ہے پدر جس کا اُسے دیتے ہین پُرسا
آزار مین عابد پہ ستم ہُو مین گے کیا کیا
ہونے گی یتیمون پہ مرے قید کی ایذا
لیجا ئین گے تا شام اُسے کانٹون پہ اعدا
اک حشر بپا تخت مین اور فوق مین ہو گا
بیڑی مین قدم ہون گے گلا طوق مین ہوگا

[illegible]
[illegible] الحانی اکبر
جنگل مین اذان دینے لگا دلبر سرور
ہر شخص کو یاد آ گئی آواز پیمبر
ہر نخل کو اک وجد تھا اس ظلم کے بن مین
تھا بلبل حق گو کہ چہکتا تھا چمن مین

اکبر کی صدا سنتے ہی زینب یہ پکاری
قربان موذن کے نمازی کے مین واری
تا حشر رہے خلق مین آواز تمہاری
قائم یہ جماعت رہے یا حضرت باری
ہر شام یون ہی طاعت معبود ادا ہو
ہر صبح کو اس دین کے ڈنکے کی صدا ہو

آگے تھا عبا اوڑھے ہوے شاہ حجازی
ابرار جہان فخر زمان صفدر و غازی
پیچھے تھے صفین باندھے ہوے سارے نمازی
تھی اپنے خدا کو نظر بندہ نوازی

دنیا میں یہ رتبے نہ کبھی ہونگے کسی کے
معراج میں تھے ساتھ حسین ابن علی کے

وہ چاند سے چہرے وہ سپید انکی عبائین
لہجے وہ عرب کے وہ خوش آیند صدائین

وہ خشک زبانون پہ اثر دار دعائین
مشتاق تھین حورین کہ یہ جلد ہی دھائین

اک جوش محبت اُنھین دکھلاتا تھا کوثر
کیا سب کی ملاقات پہ لہراتا تھا کوثر

تسبیح و وظائف سے ہوئی جبکہ فراغت
بس ہوگئی اک مجلس ماتم وہ جماعت

حضرت نے پڑھی اُٹھکے محمدؐ کی زیارت
فرماکے یہ اُن سب سے گئے خیمہ مین حضرت

باہر علم فوج خدا لائے ہین جلد ہی
سب لوگ مسلح ہون کہ ہم آتے ہین جلد ہی

حضرات ناظرین میرانیس صاحب کے کن کن کلام کی داد دیجائے۔ جہان سے جس مرثیہ کو پڑھیے اسکا ہر شعر ہر مصراع داد طلب ہے۔ بندہاے بالا صبح عاشورہ اور نماز صبح کی کیفیتون سے خبر دیتے ہین۔ ان بندونمین مضامین کے خارجی اور داخلی (SUBJECTIVE AND OBJECTIVE) دونون پہلو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ حوالۂ قلم ہوتے گئے ہین مگر انکی آمیزش نے اور بھی زیادہ مزا پیدا کر دیا ہے مضامین بندہاے بالا یہ ہین۔ کہ حضرت امام علیہ السلام رات عبادت مین بسر کر چکے ہین۔ صبح ہوتی آتی ہے معلوم ہے کہ آج شہادت کا دن ہوگا حضرت علی اکبر کیطرف مڑکر ارشاد فرماتے ہین کہ بیٹا اُٹھو اذان صبح دو۔ یہ کام کہ روز قتل کے پہلے کی رات اس اطلاع کے ساتھ کہ روز قتل آنے کو ہے۔ انسان عبادت مین بسر کرے۔ سوا اسکے

نمبر بندہاے بالا پر ریویو

اور کسی کا نہین ہوسکتا ہے کہ جسکو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی جانب سے شہ دین اور امام المومنین بنایا ہے۔ اللہ اکبر۔ خدا پر آپ کا یہ اطمینان اور تکیہ۔ اس طرح پر راضی برضا رہنے کی توفیق۔ پھر جب وقت فریضہ سحری کا آتا ہے تو امام عالی مقام اپنے صاحبزادے کو اذان صبح کی ہدایت فرماتے ہین۔ غرض کسیوقت عبادت کا سلسلہ ٹوٹتا نہین ہے۔ یہ سب ایسی باتین ہین کہ صرف امام من جانب اللہ کے لیے مختص کیگئی ہین۔ امام کو جیسا ہونا چاہیے اور امام کو جیسا کرنا چاہیے۔ اس بات کو میر صاحب کا بند اول نہایت خوش اسلوبی سے دکھارہا ہے۔ پھر امام علیہ السلام بیٹے کو خبر دیتے ہین کہ یہ عاشور محرم کی سحر ہے اور اولاد پیمبر کے قتل کا دن ہے۔ اٹھارہ بنی فاطمہ کو پھر نماز سحر نصیب نہوگی۔ ایسی سحر جو بھرے گھر کی صفائی دکھلائے گی پھر دکھائی نہ دیگی۔ مگر بندہ کو صابر و شاکر رہنا چاہیے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اسکے بعد آپکے اہل حرم کا کیا حال ہوگا اور کیا کیا مصیبتین انہین لاحق ہون گی۔ ان باتون کو ارشاد فرماکر حضرت امام علیہ السلام تیمم کے لیے بڑھے۔ پانی تو بند ہی تھا وضو کس سے فرماتے۔ خیر۔ علی اکبر اُس صحرا مین اذان دینے لگے۔ خوش الحان بہت تھے ہر شخص کو آواز پیمبر یاد آگئی۔ سامعین کا جو حال ہوا ہوگا محتاج بیان نہین ہے۔ حضرت علی اکبر کی صدائے اذان سُن کر حضرت زینب دعائین دینے لگین۔ یہ تعلق حضرت زینب کا حضرت علی اکبر کے ساتھ ایک خاص وجہ رکھتا تھا۔ وہ یہ کہ آپنے اُنھین پالا تھا۔ میر صاحب اپنی فطرت نگاری سے کہین چوکتے نہین ہین۔ اذان ہونے کے بعد امام علیہ السلام نے امامت فرمائی۔ نماز جماعت کے ساتھ انجام پائی۔ امام اور نمازیون کی تصویر جیسی میر صاحب نے کھینچی ہے کب کسی سے کھنچ سکتی ہے۔ بعد نماز حضرت خیمہ اطہر مین فرماکر تشریف لے گئے کہ سب لوگ مسلح

ہوجائین ہم خداکا علم لیکر ابھی آتے ہین۔ سبحان اللہ کیا شاعری کا انداز ہے۔ خیالات کا سلجھاؤ۔ بیانات کا بیساختہ پن۔ مضامین کا ارتفاع۔ فطرت کی تبعیت۔ طبیعت کی روانی۔ اداے خیالات کا زور۔ کلام کا تناسب اور ان سب خوبیون کے ساتھ مرثیت کا قیام۔ یہ سب کی سب ایسی باتین ہین کہ غیر مویدمین اللہ شاعر کا حوصلہ پست کردینے والی ہین۔ واضح ہو کہ بندہاے بالا تمام تر مذہبی پہلو رکھتے ہین جو اشخاص نہ خدا کے قائل ہین اور نہ عبادت خدا کی توفیق رکھتے ہین۔ انکو ایسے کلام سے کیا حظ نصیب ہوسکتا ہے۔ صبح کی نماز کیا دولت ہے۔ اسکو وہ کیا جانے جس نے نہ پڑھی نہ قضا کی۔ افسوس ہے کہ نماز کی قید اُن حضرات مین نہین دیکھی جاتی ہے جو ہندوستان مین اب تعلیم یافتہ مسلمانان کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین۔ اسوقت شاید ہزار تعلیم یافتہ اشخاص مین ایک ایسا شخص نکلیگا جو فریضہ پنجگانہ کو ادا کیا کرتا ہوگا۔ یورپ کی تعلیم عجیب ملحد خیز انداز رکھتی ہے عیسائی عیسائیت سے آزاد اور مسلمان مسلمانیت سے دور ہوجاتا ہے۔ پھر کالے گورے سب ملکر ایک ہوجاتے ہین۔ معاد کا مضمون ہی درمیان سے اُٹھ جاتا ہے۔ واہ ری تعلیم یورپ تیرا کیا کہنا ہے۔

کفر و اسلام کے جلوے نے تیرے ایک کیا
ہاتھ پر ہاتھ نہ کیون شیخ و برہمن مارے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

وہ صبح اور وہ چھاؤن ستارون کی اور وہ نور
دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور

پیدا گلون سے قدرت اللہ کا ظہور
وہ جا بجا درختون پہ تسبیح خوان طیور

گلشن خجل تھے وادی مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولون کی باس سے

ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ لپک — شرمائے جس سے اطلس زنگاری فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک — ہر برگ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ چمک
ہیرے خجل تھے گوہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

قربان صنعت قلم آفریدگار — تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع آشکار
عاجز ہے فکرت شعرائے ہنر شعار — ان صنعتوں کو پائے کہاں عقل سادہ کار
عالم تھا محو قدرت رب عباد پر
مینا کیا تھا وادی مینو سواد پر

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا — دراج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوش گل وہ نالۂ مرغان خوش نوا — سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبد گلفروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار — پھولوں پہ جابجا وہ گہر ہائے آبدار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار — بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دئے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم — کو کو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم — جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رب علا کی مدح

ہر خار کو بھی نوک زبان تھی خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حی یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار
تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں محو ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر ہونک رہے تھے کچھار میں

کانٹوں میں اک طرف تھے ریاض نبی کے پھول
خوشبو سے جسکی خلد تھا جنگل کا عرض و طول
دنیا کی زیب زینت کاشانۂ بتول
وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسول
ماہ عزا کے عشرۂ اول میں لٹ گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں لٹ گیا

اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مناظر قدرت کے بیانات فارسی کی شاعری میں گویا مفقود ہیں۔ اس زبان کی شاعری کا مدار تشبیہ استعارہ اور مبالغہ پر معلوم ہوتا ہے خاقانی کو دیکھیے یا قاآنی کو پڑھیے۔ کہیں بھی نہ صبح نہ شام نہ کسی سینری یا سین کا بیان فطری انداز پر دکھائی دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے شعرا کو بھی مناظر قدرت کی طرف میلان طبعی نہ تھا۔ یا انکی شاعری کی ضرورتیں انکو ان دلآویز معاملات کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتی تھیں۔ اُردو کے شعرا کا بھی یہی حال دیکھا جاتا ہے۔ مگر مناظر قدرت کی طرف حسب مراد طور پر توجہ کرنے کی پہلی مثال میر انیس صاحب ہیں۔ بند ہائے بالا میں میر صاحب نے صبح کی کیفیت کو مرثیت کے ساتھ نہایت دلکش انداز پر زیب رقم فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت نے صبح کی ایک لاجواب تصویر کھینچی ہے۔ صبح کا نور ستاروں کی چھاؤں گلوں کی نمود طیور کی تسبیح خوانی پھولوں کی بو سے جنگل کا بسنا ہوا کی ٹھنڈک سبزہ صحرائی کی لہک درختوں کا

جھومنا - پھولون کی مہک - برگ گل پر قطرۂ شبنم کی جھلک - دشت کا سہانا پن - دراج و کبک و تیتر و طاؤس کی آوازین کثرت وحوش مرغان خوش الحان کے نالے گھاے گوناگون کی کثرت جگر کو خنکی پہونچانے والی صبح کی ہوا پھولون کے سبز سبز درخت اُنپر لال لال پھول نسیم کے جھونکے سبزہ زار کا عالم شاخون کا جھوم جھوم کر بار بار اُٹھنا - قمریون کا شور اور اُنکے نالۂ حق سرہٗ کی دھوم زبان حال سے صرف گلون کا مدح خداوند تعالے نہین کرنا بلکہ خارون کا بھی نوک زبان سے خدمت حمد بجالانا چیونٹی تک کا ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر ادائے سپاس آلہی کرنا ہر طرف سے تسبیح و تہلیل کی صدا - طیور کی محویت ہوا کے ساتھ - ہرن کی محویت سبزہ زار سے جنگل کے شیرون کا کچھار مین ہونکنا یہ سب کے سب تسبیح کے متعلق ایسے مضامین ہین کہ کسی فارسی یا اُردو کے شاعر کو اس خوش سلوبی کے ساتھ خواب مین بھی نصیب نہین ہوسکے ہین - واقعی اس جگہ میر صاحب نے اپنی خارجی شاعری کا کمال دکھلایا ہے - پھران خارجی مضامین سے داخلی اثر جو نفس ذہن پر پیدا ہوتا ہے وہ ایسا عالم رکھتا ہے جو بیان سے باہر ہے اگر اسکو کمال فن نہین کہین گے تو کسے کہین گے - ایسی صبح فردوسی کو تو کیا ہومر کو بھی نصیب نہین ہوئی ہے - واقعی میر صاحب ایک حیرت انگیز شاعر گزرے ہین - تبعیت فطرت کے ساتھ آپکے مضامین کی پرواز ہمیشہ اعلی کیطرف ہوتی ہے - پستی کی طرف تو طبیعت کبھی رخ ہی نہین کرتی اِس شاعری کو اعجاز نہین کہین تو کیا کہین - الحق میر صاحب کی شاعری ایک الہامی شاعری ہے - کیا کسی کی مجال ہے کہ اس لاآویزی کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے نازک اور بلیغ خیالات کو اس روان دوان طور پر سامعین کے گوش قبول تک پہونچا سکے - بندہا بالا سے ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کو معاملات فطرت پر بڑی نظر حاصل تھی

اور علم حیوانات وغیرہ مین بھی پورا دخل تھا۔ مگر کب حضرت دشت وصحرا مین قیام پذیر ہوئے۔ صحرائی گل ولالہ کی سیر دیکھی۔ وحوش وطیور پر محققانہ نظر ڈالی۔ یا کب آپنے علم حیوانات کی تحصیل فرمائی۔ اسکا کوئی پتہ راقم کو نہین ملتا ہے۔ لاریب تائید غیبی کے بغیر ایسے اشعار کسی شاعر کے قلم سے نہین نکل سکتے ہین۔ راقم کو تو میر صاحب کی نسبت پورا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ملہم اور موید من اللہ تھے۔

واضح ہو کہ بند ہاے بالا سے پورے طور پر وہی شخص لذت یاب ہوگا جس نے صحرا نشینی اور دشت نوردی مین اپنی عمر کا ایک کافی حصہ بسر کیا ہے۔ خانہ نشین کیا جانے کہ صحرا جنگل دشت وغیرہ کا کیا عالم ہوتا ہے۔ کیونکر گل صحرائی پھولتے ہین جنگل کی ہوا کیسی ہوتی ہے۔ طیور وحوش کیا عالم رکھتے ہین۔ اسی طرح کی ہزارون باتین ہین جنھین صحرا نشین اور دشت نوردہی جانتے ہین۔ اور دوسرا نہین جانتا۔ اسوقت میر صاحب کے ان بندون نے راقم کو کیا کیا گزشتہ سیرین یاد دلادی ہین۔ کیا کیا دشت وصحرا دل کی آنکھون کے سامنے پھر رہے ہین۔ کیا کیا مناظر قدرت جو اسوقت چشم ظاہر کے سامنے نہین ہین دیدۂ باطن کے پیش نظر ہو رہے ہین۔ واہ میر صاحب۔ کیا کہنا ہو۔ سبحان اللہ۔ آپ بڑے پُرتاثیر فطرت نگار ہین۔ مگر آپکے کلام سے لذت یاب ہونے کے لیے ضرور ہے کہ انسان خود بھی فطرت پسند اور فطرت فہم طبیعت رکھے اور معاملات فطرت سے بقدر طاقت بشریہ خوب واقف بھی ہو۔ کوپر (COUPER) اور ٹامسن THOMPSON یہ دو انگریزی شاعر ایسے تھے کہ جو خلقت سے صحرا پسند تھے اور آبادی سے ویرانہ کو زیادہ دوست رکھتے تھے۔ ان دونون کے کلام اُنکی افتاد طبیعت کا پورا رنگ دکھلاتے ہین۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحرا پسندی اُنکی سرشت مین دخل

نہین ہوتی تو اُنکے کلام کا رنگ ویسا نہین ہوتا جیسا کہ دیکھا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ میر صاحب سے کہ نہ جنگل مین رہے نہ صحرا مین۔ مگر جنگل صحرا وحوش وطیور سب کی تصویرین ہو بہو کھینچ لین کسی طرح کا مضمون ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کے ذاتی متعلقات کے اندر ہے۔ یہ الہامی شاعری نہین ہے تو کیا ہے۔ اگر یہ شاعری الہامی نہین ہے اور اس حیثیت سے ہر شخص برت سکتا ہے تو دنیا کے مولوی مولانا پیر فقیر عابد زاہد عالم فاضل ناظم نثار سے کیون کوئی حضرت چار بند میر صاحب کے انداز کے تحریر فرما کر سخن سنجی کا جلوہ نہین دکھلاتے ہین

نمبر ۴۔ رجز امام حسین علیہ السلام

ہم وہ ہین کہ اللہ نے کوثر ہمین بخشا
اقبال علی خلق پیمبر ہمین بخشا
سرداری فردوس کا افسر ہمین بخشا
قدرت ہمین دی زور ہمین رہمین بخشا

ہم نور ہین گھر طور تجلی ہے ہمارا
تخت بن داؤد مصلا ہے ہمارا

کس جنگ مین سینہ کو سپر کرکے نہ آئے
کس فوج کی صف زیر و زبر کرکے نہ آئے
کس مرحلۂ صعب کو سر کرکے نہ آئے
تھی کون سی شب جسکو سحر کرکے نہ آئے

تھا کون جو ایمان تہ صمصام نہ لایا
اُس شخص کا سر لائے جو اسلام نہ لایا

اصنام بھی کچھ کم تھے نہ کفار تھے تھوڑے
بدکیشون نے سجدے بھی کیے ہاتھ بھی جوڑے
طاقت تھی کسے عزیٰ کو کوئی لات سے توڑے
بے توڑے وہ بت حیدر صفدر نے نہ چھوڑے

کعبہ کو صفا کر دیا خالق کے کرم سے

نکلے اسد اللہ اذان دے کے حرم سے

دیکھو تو یہ ہے کون سے جرار کی تلوار
کس شیر کے قبضہ مین ہے کرار کی تلوار
دریا نے بھی دیکھی نہین اس دھار کی تلوار
بجلی کی یہ بجلی ہے تو تلوار کی تلوار

قہر و غضب اللہ کا ہے کاٹ نہین ہے
کہتے ہین اسے موت کا گھر گھاٹ نہین ہے

گر فیض ظہور شہ لولاک نہ ہوتا
بالاے زمین گنبد افلاک نہ ہوتا
کچھ خاک کے طبقے مین بجز خاک نہ ہوتا
ہم پاک نہ کرتے تو جہان پاک نہ ہوتا

یہ شور اذان کا سحر و شام کہان تھا
ہم عرش پہ جب تھے تو یہ اسلام کہان تھا

حضرت عباس کا رجز

روکے ہین نکل سکے جو طاقت کسی مین ہو
لے تیغ میان سے جو شجاعت کسی مین ہو
گرماے رخش کو جو حرارت کسی مین ہو
آئے جو حرب و ضرب کی قدرت کسی مین ہو

دو ہاتھ ہین علی کے پسر وار پار ہین
دریا نہین کہ رک گیا ہم ذوالفقار ہین

تم کیا پہاڑ بیچ مین گر ہو تو ٹال دین
شیرون کو ہم ترائی سے باہر نکال دین
مہلت نہ ایک کو دم جنگ و جدال دین
پانی تو کیا ہے آگ مین گھوڑے کو ڈال دین

منھ دیکھتے ہین جو ہین نگہبان گھاٹ کے
لیجائین گھر یہ تیغ سے دریا کو کاٹ کے

سرکش ہین سب ہماری زبردستیون سے زیر
دادا شجاع باپ جوانمرد ہم دلیر

جب بن پڑا ہے کر دیئے ہین خیمون کے ڈھیر — لائے ہین جا کے آگ سے پانی خدا کے شیر
عفریت بھاگ گئے ہین جو چوٹین ہماری ہین
بیرالعلم مین کود کے تلوارین ماری ہین

جرأت جلو مین رہتی ہے نصرت رکاب مین — سر کاٹتے ہین بیر کے تیغون کی آب مین
لکھے ہوئے ہین شیرون کے حملے کتاب مین — فصلین ہین اپنے زور کی خیبر کے باب مین
ناصر ہین بارگاہ فلک بارگاہ کے
دفتر الٹ دیئے ہین عرب کی سپاہ کے

واضح ہو کہ بہادران عرب کا یہ دستور تھا کہ میدان جنگ مین اپنے ہم نبردون کے آگے کچھ فخریہ کلام بشکل نظم کی شکل مین پڑھا کرتے تھے اور بعدازان مشغول پیکار ہوتے تھے - اِس خود ثنائی کو رجز کہتے ہین - رجز خوانی کا دستور مومنین اور ملاحدہ دونون مین تھا - مثالاً مین خیبر کی جنگ کی مثال پیش کرتا ہون - اِس جنگ کی سرگذشت یہ ہے کہ خیبر کا قلعہ یہودیون کی ملکیت تھا اور اُسکے سردار مرحب اور اُسکا بھائی حارث تھے یہودیون نے رسول اللہ کے ایلچی کو مار ڈالا تھا - اِس لیے آنحضرتؐ نے اُنپر لشکرکشی کی تھی - مدینہ سے رسول اللہ کی روانگی کے وقت علی علیہ السلام کی آنکھین جوش کر گئی تھین جسکے باعث آپ مجبوراً مدینہ مین رہ گئے تھے - جب یہودیان خیبر سے مسلمانون کا سامنا ہوا تو مرحب اور اُسکے بھائی نے دو روز تک پیہم مسلمانون کو شکست دی - دو دن تک یہ حالت گذری کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جو لشکر اسلام کے ساتھ تھے - ان دونون بھائیون سے شکست کھاتے رہے اور وہ دونون بھائی ان دونون علمبرداران لشکر اسلام کا تعاقب خیمہ رسول اللہ تک کرتے رہے - خیمہ رسول اللہ کے قریب پہنچکر مرحب اور اُسکا بھائی سخنان

نا سزا مسلمانون کو سُناتے تھے - مگر لشکر اسلام مین کوئی ایسا بہادر نہ تھا کہ اُن ملعونون کا سامنا کرتا - ایسی نازک حالت مین علی حضرت رسول کی پیشین گوئی کے مطابق حضور رسالتمآب مین آپہونچے - رسول اللہ نے لشکر اسلام کا علم علی کو تفویض فرمایا - ابھی تک فاتح خیبر کی آنکھونکا جوش کم نہین ہوا تھا - مگر رسول اللہ نے اپنا لعاب دہن علی مرتضیٰ کی آنکھون پر لگا دیا جس سے وہ جوش چشم جاتا رہا - علی مرتضیٰ نے قلعہ خیبر کے سامنے مرحب سے مقابلہ فرمایا - وقت مقابلہ مرحب نے یہ شعر رجز کا پڑھا -

قد علمت خیبر انی مرحب	شاکی السلاح بطل مجرب

اسپر علی مرتضےٰ نے جواب مین فرمایا -

انا الذی سمتنی امی حیدرہ	اکیلکم بالسیف کیل السندرہ

الحاصل ذوالفقار حیدر کرار نے دونون بدبختون کو فی النار کر دیا - خیبر کا قلعہ فتح ہوگیا اور رسول اللہ نے کامیابی کے ساتھ مدینہ کو معاودت فرمائی - معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰ نصرت دین خدا کے واسطے مخصوص ہوتے تھے - لاریب اگر علی کی تلوار نہوتی تو بدر خندق اور خیبر اور حنین کی فتحین دین خدا کو نصیب نہین ہوتین (دیکھو جلد اول اس کتاب کی) اور بھی اسلام کو کسی طرح کا استحکام حاصل نہین ہوسکتا پیغمبر خدا کے زمانہ کا اسلام بلا شبہ و شک بہت کچھ علی کی تلوار کا منت کش نظر آتا ہے -

شمس العلما مولانا محمد سعید صاحب حنفی رئیس عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مطلع کس قدر قرین حق ہے - آپ فرماتے ہین -

جوہر نصرت عیان از تیغ ابروے علی	شد قوی دین نبی از زور بازوے علی

بالمختصر رجز خوانی مبارزان عرب کا عام طریقہ تھا - فارس کے بہادرون مین اس کا

رواج کمتر دیکھا جاتا ہے۔ شاہنامہ فردوسی مین ایک مقام پر رجز خوانی کا انداز پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح پر ہے کہ جب رستم نے گیو کو شاہزادہ کیخسرو کے ملک افراسیاب سے لے آنے کے لیے روانہ کیا تھا تو گیو اپنی تعریف مین اپنے دشمن کے مقابلہ مین کہتا ہے کہ مین رستم سے نبرد آزمائی مین کم نہین ہون۔ میری قوت اور میری بہادری کا امتحان پہلے رستم نے کر لیا تھا تب مجھے اپنی بیٹی دی وغیرہ وغیرہ۔

دونون رجز بالا جو ایک منسوب امام علیہ السلام اور دوسرا حضرت عباس کیطرف ہے کیا خوب پیرایہ بیان رکھتے ہین۔ دونون رجز کا بین فرق یہ ہے کہ ایک امام وقت کا رجز ہے اور دوسرا اُس بہادر کا جو قریب رشتہ مند پیرو اور جان نثار امام علیہ السلام کا ہے میرانیس صاحب کو کیرکٹر نگاری اور فرق مراتب کے دکھلانے مین ایک حیرت انگیز دستگاہ حاصل تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ باتین رزمی شاعری کی جان ہین۔ انہین باتون نے ہومر کو ابوالشعرا کہلایا ہے۔ اور انھین باتون سے ملٹن نے رزمی شاعری مین ایک بڑی شہرت حاصل کی ہے۔

مضامین بالا کا پچان نمونہ

بنرہ۔ شیربن امام علیہ السلام کی آمد کی خبر پاکر پھائی کا سامان کرتی ہے۔

یہ کہہ کے اُسنے فرش کیا گھر مین سر بسر
مومن کے دل کی طرح مصفا ہوا وہ گھر
مسند بچھائی بہر شہنشاہ بحر و بر
تکیون کو صاف کرکے لگایا ادھر اُدھر
کہتی تھی میرے گھر مین ابھی سے جو نور ہے
یہ آمد امام زمن کا ظہور ہے

دالان ہے یہ شاہ کی خواہر کے واسطے
یہ نرم فرش ہے علی اکبر کے واسطے
جھولے کی جا یہی علی اصغر کے واسطے
یہ گھر ہے شاہ دین کے برادر کے واسطے

راحت سے شہ نشین پہ امام زمن رہین
حجرہ یہ اس لیے ہے کہ دولہا دولھن رہین

کرسی کو لاکے جلد کسی جا بچھاتی تھی
تحفون کو کشتیون مین کبھی وہ لگاتی تھی
سجدے مین بہر شکر کبھی سر جھکاتی تھی
گھبرا کے صحن سے کبھی ڈیوڑھی پہ جاتی تھی
چہرے پہ اک خوشی تھی پہ دل بیقرار تھا
فرزند فاطمہ کا اُسے انتظار تھا

جا کر کبھی خواصون سے کرتی تھی یہ کلام
کھانا پکاؤ جلد کہ آتے ہین اب امام
بھر بھر کے آب سرد کے رکھدو ہوا مین جام
لبریز آب گرم سے کردو سبو تمام
پردیسیون کو خیر سے جب گھر مین لاؤن گی
ہاتھون سے اپنے پانون سنبھون کے دھلاؤن گی

ہمسائیون سے کہتی تھی ہنس ہنس کے بار بار
اب کیجیو زیارت سلطان نامدار
ہے باغ فاطمہ پہ عجب حسن کی بہار
رشک ریاض خلد ہے ایک ایک گلعذار
سب نونہال گلشن دین لاجواب ہین
قد سرو باغ حسن ہین رُخ آفتاب ہین

شمشاد بوستان پیمبر کو دیکھیو
سرو ریاض حضرت شبّر کو دیکھیو
کیا نوجوان ہین شہ کے برادر کو دیکھیو
سب ایک سمت تم علی اکبر کو دیکھیو
ہوگا کبھی یہ حسن ملک کا نہ حور کا
جلوہ ہے اُس جری مین محمدؐ کے نور کا

خالق رکھے اُسے صد وسی سال برقرار
نام خدا ہے شادی کے قابل وہ گلعذار

بہنیں فدا ہیں باپ تصدق ہے ماں نثار ۔۔۔ سر پر پھوپھی نے پیار سے گیسو رکھے ہیں چار
چہرے کے آگے نیّر تاباں بھی ماند ہے
عالم کی روشنی ہے اندھیری کا چاند ہے

اب خیریت سے گذریگا اٹھارہواں جو سال ۔۔۔ شادی کرینگی بیٹے کی بانوے خوشخصال
زینب کو اسکے بیاہ کا ارمان ہے کمال ۔۔۔ ہر دم یہی دعا ہے کہ دولھا بنے یہ لال
آتی ہیں نسبتیں حلب و شام و روم سے
شادی خدا جو چاہے تو ہوویگی دھوم سے

جب ڈھل گئی اسے انہیں باتوں میں دوپہر ۔۔۔ شوہر سے پھر یہ کہنے لگی وہ نکو سیر
اب تک نہ آئے گھر میں شہنشاہ بحر و بر ۔۔۔ اترے کہاں کسی سے مفصل سنی خبر
بستی سے ساتھ لیکے ہر اک اپنے بھائی کو
جا پیشوائے خلق کی تو پیشوائی کو

کہیو مری طرف سے یہ تو چوم کر قدم ۔۔۔ لونڈی کو سرفراز کرو یا شہ امم
کرتے ہیں اغنیا غربا پر سدا کرم ۔۔۔ اب بے حضور چین نہیں مجھکو ایکدم
کچھ آج ہے طپش سی دل بیقرار میں
آنکھیں سپید ہو گئی ہیں انتظار میں

قربان ہو گئی مرا گھر کچھ نہیں ہے دور ۔۔۔ خاصہ تناول آن کے اس جا کریں حضور
ہم لوگ مشت خاک ہیں حضرت خدا کے نور ۔۔۔ ہوگا یہ گھر وہ آپکے آنے سے رشک طور
کرنا حضور راہ ہدایت کی شمع ہیں
پروانے یاں سحر سے زیارت کو جمع ہیں

عرصہ بھی ہے آپکے آنے مین کچھ اگر
ڈیوڑھی پہ بندوبست ہے یا شاہ بحر و بر
آنے مین کیون حرم کے ہوئی دیر اسقدر
گرد و وار کھی ہین مین نے قناتین ادھر اُدھر

محمل ہین کھلتی ہوئینگی زہرا کی پیاریان
عباس لے کے آئین زنانی سواریان

عوام مین یہ قصہ مشہور ہے کہ جب اہل حرم میدان کربلا سے قید ہو کر شام کو روانہ ہوئے تو راہ مین اُن حضرات کو قلعہ شیرین جو ایک کوہ پر واقع تھا ملا - وہان شیرین اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی - شیرین ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت امام علیہ السلام کی تھی - آزاد ہونے پر اُسی قلعہ دار سے اسکا بیاہ ہو گیا تھا - شیرین اپنے شوہر کے ساتھ نہایت آرام سے زندگی بسر کرتی تھی اور اُسکو پوری خوش حالی نصیب تھی - جب اہل حرم کی آمد کی خبر شیرین کو ہوئی تو اُسنے مہمانی کا سامان کیا - یہ خبر اُسے نہین پہونچی تھی کہ امام علیہ السلام مع علی اکبر و قاسم و عباس و عون و محمد شہید ہو چکے ہین - وہ سمجھ رہی تھی کہ امام علیہ السلام اپنے لوگون کو لیے ہوئے اُسکی جانب تشریف لا رہے ہین - بندہاے بالا شیرین کی مہمانداری کے مضامین سے تعلق رکھتے ہین - میر انیس صاحب کے بیانات ہمیشہ فطرتی انداز کے ہوتے ہین - یہان بھی تمام مہمانداری کے امور کسقدر فطرت نگاری کے ساتھ حوالۂ قلم ہوئے ہین - کس قابلیت شاعرانہ کے ساتھ مہمانداری اور اُسکے متعلقات کی تصویر کشی آپنے فرمائی ہے - میر صاحب کس قادر الکلامی کے ساتھ اعلی درجہ کی مہمانداری کے سامان ایسے محترم مہمانون کی آمد کی خوشی جو شیرین کو تھی ہمسائیون سے اسکا اظہار - پھر یہ کیسے مہمان ہین اُسکے پُر جوش محبت آگین اور عقیدتمندانہ بیانات پھر مہمانان عالی مقام کی تشریف آوری مین جو دیر ہوئی تو شیرین کا شوہر سے یہ کہنا کہ تو جا اور دیکھ کہ حضرت

امام حسین علیہ السلام اب تک کیون نہین تشریف لائے - یہ انتظار اور اضطراب کا عالم - پھر شوہر کو حضور امام علیہ السلام مین پیام لے جانے کی ہدایت وغیرہ وغیرہ - ایسی ایسی خوبصورت مصوریان ہین کہ جنکا انجام میر صاحب ہی کے قلم کا کام تھا - حقیقت یہ ہے کہ ہر مرثیہ مین مرثیت کا قائم رکھنا تناسب کلام کو ہاتھ سے جانے نہین دینا اور ہر قدم پر فطرت کا پیرو رہنا یہ خاص انداز میر صاحب کا ہے - یہی خوبصورت تصویر کشیان ہومر کی ایلیڈ مین دیکھی جاتی ہین اور ورجل اور ملٹن نے بھی ہومر کے تتبع مین شاعرانہ مصوری کا کمال دکھلایا ہے - کوئی شک نہین کہ یہ دونون شاعر ہومر کی ایلیڈ سے پوری واقفیت رکھتے تھے - پس اگر ان دونون نامی شاعرون نے اپنی اپنی تصنیف مین اُس ابو الشعرا کی تبعیت سے بہت سی مددین پائین تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے - حیرت ہے میر انیس کے کلام پر کہ جو یقیناً ان تینون شعرائے نامور سے مطلق خبر نہین رکھتے تھے - مگر فطرت نگاری اور شاعرانہ مصوری مین کم سے کم اپنی استعداد خاص کی بدولت خود ہومر کے ہم پلہ نکلے یا اُس سے بھی گرامی تر ثابت ہو سکے -

مرزا دبیر صاحب کے کمالات

واضح ہو کہ ایک مرثیہ سلطان الذاکرین جناب مرزا دبیر صاحب علی اللہ مقامہ فی الجنۃ کا فقیر کی نظر سے گزرا ہے جو بند ہائے بالا کے مضامین سے تعلق رکھتا ہے یعنی جب اہل حرم واقعہ کربلا کے بعد حالت اسیری مین دمشق کو جا رہے تھے تو قلعہ شیرین تک جسوقت پہونچے شیرین اسکی امیدوار ہوئی کہ جناب امام علیہ السلام اُسکے مہمان ہون - جناب مرزا صاحب غفران مآب کے مرثیہ کا پہلا مصراع یہ ہے کہ

"جب حرم قلعہ شیرین کے برابر آئے"

یہ مرثیہ لاریب فیدی ہے - اس مرثیہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی جناب ممدوح

بڑے خلاق سخن اور عالی طبیعت تھے - لاریب آپ سلطان الذاکرین تھے - مآل مرثیہ نگاری کا بکا ہے اور کوئی شک نہین یہ مرثیہ حضرت کا بہت مبکی ہے - اسی طرح حضرت کے بہت سے اور بھی مراثی ہین جو نہایت مبکی ہین - میری دانست مین حضرت کو سلطان الذاکرین نہین کہنا ایک بڑی حق کشی ہے - جناب غفران مآب ایک بڑے مذہبی شاعر تھے - حضرت کو اسکی بھی بقدر استعداد پابندی تھی کہ بالکل وضعی روایات سلسلہ نظم مین دخل نہ پائین لاریب میر انیس صاحب مرحوم ایک بڑے رزمی شاعر تھے اور رزمی شاعر ہونے کی حیثیت سے ہومر یا اور کسی رزمی شاعر کے ساتھ آپ کا موازنہ نامناسب نہین سمجھا جاسکتا ہے - مگر میر صاحب کا موازنہ مرزا صاحب کے ساتھ جبکہ یہ دونون شاعری کے جداگانہ پہلوؤن کو برتتے ہین کوئی معقول شکل نہین رکھتا ہے - رزمی شاعر کا موازنہ رزمی شاعر کے ساتھ اور مذہبی شاعر کا موازنہ مذہبی شاعر کے ساتھ لطف سے خالی نہین ہوسکتا - مگر بے جوڑ موازنہ سے نہ کوئی معقول نتیجہ مترتب ہوسکتا ہے - اور نہ اہل مذاق کو ایسے موازنہ سے کوئی حظ کی صورت پیدا ہوسکتی ہے - شاعری سے علیحدہ ہوکر جناب مرزا دبیر صاحب اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ کا درجہ حوصلۂ انسانی کو پست کردینے والا نظر آتا ہے - آپ تمامتر صفات ملکوتی سے متصف اور لاریب خاصان خدا سے تھے - اولیاء خدا کی خوبیان واہب العطایا نے حضرت کو بخشی تھین - آپ کی سخاوت و ایثار شہرۂ آفاق ہے - علم و فضل کے ساتھ توفیق عبادت بہت کچھ خدائے پاک نے عطا فرمائی تھی - اخلاق محمدی کے آپ پورا نمونہ تھے - جود و سخا بذل و عطا مین اپنے جواب آپ تھے - طبیعت بیحد شریف اور حلیم پائی تھی - منکسر مزاجی - خاکساری اور فروتنی مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے - خوش مزاجی خوش اخلاقی خوش اوقاتی آپ پر ختم تھی - عمر بھر کبھی کسی کی غیبت نہین کی - تا زیست کسی سے

ترش ہو کر نہ بولے ۔ رفتار گفتار کردار سب مین یکتائے وقت تھے ۔ بالمختصر حضرت کی خوبیان حضرات اہل بیت علیہم السلام کی خوبیون کا تمامتر پرتو تھین حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات کے آپ مداح تھے اُنکے تفضلات آپکے شامل حال تھے ۔ جناب ممدوح فقیر کے والد ماجد شمس العلما سید وحید الدین خان بہادر مرحوم و مغفور کے بڑے دلی دوست تھے ۔ راقم الحروف کو بڑی عقیدتمندی جناب غفران مآب سے تھی اور آجتک ہے ۔ خدایا تو مجھ بندۂ گنہگار کے جرائم کو اُس سلطان الذاکرین کے صدقہ مین معاف فرما ۔ اور اُسکے ممدوحین معصومین کے طفیل مین مجھ مبتلائے عصیان کو اپنے جوار رحمت مین جگہ دے ۔

بانو کا ہوا عقد جو سلطان امم سے ۔۔۔ ہمراہ کنیزین کئی آئی تھین عجم سے
ایک ایک کو آزاد کیا فرط کرم سے ۔۔۔ شیرین رہی خدمت کو پر آزاد تھی غم سے
کیا بانوئے شبیر کی شیرین کو ولا تھی
دل اُن پہ تصدق تھا تو جان اپنی فدا تھی

اک دن لب شیرین سے کہا شہ نے یکایک ۔۔۔ کیا چشم سے ہے شیرین کی زہے صنعت اللہ
آراستہ بانو نے کیا اُس کو بصد جاہ ۔۔۔ اور عرض کی لاریب خوش چشم ہو یا شاہ
سب خاک ہین ہم فاطمہ کے نور بصر ہو
ہے عین خوشی میری جو منظور نظر ہو

شیرین تو ہے کیا چیز بھلا ہم پہ مین واری ۔۔۔ ہے جان جو شیرین وہ نہین آپ سے پیاری
شیرین مری لونڈی ہے مین لونڈی ہون تمہاری ۔۔۔ لونڈی مین کرتی ہون یہ اے عاشق باری
مطلب تو ہے خوشنودی شاہ دوجہان سے
بخشا دل و جان سے اسے بخشا دل و جان سے

شہ نے کہا تم دل سے خیال اور رکھو دور
کی مدح جو آنکھوں کی فقط مدح تھی منظور
ہے خلق پیمبر کے گھرانے کا تو مشہور
اور چشم کرم اپنے گھرانے کا ہے دستور
واللہ بدوں پر بھی مجھے نیک نظر ہے
دو آنکھیں ہیں پر سب پہ مری ایک نظر ہے

پھر پوچھا کہ بخشا اسے وہ بولی کہ بخشا
شہ بولے ہم آزاد اسے کرتے ہیں اچھا
کچھ خرچ دو اسکو نہ کرے راہ میں فاقا
پوشاک بھی پہناؤ کہ حق بنتا ہے اسکا
شیریں کوئی چیز آن کے اب ہمسے نہ لیگی
ایک روز وہ ہوگا کہ یہ چادر تمہیں دیگی

تب دوڑ کے بانو نے گلے اُس کو لگایا
شبیر کی بہنوں نے لباس اسکو پہنایا
پھر اپنے برابر اُسے زینب نے بٹھایا
تعظیم کی تکریم کی اور ہنس کے سُنایا
فطرس کا شرف آج تجھے حق نے دیا ہے
شہزادہ جبریل نے آزاد کیا ہے

شیریں نے تب اندوہ جدائی سے بھری آہ
اور شہ کے قدم چوم کے بولی وہ حق آگاہ
ہے عرض جو مجھکو کبھی قابل کرے اللہ
تو ہدیہ شیریں ہو قبول حرم شاہ
بھجواؤں جو سوغات نہ رد کیجیو میری
مشکل میں پکاروں تو مدد کیجیو میری

تب حضرت سجاد پہ شیریں ہوئی قربان
اور بولی شہزادے ترا اللہ نگہبان
بابا سے سفارش مری تم کیجیو ہر آن
میں نے تمہیں پالا ہے ذرا اسکا رہے دھیان
عابد سے عجب طرح جدا ہوتی تھی شیریں

یان روتے تھے سجاد وہان روتی تھی شیرین

گہوارے سے شیرین نے تب اکبر کو اُٹھایا ۔ آنکھون سے بہت ننھے سے تلوون کو لگایا
پھر جھولے کے اندر یہ دعا دے کے لٹایا ۔ اللہ نبی کا مرے شہزادے پہ سایا

دنیا کا تجھے سب حشم و جاہ ہو اکبر
اور سونے کے سہرے سے ترا بیاہ ہو اکبر

اب عرض ہے شیرین کی تم اقرار یہ فرماؤ ۔ ایسا نہ ہو تم بیاہ مین لونڈی کو نہ بلواؤ
یہ خادمہ بھی دیکھے دولھن بیاہ کے تم لاؤ ۔ آباد رہو جیتے رہو زیست کا پھل پاؤ

ہاتف کی ندا آئی یہ مظلوم ازل ہے
تقدیر مین اکبر کی فقط برچھی کا پھل ہے

القصہ گئی شاہ کے حجرے کو جو شیرین ۔ تب ہچکیان لیلے کے لگے رونے شہ دین
گرد شہ دین پھر کے لگی کہنے وہ غمگین ۔ قربان گئی روتے ہو کیا دو مجھے تسکین

یا شاہ مین صدقے مین فدا پھر نہ ملوگے
اس طرح جو روتے ہو تو کیا پھر نہ ملوگے

اب جو مرے مقصد ہین خدا اسکا ہے آگاہ ۔ یا تو مجھے قدمون سے لگا رہنے دو یا شاہ
یا گھر مین مرے آنے کا وعدہ کرو للہ ۔ فرزند نبی کی مین ضیافت کرون دلخواہ

میراث نبی پائی ہے فرزند علی نے
فضہ کی ضیافت تو نہ رد کی تھی نبی نے

شیرین سے مخاطب ہوئے یون سید ابرار ۔ اچھا ترے گھر آنے کا مین کرتا ہون اقرار
اُس دن کا تجمل نہ تجھے بھولے گا زنہار ۔ عابد تو پیادہ مرا ہوئے گا مین اسوار

پیاسا کئی دن کا ترے گھر آوے گا شبیر
پیاسا ہی ترے گھر سے چلا جاوے گا شبیر

وہ بولی بھلا جانے مین دونگی تمہین پیاسا
حضرت نے کہا خیر سمجھ لینگے جو ہوگا
پہونچانے کو شیرین کے گئے دور تک آقا
رستے سے کہا لے تجھے اللہ کو سونپا
کیجیو یہ دعا چین ملے غم سے ہمین بھی
آزاد خدا کر دے جہنم سے ہمین بھی

قلعہ پہ رہ شام کے تھا مسکن شیرین
ہمسایہ عزیز ایک یہودی تھا خوش آئین
جس شب یہ گئی سوتا تھا وہ بندۂ حق بین
پھر عقد کو شیرین ملی کیا خواب تھا شیرین
دیدار پیمبر کا ملا دین خدا کا
روشن کیا شیرین نے گھر اس اہل وفا کا

شوہر سے وہ ذکر شہ دین کرتی تھی اکثر
پہونچانے مجھے دور تک آئے تھے سرور
کہتی تھی کبھی دو مری بی بی کے ہین دلبر
نام ایک کا سجاد ہے اور ایک کا اکبر
دونون سے عیان قدرت رب ازلی ہے
بس نام خدا ایک نبی اور ایک علی ہے

گاہے یہ بیان کرتی تھی وہ عاشق مولا
مولا ہے آئین تو ذرا شرم نہ کرنا
مین لونڈی ہون ادنی تو غلام انکا ہے گویا
خدمت مین کمربستہ سدا رہیو میاں
وہ کہتا تھا تو آنکی مین ان کا یہ گھر ان کا
تقدیر یہ کہتی تھی کہ آئے گا سر ان کا

دن پوچھتا تھا آمد مولا کے جو شوہر
تب کہتی تھی شوہر سے یہ وہ عاشق سرور

یہ پوچھنا مین بھول گئی واے مقدر
تاریخ مقرر نہین آنا ہے مقرر
کہتا ہے یہ دل آئین گے مولا مرے گھر مین
یا ماہ محرم مین و یا ماہ صفر مین

شیرین کو عجب الفت سلطان امم تھی
ہر دم شہ والا کی وہ مشتاق قدم تھی
آنکھ اُسکی سوے صورت بانوے عجم تھی
پتلی صفت قبلہ نما سوے حرم تھی
عش کرتی تھی اقرار امام دو جہان پر
اسکی نہ خبر تھی کہ سر آئے گا سنان پر

ڈیوڑھی پہ سدا نور کے تڑکے اُسے آنا
اور شام کو دروازے سے روتے ہوے جانا
گہ صبح سے مولا کے لیے فرش بچھانا
اور شام کے نزدیک بصد یاس اُٹھانا
شہ کے لیے تیار کبھی کرتی غذا کو
مولا جو نہ آتے تو کھلا دیتی گدا کو

ناگاہ ہوا شاہ سے برگشتہ زمانا
جائز کیا فرزند پیمبر کا ستانا
مسلم کا مدینہ سے ہوا کوفہ کو آنا
آخر کو ہوے شاہ بھی یثرب سے روانا
وان نکلے نبی قبر سے اور شاہ وطن سے
یان روح نکلنے لگی شیرین کے بدن سے

تقدیر وہان در بدر آقا کو پھراتی
شیرین یہان در پر کبھی آتی کبھی جاتی
گھبرا کے کبھی کوٹھے کے نیچے اُتر آتی
رہ گیرون کو جا جا کے سر راہ سناتی
دنیا مین ہون اور نہین دنیا کی خبر ہے
لوگو نہین کچھ دلبر زہرا کی خبر ہے

پانی جو نہ اُس نے جز سبط پیمبر
کچھ پی لیا کچھ کھا لیا جو آیا میسر
ذیحج سے ہوئی تارک لذات وہ مضطر
سونے کے لیے فرش و زمین دونون برابر

اندیشون نے یہ حال کو تبدیل کیا تھا
پوشاک بدلنا بھی غرض چھوڑ دیا تھا

ہمسائیان کہتی تھین بنایا ہے یہ کیا حال
وہ کہتی تھی نیرنگ نظر آتا ہے امسال
پوشاک جو میلی ہے تو اُلجھے ہوئے ہین بال
دریافت مجھی کو نہین ہوتا مرا احوال

پوشاک کی کچھ مجھکو خبر ہے نہ ردا کی
اللہ بس اب خیر کرے آل عبا کی

بند ہاے بالا حضرت مصنف کے زور بیان خلاقی سخن اور عالی خیالی سے پورے طور پر خبر دیتے ہین۔ بلاشبہ جناب مرحوم اپنے جواب آپ تھے۔

خاموشی ثناے تو حد ثناے تو

الحمد للہ کہ یہ دوسری جلد بھی بہارستان سخن کی تمام ہوئی۔ مگر مرثیہ نگاری کے لگاؤ سے راقم کا فرض منصبی تھا کہ اُستاد فن جناب فضیلت مآب مرزا اَوج صاحب ادام اللہ تعالیٰ افادتہ کے نمونہ کلام سے بھی اپنی اس تصنیف کو زینت دیتا۔ لیکن نہایت جاے حسرت ہے کہ حضرت ممدوح کا کوئی کلام اس ہیچمدان کو دستیاب نہ ہو سکا۔ حالانکہ اس ناچیز کو حضرت کے کلام بلاغت نظام سے مشرف ہونے کا اتفاق بارہا ہوا ہے۔ آپ جناب سلطان الذاکرین مرزا دبیر صاحب اعلی اللہ مقامہ فی الجنہ کے ایسے خلف الصدق ہین کہ ماشاء اللہ جنھون نے اپنی حیرت انگیز قابلیت شاعری سے اپنے پدر بزرگوار کے نام نامی کو اوج بالاے اوج بخشا ہے۔ پدر نامدار و پسر نامجو۔ جناب اوج لاریب ایک بڑے رزمی شاعر ہین۔

آپ کا زور کلام تناسب مضامین اور فلسفانہ انداز بیان بہت کچھ قابل قدر ہے۔ آپ جناب میر انیس صاحب اور اپنے والد عالی مقام کی ترکیب شاعری سے بالکل ایک جدا رنگ رکھتے ہین اور یہ ایسا رنگ ہے کہ ہر ذی فہم اسے آسانی کے ساتھ تمیز کر لے سکتا ہے مجھے اسکا بھی افسوس ہے کہ کوئی نمونہ حضرت شاد مدظلہ کی مرثیہ نگاری کا عدم دستیابی کی وجہ سے فقیر کی اس تصنیف مین داخل نہین کیا جا سکا۔ آپ کا کلام بھی ایک خاص رنگ رکھتا ہے اور نہایت قابل توجہ ہے۔ فقط۔

غلطنامہ کتاب کاشف الحقایق حصّہ دوم المعروف بہ بہارستان سخن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۱۶	الوالعزم	اولوالعزم
۱۲	۵	ہندونکی	ہندوونکی
۱۳	۱۹	مغولیہ	مُغلیہ
۲۱	۷	ہردئی	ہردمی
۲۳	۱۵	دفعۃ	دفعتہً
۲۹	۶	بدمزاقی	بدمذاقی
۳۰	۱۸	دیتی	دیتا
۳۳	۲	متحاین	متحدہین
〃	۴	مثل مجھ ہم و مجھ ہو .... انحصر ہو کچھ حسن و عشق کے مفہوم ہین -	وغیرہ کے اور مثل دیگر غیر محدود صفات خداوندی کے عین ذات خداوندی ہین اور ذات خداوندی کیطرح قدیم ہین کسواسطے کہ اگر صفات خداوندی عین ذات خداوندی نہین ہین تو تعدد قدما لازم آتا ہے - خیر اپنا مذہب یہی ہی بلکہ حسن و عشق کے معاملہ مین خیال راقم یہ ہی کہ حسن و عشق سے واحد ہین اور بصورت وحدانیت خود خدا ہین اور تمام ذات و صفات انہین سے مراد ہے
۳۴	۱۷	گر کہون آپ سے شرمائیگا	آپ سنئے گا تو شرمائیگا -

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
سبب	سابق	۶	۳۷
سنگ	سگ	۲	۳۹
کی	کو	۱۹	″
نشکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زدند	(یہ شعر چھپنے سے رہ گیا)	۱۲	۵۰
خاموشی از ثنائے	خاموشی ثنائے	۱۸	۵۲
صید	چند	۱۰	۵۶
در خویش	در خیر	۱۲	″
بزبان	ززبان	۱۶	″
بگوے	بگوکہ	۸	۵۷
کز	کہ از	۱	۵۸
جمیل	جمال	۳	″
گفتہ	کرد	۸	″
زان	از	۱۳	۶۱
لیک	لیکن	۱۸	۶۳
ببین	ببین	۱۳	۶۶
ہاتھ سے جانے نہین	ہاتھ سے نہین	۱	۷۳
بر	پہ	۷	″
کی	کو	۶	۷۵

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۸	آسودہ	آلودہ
۹۴	۱۷	آتی	آئی
۹۷	۱۶	تلیو	ملیو
۹۹	۳	سن تو ک	من وذارک
〃	۷	سقدر	اسقدر
۱۰۱	۱۴	کیا	گیا
〃	۱۹	پان (مصرع ثانی مین)	پایا
۱۱۲	۱	ٹاکئے	ٹانکئے
〃	۱۸	دہوئین	دہوین
۱۱۶	۴	کاٹنا سمجھئے سیہ کا یا گل کنیر کا	کاٹنا ہی گھر مین سیاہی کا یا گل کنیر کا
۱۲۸	۱	گلا	گلہ
۱۲۹	۵	پتر	پہر
۱۳۰	۱۴	شمعین دو	دو شمعین
〃	۱۸	پایا	پار
۱۳۲	۷	پہر	پیر
۱۳۳	۱۴	کہ	تو
۱۳۴	۱۵	پہر رہا ہے	پہر پہر رہا ہے
۱۳۶	۱	باستنا ئے	باستثنائے
۱۳۹	۱۷	کسکی	کوئی
۱۴۱	۱۳	بچھڑ	بہڑ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۱۸	چھلپتا	چھپتا
۱۴۴	۱۸	وقت برسہ نیز	وقت تجویز
۱۴۶	۴	مار احساب	بلاحساب
"	۸	آگ و آب	آگ داب
۱۵۱	۱۱	بابت	بات
۱۵۲	۱	نہانی	نہالی
"	۴	کبھی	ابھی
۱۵۵	۱۷	نافرمان سوسن	نافرمان وسوسن
۱۵۶	۱۸	بل	بہل
۱۵۸	۱۶	تھجہ	تجھ
۱۶۰	۱۳	قفس ہی دونگا	قفس ہی ہین دونگا
۱۶۲	۲	نالے گرم	نالۂ گرم
	۴	(یہ شعر چھپنے سے رہگیا ہے)	مرے بیاں کو سُن سُنکے کانپ اُٹھا غضب یہ ہو کہ تھما نہین زبان صیاد
۱۶۴	۱۱	ناگ	مانگے
۱۶۵	۳	خیسز	خیمہ
۱۶۷	۱۹	خاص پہ	خاص پڑہ
۱۷۳	۷	دولہ	دولھا
۱۷۶	۱۵	نہین بری	بری نہین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۴	۴	ہوجاتی ہے	ہوجائے
″	۹	بیچاری	بیماری
۱۸۹	۷	بیعلمان	بے علمان
۱۹۰	۱۶	ہرکسے	ہرخسے
″	″	صبر وسوز	صبرسوز
″	″	کام زن	گام زن
۱۹۱	۲	پنبۂ از آب وگل	پنبہ دانہ زآب وگل
″	۴	اخلاق	اخلاص
″	۵	درمرہ توحید نتوان رفت است	دررہ توحید نتوان رفت راست
۱۹۳	۱۵	پیرت	تیرت
۱۹۴	۶	زان کوئے	زان سوئے
″	۱۰	توبت	توبہ
″	″	برلب زعفران	درفصل خزان
″	۱۱	لیست	مست
″	۱۶	تا ابلق دہرتند ورام است	تا ابلق تند دہر رام است
″	۱۸	نشان	زبان
۱۹۵	۱۴	آہ روان	شب روان
″	۱۶	خون از اشک گہ دون	ز اشک خون کہ گردون
″	۱۸	بیشہ	بستہ

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
ہم	اہم	۲	۱۹۶
سوے	کوے	۹	؍؍
ذمّی طبع و	ومیز طبع و	؍؍	؍؍
زین	این	۱۰	؍؍
آمداست	آمده	۱۳	؍؍
دنیا	دتیا	۱۷	۱۹۷
گزرز باطل	گزار باطل	۷	۱۹۹
از دل دریا	ار دل دریا	۱	۲۰۰
شور	سوز	۶	؍؍
سرو قدے	سرقدے	۱۱	؍؍
ہر دل	ہر سو	۱۵	؍؍
زیبا	ریبا	؍؍	؍؍
رویش	روشن	۱۶	؍؍
بر گردید	بر کردند	۱۷	؍؍
چنان	جہان	۱۸	؍؍
سعدیا	اسعدیا	۱۹	؍؍
فردا ش نہ بیند	فردا بہ نبیند	۹	۲۰۱
بازکند	بارکند	۱۴	؍؍
مژ دہا نے	مژده گانے	۱۵	؍؍

سطر	غلط	صحیح
۱۶	برو ددر اقطار	ببر ددر اقطار
۱۷	گلبوے	گلگون
۱۸	سنبل بید	سنبل و بید
"	نقد دکان	در دکان
۴	بالیوان اثمار	بالوانِ ثمار
۱۳	این	ہے
۱۹	ہزاون	ہزارون
۱۴	فصل	نفصل
۲	رواج	روائی
۳	فشان	نشان
۵	آورده جا نرا	آورد و جا نرا
۶	در بدست آور....... انداختہ	در کمند طرۂ عنبرفشان انداختہ
۱۲	میرد	میریزد
۴	ین	کو
۱۸	سرایہ	سرمایہ
۵	سینبز	سبز
۱۸	شمیده اند	کشیده اند
۱	از خصار	از رخسارہا
۳	سے	کچھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۰	۶	ہو	ہے
〃	۷	باجوہسر	پُرجوہر
〃	۱۰	کیونکہ ہے	کیونکہ ہو
〃	۱۲	لکھونگا پہر......مطلع ثانی	لکھون گر یہ غزل کہ اسمین مین مطلع ثانی
〃	۱۶	دل تیرا	تیرا دل
〃	۱۸	غنچہ کی	غنچونکی
۲۲۱	۱	نہ کہا	نہ رکھی
〃	۲	طول امل	طول سخن
〃	۷	اُسکی	اُنکی
〃	۹	یین	ہین
〃	۱۵	بہمن وادی	بہمن ودگی
۲۲۲	۲	دویم	دُوّم
〃	۶	ہے	بہی
〃	۸	رہتی ہے	رہتا ہے
〃	۱۰	فصیحی کے سبب سے	فصیحی کے سخن پر
〃	۱۳	انکے نظم	اسکے نظم
〃	〃	پہول	گل
۲۲۳	۲	پانون	پاون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۳	۵	زمین سے	زمین پر
″	۱۰	قیصل	فیصل
″	۱۳	تا گلستانین سے	تا ر گلستان مین ہے
″	۱۴	مصرعہ سرو	مصرع سرو
″	۱۸	مور کو جب سے .... کل	مور کو جب سے ملی جسکی پلو نکا سا بل
″	۱۹	وصلت یہ بنی	وصلت بنی
۲۲۴	۱۷	فجر	صبح
۲۲۵	۴	باد کہ پوش	بادلہ پوش
″	۶	باؤ کرتی	یاد کرتی
″	۸	بہنے مین	گندہنے مین
″	۹	بیچ مین اُنکے	بیچ مین آم اُسکے
″	۱۱	کرنے کا	کرتیکے
″	″	ہو	ہون
″	۱۲	ڈہیٹ	دست
″	″	ہو قوم	اہم قوم
″	۱۴	آویزہ مین لطف	آویزہ مین وہ لطف
″	۱۷	سی آلودہ	بسی آلودہ
″	″	سخن کہنے کو جاتی ہے	سخن کرتے مین جاتے ہین
″	۱۸	دام سے	وام سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۹	۵	کی	کا
"	"	سکتے	سکتا
۲۳۱	۱	لیڈیرون	لُیٹرون
۲۳۲	۷	کہ طرح کوئی ہی	کی کوئی طرح بھی
"	۸	فرشتہ کی	فرشتون کی
۲۳۳	۱	تہپیڑا و دہان	تہپیڑا ورد ہان
"	۳	زیتی	زینہ
"	۴	دربارہ روس	دربارہ واپس
"	۶	گریبان کسی کا چاک	گریبان کو کر چاک
"	"	نعرہ زنان	نالہ کنان
"	۷	مسلمان کو اُس پالکی اوپر	مسلمان کو پہر اُس پالکی اوپر
"	۸	مسخرہ پن گی	مسخرگی
"	"	کرتے ہین ...... ہان ہے	کرتا ہے جو وان عرض ہونے نا ہنہ تہ ہان ہے
"	۹	ہی بڑی	بڑی ہی
"	۱۰	جاکے	جاگے
"	۱۲	جب	چُپ
"	۱۳	مگر شکل دہان ہے	بمگر شکل کمان ہے
"	۱۴	کون دیکھے	کو دیکھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۳	۱۲	کہانہ	کہانا
۲۳۴	۴	یہ دل	بدل
"	۵	کے جا	لیجا
"	۶	کے ثالث	کہ ثالث
"	۷	پیسونکی	پیسونکا
"	۱۵	مرد ہے نواب	مرد ہے جی نواب
۲۳۵	۱	سوما ہی	سوما ہے
"	۴	بیٹھا	بہنٹیا
۲۳۶	۳	اچھا ہو...... سراسر	اچھا ہو جو ہوتا کا زمانہ نہین بسر
"	"	اتنی ہی........ کہان ہے	اتنی ہی رہے قدر جو یہان ہے
"	۴	آکر	جاکر
"	"	بکاؤ قرآن ہے	بکاؤ یہ قرآن ہے
"	۱۱	نغرہ تان	نغرہ زنان
"	۱۲	بے تال	بے تالے
"	"	بد اسلوبی	بد اصولی
"	۱۷	پہر جب لڑکے	پہر جوم سے جب لڑکے
"	۱۸	انکی	اوسکی
"	۱۸	اوسے رقعہ خان ہہ	بہی اک رقعہ خان ہے
۲۳۸	۵	وہی	ولے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۸	۱۵	چوہے کو ...... لپسا	چکنے کو آنکھین موند سے دیتا ہی منہ لپسا
۲۳۹	۱۵	بدبوئی	بدبو ہے
〃	۱۹	اوسکے	اوس کا
۲۴۰	۲	نغل	نغل
〃	۱۹	بہتا تہا کوئی ہیگا	کہتا تہا کوئی ہوگا
۲۴۱	۲	کہنے لگا...... کوئی شخص	کہنے لگا پہر آسی مجمع مین کوئی شخص
〃	۸	تماشہ	تماشے
〃	۱۰	تجہی مین	تجہے بہی مین
۲۴۴	۱۷	واضح کہ راقم کو	واضح ہو کہ راقم کو
۲۴۵	۱۳	سخن سنجو انکی	سخن سنجون کی
۲۴۶	۲	با عنوانی	بے عنوانی
۲۴۷	۹	تنہا	بیٹھا
۲۴۷	۱۰	بلقیس ماہِ کنعان	بلقیس و ماہ کنعان
〃	۱۵	شکل و مہ	شکل مہ
〃	۱۸	سے	ھے
۲۴۸	۵	مہ	ھے
۲۴۸	۱۷	فجر	صبح
〃	۱۸	کس ... عی	کس طباعی
۲۵۰	۹	نیش کی جا نوش حنظل	کیا عجب گر آب حنظل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۰	۱۱	ہو	ہے
۲۵۱	۱	تنقیح	تفشیح
"	"	کارنا	کرنا
۲۵۲	۱۳	بند ہوتے	بند ہوتے ہی
"	۱۹	اونکا بار ہو	اونکا ملاخطہ بار ہو
۲۵۳	۴	شاخِ چمن	شانِ چمن
۲۵۴	۱۳	وحیہ	دُہیا
"	۱۶	لگے نہ	نہ لگے
۲۵۵	۲	جسکو	جسکی
۲۶۶	۶	ہرد	بُرد
۲۶۷	"	پائیدار	یادگار
۲۷۲	۳	ھا	تھا
۲۷۳	۱۹	مڑد	مُزد
۲۷۶	۸	بیرارم	بیزارم
۲۷۹	۱۲	کوزہا	کوزہٗ
"	۱۴	توبہ دہر	دست دہر
۲۸۰	۳	بہ	(غلط ہے نہ چاہیئے)
"	۳	بود از پس مرگ مثن	دنیا پس مرگ فن
"	۱۴	باثبت	اگر ثبت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۰	۱۴	یک کوزہ می اگر بود	پروی قدحے وہد مرا
۲۸۱	۴	ہنگام گل است و مل و	ہنگام گل و مل است و
〃	۱۰	پیالہ را	پیالۂ
۲۸۲	۴	بخت	تخت
۲۸۴	۱۴	از	ار
۲۹۰	۱۲	بہی	ابہی
۲۹۳	۹	طیاری	تیاری
۲۹۴	۱	یانون	پاون
۲۹۶	۱۳	افلاک	چرخ
۲۹۸	۱	اور بہی معاملات خارجی کو	اور معاملات خارجی کو بہی
۲۹۹	۱۲	اوبچ	اوچ
۳۰۰	۶	پرتتے	برتتے
۳۰۳	۱۱	تحسین	نخستین
۳۰۴	۱۶	نزیما	نزیمان
〃	۱۷	گودزرہ	گودرز
۳۰۵	۴	ہے	ہین
〃	۱۰	گوذر	گوداز
۳۰۶	۱۱	ہین	ہے
۳۰۷	۶	نقش	بنفش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۷	۶	(یہ شعر چھپنے سے رہ گئے ہین)	بپیش پدر شد بسر سید آزود که بامن جهان پهلوانا بگوی / که افراسیاب آن بد اندیش مرد کجا جا گزید بشست نبرد
//	۹	پور وپشنگ	پور پشنگ
//	۱۰	بہند	بند
//	۱۲	بر خود و بر	بر خود سر
۳۰۸	۱۱	بودک	کودک
//	۱۴	کو دہ جنگ	گه جنگ
//	۱۷	بفشارد	بفشرد
۳۰۹	۲	خنگ	چنگ
//	۷		
//	۸	پنجہ گش	پنجہ گیش
۳۱۰	۸	زال و سهراب	زال و مهراب
۳۱۱	۳	شش شد و	شد شش و
//	۱۴	گلزار	گلنار
//	۱۶	مرغان	مُرغنا
//	//	آوارہ	آوازه
//	۱۸	خوش و خرم نهاد خرمی دوست	چو می خرم نهاد و خورمی دوست
۳۱۲	۱	ار	ازا
//	۵	بوش	پوش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۲	۱۱	غزال شیر	غزال و شیر
۳۱۴	۴	بیدار و در خواب	بیدار در خواب
〃	۵	وے بکشود با پاینده دیدہ	وے پوشیدہ آئینہ دیدہ
〃	۶	چو چشمش	ز چشمش
〃	۹	اژ	از
〃	۱۷	بیارے	بہارے
۳۱۵	۲	بد اندک	باندک
〃	۶	چست	چیست
〃	〃	ضرر	ضرر را
〃	۱۱	الپسندش	پسندش
۳۱۶	۱۳	علیہ مرحوم	علیہ الرحمہ
〃	۱۵	دکھے	دیکھے
۳۱۷	۷	تحت بگی	تخت زنگی
〃	۸	سبق بر دائرہ خود	سبق برد کز خود
〃	۱۴	سلطامی	سلطانی
۳۱۸	۱۸	فی زمانہ	فی زماننا
۳۱۹	۱۰	علیہ مرحوم	علیہم الرحمہ
〃	۱۷	فرقہ اماویہ	فرقہ امامیہ
۳۲۰	۱۷	ز نظن خود	از ظن خود

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۱	۴	دمساز مشتاقے	دمساز و مشتاقے
″	۷	سشر	ثمر
″	۱۴	حریفان	حریصان
۳۲۲	۹	رنج ورکاب	رنج رکاب
۳۲۳	۳	رنگ بویم	رنگ و بویم
۳۲۴	۱۹	نفر آتی ہے	نظر آتی ہے
″	″	نیگل	خنگل
۳۲۵	۱	بیوش	و جوش
۳۲۶	۷	بہلے پانو	پہلے پاون
″	۱۵	آزاریہ دل	بازاریہ دل
۳۲۹	۲	عکم	علم
۳۳۱	۶	چھپ چھپ سے	چُپکے چُپکے
۳۳۲	۹	نقاضائے	تقاضائے
″	۱۰	بہر دیتے ہین	بہر دئے ہین
۳۳۳	۲	خمر	خبر
۳۳۴	۱۹	ہاہتہ پائی	ہاتہا پائی
″	۷	تنگ	تنتنگ
″	۸	بیکسون سے	بیکسیون سے
۳۳۹	۱۱	کھے	سکے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۹	۱۶	کیہ	کہیا
۳۴۱	۲	ہین	ہے
۳۴۴	۶	کو	کی
"	۱۷	پرداز	پرواز
۳۴۵	۵	طالع شناسون سے	طالع شناسونمین سے
"	۱۱	جان کا توخطرہ	جان کا خطرہ
"	۱۸	جبتا	جیتا
۳۴۶	۱۵	خاسب	تناسُب
"	۱۷	اردواج	ازدواج
"	۱۸	دیتا ہے	دیتے ھے
"	۱۹	اجراے	اجزاے
۳۴۷	۶	رجائی	رجیائی
"	۹	نحت	تخت
"	۱۷	کو	کے
۳۴۹	۱۷	کیا	گیا
۳۵۴	۵	نہین ہوتا	خالی نہین ہوتا
"	۱۵	طاش	طاس
۳۵۷	۱	جھلا بورہ	جھلا پورہ
"	۱۶	پایہ تخت	پایۂ تخت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۸	۳	دبہاری	بادبہاری
"	۱۳	تڑپا	تڑپا
۳۷۱	۱۰	ہے	ہین
۳۷۲	۷	تفاقاً	اتفاقاً
۳۷۵	۳	کرسکے	کرسکین
"	۹	نفع	نفع
۳۷۶	۱	اوروا.........ان رہکر	اور داخل خاندان رہکر
۳۷۷	۱۹	ملام اسلام	بلاد اسلام
۳۷۸	۸	بعینہ	بعید
۳۸۲	۳	ہوا	ہو
"	۴	سے	کی
۳۸۳	۱	ہے	ہین
"	۲	دیتی ہے	دیتے ہین
۳۸۸	۹	تھے	ہین
۳۸۹	۵	مبتلائے ہوجاتاہے	مبتلائے غم ہوجاتا ہے
۳۹۳	۹	جوڑا	جیوڑا
۳۹۴	۱۶	چُہلنا	اُچہلنا
۳۹۵	۱	دینے	دے
۴۰۱	۷	کو	سے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۴۳٦	١١	[illegible]	یکبار
۴۳٨	۷	[illegible]سر	خامه
"	۴	چوگان	میدان
۴۳٩	[illegible]	راحت	رافت
"	٢	انگنبین	انگبین
"	٦	ایکبار	یک بار
"	"	فشار	افشار
"	١١	لی	کی
"	١٨	اطباعی	سباعی
۴۴٢	٢	آ کا	اوس کا
"	١٣	یقیحه	بقچیه
"	١۷	دولت مند	دولتمند بخیل
۴۴۵	١۴	یقین	لقمے
۴۴٦	٨	واسطه	واسطے
"	١١	به	ہے
"	١۷	اسیسے	اسے
۴۴۷	٣	دوا	سودا
۴۴٨	۵	ترمتی...... بانسرا	کیا ترمتی کیا کہی کیا بیسرا
"	"	کہیر گیا	یون پہرا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۳	۱۳	چھری نوک	چھری کی نوک
۴۰۴	۱۴	دیکھی	دیکھا
۴۰۶	۱۱	پر	ہیہ
۴۱۱	۱	اندوہ عشرت	اندوہ و عشرت
۴۱۲	۶	نور سایہ	نور و سایہ
〃	۱۹	پکتے	چمکتے
۴۱۴	۱۱	سین جان	سین ہین جان
۴۱۵	۱۴	جوگی ہین	جوگی جو ہے
۴۲۰	۱۹	پر	کر
۴۲۱	۱۱	انپہ	اپنے
۴۲۲	۸	پیے	پلے
〃	۱۶	ژنگ	رنگ
۴۲۵	۱۶	بربار ی	برباد ی
۴۲۷	۹	ندہنے	نندہنے
۴۳۱	۱۹	رہے	ہے
〃	〃	ہے	رہے
۴۳۳	۱۸	لیا	کیا
〃	〃	مین .... مراد	مین تناسب حسب مراد
۴۳۵	۳	لگین	لگی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۶	۱۵	گھٹے آدھے گو	گھنٹے آدھے
″	۱۹	علم حیوا..	علم حیوانات
۴۷۷	۸	پہاڑ اڈن	اسارڑہ
۴۷۸	۱۹	کو	[illegible]
۴۸۵	۷	ابروں	[illegible]ون
۴۸۷	۱۹	ہین	تھے
۵۰۲	۵	ہے	ہین
۵۰۸	۷	″	″
۵۰۹	۱۴	گننگے	کہینگے
۵۱۰	۱۶	ہے	ہو
۵۱۱	۱۲	زمامہ	زمانہ
۵۱۸	۱	جسکو کہ خدائے تعالیٰ نے	جسکو خدائے تعالیٰ
۵۲۰	۹	تیسرے	تیہو
۵۲۲	۲	″	″
۵۲۳	۹	وحیوش	وحوش
۵۲۶	۱۰	جو	وہ
۵۳۶	۳	اللہ نبی	اللہ و نبی
۵۳۹	۱۱	خاموشی ثناے	خاموشی از ثنا